باسمہٖ تعالیٰ

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اضافہ واصلاح شدہ جدید ایڈیشن

ماہِ ذی قعدہ اور حج

کے فضائل واحکام

مصنِّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بسلسلہ: اسلامی مہینوں کے فضائل واحکام

اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن

ماہِ
ذی قعدہ اور حج
کے فضائل واحکام

اس کتاب میں اسلامی سال کے گیارہویں مہینے ''ذی قعدہ'' کے متعلق فضائل ومسائل اور قابلِ توجہ اُمور پر روشنی ڈالی گئی ہے، نیز ماہِ ذی قعدہ کے حج کے مہینوں میں سے ہونے کی وجہ سے حج وعمرہ کے فرض وواجب ہونے سے متعلق بھی بنیادی اور اُصولی احکام چند رائج منکرات کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں، اور فرض حج میں تاخیر کے حیلے بہانوں پر بھی کلام کیا گیا ہے، اسی کے ساتھ حجِ بدل وحجِ نذر کے مسائل بھی درج کیے گئے ہیں، اور عمرہ کا حکم بھی تحریر کیا گیا ہے، اور چند تحقیقی مسائل پر بھی بحث کی گئی ہے، اور آخر میں ماہِ ذی قعدہ میں واقع ہونے والے چند تاریخی واقعات کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

مصنف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

نام کتاب: ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام

مصنف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اوّل: ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ بمطابق اپریل 2008ء/ طباعتِ دوم: رمضان ۱۴۳۳ھ اگست 2012ء

صفحات: ۳۷۶

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔فون: 051-5507270

ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔فون: 042-37353255

کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔فون: 051-5771798

دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔فون: 021-32631861

مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 042-37228196

مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔فون: 0992-340112

ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔فون: 061-4514929

ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔فون: 021-35032020

مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔فون 048-3226559

مکتبہ شہید اسلام، متصل مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد۔فون: 0321-5180613

ملت پبلیکیشرز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔فون: 051-2254111

ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔فون: 061-4540513

مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔فون: 041-8715856

کتب خانہ شمسیہ، نزد اریگیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔فون: 0333-7827929

مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔فون: 021-35123130

تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔فون: 051-5774634

مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔فون: 021-34856701

مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔فون: 055-4212716

مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پورہ بازار، فیصل آباد۔فون: 041-2601919

اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔فون: 048-3712628

اسلامی کتاب گھر: خیابانِ سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔فون: 051-4830451

مکتبہ صفدریہ: 37 حق سٹریٹ، اردو بازار، لاہور۔فون: 0300-4257988

الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔فون: 051-5553248

قرآن محل، اقبال مارکیٹ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔فون: 0312-5123698 0321

مکتبہ عمر فاروق: 4/491، شاہ فیصل کالونی، کراچی۔فون: 021-34594144

بخاری کتاب گھر: افغان سینٹر، نزد گھنٹہ گھر، سکھر۔فون: 0300-3124605

والی کتاب گھر: اردو بازار، گوجرانوالہ - فون: 0554-4441613

مکتبہ ختم نبوت: بلاک W، گلی نمبر A، بالمقابل لاری اڈہ قبرستان، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا۔فون: 0303-2600066

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

بندہ نے ابتداء میں اسلامی اور قمری بارہ مہینوں میں سے ہر ایک مہینے کے متعلق الگ الگ مختصر رسائل تحریر کئے تھے، بعد میں بہت سے عوام اور اہلِ علم حضرات کی جانب سے ان رسائل کی طرف دلچسپی وتوجہ کو دیکھتے ہوئے اور متعدد اہلِ علم حضرات کے رابطہ کرنے پر اس چیز کی ضرورت محسوس کی گئی کہ ان رسائل کو اصل مآخذ ومراجع کے ساتھ مدلَّل ومفصَّل کیا جائے، جس کی وجہ سے بعد میں اگلی اشاعتوں کے موقع پر وقتاً فوقتاً ان رسائل پر تحقیق وتخریج کا کام کیا جاتا رہا، جس کے نتیجہ میں اکثر رسائل، کتب کی شکل اختیار کر گئے۔

ماہِ ذی الحجہ کے مہینے سے متعلق اسلام کا ایک اہم رکن ''حج'' وابستہ ہے، اور شوال اور ذیقعدہ کے مہینے شرعاً حج کے مہینے ہیں، اس لئے خیال تھا کہ حج کے فضائل واحکام کا ذکر ماہِ ذی الحجہ سے متعلق کتاب میں یا پھر ماہِ شوال سے متعلق ورنہ کم از کم ماہِ ذی قعدہ سے متعلق کتاب میں تو آ ہی جانا چاہئے، لیکن ماہِ ذی الحجہ سے متعلق کتاب میں قربانی کے تفصیلی فضائل واحکام اور ماہِ شوال سے متعلق کتاب میں عیدُ الفطر اور صدقۂ فطر کے تفصیلی فضائل واحکام شامل ہونے کی وجہ سے حج کے فضائل واحکام کی ان دونوں کتابوں میں گنجائش نہیں رہی، اس لئے بالآخر ماہِ ذی قعدہ والی کتاب میں حج کے فضائل واحکام کو جمع وترتیب دینا شروع کیا، لیکن جب حج کے فرض وواجب ہونے کی شرائط پر تحقیق کرنی شروع کی، تو خود حج کے فرض وواجب ہونے کی شرائط اور ان کے احکام اور فرض حج ادا نہ کرنے کے حیلے بہانوں اور حج کے فرض وواجب ہونے کے بعد معذور یا فوت ہو جانے کی صورت میں حجِ بدل کے احکام اتنے طویل اور تفصیلی نکل آئے کہ وہ خود ایک مستقل کتاب کے متقاضی تھے، اس کے علاوہ پہلے سے موجود کئی اُردو کتابوں میں مذکور متعدد مسائل سے قرآن وسنت اور فقہی عبارات کی طرف مراجعت کرنے

کے نتیجہ میں اختلاف بھی نظر آیا، جس کی وجہ سے جا بجا کچھ مفصل ومدلل کلام کی بھی ضرورت محسوس ہوئی، تا کہ اس اختلاف کی اصل وجہ معلوم ہو سکے۔ [۱]

اس لئے مناسکِ حج کے فضائل واحکام کی اس کتاب میں بھی گنجائش نہیں رہی۔

بالآخر یہ طے پایا کہ ماہِ ذی قعدہ سے متعلق اس کتاب میں حج وعمرہ سے متعلق ان اصولی فضائل واحکام کو شامل کیا جائے کہ جن کی عموماً حج کرنے سے پہلے ضرورت پیش آتی ہے، اور ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' کو الگ مستقل کتاب کی شکل میں شائع کیا جائے، جو عملی طور پر حج ادا کرنے یا اس سے متعلق پیش آمدہ مسائل سے متعلق ہو۔

فی الحال ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام کے عنوان سے یہ کتاب شائع ہو رہی ہے، اور ''مناسکِ حج کے فضائل واحکام'' کے عنوان سے مفصّل ومدلّل کتاب الگ زیرِ ترتیب ہے۔

اللہ تعالیٰ حق بات کو کہنے، سُننے اور سمجھنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور اپنی رضا والے موقف پر تا دمِ حیات بغیر لومۃ لائم کے استقامت نصیب فرمائیں۔ آمین۔ فقط۔ محمد رضوان

۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔ بمطابق 14 / اگست 2012ء بروز منگل

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

---

[۱] اور بندہ پہلے بھی اپنے بعض مضامین میں اس بات کا ذکر کر چکا ہے کہ موجودہ دور میں جب پوری دنیا کی معاشرت ایک دوسرے کے قریب آ رہی اور ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہوتی جا رہی ہے، جس کو ہماری زبان میں عالمگیریت، عربی میں ''العولمۃ'' اور انگریزی میں گلوبلائزیشن (GLOBALIZATION) کے عنوان سے تعبیر کیا جاتا ہے، اور دنیا نت نئے قوانین اور ایجادات کی جکڑ بندیوں میں بندھتی جا رہی ہے، ایسے حالات میں اہلِ علم واہلِ نظر حضرات کو شرعی دلائل میں اجتہاد واستنباط کر کے ان کا حل پیش کرنے کی ضرورت پہلے زمانوں کے مقابلے میں بہت زیادہ بڑھ گئی ہے، جس کے لئے سابق مؤقف سے اختلاف بھی لازم ہے، لیکن ان حالات میں بجائے اس کے کہ اس ضرورت کا اہلِ علم کی طرف سے خود سے احساس کر کے اس کو پورا کرنے کی کوشش کی جائے، اگر کوئی دوسرا اس پر پیش قدمی کرتا ہے، تو اسے ایک متعصب علمی طبقہ کی طرف سے علمی وفقہی طعن وتشنیع کا نشانہ بنایا جاتا ہے، اور دیگر معاصر یا اکابر اہلِ علم حضرات کے موقف سے تفرد اختیار کرنے کا الزام عائد کیا جاتا ہے، اور اصل دلائل کی طرف مراجعت وتحقیق اور ضرورت وحاجت اور عرف ورواج اور معاشرتی تبدیلیوں کے اہم پہلوؤں کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے، حالانکہ اگر موجودہ دور میں سابق اہلِ علم حیات ہوتے، تو وہ خود بھی موجودہ حالات اور عرف ورواج کے مطابق ہی حکم بیان فرماتے، لہٰذا موجودہ دور کے بعض متعصب اہلِ علم حضرات کا مجتہد فیہ اور فروعی مسائل میں سابق طرزِ عمل، شرعی اور فقہی اُصولوں کی روشنی میں نامناسب طریقہ اور غلو فی الدین کے قبیل سے ہے۔ محمد رضوان۔

ماہِ ذی قعدہ اور حج کے فضائل واحکام

ماہِ ذی قعدہ اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ

ماہِ ذی قعدہ اسلامی سال کا گیارہواں مہینہ ہے، اور یہ مہینہ ''شوال'' اور ''ذوالحجہ'' کے مہینوں کے درمیان میں آتا ہے۔

ماہِ ذی قعدہ سے پہلا مہینہ شوال کا مہینہ ہے، اور اس کے بعد ذوالحجہ کا مہینہ ہے۔

اس مہینے کے نام کی تحقیق

اس مہینے کو عربی میں ''ذوالقعدہ'' یا ''ذی القعدہ'' کہا جاتا ہے، جس کے لغت میں معنیٰ ''بیٹھنے والے'' کے آتے ہیں۔

یہ نام دوسرے اسلامی مہینوں کے ناموں کی طرح عربی کے الفاظ پر مشتمل ہے، اور یہ دولفظوں کا مجموعہ ہے ایک ''ذو'' دوسرے ''القعدہ''

پہلا لفظ عربی میں ''والے'' کے معنیٰ میں آتا ہے، اور عربی کے نحوی (Grammar) قاعدے کے اعتبار سے مختلف حالتوں میں ''ذال'' کے بعد کبھی ''واؤ'' اور کبھی ''یا'' آتا ہے۔

اور اس طرح سے کبھی ''ذوالقعدہ'' اور کبھی ''ذی القعدہ'' استعمال ہوتا ہے، اور کبھی الف لام کے بغیر ''ذوقعدہ'' یا ''ذی قعدہ'' بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ [1]

اور عربی میں ''قعدہ'' کے معنیٰ بیٹھنے کے آتے ہیں، اس مہینے میں زمانۂ جاہلیت میں عرب کے

---

[1] وذو القعدة صفة قامت مقام الشهر من القعود عن التصرف، كقولك :هذا الرجل ذو الجلسة فإذا حذفت الرجل قلت ذو الجلسة(غمزعيون البصائر ج ٢ ص ٧٨، كتاب الصوم)

لوگ قتل وقتال کو گناہ وحرام سمجھتے تھے، اور اپنے اسلحہ کو رکھ دیتے تھے، اور کوئی کسی کو قتل نہیں کیا کرتا تھا، اور پھر اگلے مہینے میں بہت سے لوگ حج کیا کرتے تھے، گویا کہ وہ لڑائی جھگڑوں اور سفر واسفار سے الگ ہوکر اس مہینے میں بیٹھ جایا کرتے تھے۔

اس مناسبت سے اس مہینہ کا نام ''ذوالقعدہ'' رکھا گیا یعنی ''بیٹھنے والا مہینہ''۔ [1]

ماہِ ذی قعدہ عیدُ الفطر اور عیدُ الاضحیٰ والے مہینوں کے درمیان

یہ بات سب مسلمانوں کو معلوم ہے کہ ماہِ شوال کی پہلی تاریخ کو اسلام کا عظیم تہوار ''عیدُ الفطر'' کے نام سے انجام دیا جاتا ہے، اور رمضان کے روزوں سے فارغ ہوکر شوال کے مہینہ کے آخری دن تک اگر چھ روزے رکھ لئے جائیں تو وہ رمضانُ المبارک کے روزوں کے ساتھ مل کر پورے سال روزے رکھنے کے برابر اجر وثواب کا باعث ہوجاتے ہیں۔

ذی قعدہ کا مہینہ شوال کے اسی مبارک مہینے کے اختتام پر شروع ہوتا ہے، اور ذی قعدہ کے مہینہ کا اختتام بھی ایک ایسے مہینے کے آغاز کی تمہید بنتا ہے جس میں اسلام کا دوسرا عظیم تہوار ''عیدُ الاضحیٰ'' کے نام سے انجام دیا جاتا ہے اور اسلام کا اہم رکن حج بھی اُسی مہینہ میں انجام دیا جاتا ہے اور وہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔

---

[1] قال ابوجعفر: وإنما سمى الله جل ثناؤه ذا القعدة الشهر الحرام؛ لأن العرب فى الجاهلية كانت تحرم فيه القتال والقتل وتضع فيه السلاح، ولا يقتل فيه أحد أحدا ولو لقى الرجل قاتل ابيه او ابنه .وإنما كانوا سموه ذا القعدة لقعودهم فيه عن المغازى، والحروب، فسماه الله بالاسم الذى كانت العرب تسميه به(تفسير الطبرى ،ج٣ص ٣٠٩،تحت آيت ١٩٤ من سورة بقره)

وذو القعدة بالفتح ويكسر: شهر يلى شوالا سمى به لأن العرب كانوا يقعدون فيه عن الأسفار والغزو والميرة وطلب الكلإ ويحجون فى ذى الحجة ذوات القعدة يعنى: بجمع ذى وإفراد القعدة وهو الأكثر (تاج العروس، باب قعد، جزء ١ صفحه ٢٢٠٨)

وذوالقعدة بفتح القاف والكسر لغة شهر والجمع ذوات القعدة وذوات القعدات والتثنية ذواتا القعدتين فثنوا الاسمين وجمعوها وهو عزيز لان الكلمتين بمنزلة كلمة واحدة ولا تتوالى على كلمة علامتا تثنية ولاجمع والقعود ذكر القلاص وهوالشاب قيل سمى بذلك لان ظهره اقتعد اى ركب والجمع قعدان بالكسر(المصباح المنير فى غريب الشرح الكبير ،القاف مع العين يثلثهما، كتاب العين)

گویا کہ اسلام کے دو عظیم تہوار ''عیدُ الفطر'' اور ''عیدُ الاضحیٰ'' نیز ''حج مبارک'' انجام دیئے جانے والے دو مہینوں ''(شوال اور ذی الحجہ)'' کے درمیان ''ذوالقعدہ'' کا مہینہ واقع ہے، اس اعتبار سے ذوالقعدہ کا مہینہ اپنی ابتداء اور انتہاء کے لحاظ سے عیدین کے مہینوں کے درمیان واقع ہے، اور اس مہینہ کو آگے پیچھے سے عیدین کے دو مہینے گھیرے اور احاطہ کئے ہوئے ہیں۔

اور عام طور پر دنیا بھر سے ''حج مبارک'' کی عظیم سعادت اور فریضہ کی ادائیگی کے لئے حجاجِ کرام عمرہ یا حج کا احرام باندھ کر ذوالقعدہ کے مہینہ میں ہی حرمین شریفین میں اکثر و بیشتر حاضری کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

ذیقعدہ کے مہینہ کی تاریخیں اچھی طرح یاد رکھ کر اور ان کا صحیح حساب محفوظ رکھ کر ذی الحجہ کے مہینہ کے آغاز کی حفاظت کے اہتمام کی بھی خاص اہمیت اس لئے رکھی گئی ہے تا کہ حج اور عید الاضحیٰ اپنے صحیح وقت پر انجام دیئے جانے اور ہر قسم کی تاریخی غلطی سے بچنے کا انتظام ہو سکے۔

ظاہر ہے کہ جو مہینہ عیدین یعنی عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ و حج مبارک کے مہینوں کے درمیان حدِّ فاصل (Departing Boundry) کی شان رکھتا ہو، اس کی فضیلت واہمیت بھی کچھ کم نہ ہوگی۔

ماہِ ذی قعدہ چار عظمت والے مہینوں میں سے

پھر ماہِ ذی قعدہ اور ماہِ ذی الحجہ کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ یہ دونوں مہینے سال بھر کے ان چار مہینوں میں شامل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی شرف وفضیلت بخشی ہے، وہ چار مہینے یہ ہیں:

(۱)......ذی قعدہ (۲)......ذی الحجہ (۳)......محرم (۴)......رجب۔

ان مہینوں کی عظمت وبرتری اسلام کے آغاز سے بھی پہلے سے ہے اور اسلام سے پہلے

دوسرے آسمانی مذہبوں میں بھی تسلیم کی گئی ہے، یہاں تک کہ مکہ کے مشرکین شرک وکفر کی حالت میں بھی ان مہینوں کی عظمت وفضیلت کے قائل تھے، اسلام کے آغاز تک ان مہینوں میں جہاد وقتال بھی منع تھا اور ساتھ ہی ان مہینوں میں عبادت واطاعت کی خاص فضیلت رکھی گئی تھی، اور اب بھی ان مہینوں میں عبادت واطاعت کی فضیلت برقرار ہے، لہٰذا جو شخص ان مہینوں میں عبادت واطاعت کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگارہ میں خاص فضیلت واہمیت کی شان رکھتی ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ (سورہ توبة رقم الآية ۳۶)

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کی کتاب میں جس دن اللہ نے پیدا کئے تھے آسمان اور زمین، ان میں چار مہینے عظمت کے ہیں، یہی ہے سیدھا دین، سوان (مہینوں) میں ظلم مت کرو اپنے اوپر (سورہ توبہ)

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ اِنَّ الزَّمَانَ قَدِ اسْتَدَارَ كَهَيْئَتِهٖ يَوْمَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ السَّنَةُ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا مِّنْهَا اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ثَلَاثٌ مُّتَوَالِيَاتٌ ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ مُضَرَ الَّذِىْ بَيْنَ جُمَادٰى وَشَعْبَانَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے (حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے خطبہ میں)

---

[1] رقم الحديث ۴۶۶۲، كتاب تفسير القرآن، باب قوله إن عدة الشهور عند الله اثنا عشر شهرا في كتاب الله، دار طوق النجاة، بيروت، واللفظ له، ورقم الحديث ۳۱۹۷، مسلم رقم الحديث ۱۶۷۹، ابوداؤد رقم الحديث ۱۹۴۷، مسند احمد رقم الحديث ۲۰۳۸۶.

فرمایا کہ (اس وقت) زمانہ اسی حالت پر گھوم پھر کر آ گیا ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کو پیدا کیا تھا (یعنی اب اس کے دنوں اور مہینوں میں کمی زیادتی نہیں ہے جو جاہلیت کے زمانے میں مشرک کیا کرتے تھے۔ اب وہ ٹھیک ہو کر اس طرز پر آ گئی ہے جس پر ابتداء اور اصل میں تھی لہٰذا) ایک سال بارہ مہینہ کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت وعزت والے ہیں جن میں تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک رجب کا مہینہ ہے جو کہ جمادی الاخریٰ اور ماہِ شعبان کے درمیان واقع ہے (بخاری)

اس کا تقاضہ یہ ہے کہ ذی قعدہ کے مہینہ کی اہمیت اپنے دلوں میں پیدا کی جائے اور اس مہینہ کو غفلت میں نہ گزارا جائے۔

اس مہینہ میں عبادت کی فضیلت اور گناہ کی شِدَّت

احکام القرآن میں چار مہینوں کے محترم ہونے کی وضاحت کرتے ہوئے مذکور ہے کہ:

وَبِالْجُمْلَةِ فَلَامَعْنٰی لِحُرْمَةِ الْاَشْهُرِ الْاَرْبَعَةِ اِلَّا اَنَّ الظُّلْمَ فِيْهَا اَشَدُّ مِنْهُ فِیْ غَيْرِهَا وَفِعْلَ الطَّاعَاتِ فِيْهَا اَفْضَلُ مِنْ فِعْلِهَا فِیْ غَيْرِهَا (احکام القرآن للتھانوی جلد ۱ صفحہ ۳۷۹، ۳۸۰ سورۃ البقرۃ رقم الآیۃ ۲۱۷) [۱]

---

[۱] اہلِ علم حضرات کے لیے احکام القرآن کی مذکورہ عبارت سے پہلے کی مفصل عبارت مع ترجمہ کے ذیل میں نقل کی جاتی ہے:

وَتَوْضِيْحُهٗ اَنَّ اَرْبَعَةً مِّنْهَا حُرُمٌ لِمَعْنَى تَعْظِيْمِ اِنْتِهَاكِ الْمَحَارِمِ فِيْهَا بِاَشَدِّ مِنْ تَعْظِيْمِهٖ فِیْ غَيْرِهَا وَتَعْظِيْمِ الطَّاعَاتِ فِيْهَا اَيْضًا، كَمَا جَعَلَ بَعْضَ الْاَمَاكِنِ فِیْ حُكْمِ الطَّاعَاتِ وَمَوَاقِعَةِ الْمَحْظُوْرَاتِ اَعْظَمُ حُرْمَةً مِنْ غَيْرِهٖ نَحْوَ بَيْتِ اللهِ الْحَرَامِ وَمَسْجِدُ الْمَدِيْنَةِ فَيَكُوْنُ تَرْكُ الظُّلْمِ وَالْقَبَائِحِ فِیْ هٰذِهِ الشُّهُوْرِ وَالْمَوَاضِعِ دَاعِيًا اِلٰی تَرْكِهَا فِیْ غَيْرِهٖ، وَيَصِيْرُ فِعْلُ الطَّاعَاتِ وَالْمُوَاظَبَةِ عَلَيْهَا فِیْ هٰذِهِ الشُّهُوْرِ وَهٰذِهِ الْمَوَاضِعِ الشَّرِيْفَةِ دَاعِيًا اِلٰی فِعْلِ اَمْثَالِهَا فِیْ غَيْرِهَا، لِلْمُرُوْرِ وَالْاِعْتِيَادِ، فَكَانَ فِیْ تَعْظِيْمِ بَعْضِ الشُّهُوْرِ وَالْاَيَّامِ وَبَعْضِ الْاَمَاكِنِ اَعْظَمُ الْمَصَالِحِ فِی الْاِسْتِدْعَاءِ اِلَی الطَّاعَاتِ وَتَرْكِ الْقَبَائِحِ فَقَوْلُه تَعَالٰی: فَلَا تَظْلِمُوْا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: اور خلاصہ یہ ہے کہ ان چار مہینوں کے احترام کا مطلب صرف یہ ہے کہ ان مہینوں میں ظلم (وگناہ) دوسرے مہینوں کی بنسبت زیادہ شدید ہے، اور ان مہینوں میں نیک اعمال کا کرنا دوسرے مہینوں کی بنسبت زیادہ افضل ہے (احکامُ القرآن)

اور علامہ ابو طالب مکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَمِنَ الْفَاضِلِ الشُّهُوْرُ الْاَرْبَعَةُ الْحُرُمُ وَهِيَ ذُوالْقَعْدَةِ وَذُوالْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ خَصَّهُنَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ بِالنَّهْيِ عَنِ الظُّلْمِ فِيْهِنَّ لِعَظْمِ حُرْمَتِهِنَّ، فَكَذٰلِكَ الْاَعْمَالُ لَهَافِيْهِنَّ فَضْلٌ عَلٰى غَيْرِهَا وَاَفْضَلُهَا ذُوالْحِجَّةِ بِوُقُوْعِ الْحَجِّ فِيْهِ وَلِمَا خَصَّ بِهٖ مِنَ الْاَيَّامِ الْمَعْلُوْمَاتِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ تَفْرِيْعٌ عَلٰى قَوْلِهٖ: مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ وَتَفْسِيْرٌ لِلْحُرْمَةِ الَّتِيْ اِخْتَصَّتْ بِهَاتِلْكَ الشُّهُوْرِ، وَالْمَعْنٰى فَلَاتَنْتَهِكُوْا الْمَحَارِمَ وَلَاتَرْتَكِبُوْا الْمَعَاصِيَ فِيْ هٰذِهِ الشُّهُوْرِ خَاصَّةً وَاِنْ كَانَتْ مُحَرَّمَةً عَلَيْكُمْ فِي الشُّهُوْرِ كُلِّهَا. فَهِيَ فِيْ هٰذِهٖ اَشَدُّ حُرْمَةً (احکام القرآن للتھانوی جلد ۱ صفحہ ۳۷۹، ۳۸۰ سورۃ البقرۃ آیت ۲۱۷)

ترجمہ: اس کی وضاحت وتشریح یہ ہے کہ بارہ مہینوں میں سے چار مہینے احترام والے ہیں اس لحاظ سے کہ ممنوع چیزوں اور گناہوں کے کاموں کا ان میں کرنا دوسرے مہینوں میں کرنے کی بہ نسبت زیادہ شدید ہے جیسا کہ بعض جگہوں میں نیکی اور گناہوں کے کام کرنے کا حکم دوسری جگہوں کی بنسبت زیادہ عظیم ہے مثلاً بیت اللہ مبارک اور مسجدِ نبوی۔ اس لیے ظلم اور بُرے کاموں کو ان مہینوں اور مقامات میں چھوڑنا دوسرے مہینوں اور دوسرے مقامات میں چھوڑنے کا داعی ہوگا اور اِن مہینوں اور اِن متبرک مقامات میں نیک کاموں کا کرنا اور اُن پر استقامت اختیار کرنا دوسرے مہینوں اور دوسرے مقامات میں ان جیسے نیک اعمال کرنے کا داعی ہوگا، نیک کام کرنے اور ان کی عادت ہوجانے کی وجہ سے۔

پس بعض مہینوں اور دنوں اور مقامات کی تعظیم میں سب سے بڑی مصلحت نیک کاموں کی طرف متوجہ کرنا اور بُرے کاموں کو چھڑوانا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا جو یہ قول ہے کہ "فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ اَنْفُسَكُمْ" (تم اِن چار مہینوں میں اپنے اوپر ظلم نہ کرو) یہ متفرع ہے اللہ تعالیٰ کے قول "مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ" (کہ ان بارہ میں سے چار مہینے احترام والے ہیں) پر اور اُس احترام کی تفسیر ہے جو ان مہینوں کے ساتھ مخصوص ہے، اور مطلب یہ ہے کہ ان مہینوں میں خاص طور پر اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو اختیار نہ کرو، اور گناہوں کے کام نہ کرو اگرچہ یہ کام تمہارے لیے سارے مہینوں میں ہی حرام ہیں؛ پس یہ گناہ ان مہینوں میں زیادہ شدت کے ساتھ حرام ہیں (احکامُ القرآن)

وَالْاَیَّامِ الْمَعْدُوْدَاتِ ثُمَّ ذُوالْقَعْدَةِ لِجَمْعِهٖ الْوَصْفَيْنِ مَعًا وَهُوَ مِنَ الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ وَمِنْ اَشْهُرِ الْحَجِّ (قوت القلوب لابی طالب المکی) [1]

ترجمہ: اور فضیلت والے مہینوں میں سے چار احترام والے مہینے ہیں، اور وہ چار مہینے یہ ہیں: ذوالقعدۃ، ذوالحجہ، محرم اور رجب؛ اللہ تعالیٰ نے ان چار مہینوں میں ظلم (یعنی گناہ) سے بطورِ خاص منع فرمایا ہے، ان مہینوں کے احترام کی عظمت کے پیشِ نظر۔ پس اسی طریقے سے ان مہینوں میں نیک اعمال دوسرے مہینوں کے مقابلے میں زیادہ فضیلت رکھتے ہیں، اور ان چار مہینوں میں سے زیادہ فضیلت والا ذوالحجہ کا مہینہ ہے، کیونکہ اس مہینے میں حج کی عبادت واقع ہوتی ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ اس مہینے کے چند متعین اور مخصوص دن اللہ تعالیٰ نے خاص فرمائے ہیں، پھر (اس کے بعد) ذوالقعدہ کا مہینہ افضل ہے، کیونکہ اس میں دو وصف ایک ساتھ جمع ہیں، اور وہ اشہرِ حرم میں سے ہونا اور اشہرِ حج میں سے ہونا ہے (قوت القلوب)

بعض مفسّرین نے فرمایا کہ:

ان چار بابرکت مہینوں کی خاصیت یہ ہے کہ ان میں جو شخص کوئی عبادت کرتا ہے اس کو بقیہ مہینوں میں بھی عبادت کی توفیق اور ہمّت ہوتی ہے، اسی طرح جو شخص کوشش کر کے ان مہینوں میں اپنے آپ کو گناہوں اور بُرے کاموں سے بچا کر رکھتا ہے تو باقی سال کے مہینوں میں بھی اس کو ان بُرائیوں اور گناہوں سے بچنا آسان ہو جاتا ہے اس لئے ان مہینوں سے فائدہ نہ اٹھانا ایک عظیم نقصان ہے (تفسیر معارف القرآن، انوارالبیان بتغیر) [2]

---

[1] ج ۱ ص ۱۱۴، الفصل العشرون فی ذکر أحياء الليالي المرجو فيها الفضل المستحب إحياؤها وذكر مواصلة الأوراد في الأيام الفاضلة،الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت.

[2] تعظيم انتهاك المحارم فيها بأشد من تعظيمه في غيرها وتعظيم الطاعات فيها أيضا وإنما فعل الله تعالى ذلك لما فيه من المصلحة في ترك الظلم فيها لعظم منزلتها في حكم الله والمبادرة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے معلوم ہوا کہ ذی قعدہ کے مہینے میں عبادت وطاعت بہت اہمیت رکھتی ہے، کہ اس مہینہ میں عبادت کرنے اور گناہوں سے بچنے کے انوار وبرکات دوسرے مہینوں میں عبادت کرنے اور گناہوں سے بچنے کی توفیق حاصل ہونے کی شکل میں ظاہر ہوتے ہیں۔

اس مہینہ میں روزوں کی فضیلت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک صحابی کو خطاب کرتے ہوئے) فرمایا کہ:

صُمْ شَهْرَ الصَّبْرِ وَيَوْمًا مِّنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ زِدْنِيْ فَإِنَّ بِيْ قُوَّةً قَالَ صُمْ يَوْمَيْنِ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ قَالَ زِدْنِيْ قَالَ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ صُمْ مِنَ الْحُرُمِ وَاتْرُكْ وَقَالَ بِاَصَابِعِهِ الثَّلَاثَةِ فَضَمَّهَا ثُمَّ اَرْسَلَهَا (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: صبر یعنی رمضان کے مہینے کے روزے رکھو اور ہر مہینے میں ایک دن کا روزہ رکھ لیا کرو، ان صحابی نے عرض کیا کہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے لہٰذا میرے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إلى الطاعات من الاعتمار والصلاة والصوم وغيرها كما فرض صلاة الجمعة في يوم بعينه وصوم رمضان في وقت معين وجعل بعض الأماكن في حكم الطاعات ومواقعة المحظورات أعظم من حرمة غيره نحو بيت الله الحرام ومسجد المدينة فيكون ترك الظلم والقبائح في هذه الشهور والمواضع داعيا إلى تركها في غيره ويصير فعل الطاعات والمواظبة عليها في هذه الشهور وهذه المواضع الشريفة داعيا إلى فعل أمثالها في غيرها للمرور والاعتياد وما يصحب الله العبد من توفيقه عند إقباله إلى طاعته وما يلحق العبد من الخذلان عند إكبابه على المعاصي واشتهاره وأنسه بها فكان في تعظيم بعض الشهور وبعض الأماكن أعظم المصالح في الاستدعاء إلى الطاعات وترك القبائح ولأن الأشياء تجر إلى أشكالها وتباعد من أضدادها فالاستكثار من الطاعة يدعو إلى أمثالها والاستكثار من المعصية يدعو إلى أمثالها (احكام القرآن للجصاص ج ۴ ص ۳۰۸، تحت آیت ۳۶ من سورة التوبة)

[1] رقم الحديث ۲۴۲۸، كتاب الصوم، باب في صوم أشهر الحرم، واللفظ لهٗ، ابن ماجة رقم الحديث ۱۷۴۱، مسند احمد رقم الحديث ۲۰۳۲۳، السنن الكبرىٰ للنسائي رقم الحديث ۲۷۵۶، شعب الايمان رقم الحديث ۳۴۶۳، المعجم الكبير للطبراني رقم الحديث ۹۰۱.

لئے اور اضافہ کر دیجئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں دو دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے (کیونکہ مجھے اس سے زیادہ کی طاقت ہے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مہینے میں تین دن روزہ رکھ لیا کیجئے، پھر ان صحابی نے عرض کیا کہ میرے لئے اور اضافہ فرما دیجئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اَشْھُرِ حُرُمْ (یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم، اور رجب کے مہینوں) میں روزہ رکھو اور چھوڑو (آپ نے یہ بات تین مرتبہ فرمائی) اور آپ نے اپنی تین انگلیوں سے اشارہ فرمایا ان کو ساتھ ملا دیا پھر چھوڑ دیا (یعنی کہ ان مہینوں میں تین دن روزہ رکھو پھر تین دن ناغہ کرو اور اسی طرح کرتے رہو) (ابوداؤد)

حضرت سالم رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ يَصُوْمُ أَشْهُرَ الْحُرُمِ (مصنف عبد الرزاق) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ چار عظمت والے مہینوں (یعنی ذیقعدہ، ذی الحجہ، محرم اور رجب) میں روزے رکھا کرتے تھے (عبدالرزاق)

فائدہ: ذوالقعدہ کا مہینہ عظمت وشرافت والے اُن مہینوں میں سے ہے، جن کو عربی میں حرمت والے مہینے کہا جاتا ہے، اور ان مہینوں میں عبادت وطاعت کی خاص فضیلت اسلام میں اب بھی باقی ہے، اور روزہ بھی عبادت وطاعت میں داخل ہے، اس نقطۂ نظر سے اس مہینہ میں حسبِ توفیق جتنے ممکن ہوں نفلی روزے رکھنا بھی باعثِ فضیلت ہے۔

کئی فقہائے کرام نے ان چار مہینوں میں نفلی روزے رکھنے کو باعثِ فضیلت قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام نووی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَالَ أَصْحَابُنَا وَمِنَ الصَّوْمِ الْمُسْتَحَبِّ صَوْمُ الْاَشْهُرِ الْحُرُمِ وَهِيَ

---

[1] رقم الحديث ۷۸۵۶، كتاب الصيام، باب صيام اشهر الحرم، المكتب الإسلامي -بيروت.

ذُو الْقَعْدَةِ وَذُو الْحِجَّةِ وَالْمُحَرَّمُ وَرَجَبُ (المجموع) [۱]

ترجمہ: ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مستحب روزوں میں سے عظمت والے مہینوں کے روزے بھی ہیں، اور وہ ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے مہینے ہیں (مجموع)

اور امام نووی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَأَفْضَلُ الْأَشْهُرِ لِلصَّوْمِ بَعْدَ رَمَضَانَ، اَلْأَشْهُرُ الْحُرُمُ، ذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ، وَالْمُحَرَّمُ، وَرَجَبُ (روضة الطالبين وعمدة المفتين للنووی) [۲]

ترجمہ: اور مہینوں میں روزوں کے لئے رمضان کے بعد افضل عظمت والے مہینے ہیں، یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب کے مہینے (روضۃ الطالبین)

لہٰذا ماہِ ذی القعدہ کے مہینے میں جتنے نفلی روزے رکھنے کی توفیق ہو جائے، اُتنے روزے رکھ لینے چاہئیں۔

حضرت موسیٰ کا کوہِ طور پر ماہِ ذی قعدہ کا اعتکاف فرمانا

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا واقعہ بیان فرمایا ہے کہ، موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کو ''نئی شریعت اور توراۃ'' دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور پر تیس راتوں کا اعتکاف کرنے کا حکم فرمایا اور پھر مزید دس راتوں کا اضافہ فرما کر کُل چالیس راتیں مکمل ہونے پر اُن کو ''شریعت اور تورات'' عطا فرمائی، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً (سورۃ اعراف رقم الآیة ۱۴۲)

ترجمہ: اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا اور دس راتیں مزید اِن تیس راتوں میں (اضافہ کرکے) مکمل فرمادیں (سورہ اعراف)

---

[۱] ج۶ ص۳۸۶، کتاب الصیام، دار الفکر، بیروت.

[۲] ج۲ ص۳۸۸، کتاب الصیام، المکتب الإسلامی، بیروت -دمشق -عمان.

گویا کہ کُل چالیس راتیں کو طور پر مسلسل گزروائی گئیں اور حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا ایک چلّہ پورا کرایا گیا۔

کئی مفسرین مثلاً حضرت مجاہد، حضرت مسروق وغیرہ رحمہما اللہ اور بعض حضرات کے بقول حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ یہ چالیس راتیں ذو القعدہ کے پورے مہینہ اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی تھیں۔ [1]

علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ:

وَقَـدِ اخْتَلَفَ الْمُفَسِّرُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْعَشْرِ مَا هِيَ، فَالْاَكْثَرُوْنَ عَلٰى اَنَّ الثَّلَاثِيْنَ هِيَ (ذُو الْقَعْدَةِ) وَعَشْرٌمِّنَ ذِى الْحِجَّةِ رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَغَيْرِهٖ، فَعَلٰى هٰذَا يَكُوْنُ قَدْ كَمُلَ الْمِيْقَاتُ يَوْمَ النَّحْرِ وَحَصَلَ فِيْهِ التَّكْلِيْمُ لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ، وَفِيْهِ اَكْمَلَ اللّٰهُ الدِّيْنَ لِمُحَمَّدٍصَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا قَالَ تَعَالٰى "اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْناً" (تفسير ابن كثير) [2]

---

[1] حدثنا إبراهيم بن محمد بن برة الصنعاني ثنا عبد الرزاق ثنا الثوري عن مجاهد في قول الله تعالى (وواعدنا موسى ثلاثين ليلة وأتممناها بعشر) قال ذو القعدة (وأتممناها بعشر)من ذي الحجة(فضل عشر ذي الحجة للطبراني، رقم الحديث ۲۰،باب تأويل قول الله تعالى وواعدنا موسى ثلاثين ليلة وأتممناها بعشر)

اخرج ابن ابي حاتم عن ابي العالية يعني ذي القعدة وعشرا من ذي الحجة(التفسير المظهري، ج۳ص ۴۰۲، سورةالاعراف)

حدثنا المنذر بن شاذان، ثنا يعلى، ثنا طلحة بن عمرو، عن عطاء في قوله :وواعدنا موسى ثلاثين ليلة قال :ذو القعدة.

حدثنا أبي، ثنا سهل بن عثمان، ثنا محبوب عن طلحة، ثنا عطاء قال:كان ابن عباس يقول في قول الله :وواعدنا موسى ثلاثين ليلة وأتممناها بعشر قال :ذو القعدة وعشر ذي الحجة.

وروى عن مسروق ومجاهد وعطاء وأتممناها بعشر قالوا :عشر ذي الحجة(تفسير ابنِ ابي حاتم، ج۵ص ۱۵۵۶،سورة الاعراف)

باب قول الله تعالى (وواعدنا)بألف بعد الواو(موسى ثلاثين ليلة)ذا القعدة(وأتممناها بعشر)من ذي الحجة (فتم ميقات ربه أربعين ليلة)(ارشاد الساري للقسطلاني ،ج۵ص ۳۷۸، كتاب احاديث الانبياء)

[2] ج۳ص ۴۲۱، تحت آيت ۱۴۳ من سورة الاعراف.

ترجمہ: اور مفسرین کا اس عشرہ کے بارہ میں اختلاف ہے کہ وہ کون سا ہے؟ اکثر حضرات کے نزدیک موسیٰ علیہ السلام کی کوہِ طور پر تیس راتیں ذی قعدہ کے مہینہ کی اور دس راتیں ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کی تھیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہی مروی ہے، لہٰذا اس تفصیل کی روشنی میں موسیٰ علیہ السلام کی میعاد عید الاضحیٰ کے دن مکمل ہوئی تھی، اور اسی دن اللہ تعالیٰ سے موسیٰ علیہ السلام کو ہم کلامی کا شرف حاصل ہوا تھا، اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کو مکمل فرمایا تھا اور دین کی تکمیل کی بشارت اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں نازل فرمائی تھی کہ:

اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا (سورۃ المائدہ آیت ۳)

یعنی ''آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا، اور میں نے تم پر اپنا انعام تمام کر دیا، اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے پسند کر لیا (ابنِ کثیر)

اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ ذی قعدہ کا پورا مہینہ مبارک ہے کہ اس مہینہ میں ایک جلیل القدر نبی نے کوہِ طور پر اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی اور آسمانی کتاب حاصل کرنے کے لئے قیام اور اعتکاف فرمایا۔

ماہِ ذی قعدہ حج کا ''دوسرا مہینہ''

ذی قعدہ کے مہینہ کو ایک شرف یہ حاصل ہے کہ یہ مہینہ حج کا دوسرا مہینہ ہے، کیونکہ شوال کے مہینہ سے حج کے مہینوں کا آغاز ہوتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوْقَ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ (سورة البقرة رقم الاية ۱۹۷)

ترجمہ: حج کے چند مہینے ہیں جو (مشہور و) معلوم ہیں سو جو شخص ان میں حج مقرر کرلے (کہ حج کا احرام باندھ لے) تو پھر (اس شخص کو) نہ کوئی فحش بات (جائز) ہے اور نہ کوئی گناہ (درست) ہے اور نہ کسی قسم کا نزاع (وجھگڑا) ہے (سورہ بقرہ)

تشریح: ''اَشْهُرٌ'' شہرٌ کی جمع ہے جس کے معنٰی ہیں ''مہینہ'' [1]

حج ادا کرنے کے لئے شریعت نے کچھ خاص مہینے، تاریخیں اور اوقات مقرر کئے ہیں۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ عَزَّ وَجَلَّ "اَلْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ" شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَذُو الْحِجَّةِ (المعجم الأوسط) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عزوجل کے قول ''الحج اشہر معلومات'' کے بارے میں فرمایا کہ شوال اور ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے مہینے ہیں (طبرانی)

البتہ بہت سے حضرات کے نزدیک ذی الحجہ کا پورا مہینہ حج کے مہینوں میں داخل نہیں، بلکہ اس کے ابتدائی دس دن ہی داخل ہیں، اور اس طرح سے ان کے نزدیک حج کے مہینوں سے مراد دو مہینے (شوال اور ذیقعدہ) اور دس دن ہیں (جو کہ ذی الحجہ کے ابتدائی دس دن ہیں)

ان حضرات کے قول کی تائید حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابنِ عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر

---

[1] (قوله وأشهر الحج شوال وذو القعدة وعشر من ذى الحجة)فإن قيل كيف يكون الشهران وبعض الثالث أشهرا قيل إقامة لأكثر الثلاثة مقام كلها (الجوهرة النيرة ، ج ا ص۱۶۷ ،باب التمتع)

[2] للطبرانى،رقم الحديث ۱۵۸۴ ،دارالحرمين ، القاهرة.

قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الصغير والأوسط، وفيه حصين بن مخارق قال الطبرانى : كوفى ثقة. وضعفه الدارقطنى، وبقية رجاله موثقون(مجمع الزوائد، ج۳ص۲۱۸ ،باب فى أشهر الحج)

رضی اللہ عنہم وغیرہ کی روایات سے ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ: شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِّنْ ذِی الْحَجَّةِ (بخاری) [۱]

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (بخاری)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِی الْحِجَّةِ (سنن الدارقطنی) [۲]

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (دارقطنی)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ شَوَّالٌ وَّذُو الْقَعْدَةِ وَعَشْرٌ مِّنْ ذِی الْحَجَّةِ (سنن الدارقطنی) [۳]

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (دارقطنی)

مذکورہ مہینوں کو حج کے مہینے قرار دینے سے معلوم ہوا کہ یہ مہینے حج کے لئے مقرر ہیں، اور ان کے علاوہ کسی اور زمانہ میں حج جائز نہیں۔

اور ان مہینوں کے حج کے مہینے ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اس پورے عرصے میں حج ادا کیا جاتا ہے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ جو کوئی حج کرنا چاہتا ہے، تو وہ حج کے مہینے شروع ہونے (یعنی شوال کا مہینہ داخل ہونے) سے پہلے حج کا احرام نہ باندھے۔

پھر بعض حضرات فقہاء (مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ) کے نزدیک تو شوال کا مہینہ شروع ہونے

---

[۱] کتاب الحج ،باب قول اللہ تعالی الحج أشهر معلومات،دار طوق النجاة،بیروت، واللفظ لہ، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۳۰۹۲، سنن دارقطنی،رقم الحدیث ۲۴۵۲.
قال الحاکم :ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ، ولم یخرجاہ.
وقال الذھبی فی التلخیص: علی شرط البخاری ومسلم.

[۲] رقم الحدیث ۲۴۵۳، کتاب الحج، مؤسسة الرسالة، بیروت.

[۳] رقم الحدیث ۲۴۵۴، کتاب الحج، مؤسسة الرسالة، بیروت.

سے پہلے حج کا احرام باندھنا سرے سے جائز ہی نہیں، اور بعض حضرات (مثلاً امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ) کے نزدیک ایسا کرنا سنت کے خلاف ہے۔ ل

(ماخوذ از ''شوال اور عید الفطر کے فضائل واحکام'' مطبوعہ: ادارہ غفران، راولپنڈی)

کیا ذی قعدہ خالی کا مہینہ ہے؟

ذی قعدہ کے مہینہ کو اگرچہ بعض لوگ آج کل خالی کا مہینہ کہتے ہیں، لیکن خالی کا مہینہ کہنے کا

ل الْحَجُّ ای وقت الحج بل وقت إحرام الحج فان وقت اركان الحج انما هو يوم عرفة ويوم النحر لا غير أَشْهُرٌ مَعْلُومَاتٌ اخرج الطبرانى عن ابى امامة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم شوال وذو القعدة وذو الحجة -قلت المراد شوال وذو القعدة وتسع من ذى الحجة الى طلوع الفجر من يوم النحر -ويروى عن ابن عمر شوال وذو القعدة وعشر من ذى الحجة قال البغوى كل واحد من اللفظين صحيح والمال واحد غير مختلف فيه فمن قال عشر عبر عن الليالى ومن قال تسع عبر عن الأيام -وانما قال اشهر بلفظ الجمع لانها وقت والعرب تسمى الوقت تاما بقليله وكثيره -قال الله تعالى -سُبْحَانَ الَّذِى أَسْرَى بِعَبْدِهِ لَيْلًا وانما اسرى فى بعض الليل -وهذا هو محمل لما روى عن عمر انه قال شوال وذو القعدة وذو الحجة -وقال عروة بن الزبير وغيره أراد بالأشهر شوالا وذا القعدة وذا الحجة كملا لانه يبقى على الحاج امور بعد عرفة يجب عليه فعلها مثل الذبح والرمى والحلق وطواف الزيارة والمبيت بمنى ورمى الجمار فى ايام التشريق فكانت فى حكم الحج -قلت هذه الافعال كلها ينتهى الى ثالث عشر من ذى الحجة فكيف يعد ذو الحجة بهذا التوجيه كاملا -وقال البيضاوى وذو الحجة كله من أشهر الحج بناء على ان المراد بالوقت عنده ما لا يحسن فيه غيره من المناسك وقال فان مالكا يكره العمرة فى بقية ذى الحجة -قلت وهذا غير مستقيم فان العمرة فى أشهر الحج للافاقى غير مكروه اجماعا -وقد اعتمر رسول الله صلى الله عليه وسلم اربع عمر كلها فى ذى القعدة وكذا للمكى عند مالك والشافعى فان التمتع للمكى عندهما جائز كما ذكرنا -وهذه الاية حجة للشافعى حيث قال لا يجوز إحرام الحج قبل الأشهر وان احرم انعقد الإحرام للعمرة -وقال داود -من احرم للحج قبل الأشهر لغى ولا ينعقد أصلا -وقال ابو حنيفة ومالك واحمد ان احرم قبل الأشهر للحج انعقد لكنه يكره(التفسير المظهرى، ج ا ص ۲۳۰، ۲۳۱، تحت آیت ۱۹۷ من سورة البقرة)

واستدل بالآية على أنه لا يجوز الإحرام بالحج إلا فى تلك الأشهر، كما قاله ابن عباس رضى الله تعالى عنه وعطاء وغيرهما .إذ لو جاز فى غيرها -كما ذهب إليه الحنفية -لما كان لقوله سبحانه: فِيهِنَّ فائدة، وأجيب بأن فائدة فلو قدّم الإحرام انعقد حجا مع الكراهة، وعند الشافعى رضى الله تعالى عنه يصير محرما بالعمرة، ومدار الخلاف أنه ركن عنده -وشرط عندنا -فأشبه الطهارة فى جواز التقديم على الوقت، والكراهة جاء ت للشبهة،فعن جابر عن النبى صلى الله تعالى عليه وسلم لا ينبغى لأحد أن يحرم بالحج إلا فى أشهر الحج(روح المعانى، ج ا ص ۴۸۱، ۴۸۲،تحت سورة البقرة)

مطلب یہ ہرگز نہیں کہ اس مہینہ کو عبادت واطاعت سے بھی خالی اور فارغ سمجھا جائے بلکہ اس کا صحیح مطلب اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوسکتا ہے تو وہ صرف یہ ہے کہ یہ مہینہ اپنے سے اگلے اور پچھلے مہینوں کے برعکس عیدُ الفطر اور عیدُ الاضحیٰ وغیرہ سے خالی ہے، لہٰذا خالی کا مطلب یہ سمجھنا کہ اس مہینہ میں کسی نیک عمل کی ضرورت نہیں اور شریعت کی طرف سے اس مہینہ میں کسی عمل کی بھی کوئی پابندی نہیں رہتی، یہ سراسر لاعلمی اور ناواقفی ہے۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ یہ مہینہ سال کے ان چار بابرکت مہینوں میں سے ہے، جن میں جس طرح گناہوں کا وبال بڑھ جاتا ہے، اُسی طرح نیک اعمال کی فضیلت بھی بڑھ جاتی ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ اس مہینے میں بطورِ خاص گناہوں سے بچنے اور نیک اعمال کرنے کی زیادہ اہمیت ہے، پھر خالی ہونے کا کیا مطلب؟

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ذیقعدہ کے مہینہ میں کوئی خاص عبادت جس کا تعلق صرف اس مہینہ سے ہو وہ شریعت کی طرف سے مقرر نہیں کی گئی۔

لیکن اس سے یہ سمجھ لینا کہ یہ مہینہ شریعت کی طرف سے مسلمانوں کے لئے آزادی کا مہینہ ہے، جس میں کسی عمل کی بھی پابندی نہیں؛ یہ سنگین غلطی کے علاوہ کچھ بھی نہیں۔

کیا ماہِ ذی قعدہ میں نکاح کرنا منع ہے؟

آج بہت سے مسلمانوں نے اس مہینہ کو خالی کا نام دیئے جانے کا مطلب یہ سمجھ لیا ہے کہ اس مہینہ میں نکاح اور شادی بیاہ کی تقریب بھی نہیں کی جاسکتی، کیونکہ یہ خالی کا مہینہ ہے، لہٰذا اس مہینے میں اگر شادی بیاہ کی تقریب منعقد کی جائے گی تو وہ برکت سے خالی ہوگی۔

اسی لئے آج کل ہمارے علاقہ میں بہت سے لوگ شوال کے مہینہ میں جلدی جلدی نکاح کر کے فارغ ہوجاتے ہیں کہ کہیں ذی قعدہ کا مہینہ شروع نہ ہوجائے۔

محرم اور صفر کے مہینہ کو تو پہلے ہی سے بہت سے عوام نے شادی بیاہ سے فارغ کر رکھا تھا کیونکہ ان کی غلط سوچ کے مطابق نعوذ باللہ تعالیٰ محرم غم کا مہینہ ہے اور شادی بیاہ کرنا غم کے بجائے خوشی کا تقاضا کرتی ہے اور صفر نحوست کا مہینہ ہے اور اس مہینہ میں کی ہوئی شادی بیاہ نحوست والی ہوتی ہے، مگر اب ذی قعدہ کے مہینہ کو بھی خالی کا مہینہ سمجھ کر شادی بیاہ سے فارغ کر دیا گیا ہے۔

حالانکہ اسلامی نقطۂ نظر سے اپنی ذات میں ذی قعدہ، محرم اور صفر سمیت کوئی مہینہ، کوئی سال، کوئی ہفتہ، کوئی تاریخ، کوئی دن اور کوئی وقت ایسا نہیں ہے کہ جس میں نکاح کرنا گناہ یا منع ہو یا پھر بے برکتی اور نحوست کا ذریعہ ہو۔

بعض مؤرخین کے نزدیک ذوالقعدہ کے مہینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے اپنا نکاح فرمایا تھا۔ [1]

نکاح کرنا عبادت ہے اور اس عبادت کے لئے کسی سال، کسی مہینہ، کسی ہفتہ یا دن و تاریخ اور وقت کو ممنوع یا مکروہ قرار نہیں دیا گیا، بلکہ اس کے لئے وقت کو عام چھوڑ دیا گیا ہے کہ جب چاہیں اور جب ضرورت ہو نکاح کریں۔

---

[1] تزويجه عليه السلام بزينب بنت جحش بن رئاب بن يعمر بن صبرة بن مرة بن كبير بن غنم بن دودان بن أسد بن خزيمة الأسدية أم المؤمنين وهى بنت أميمة بنت عبد المطلب عمة رسول الله صلى الله عليه وسلم وكانت قبله عند مولاه زيد بن حارثة رضى الله عنه قال قتادة والواقدى وبعض أهل المدينة تزوجها عليه السلام سنة خمس زاد بعضهم فى ذى القعدة قال الحافظ البيهقى تزوجها بعد بنى قريظة وقال خليفة بن خياط وأبو عبيدة معمر بن المثنى وابن منده تزوجها سنة ثلاث والأول أشهر وهو الذى سلكه ابن جرير وغير واحد من أهل التاريخ(البداية والنهاية، ج۴ص ۱۴۵ ،تزويجه عليه السلام بزينب بنت جحش)

وفى هذه السنة :تزوج رسول الله صلى الله عليه وسلم زينب بنت جحش بن رئاب، أمها أميمة بنت عبد المطلب، وكانت فيمن هاجر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم، وكانت امرأة جميلة، فخطبها رسول الله صلى الله عليه وسلم لزيد، فقالت :لا أرضاه لنفسى، قال :فإنى قد رضيته لک ، فتزوجها زيد بن حارثة، ثم تزوجها رسول الله صلى الله عليه وسلم لهلال ذى القعدة سنة خمس من الهجرة، وهى يومئذ بنت خمس وثلاثين سنة(المنتظم لابن الجوزى، ج۳ص ۲۲۵)

مگر ہم لوگوں نے اپنی طرف سے اس سلسلہ میں بعض مہینوں کو ممنوع سمجھ لیا ہے، اور شریعت کی طرف سے دی ہوئی آزادی سے فائدہ اٹھانے کے بجائے اپنے آپ کو اس سے محروم کرلیا ہے۔

لیکن اس کے برخلاف شریعت نے جن چیزوں پر پابندی لگائی تھی اور جن چیزوں سے منع کیا تھا، ان چیزوں سے اپنے آپ کو آزاد کررکھا ہے، چنانچہ آج کل شادی بیاہ میں جو خرافات ہورہی ہیں وہ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں، ناچ، گانا، بے پردگی، بے حیائی، تصویر سازی، آتش بازی، فضول خرچی، دکھلاوا، بڑائی، فخر وتفاخر، تکبر وبناوٹ، وقت کا ضیاع اور نہ جانے کیا کیا خرابیاں آج ہماری عام شادی بیاہ کی تقریبات میں دیکھنے اور سننے کو ملتی ہیں اور یہ سب ایسی چیزیں ہیں جو عام حالات میں بھی گناہ ہیں، چہ جائیکہ نکاح جیسی عبادت کے ساتھ ان کو جمع کیا جائے، اور ان گناہوں کے ساتھ نکاح کو خواہ شوال کے مہینہ میں انجام دیا جائے تب بھی بے برکتی اور نحوست کا باعث ہے، اور خواہ ذی قعدہ یا کسی اور مہینہ میں، ہر حال میں ان گناہوں کے بے برکتی والے زہریلے اثرات انسانی زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ ماہِ ذی قعدہ سال کے چار محترم ومعظّم مہینوں میں سے ہے، اور ان مہینوں میں جس طرح نیک عمل کی فضیلت کا درجہ زیادہ ہے، اسی طرح گناہ کا وبال بھی زیادہ ہے، لہٰذا اس کے پیشِ نظر اگر نکاح کی عبادت کو اس مہینہ میں سنت کے مطابق انجام دیا جائے گا تو یہ نکاح بہت برکت اور فضیلت کا باعث ہوگا۔

افسوس کہ جس چیز پر شریعت نے پابندی نہیں لگائی تھی اس چیز کی تو ہم نے اپنی طرف سے پابندی لگالی ہے مگر جن چیزوں پر شریعت نے ہمہ وقت پابندی لگائی تھی ان چیزوں سے ہم نے ہمیشہ کے لئے پابندی کو ہٹادیا ہے، گویا کہ ہم دونوں طرح سے شریعت کے احکام کی خلاف ورزی کرکے مجرم بن رہے ہیں۔

یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہئے کہ نکاح عبادت ہے اور اس عبادت کے ساتھ ان گناہوں کو جمع کرنا ایسا ہی ہے، جیسا کہ نعوذ باللہ تعالیٰ مسجد اور نماز کی عبادت کے ساتھ تصویر سازی، بے پردگی، ناچ، گانے اور باجے وغیرہ کو جمع کیا جائے اور جس طرح مسجد کے اندر اور نماز کی عبادت میں مصروف ہونے کی حالت میں ان گناہوں کا ارتکاب کرنا کسی مسلمان کی طرف سے گوارا نہیں کیا جاتا، اسی طرح نکاح کی عبادت میں بھی ان گناہوں کو گوارا نہیں کیا جانا چاہئے۔

ماہِ ذی قعدہ کی مبارک باد دینے کے متعلق مَن گھڑت عقیدہ

آج کل بعض لوگوں میں یہ بات مشہور ہے کہ اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو ماہِ ذی قعدہ کے شروع ہونے پر مبارک باد دے تو اُس پر جنت واجب ہو جاتی ہے، اور اس فضیلت کو سُن کر بعض لوگ ماہِ ذی قعدہ کے آغاز پر ایک دوسرے کو زبانی، تحریری، اور ذرائع ابلاغ کے واسطہ سے مبارَکباد دیتے ہیں۔

لیکن یاد رکھیے کہ اس طرح کی کوئی بات شریعت سے ثابت اور شریعت میں وارِد نہیں؛ لہٰذا اس قسم کا عقیدہ رکھنا درست نہیں، بلکہ شریعت پر زیادتی اور گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے عقیدوں کو اپنی رضا کے مطابق بنانے کی توفیق عطا فرمائیں، اور ہر قسم کی خلافِ شریعت باتوں سے بچنے کی توفیق مرحمت فرمائیں، اور پوری امتِ محمدیہ کو حق پر متفق ومجتمع ہونے کی توفیق سے نوازیں۔ آمین۔

حج کے فضائل واحکام

ماہِ ذی قعدہ حج کا دوسرا مہینہ ہے، اور اسی مہینے میں عموماً آج کل حجاجِ کرام حج کے سفر پر جاتے ہیں، اور اس مہینہ میں حج کرنے والوں کی چہل پہل اور نقل وحرکت نظر آنی شروع ہوجاتی ہے۔ اگرچہ حج ذی الحجہ کے مہینہ میں ادا کیا جاتا ہے۔

اس لیے اس مہینہ کی مناسبت سے حج کے اہم فضائل واحکام کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

''حج'' کی تاکید واہمیت اور اس کے ترک کرنے پر وعید

اسلام کے پانچ ارکان میں سے آخری اور تکمیلی رکن بیتُ اللہ کا حج ہے۔

''حج'' اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین عبادت ہے۔

بعض حضرات نے فرمایا کہ حضرت آدم یا حضرت ابراہیم علیہما الصلاۃ والسلام سے لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام یا اکثر انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام نے حج کیا ہے۔ [۱]

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن دس ہجری میں اپنے وصال سے تین مہینے پہلے صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی بہت بڑی جماعت کے ساتھ حج فرمایا، جو '' حَجَّةُ الْوِدَاع '' کے نام سے مشہور ہے۔ [۲]

---

[۱] روی أن آدم علیه السلام حج أربعین سنة من الهند ماشیا وأن جبریل قال له :إن الملائكة كانوا یطوفون قبلك بهذا البیت سبعة آلاف سنة وادعی ابن إسحاق أنه لم یبعث الله تعالی نبیا بعد إبراهیم إلا حج، والذی صرح به غیره أنه ما من نبی إلا حج خلافا لمن استثنی هودا وصالحا علیهما الصلاة والسلام(روح المعانی، ج۲ ص ۲۳۰، سورة آل عمران)

مگر بندہ کو کسی مستند مرفوع یا موقوف حدیث میں یہ مضمون نہیں ملا۔

[۲] اور اس کو حجۃ الوداع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس حج کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال اور وداع فرما گئے تھے، اور اس حج کے موقع پر آپ نے انتہائی جامع، قیمتی نصیحتیں اُمت کو فرمائی تھیں، جو وداع وفراق والے کے مثل تھیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حج کی فرضیت کا حکم کس وقت نازل ہوا؟ اس بارے میں اہلِ علم حضرات کے مختلف اقوال ہیں، ایک قول سن پانچ ہجری میں، دوسرا قول سن چھ ہجری میں، تیسرا قول سن سات ہجری میں، چوتھا قول سن آٹھ ہجری میں اور پانچواں قول سن نو ہجری میں فرض ہونے کا ہے، اور بہت سے حضرات نے سن چھ ہجری میں حج کے فرض ہونے کو راجح قرار دیا ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا أبو إسحاق، قال :حدثني زيد بن أرقم، أن النبي صلى الله عليه وسلم غزا تسع عشرة غزوة، وأنه حج بعد ما هاجر حجة واحدة، لم يحج بعدها حجة الوداع، قال أبو إسحاق :وبمكة أخرى(بخارى، رقم الحديث ۴۴۰۴)

ثنا أبو إسحاق، حدثني زيد بن أرقم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حج بعد ما هاجر حجة واحدة لم يحج بعدها حجة الوداع(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۵۰۴۹)

عن جابر بن عبد الله، أن النبي صلى الله عليه وسلم :حج ثلاث حجج، حجتين قبل أن يهاجر، وحجة بعد ما هاجر، ومعها عمرة، فساق ثلاثة وستين بدنة، وجاء علي من اليمن ببقيتها فيها جمل لأبي جهل في أنفه برة من فضة فنحرها رسول الله صلى الله عليه وسلم، وأمر رسول الله صلى الله عليه وسلم من كل بدنة ببضعة، فطبخت، وشرب من مرقها :هذا حديث غريب من حديث سفيان لا نعرفه إلا من حديث زيد بن حباب ورأيت عبد الله بن عبد الرحمن روى هذا الحديث في كتبه، عن عبد الله بن أبي زياد وسألت محمدا عن هذا فلم يعرفه من حديث الثوري، عن جعفر، عن أبيه، عن جابر، عن النبي صلى الله عليه وسلم، ورأيته لم يعد هذا الحديث محفوظا "، وقال :إنما يروى عن الثوري، عن أبي إسحاق، عن مجاهد مرسلا(سنن الترمذى، رقم الحديث ۸۱۵)

قوله ولا ندري ما حجة الوداع كأنه شيء ذكره النبي صلى الله عليه وسلم فتحدثوا به وما فهموا أن المراد بالوداع وداع النبي صلى الله عليه وسلم حتى وقعت وفاته صلى الله عليه وسلم بعدها بقليل فعرفوا المراد وعرفوا أنه ودع الناس بالوصية التي أوصاهم بها أن لا يرجعوا بعده كفارا وأكد التوديع بإشهاد الله عليهم بأنهم شهدوا أنه قد بلغ ما أرسل إليهم به فعرفوا حينئذ المراد بقولهم حجة الوداع وقد وقع في الحج في باب الخطبة بمنى من رواية عاصم بن محمد بن زيد عن أبيه عن ابن عمر في هذا الحديث فودع الناس وقدمت هناك ما وقع عند البيهقي أن سورة إذا جاء نصر الله والفتح نزلت في وسط أيام التشريق فعرف النبي صلى الله عليه وسلم أنه الوداع فركب واجتمع الناس فذكر الخطبة(فتح البارى لابن حجر، ج۸ص۱۰۸، باب حجة الوداع)

۱ اور کیونکہ یہ تاریخی معاملہ ہے، جس سے شریعت کے خاطر خواہ احکام کا تعلق نہیں، اس لئے بلاضرورت تاریخ کی کھود کرید کے درپے ہونا مناسب نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن وسنت میں حج کی بہت زیادہ تاکید واہمیت بیان کی گئی ہے، اور صاحبِ استطاعت لوگوں کے اس کو چھوڑنے پر سخت سزا اور وعید کا ذکر کیا گیا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ(سورة آل عمران رقم الآية ۹۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (کی رضا) کے واسطے بیتُ اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہوں اور جو شخص انکار کرے تو (اللہ تعالیٰ کا اس میں کیا نقصان ہے) اللہ تو تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے (سورہ آلِ عمران)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وفی وقت وجوبه خلاف فقيل :قبل الهجرة، وقيل :أول سنيها وهكذا إلى العاشرة وصحح أنه فى السادسة، نعم حج صلى الله تعالى عليه وسلم قبل النبوة وبعدها وقبل الهجرة حججا لا يدرى عددها(روح المعانى، ج۲ص ۲۳۰، سورة آل عمران)

الصوم فرض فى السنة الثانية، والحج فرض سنة خمس، أو ست، أو ثمان، أو تسع(مرقاة المفاتيح، ج ۱ ص ۶۷، كتاب الايمان)

النوع الرابع :فى وقت ابتداء فرضه، فذكر القرطبى أن الحج فرض سنة خمس من الهجرة، وقيل : سنة تسع، قال :وهو الصحيح .وذكر البيهقى أنه كان سنة ست، وفى حديث ضمام بن ثعلبة ذكر الحج، وذكر محمد بن حبيب أن قدومه كان سنة خمس من الهجرة، وقال الطرطوشى :وقد روى أن قدومه على النبى صلى الله عليه وسلم كان فى سنة تسع، وذكر الماوردى أنه فرض سنة ثمان، وقال إمام الحرمين :سنة تسع أو عشر، وقيل :سنة سبع، وقيل :كان قبل الهجرة وهو شاذ(عمدة القارى، ج۹ص ۱۲۲، كتاب الحج)

واختلف هل هو على الفور أو التراخى وهو مشهور وفى وقت ابتداء فرضه فقيل قبل الهجرة وهو شاذ وقيل بعدها ثم اختلف فى سنته فالجمهور على أنها سنة ست لأنها نزل فيها قوله تعالى وأتموا الحج والعمرة لله وهذا ينبنى على أن المراد بالإتمام ابتداء الفرض ويؤيده قراء ة علقمة ومسروق وإبراهيم النخعى بلفظ وأقيموا أخرجه الطبرى بأسانيد صحيحة عنهم وقيل المراد بالإتمام الإكمال بعد الشروع وهذا يقتضى تقدم فرضه قبل ذلك وقد وقع فى قصة ضمام ذكر الأمر بالحج وكان قدومه على ما ذكر الواقدى سنة خمس وهذا يدل إن ثبت على تقدمه على سنة خمس أو وقوعه فيها وسيأتى مزيد بسط فى الكلام على هذه المسألة فى أول الكلام على العمرة(فتح البارى لابنِ حجر، ج۳ص ۳۷۸،قوله باب وجوب الحج وفضله)

فائدہ: انکار کرنے میں وہ شخص تو داخل ہے ہی جو صراحتاً اور صاف طور پر حج کے فریضہ کا منکر و انکاری ہو، حج کو فرض ہی نہ سمجھے، اس کا دائرۂ اسلام سے خارج اور کافر ہونا تو ظاہر ہے۔

اس لئے ''کَفَرَ'' یعنی کفر وانکار کرنے کا لفظ اس پر صاف طور سے صادق آتا ہے اور ایسے شخص پر پورا اُترتا ہے اور جو شخص حج کو عقیدہ کے طور پر فرض سمجھتا ہے، لیکن باوجود استطاعت وقدرت کے حج نہیں کرتا وہ بھی ایک حیثیت سے یعنی عملی طور پر منکر ہی ہے۔

اس کے حق میں کفر وانکار تنبیہ کے لئے ہے، کہ یہ شخص کافروں جیسے عمل میں مبتلا ہے، جیسے کافر ومنکر حج نہیں کرتے یہ بھی عمل کے اعتبار سے ایسا ہی ہے، اگرچہ وہ حقیقت میں دائرۂ اسلام سے خارج نہ ہو۔ [1]

آیت کے اس جملہ میں ان لوگوں کے لئے سخت وعید ہے جو باوجود قدرت واستطاعت کے حج نہیں کرتے، کہ وہ اپنے اس عمل سے کافروں کی طرح ہوگئے، کیونکہ اس آیت میں استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والوں کے طرزِ عمل کو ''کــفـر'' کے لفظ سے بیان کیا گیا ہے۔ اور ''فَاِنَّ اللّٰہَ غَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ'' کی وعید سنائی گئی ہے۔

اس کا مطلب یہی ہوا، کہ ایسے ناشکرے اور نافرمان جو کچھ بھی کریں اور جس حال میں مریں اللہ تعالیٰ کو ان کی کوئی پرواہ نہیں۔

بعض روایات میں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ چاہیں تو یہودی ہوکر مریں یا نصرانی ہوکر، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ [2]

---

[1] وقوله ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا هذه آية وجوب الحج عند الجمهور. وقيل: بل هى قوله وأتموا الحج والعمرة لله، والأول أظهر. وقد وردت الأحاديث المتعددة بانه أحد أركان الإسلام ودعائمه وقواعده، وأجمع المسلمون على ذلك إجماعا ضروريا، وإنما يجب على المكلف فى العمر مرة واحدة بالنص والإجماع (تفسير ابنِ كثير ج ۲ ص ۷۰، سورة آلِ عمران)

[2] وَمَنْ كَفَرَ يعنى أنكر وجوب الحج كذا قال ابن عباس والحسن وعطاء - اخرج عبد بن حميد فى تفسيره عن نقيع قال قرأ رسول الله صلى الله عليه وسلم هذه الاية فقام رجل من هذيل فقال يا رسول الله فمن تركه فقد كفر قال من تركه لا يخاف عقوبته ولا يرجو ثوابه - نقيع تابعى فالحديث

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید میں ایک مقام پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ (سورہ حج آیت ۲۷)

ترجمہ: اور (ابراہیم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) آپ لوگوں میں حج کے متعلق اعلان کردیجئے (اس اعلان سے) لوگ تمہارے پاس پیدل چلے آئیں گے اور اونٹنیوں پر بھی جو کہ دور دراز راستوں سے (لمبے سفر کی تکان کی وجہ سے) دبلی پتلی حالت میں پہنچیں گی (سورہ حج)

مطلب یہ ہے کہ جن سواریوں پر لوگ دُور دراز سے سفر کر کے پہنچیں گے، ان سواریوں پر

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مرسل -وقال سعيد بن المسيب نزلت فى اليهود حيث قالوا الحج الى مكة غير واجب واخرج سعيد بن منصور وابن جرير عن الضحاك مرسلا انه لما نزل صدر الاية جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم ارباب الملل فخطبهم وقال ان الله كتب عليكم الحج فحجوا فامنت به ملة واحدة يعنى المسلمين وكفرت به خمس ملل يعنى المشركين واليهود والنصارى والصابئين والمجوس فنزل ومن كفر فإن الله غنى عن العالمين -واخرج سعيد بن منصور عن عكرمة قال لما نزلت ومن يبتغ غير الإسلام دينا الاية قالت اليهود فنحن مسلمون فقال لهم النبى صلى الله عليه وسلم ان الله فرض على المسلمين حج البيت فقالوا لم يكتب علينا وأبوا ان يحجوا فانزل الله ومن كفر الاية -والظاهر انه وضع من كفر موضع من لم يحج تأكيدا لوجوبه وتغليظا على تاركه ومعنى كفر انه لم يشكر المنعم على صحة جسمه وسعة رزقه وهذان التأويلان جاريان فى حديث ابى امامة ان النبى صلى الله عليه وسلم قال من لم تحبسه حاجة ظاهرة او مرض حابس او سلطان جائر ولم يحج فليمت ان شاء يهوديا وان شاء نصرانيا رواه البغوى والدارمى فى مسنده وأورده ابن الجوزى فى الموضوعات وتعقبه الحفاظ وحديث على عليه السلام من ملك زادا وراحلة يبلغه الى بيت الله ولم يحج فلا عليه ان يموت يهوديا او نصرانيا رواه الترمذى وضعفه فإن الله غنى عن العالمين أكد الله سبحانه امر الحج فى هذه الاية بوجوه بالدلالة على وجوبه بصيغة الخبر وابرازه فى صورة الاسمية -و إيراده على وجه يفيد انه حق واجب لله فى رقاب الناس وتعميم الحكم اولا وتخصيصه ثانيا فانه كايضاح بعد إبهام وتكرير للمراد وتسمية ترك الحج كفرا من حيث انه فعل الكفرة وذكر الاستغناء فانه فى هذا الموضع يدل على المقت والخذلان ووضع المظهر بلفظ عام شامل لمرجع الضمير موضعه لما فيه من مبالغة التعميم والدلالة على الاستغناء عنه بالبرهان والاشعار بعظم السخط (التفسير المظهرى، ج ۲ ص ۱۰۰، تحت سورة آل عمران)

لمبے سفر کے (گردوغبار کی شکل میں) آثار ظاہر ہوں گے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَـمَّـا فَرَغَ إِبْرَاهِيْمُ مِنْ بِنَاءِ الْبَيْتِ قَالَ: رَبِّ قَدْ فَرَغْتُ، فَقَالَ: أَذِّنْ فِي النَّـاسِ بِالْحَجِّ، قَالَ: رَبِّ وَمَا يَبْلُغُ صَوْتِيْ؟ قَالَ: أَذِّنْ وَعَلَيَّ الْبَلَاغُ، قَالَ: رَبِّ كَيْفَ أَقُوْلُ؟ قَالَ: قُلْ: يَآ أَيُّهَا النَّاسُ، كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْحَجُّ، حَـجُّ الْبَيْـتِ الْعَتِيْـقِ فَسَمِعَهُ مَنْ بَيْنَ السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ أَلَا تَرٰى أَنَّهُمْ يَجِيْئُوْنَ مِنْ أَقْصَى الْأَرْضِ يُلَبُّوْنَ؟ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت اللہ کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے عرض کیا کہ اے میرے رب میں (بیت اللہ کی تعمیر سے) فارغ ہو چکا ہوں، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ لوگوں میں حج کا اعلان فرمایئے، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! کیا میری آواز (لوگوں تک) پہنچ جائے گی؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ تو اعلان فرمایئے، اور (آواز کا) پہنچانا ہمارے ذمہ ہے، حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے عرض کیا کہ اے میرے رب! میں کس طرح اعلان کروں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ یہ کہئے کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کردیا گیا ہے، بیتِ عتیق (یعنی بیت اللہ) کا حج (حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام نے اسی طرح اعلان کردیا) تو حضرت

---

[1] رقم الحدیث ۳۴۶۴، ج۲ص ۴۲۱، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ الحجّ.

قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاہ .

وقال الذھبی فی التلخیص: صحیح.

وقال ابن حجر: وأقوی ما فیه عن ابن عباس ما أخرجه أحمد بن منیع فی مسنده وابن أبی حاتم من طریق قابوس بن أبی ظبیان عن أبیه عنه قال لما فرغ إبراھیم علیه السلام من بناء البیت قیل له أذن فی الناس بالحج قال رب وما یبلغ صوتی قال أذن وعلی البلاغ قال فنادی إبراھیم یا أیھا الناس کتب علیکم الحج إلی البیت العتیق فسمعه من بین السماء والأرض أفلا ترون أن الناس یجیئون من أقصی الأرض یلبون (فتح الباری، ج۳ص ۴۰۹، قوله باب التلبیة)

ابراہیم کے اس اعلان کو آسمان اور زمین کے درمیان والے سب نے سن لیا، کیا آپ نہیں دیکھتے کہ لوگ زمین کے دور دراز علاقوں سے تلبیہ پڑھتے ہوئے (حج و عمرہ کے لیے جوق در جوق چلے) آتے ہیں (یہ اسی اعلان کا اثر ہے) (مستدرک حاکم)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی بعض روایات میں یہ بھی مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے حج کی فرضیت کے اعلان کی آواز بطور معجزہ قیامت تک آنے والے سب لوگوں کی روحوں تک پہنچادی تھی۔ [1]

چنانچہ اس وقت سے آج تک ہزار ہا سال گزر چکے ہیں، بیت اللہ کی طرف حج کے لئے آنے والوں کی یہی کیفیت ہے، حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے بعد جو ایک لمبا زمانہ جاہلیت کا گزرا ہے اس میں بھی عرب کے لوگ جو اگرچہ بت پرستی کی بلاء میں مبتلاء ہو گئے تھے مگر حج کی وہ بھی پابندی کیا کرتے تھے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ، شَهَادَةِ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَإِقَامِ الصَّلَاةِ، وَإِيْتَاءِ الزَّكَاةِ، وَالْحَجِّ، وَصَوْمِ رَمَضَانَ (بخاری) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ (عبادت

---

[1] حدثنا ابن حميد قال :ثنا يحيى بن واضح، قال :ثنا ابن واقد، عن أبي الزبير، عن مجاهد، عن ابن عباس :قوله:(وأذنْ في الناس بالحج)قال :قام إبراهيم خليل الله على الحجر، فنادى :يا أيها الناس كُتب عليكم الحجّ، فأسمع من في أصلاب الرجال وأرحام النساء ، فأجابه من آمن من سبق في علم الله أن يحج إلى يوم القيامة :لبَّيك اللهمّ لبَّيك(تفسير طبری ج۱۸ ص ۲۰۶)

[2] رقم الحديث ۸، كتاب الايمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم :بني الإسلام على خمس، مسلم ،رقم الحديث ۱۶ "۲۰"ترمذی ،رقم الحديث ۲۶۰۹، نسائی،رقم الحديث ۵۰۰۱.

کے لائق) نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، دوسرے نماز قائم کرنا، تیسرے زکاۃ ادا کرنا، چوتھے حج کرنا، پانچویں رمضان کے روزے رکھنا (بخاری ومسلم)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

اس سے معلوم ہوا کہ حج، اسلام کے بنیادی ستونوں میں سے ہے، جن پر کہ اسلام کی عمارت قائم ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریلِ امین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کیے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے جوابات دیے، جن میں ایک سوال اسلام کے بارے میں تھا، جس کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا۔

چنانچہ صحیح مسلم کی حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ:

وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ أَخْبِرْنِيْ عَنِ الْإِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْإِسْلَامُ أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا، قَالَ: صَدَقْتَ (مسلم) [2]

ترجمہ: اور حضرت جبریلِ امین نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے اسلام کے بارے میں خبر دیجئے (کہ اس کی حقیقت کیا ہے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسلام یہ ہے کہ آپ یہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کے رسول ہیں، اور آپ نماز قائم کریں، اور آپ زکاۃ

---

[1] عن جرير قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :بني الإسلام على خمس: شهادة أن لا إله إلا الله، وإقام الصلاة، وإيتاء الزكاة، وحج البيت، وصوم رمضان " (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٢٢٠)

في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

[2] رقم الحديث ٨" ا "كتاب الايمان، باب معرفة الايمان والاسلام والقدر وعلامة الساعة

ادا کریں، اور آپ رمضان کے روزے رکھیں، اور آپ بیتُ اللہ کا حج کریں، اگر آپ کو اس کی طرف جانے کی قدرت ہو، جبریلِ امین نے کہا کہ آپ نے سچ فرمایا (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ حج کرنا اسلام کے بنیادی ارکان اور تقاضوں میں سے ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوْا (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (ایک دن) خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کر دیا ہے، لہٰذا تم حج کرو (صحیح مسلم)

حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقِيْمُوْا الصَّلَاةَ، وَآتُوا الزَّكَاةَ، وَحُجُّوْا واعْتَمِرُوْا، واسْتَقِيْمُوْا، يُسْتَقَمْ بِكُمْ (المعجم الكبير للطبرانی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نماز قائم کرو، اور زکاۃ ادا کرو، اور حج کرو، اور عمرہ کرو، اور (ایمان اور اعمالِ صالحہ پر) استقامت (دوام اور پابندی) اختیار کرو، جس کے نتیجے میں تمہیں (مخلوق کے ساتھ معاملات میں)

---

[1] رقم الحديث ١٣٣٧ "٢ ١ ٤" كتاب الحج، باب فرض الحج مرة فی العمر.

[2] رقم الحديث ٦٨٩٧، ج٧ ص ٢١٦.

قال المنذری:

رواه الطبرانی فی الثلاثة وإسناده جيد إن شاء الله تعالى عمران القطان صدوق (الترغيب والترهيب للمنذری، كتاب الصدقات الترغيب فی أداء الزكاة وتأكيد وجوبها)

وقال الهيثمی:

رواه الطبرانی فی الكبير والأوسط والصغير، وفی إسناده عمران القطان، وقد استشهد به البخاری ووثقه أحمد وابن حبان، وضعفه آخرون (مجمع الزوائد، باب منه فی بيان فرائض الإسلام وسهامه)

استقامت عطا کی جائے گی (طبرانی)

نماز اور زکاۃ کے ساتھ حج کے ذکر اور ان اعمال کی برکت سے استقامت نصیب ہونے سے حج کی اہمیت معلوم ہوئی۔ ؎

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نُهِينَا أَنْ نَسْأَلَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ شَيْءٍ، فَكَانَ يُعْجِبُنَا أَنْ يَجِيْءَ الرَّجُلُ مِنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ الْعَاقِلُ، فَيَسْأَلَهُ، وَنَحْنُ نَسْمَعُ، فَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَهْلِ الْبَادِيَةِ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، أَتَانَا رَسُوْلُكَ فَزَعَمَ لَنَا أَنَّكَ تَزْعُمُ أَنَّ اللّٰهَ أَرْسَلَكَ، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ السَّمَآءَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ، قَالَ: فَمَنْ خَلَقَ الْأَرْضَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ، قَالَ: فَمَنْ نَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ، وَجَعَلَ فِيْهَا مَا جَعَلَ؟ قَالَ: اَللّٰهُ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ خَلَقَ السَّمَآءَ، وَخَلَقَ الْأَرْضَ، وَنَصَبَ هٰذِهِ الْجِبَالَ، آللّٰهُ أَرْسَلَكَ؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا خَمْسَ صَلَوَاتٍ فِيْ يَوْمِنَا، وَلَيْلَتِنَا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ، آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا زَكَاةً فِيْ أَمْوَالِنَا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ، آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا صَوْمَ شَهْرِ رَمَضَانَ فِيْ سَنَتِنَا، قَالَ: صَدَقَ، قَالَ: فَبِالَّذِيْ أَرْسَلَكَ، آللّٰهُ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: وَزَعَمَ رَسُوْلُكَ أَنَّ عَلَيْنَا حَجَّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا، قَالَ:

؎ (أقيموا الصلاة) أخبر بأقيموا دون صلوا إشارة إلى أن المطلوب أن يكون همك إقامة الصلاة لا وجود الصلاة فما كل مصل مقيم (وآتوا الزكاة وحجوا واعتمروا) إن استطعتم إلى ذلك سبيلا (واستقيموا) دوموا على تلك الطاعة واثبتوا على الإيمان (يستقم بكم) بالبناء للمفعول :أى فإنكم إن استقمتم مع الله استقامت أموركم مع الخلق وهذا إشارة إلى طلب قطع كل ما سوى الله عن مجرى النظر (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ١٣٧٣)

صَدَقَ، قَالَ : ثُمَّ وَلّٰی، قَالَ: وَالَّذِیْ بَعَثَکَ بِالْحَقِّ، لَا أَزِیْدُ عَلَیْهِنَّ، وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُنَّ، فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: لَئِنْ صَدَقَ لَیَدْخُلَنَّ الْجَنَّةَ (مسلم) [1]

ترجمہ: ہمیں اس بات سے روک دیا گیا تھا کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی (غیر ضروری) چیز کے بارے میں سوال کریں، اس لئے ہمیں یہ بات پسند آتی تھی کہ گاؤں والے لوگوں میں سے کوئی عقل مند شخص (جسے سوال کرنے سے منع نہیں کیا گیا) آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کرے، اور ہم (سوال وجواب) سُنیں، تو گاؤں والوں میں سے ایک آدمی آیا، اور اُس نے کہا کہ اے محمد! ہمارے پاس آپ کا قاصد آیا ہے، اُس نے ہمیں یہ بات بتلائی کہ آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس قاصد نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے۔

اُس دیہاتی نے کہا تو زمین کو کس نے پیدا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ ان پہاڑوں کو کس نے قائم کیا، اور ان میں جو کچھ ہے، وہ کس نے پیدا کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آسمان کو پیدا کیا، اور زمین کو پیدا کیا، اور ان پہاڑوں کو قائم کیا، کیا واقعی اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

---

[1] رقم الحدیث ۱۰ "۱۲" کتاب الایمان، باب فی بیان الایمان باللہ وشرائع الدین۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض ہیں؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس (پانچ وقت کی نماز) کا حکم فرمایا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے مالوں میں زکاۃ فرض ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس (مال کی زکاۃ) کا حکم فرمایا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے اوپر سال بھر میں رمضان کے مہینے کے روزے فرض ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی کہ جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے، کیا اللہ نے آپ کو اس (رمضان کے روزے) کا حکم فرمایا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک۔

اُس دیہاتی نے کہا کہ آپ کا قاصد یہ یقین ظاہر کرتا ہے کہ ہمارے اوپر بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے، اُس شخص پر جو اس کی طرف چلنے کی استطاعت وقدرت رکھتا ہو؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس نے سچ کہا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ دیہاتی شخص واپس جانے لگا اور اُس نے

کہا کہ قسم ہے اُس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں ان اعمال پر نہ تو (اپنی طرف سے کوئی) زیادتی کروں گا، اور نہ ان میں سے (کسی عمل کو) کم کروں گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا تو یہ ضرور جنت میں داخل ہو جائے گا (صحیح مسلم)

اس سے معلوم ہوا کہ نماز، روزے اور زکاۃ کی طرح صاحبِ استطاعت پر بیتُ اللہ کا حج کرنا بھی فرض ہے۔

حج چونکہ اسلام کا اہم رکن اور فریضہ ہے، اس لئے جہاں اس کی ادائیگی کی تاکید واہمیت ثابت ہوتی ہے، اسی سے اس کو ترک کرنے اور چھوڑنے کی بُرائی بھی ظاہر ہوتی ہے۔

اور بعض احادیث وروایات میں حج کے فریضہ کو چھوڑنے پر سخت وعیدیں بھی آئی ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ مَّلَکَ زَادًا وَرَاحِلَةً تُبَلِّغُهُ إِلٰى بَيْتِ اللّٰهِ وَلَمْ يَحُجَّ فَلَا عَلَيْهِ أَنْ يَّمُوْتَ يَهُوْدِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا، وَذٰلِکَ أَنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ فِيْ كِتَابِهٖ: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا (ترمذی) [1]

ترجمہ: جس شخص کے پاس حج کے سفر کا ضروری سامان ہو اور اس کو سواری (یا اس

---

[1] رقم الحديث ٨١٢، ابواب الحج، باب ما جاء في التغليظ في ترک الحج، واللفظ لهٗ؛ شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ٣٦٩٢؛ مسند البزار، رقم الحديث ٨٦١؛ الترغيب والترهيب للاصبهاني، رقم الحديث ١٠٧٧.

قال الترمذي: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه، وفي إسناده مقال، وهلال بن عبد الله مجهول، والحارث يضعف في الحديث.

وقال البيهقي:

تفرد به هلال أبو هاشم مولى ربيعة بن عمرو، عن أبي إسحاق.

وقال البزار:

وهذا الحديث لا نعلم له إسنادا عن علي، إلا هذا الإسناد، وهلال هذا بصري حدث عنه غير واحد من البصريين، عفان، ومسلم بن إبراهيم، وغيرهما ولا نعلم يروى عن علي إلا من هذا الوجه.

کا کرایہ) میسر ہو جو بیت اللہ تک اس کو پہنچا سکے، اور پھر وہ حج نہ کرے، تو کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر اور یہ اس لئے ہے کہ اللہ نے اپنی کتاب میں فرمایا ہے کہ:

''اللہ تعالیٰ کے لئے بیت اللہ کا حج فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک جانے کی استطاعت رکھتے ہیں'' (اور جو شخص کفر وانکار کرے تو اللہ تو تمام عالَم والوں سے بے نیاز ہے) (ترمذی)

فائدہ: محدثین کے قواعد کے موافق اس حدیث کی سند میں کلام ہے، لیکن سورہ آلِ عمران کی آیت سے جس میں استطاعت رکھنے والے پر حج کے فرض اور منکر کے بارے میں اللہ کے بے نیاز ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

اور کئی روایات سے اس حدیث کی تائید ہوتی ہے۔ [1]

---

[1] من ملک زادا وراحلة تبلغه إلى بيت الله الحرام ولم يحج فلا عليه أن يموت يهوديا أو نصرانيا (ت) من حديث على (عد) من حديث أبى هريرة بلفظ من مات ولم يحج حجة الإسلام فى غير وجع حابس أو حاجة ظاهرة أو سلطان جائر فليمت أى الميتتين إما يهوديا أو نصرانيا (أبو يعلى وابن الجوزى) من حديث أبى أمامة بنحوه ولا يصح فى سند الأول الحارث الأعور وفيه هلال بن عبد الله مولى ربيعة بن عمرو ومجهول، وفى الثانى أبو المهزم وعبد الرحمن بن قطامى، وفى الثالث عمار بن مطر، وفى الرابع المغيرة بن عبد الرحمن وليث بن أبى سليم متروكان وإنما يروى هذا من قول عمر (تعقب) بأن حديث على أورده الذهبى فى الميزان من طريق هلال ثم قال قد جاء بإسناد آخر أصلح من هذا وله شواهد من حديث أبى أمامة وأبى هريرة، وقد أخرجه البيهقى من حديث أبى أمامة، وقال إسناده وإن كان غير قوى، فله شاهد من قول عمر أخرجه سعيد بن منصور فى سننه عن عمر، قال لقد هممت أن أبعث رجالا إلى هذه الأمصار فلينظروا كل من كان له جدة ولم يحج فيضربو عليه الجزية ما هم بمسلمين، وقال القاضى عز الدين ابن جماعة فى مناسكه لا التفات إلى قول ابن الجوزى إن حديث على موضوع وكيف يصفه بالوضع وقد أخرجه الترمذى فى جامعه، وقال إن كل حديث فى كتابه معمول به إلا حديثين وليس هذا أحدهما، قال والحديث مؤول على من يستحل تركه ولا يعتقد وجوبه وقال الحافظ ابن حجر فى تخريج أحاديث الرافعى هذا الحديث له طرق فأخرجه سعيد بن منصور وأحمد فى كتاب الإيمان وأبو يعلى والبيهقى من طرق عن شريک عن ليث بن أبى سليم عن ابن سابط عن أبى أمامة وليث ضعيف وشريک سیء الحفظ وقد خالفه سفيان الثورى فأرسله، أخرجه أحمد فى الإيمان وابن أبى شيبة من طريقه عن ابن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ لَّمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ، فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا، وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا

(سنن الدارمی) [1]

ترجمہ: جس شخص کے لئے کوئی ظاہری ضرورت حج سے مانع ورکاوٹ نہ ہو، یا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

سابط مرسلا وقال المنذری طریق أبی أمامة علی ما فیها أصلح طرقه وله طریق أخری صحیحة موقوفة أخرجها البیهقی عن عمر قال لیمت یهودیا أو نصرانیا ثلاث مرات رجل مات ولم یحج، وجد لذلک سعة وخلیت سبیله، قال ابن حجر فإذا انضم هذا الموقوف إلی مرسل ابن سابط علم أن لهذا الحدیث أصلا ومحمله علی من استحل الترک وتبین لذلک خطأ من ادعی أنه موضوع (قلت) وعن بعضهم أنه علی سبیل التغلیظ والتنفیر والتحریض علی المبادرة إلی قضاء الفرض وعن بعضهم أنه علی سبیل التمثیل لأن الیهودی والنصرانی لا یحج فمن مات ولم یحج کان کالیهودی والنصرانی، والله أعلم، (قال) السیوطی ومن شواهده ما أخرجه ابن أبی حاتم فی تفسیره عن ابن عمر، قال من کان یجد وهو موسر صحیح ولم یحج کان سیماه بین عینیه کافر، ثم تلا هذه الآیة: (ومن کفر فإن الله غنی عن العالمین) ، وأخرج سعید بن منصور من وجه آخر عن ابن عمر قال من وجد إلی الحج سبیلا سنة ثم سنة ثم مات ولم یحج لم یصل علیه لأنه لا یدری مات یهودیا أو نصرانیا (قلت) وتعقبه الحافظ ابن حجر أیضا فیما رأیته بخطه علی حاشیة الموضوعات لابن درباس بأن ابن الجوزی نفسه قد أخرج هذه الأحادیث بالتحقیق محتجا بها فإن کانت موضوعة فکیف جاز له الاحتجاج بها والله تعالی أعلم (تنزیه الشریعة المرفوعة، ج۲ص۱۶۷، ۱۶۸، کتاب الحج، الفصل الثانی)

[1] رقم الحدیث ۱۸۲۶، کتاب المناسک، باب من مات ولم یحج؛ اخبار مکة للفاکهی، رقم الحدیث ۸۰۱؛ شعب الایمان، رقم الحدیث ۳۶۹۳؛ سنن کبریٰ للبیهقی، رقم الحدیث ۸۶۶۰؛ حلیة الاولیاء، ج۹، ص ۲۵۱.

قال البیهقی فی السنن الکبریٰ:

وهذا وإن کان إسناده غیر قوی فله شاهد من قول عمر بن الخطاب رضی الله عنه.

وقال البیهقی فی شعب الایمان:

قال الشیخ أحمد: وهذا إن صح فإنما أراد والله أعلم إذا لم یحج وهو لا یری ترکه مأثما، ولا فعله برا.

وقال الحافظ العسقلانی:

هذا الحدیث ذکره ابن الجوزی فی الموضوعات وقال العقیلی والدارقطنی لایصح فیه شیئ. قلت: وله طرق (التلخیص الحبیر کتاب الحج، رقم الحدیث ۹۵۸)

ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو، یا ایسا مرض نہ ہو جو حج سے روک دے (مثلاً چلنے پھرنے سے معذوری) پھر وہ بغیر حج کئے مر جائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (دارمی، بیہقی)

جلیل القدر تابعی حضرت عمرو بن میمون رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ: مَنْ قَدَرَ عَلٰی أَنْ يَّحُجَّ فَلَمْ يَحُجَّ، فَلْيَمُتْ يَهُوْدِيًّا أَوْ نَصْرَانِيًّا (اخبارِ مكة للفاكهي) [1]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص حج کرنے کی قدرت رکھتا ہو، پھر وہ حج نہ کرے، تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی (یعنی عیسائی) ہو کر (اخبارِ مکہ)

اور حضرت عدی کندی اور حضرت ضحاک بن عرزم رحمہما اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ: مَنْ مَاتَ وَهُوَ مُوْسِرٌ لَمْ يَحُجَّ، فَلْيَمُتْ عَلٰی أَيِّ حَالٍ شَاءَ، يَهُوْدِيًّا، أَوْ نَصْرَانِيًّا (مصنف ابن ابی شيبة) [2]

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جو شخص فوت ہو جائے، اور اُس نے مالدار ہوتے ہوئے حج نہیں کیا، تو وہ چاہے کسی حال میں مرے، چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی (یعنی عیسائی) ہو کر (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

بعض صحابہ اور تابعین سے اس قسم کی اور بھی وعیدیں مروی ہیں۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۸۰۴، ج ۱ ص ۳۸۱، الناشر: دار خضر، بيروت.
قال ابن كثير: وهذا إسناد صحيح إلى عمر رضى الله عنه (تفسير ابنِ كثير ج ۲ ص ۷۳، سورة آل عمران)

[2] رقم الرواية ۱۴۶۷۰، كتاب المناسك، باب في الرجل يموت ولم يحج وهو موسر، عن عدى؛ السنة لأبي بكر بن الخلال، رقم الحديث ۱۵۹۴ عن ضحاک بن عزرم)

[3] عن مجاهد، عن ابن عمر، قال: من مات وهو موسر لم يحج، جاء يوم القيامة وبين عينيه مكتوب: كافر (مصنف ابنِ ابی شيبة، رقم الرواية ۱۴۶۶۹، في الرجل يموت ولم يحج وهو موسر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ حج کے انکار کرنے کی ایسی وعید ہے جیسا کہ قرآن مجید میں پہلے نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا اور پھر مشرکین میں سے نہ ہونے کا ذکر فرمایا گیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

اَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ (سورۃ الروم رقم الآیۃ ۳۱)

ترجمہ: تم نماز کو قائم کرو اور شرک کرنے والوں میں سے مت ہو جاؤ (سورہ روم)

جس سے معلوم ہوا کہ نماز نہ پڑھنا مشرکوں والا عمل ہے۔

اسی طرح حج نہ کرنے والوں کو یہود ونصاریٰ کے مشابہ بتایا گیا ہے جس طرح سے کہ نماز نہ پڑھنے والوں کو مشرکوں کے مشابہ بتایا گیا ہے۔

اس کا راز یہ ہے کہ عیسائی اور یہودی حج نہیں کرتے، لہٰذا باوجود استطاعت کے حج نہ کرنا یہودیوں اور عیسائیوں کے ساتھ مشابہت ہے۔

اور عرب کے مشرکین حج تو کرتے تھے لیکن وہ نماز نہیں پڑھتے تھے اس لئے نماز نہ پڑھنے کو مشرکوں والا عمل بتایا۔

بہرحال مطلب یہ ہے کہ استطاعت وقدرت ہوتے ہوئے بغیر حج کئے مرنے والے ناشکرے اور نافرمان بندے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی پرواہ نہیں۔

حضرت ضحاک بن مزاحم رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ:

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عن إبراهيم ، قال :قال الأسود لرجل منهم موسر :لو مت ولم تحج ، لم أصل عليك (ايضاً، رقم الرواية ١٤٦٦٦)

عن شعبة ، عن أبي المعلى ، عن سعيد بن جبير ، قال :لو كان لي جار موسر ، ثم مات ولم يحج ، لم أصل عليه(ايضاً، رقم الرواية ١٤٦٦٨)

عن مجاهد بن رومي ، و كان ثقة ، قال :سألت سعيد بن جبير ، وعبد الرحمن بن أبي ليلى ، وعبد الله بن معقل عن رجل مات ولم يحج ، وهو موسر ؟ فقال سعيد :النار ، النار ، وقال ابن معقل :مات وهو لله عاص ، وقال ابن أبي ليلى :إني لأرجو إن حج عنه وليه(ايضاً، رقم الرواية ١٤٦٦٧)

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ مَالٌ يُبَلِّغُهُ حَجَّ بَيْتِ رَبِّهٖ، أَوْ يَجِبُ عَلَيْهِ فِيْهِ زَكَاةٌ، فَلَمْ يَفْعَلْ، يَسْأَلِ الرَّجْعَةَ عِنْدَ الْمَوْتِ، فَقَالَ رَجُلٌ: يَا ابْنَ عَبَّاسٍ، اِتَّقِ اللّٰهَ، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ الرَّجْعَةَ الْكُفَّارُ؟ فَقَالَ: سَأَتْلُوْ عَلَيْكَ بِذٰلِكَ قُرْآنًا (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تُلْهِكُمْ أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ وَأَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنَاكُمْ مِّنْ قَبْلِ أَنْ يَّأْتِيَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَيَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَا أَخَّرْتَنِيْ إِلٰى أَجَلٍ قَرِيْبٍ فَأَصَّدَّقَ) إِلٰى قَوْلِهٖ (وَاللّٰهُ خَبِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ) قَالَ: فَمَا يُوْجِبُ الزَّكَاةَ؟ قَالَ: إِذَا بَلَغَ الْمَالُ مِائَتَيْنِ فَصَاعِدًا، قَالَ: فَمَا يُوْجِبُ الْحَجَّ؟ قَالَ: اَلزَّادُ وَالْبَعِيْرُ (ترمذی) [1]

ترجمہ: ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جس شخص کے پاس اپنے رب کے گھر کے حج کو جانے کے لیے مال ہو اور وہ حج نہ کرے یا اس کے پاس اتنا مال ہو جس پر زکاۃ واجب ہو اور زکاۃ ادا نہ کرے، وہ مرتے وقت دنیا میں واپس آنے کی درخواست کرے گا، ایک شخص نے عرض کیا کہ اے ابنِ عباس! اللہ سے ڈریئے، دنیا میں واپسی کی تمنا تو کافر کریں گے (یعنی مسلمان دنیا میں واپسی کی تمنا نہ کریں گے) حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں ابھی آپ کو اس پر قرآن کی تلاوت سناتا ہوں (جس میں مسلمانوں ہی کا ذکر ہے، اس کے بعد حضرت

---

[1] رقم الحديث ٣٣١٦، ابواب تفسير القرآن، باب :ومن سورة المنافقين، واللفظ لهٗ، المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ١٢٦٣٥، و رقم الحديث ١٢٦٣٦؛ مسند عبدبن حميد، رقم الحديث ٦٩٥.

قال الترمذی: حدثنا عبد بن حميد قال :حدثنا عبد الرزاق، عن الثوری، عن يحيى بن أبی حية، عن الضحاک، عن ابن عباس، عن النبی صلى الله عليه وسلم بنحوه .هكذا روى سفيان بن عيينة، وغير واحد هذا الحديث عن أبی جناب، عن الضحاک، عن ابن عباس، قوله، ولم يرفعه، "وهذا أصح من رواية عبد الرزاق، وأبو جناب القصاب، اسمه :يحيى بن أبی حية وليس هو بالقوی فی الحديث.

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سورہ منافقون کے آخر کی یہ آیتیں تلاوت کیں)

یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ الَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَااَوْلَادُکُمْ آخر سورت تک

جن کا ترجمہ یہ ہے کہ:

’’اے ایمان والوتم کوتمہارے مال اورتمہاری اولاد اللہ کی یاد سے غافل نہ کرنے پائیں اور جو ایسا کرے گا (کہ اس کے مال، اولاد اس کو اللہ کی یاد سے غافل کردیں) یہی لوگ خسارہ والے ہیں اور ہم نے جو کچھ مال دیا ہے اس سے پہلے پہلے (اللہ کے کاموں میں) خرچ کرلو کہ تم میں سے کسی کے (سرپر) موت آجائے اور وہ (حسرت اور تمنا سے) کہنے لگے کہ اے میرے رب مجھ کوتھوڑی سی مہلت کیوں نہ دی کہ میں صدقہ (اور آپ کے راستہ میں خرچ) کرلیتا اور نیک کام کرنے والوں میں شامل ہوجاتا، مگر جب کسی کا مقررہ وقت آجائے، تو اللہ ہرگز مہلت نہیں دیتا اور اللہ تعالیٰ کوتمہارے سب کاموں کی پوری خبر ہے‘‘

پھراس آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ زکاۃ کتنے مال میں واجب ہوتی ہے؟

تو آپ نے فرمایا کہ جب مال دوسودرہم (یعنی ساڑھے باون تولہ چاندی) کی مالیت یا اس سے زیادہ ہو، پھراس شخص نے سوال کیا کہ حج کوکون سی چیز واجب کرتی ہےتو آپ نے جواب دیا کہ سفر کا سامان اور سواری (ترمذی)

دنیا میں لوٹنے کی تمنا کرنے کا ذکر قرآن مجید میں اورجگہ بھی ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ:

’’حَتّٰی اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْ اَعْمَلُ صَالِحًا فِیْمَا تَرَکْتُ کَلَّااِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَقَآئِلُھَاوَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ‘‘ (سورۃ المؤمنون رقم الآیۃ ۹۹،۱۰۰)

ترجمہ: حتیٰ کہ جب ان میں سے کسی کوموت آنے لگتی ہے اس وقت کہتا ہے کہ

اے میرے رب مجھ کو دنیا میں واپس کر دیجئے تا کہ میں جس (مال ومتاع) کو چھوڑ آیا ہوں اس میں پھر نیک کام کروں (اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ) ایسا ہرگز نہیں ہوگا، یہ اس کی ایک بات ہے جس کو وہ کہے جا رہا ہے اور ان کے آگے برزخ کا عالم (یعنی قبر میں رہنا) ہے قیامت تک کے لئے (سورہ مؤمنون)

جو لوگ روپیہ پیسہ خیر کے کاموں اور خاص کر فرض حج سے بچا بچا کر رکھتے ہیں تو ان کا پیسہ خواہ مخواہ کے مقدمات وغیرہ میں، جھگڑوں میں اور اس سے بڑھ کر بعض اوقات ناجائز کاموں، مثلاً ناچ گانے اور موسیقی، تصویر سازی وغیرہ میں خرچ ہونے لگتا ہے۔

اور اگر اللہ تعالیٰ کی اس عطا فرمائی ہوئی دولت کو خیر کے کاموں میں آدمی خرچ کرے تو پھر ان بلاؤں سے حفاظت میں رہتا ہے۔

یہ تاکید فرض حج کے لئے ہے

یہ بات سمجھ لینا ضروری ہے کہ حج کے بارے میں جو تاکیدیں اور حج نہ کرنے پر جو وعیدیں ذکر کی گئیں وہ فرض حج کے بارے میں ہیں اور حج عمر میں صرف ایک مرتبہ فرض ہے، جس نے ایک مرتبہ حج کر لیا وہ اس فریضہ سے سبکدوش ہو گیا، البتہ ایک مرتبہ حج کرنے کے بعد دوبارہ، سہ بارہ، حج کرنا فی نفسہٖ گناہ تو نہیں بلکہ ثواب کا کام ہے، لیکن ایک مرتبہ حج کر لینے کے بعد پھر بعد میں حج کرنا یہ نفلی درجہ کا عمل ہے، فرض یا واجب درجہ کا عمل نہیں، لہٰذا اس کو نفل ہی کا درجہ دینا چاہئے، اور اس کو اس درجہ سے بڑھانا نہیں چاہئے، بعض لوگ اس سلسلہ میں بہت غلو کرتے ہیں اور نفل حج کی خاطر کئی قسم کے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں، اور دوسروں کے حجِ فرض میں خلل کا باعث بنتے ہیں۔

یہ عمل قابلِ اصلاح ہے، جس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے تحقیقی مسائل کے ضمن میں آتی ہے۔

حج کے فضائل وفوائد

حجۃ الوداع میں خاص عرفات کے میدان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل ہوئی کہ:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (سورۃ المائدۃ، رقم الآیۃ ۳)

ترجمہ: آج کے دن تمہارے لئے تمہارے دین کو میں نے کامل ومکمل دیا، اور تم پر اپنا انعام (آج) پورا کر دیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لئے (ہمیشہ کو) پسند کر لیا (سورہ مائدہ)

حج کے اہم فضائل میں سے ایک یہ بات ہی کیا کم ہے کہ یہ آیتِ مبارکہ "جس میں دین کی تکمیل کا اعلان ہے" حج کے مبارک موقع پر نازل ہوئی۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

اَلْحَجُّ مِنْ بَيْنِ أَرْكَانِ الْإِسْلَامِ وَمَبَانِيْهِ عِبَادَةُ الْعُمُرِ وَخِتَامُ الْأَمْرِ وَتَمَامُ الْإِسْلَامِ وَكَمَالُ الدِّيْنِ ،فِيْهِ أَنْزَلَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ " اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِيْناً "(احياء علوم الدين للغزالی، كتاب اسرار الحج)

ترجمہ: حج اسلام کے بنیادی ارکان میں سے اور پوری عمر کی عبادت ہے، اسی پر (دین کے) احکام کا اختتام ہوا ہے اور اسی پر اسلام تمام اور دین مکمل ہوا ہے، اسی میں اللہ عز وجل نے یہ آیت نازل فرمائی کہ:

"اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا" (احیاء العلوم)

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ صَامَ رَمَضَانَ وَصَلَّى الصَّلَوَاتِ وَحَجَّ الْبَيْتَ، لَا أَدْرِيْ أَذَكَرَ الزَّكَاةَ أَمْ لَا، إِلَّا كَانَ حَقًّا عَلَى اللّٰهِ أَنْ يَّغْفِرَ لَهُ (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے، اور نمازیں پڑھیں، اور بیت اللہ کا حج کیا، راوی کہتے ہیں کہ شاید زکاۃ کی ادائیگی کا بھی ذکر فرمایا، تو اللہ پر یہ حق ہے کہ اس کی مغفرت فرمادیں گے (ترمذی)

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ إِيْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ، مَنْ حَافَظَ عَلَى الصَّلَوَاتِ الْخَمْسَ عَلٰى وُضُوْئِهِنَّ وَرُكُوْعِهِنَّ وَسُجُوْدِهِنَّ وَمَوَاقِيْتِهِنَّ، وَصَامَ رَمَضَانَ، وَحَجَّ الْبَيْتَ إِنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا، وَأَعْطَى الزَّكَاةَ طَيِّبَةً بِهَا نَفْسُهُ، وَأَدَّى الْأَمَانَةَ، قَالُوْا: يَا أَبَا الدَّرْدَاءِ، وَمَا أَدَاءُ الْأَمَانَةِ قَالَ: اَلْغُسْلُ مِنَ الْجَنَابَةِ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں ہیں، جو انہیں ایمان کے ساتھ بجالائے گا، تو وہ جنت میں داخل ہوگا، جس نے پانچ نمازوں کی وضو کے ساتھ اور نمازوں کے رکوع اور سجود اور اوقات کی پابندی کے ساتھ حفاظت کی، اور رمضان کے روزے رکھے، اور بیت اللہ کا حج کیا، اگر بیت اللہ کی طرف جانے کی استطاعت ہے، اور اپنی خوش دلی کے ساتھ زکاۃ ادا کی، اور امانت ادا کی، لوگوں نے عرض کیا کہ اے ابوالدرداء امانت کی ادائیگی کیا ہے؟ تو فرمایا کہ غسلِ جنابت کرنا (ابوداؤد)

---

[1] رقم الحديث ۲۵۳۰، ابواب صفة الجنة، باب ما جاء فى صفة درجات الجنة.

[2] رقم الحديث ۴۲۹، كتاب الصلاة، باب فى المحافظة على وقت الصلوات.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ حَجَّ لِلّٰهِ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، رَجَعَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص نے اللہ کے لئے (یعنی اخلاص کے ساتھ) حج کیا، اور (اس میں) نہ تو شہوت والی بات کی اور نہ گناہ کیا تو وہ (حج کے بعد گناہوں سے) اس طرح (پاک صاف ہوکر) لوٹے گا جس دن کہ وہ (گناہوں سے) اپنی ماں سے پیدا ہونے کے وقت (پاک صاف) تھا (بخاری)

فائدہ: اس حدیث میں گناہوں سے پاک ہونے کے لئے حج میں گناہ اور شہوت والی بات سے بچنے کی قید لگی ہوئی ہے۔ [2]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی ایک حدیث ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ، وَلَمْ يَفْسُقْ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ (سنن الترمذی) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے حج کیا، اور نہ تو (اس حج

---

[1] رقم الحديث ۱۵۲۱، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور، واللفظ لهٗ؛ سنن النسائى، رقم الحديث ۲۶۲۷؛ ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۸۸۹؛ مسند احمد، رقم الحديث ۷۱۳۶.

[2] (قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من حج لله) أى خالصا له تعالى (فلم يرفث) أى فى حجه بتثليث الفاء والضم أشهر قال السيوطى -رحمه الله -الرفث يطلق على الجماع، وعلى التعريض، وعلى الفحش فى القول، وهو المراد هنا وفاؤه مثلثة فى الماضى والمضارع والأفصح الفتح فى الماضى والضم فى المضارع (ولم يفسق) بضم السين أى لم يفعل فيه كبيرة، ولا أصر على صغيرة، ومن الكبائر ترك التوبة عن المعاصى قال تعالى :(ومن لم يتب فأولئك هم الظالمون)(مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۷۴۱، كتاب المناسك)

[3] رقم الحديث ۸۱۱، ابواب الحج، باب ما جاء فى ثواب الحج والعمرة.

قال الترمذى :حديث أبى هريرة حديث حسن صحيح وأبو حازم كوفى وهو الأشجعى، :واسمه سلمان مولى عزة الأشجعية "

میں) شہوت والی بات کی اور نہ گناہ کیا، تو اس کے گزشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے (ترمذی)

حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

أَنَّ الْإِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ؟ وَأَنَّ الْهِجْرَةَ تَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهَا وَأَنَّ الْحَجَّ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: بے شک اسلام گزشتہ (گناہوں) کو منہدم (وختم) کر دیتا ہے، اور ہجرت گزشتہ (گناہوں) کو منہدم (وختم) کر دیتی ہے اور حج گزشتہ (گناہوں) کو منہدم (وختم) کر دیتا ہے (صحیح مسلم)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

وَالْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَيْسَ لَهُ جَزَاءٌ إِلَّا الْجَنَّةُ (بخاری) [2]

ترجمہ: اور حجِ مبرور کی جزاء وبدلہ صرف جنت ہے (بخاری، مسلم)

حجِ مبرور کی تحقیق آگے آتی ہے۔

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَابِعُوْا بَيْنَ الْحَجِّ وَالْعُمْرَةِ، فَإِنَّهُمَا يَنْفِيَانِ الْفَقْرَ وَالذُّنُوْبَ كَمَا يَنْفِي الْكِيْرُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ،

---

[1] رقم الحديث ۱۹۲ "۱۲۱" كتاب الايمان، باب كون الإسلام يهدم ما قبله وكذا الهجرة والحج.

[2] رقم الحديث ۱۷۷۳، كتاب الحج، ابواب العمرة، باب وجوب العمرة وفضلها؛ مسلم، رقم الحديث ۱۳۴۹ "۴۳۷" باب فى فضل الحج والعمرة ويوم عرفة، ترمذى، رقم الحديث ۹۳۳؛ ابن ماجه، رقم الحديث ۲۸۸۸؛ نسائى، رقم الحديث ۲۶۲۹.

وَالذَّهَبِ، وَالْفِضَّةِ، وَلَيْسَ لِلْحَجَّةِ الْمَبْرُوْرَةِ ثَوَابٌ إِلَّا الْجَنَّةُ (ترمذی) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حج اور عمرے کو آگے پیچھے ادا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر وفاقہ اور گناہوں کو اس طرح سے دُور کر دیتے ہیں، جس طرح سے بھٹی لوہے اور سونے اور چاندی کے میل کچیل کو الگ کر دیتی ہے، اورحجِ مبرور کا ثواب صرف جنت ہے (ترمذی، نسائی)

اسی قسم کی حدیث دوسری سندوں سے بھی مروی ہے۔ ۲

فائدہ: اس حدیث سے جہاں حجِ مبرور کی فضیلت معلوم ہوئی، اسی کے ساتھ حج اور عمرے کو آگے پیچھے ادا کرنے کی فضیلت بھی معلوم ہوئی، خواہ وہ حجِ قران کی شکل میں ہو، جس میں ایک سفر اور ایک احرام کے ساتھ پہلے عمرہ اور پھر حج ادا کیا جاتا ہے، یا حجِ تمتع کی شکل میں ہو، جس میں ایک سفر کے ساتھ اور الگ الگ احراموں کے ساتھ پہلے عمرہ اور پھر حج ادا کیا جاتا ہے۔ ۳

---

۱ رقم الحديث ۸۱۰، ابواب الحج، باب ما جاء فی ثواب الحج والعمرة، واللفظ لهٗ؛ نسائی، رقم الحديث ۲۶۳۱.

قال الترمذی: وفی الباب عن عمر، وعامر بن ربيعة، وأبی هريرة، وعبد الله بن حبشی، وأم سلمة، وجابر: حديث ابن مسعود حديث حسن صحيح غريب من حديث ابن مسعود.

۲ عن عمر، عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: تابعوا بين الحج والعمرة، فإن المتابعة بينهما، تنفی الفقر والذنوب، كما ينفی الكير، خبث الحديد (ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۸۸۷)

عن عبد الله بن عامر بن ربيعة، عن أبيه، قال: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ": تابعوا بين الحج والعمرة، فإن متابعة بينهما تنفی الفقر والذنوب، كما ينفی الكير خبث الحديد "(مسند احمد، رقم الحديث ۱۵۶۹۴)

فی حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

عن عمرو بن دينار، قال: قال ابن عباس: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ": تابعوا بين الحج والعمرة، فإنهما: ينفيان الفقر، والذنوب، كما ينفی الكير خبث الحديد " (نسائی، رقم الحديث، ۲۶۳۰)

۳ (وعن ابن مسعود قال: قال رسول الله -صلی الله عليه وسلم- تابعوا بين الحج والعمرة) أی قاربوا بينهما إما بالقران أو بفعل أحدهما بعد الآخر قال الطيبی -رحمه الله-: إذا اعتمرتم فحجوا، وإذا حججتم فاعتمروا (مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۷۵۰، كتاب المناسك)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

محققین نے فرمایا کہ حج سے صغیرہ گناہ معاف ہوتے ہیں، وہ بھی اُس وقت جبکہ حج مبرور کیا جائے (جس کا ذکر آگے آتا ہے) اور کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے، البتہ اگر کوئی حج کرنے سے پہلے یا حج کے موقع پر کبیرہ گناہوں سے سچی توبہ کرلے، تو پھر کبیرہ گناہ بھی معاف ہوجاتے ہیں (وفیہ اقوال اخر) ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(تابعوا بين الحج والعمرة) أى إذا حججتم فاعتمروا وإذا اعتمرتم فحجوا (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۳۲۲۷)

وروى عنه -صلى الله عليه وسلم -أنه قال :تابعوا بين الحج والعمرة فإن المتابعة بينهما تزيد فى العمر، وتنفى الفقر ، ولأن القران، والتمتع جمع بين عبادتين بإحرامين، فكان أفضل من إتيان عبادة واحدة بإحرام واحد(بدائع الصنائع، ج۲، ص۱۷۵ ، كتاب الحج،فصل بيان مايجب على الممتع والقارن بسبب التمتع والقران)

ل (الإسلام يهدم ما كان قبله) من سائر الذنوب التى أعظمها الكفر، قال تعالى :قل للذين كفروا إن ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف :(وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها) أى مما يحدث بين الإسلام وبينها (وأن الحج يهدم ما كان قبله) هذا محمول عند المحققين على صغائر الذنوب المتعلقة بحق الله تعالى، أما الكبائر فلا يكفرها إلا التوبة، والتبعات لا تكفر إلا برضى أهلها أو بفضل الله تعالى فيها، ولهذه الجمل المبشرات بهدم كل من الأعمال الثلاث لما قبله من الذنوب (دليل الفالحين لطرق رياض الصالحين، ج۵، ص۱۹۵ ، كتاب الادب، باب استحباب التبشير)

(أن الإسلام) أى إسلام الحربى ;لأن إسلام الذى لا يسقط عنه شيئا من حقوق العباد (يهدم) : بكسر الدال أى يمحو (ما كان قبله) أى السيئات (وأن الهجرة) أى إلى فى حياتى، وبعد وفاتى من دار الحرب إلى دار الإسلام، وأما خبر :لا هجرة بعد الفتح فمعناه لا هجرة من مكة؛ لأن أهلها صاروا مسلمين (تهدم ما كان قبلها) أى مما وقع قبلها وبعد الإسلام ما عدا المظالم أى من السيئات (وأن الحج يهدم ما كان قبله) أى من التقصيرات سقط لفظ كان من أصل ابن حجر، فتكلف له وجها، وهو موجود فى جميع النسخ الحاضرة المصححة المقروء ة على المشايخ .قال الشيخ التوربشتى من أئمتنا رحمهم الله :الإسلام يهدم ما كان قبله مطلقا مظلمة كانت أو غيرها، صغيرة أو كبيرة، وأما الهجرة والحج فإنهما لا يكفران المظالم، ولا يقطع فيهما بغفران الكبائر التى بين العبد ومولاه، فيحمل الحديث على هدمهما الصغيرة المتقدمة، ويحتمل هدمهما الكبائر التى تتعلق بحقوق العباد بشرط التوبة .عرفنا ذلك من أصول الدين فرددنا المجمل إلى المفصل، وعليه اتفاق الشارحين .وقال بعض علمائنا :يمحو الإسلام ما كان قبله من كفر وعصيان، وما ترتب عليهما من العقوبات التى هى حقوق الله، وأما حقوق العباد فلا تسقط بالحج والهجرة إجماعا، ولا بالإسلام لو كان المسلم ذميا، سواء كان الحق عليه ماليا أو غير مالى كالقصاص، أو

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟ قَالَ: جِهَادٌ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ قِيْلَ: ثُمَّ مَاذَا؟

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كان المسلم حربيا وكان الحق ماليا بالاستقراض أو الشراء، وكان المال غير الخمر. وقال ابن حجر: الحج يهدم ما قبله مما وقع قبله وبعد الإسلام ما عدا المظالم، لكن بشرط ما ذكر في حديث: (من حج فلم يرفث، ولم يفسق خرج من ذنوبه كيوم ولدته أمه) مع ذلك فالذي عليه أهل السنة كما نقله غير واحد من الأئمة كالنووي وعياض أن محل ذلك في غير التبعات، بل الكبائر، إذ لا يكفرها إلا التوبة، وعبارة بعض الشارحين حقوق المالية لا تنهدم بالهجرة والحج، وفي الإسلام خلاف، وأما حقوق العباد فلا تسقط بالهجرة والحج إجماعا اهـ.

نعم يجوز بل يقع كما دل عليه بعض الأحاديث أن الله تعالى إذا أراد لعاص أن يعفو عنه وعليه تبعات عوض صاحبها من جزيل ثوابه ما يكون سببا لعفوه ورضاه، وأما قول جماعة من الشافعية وغيرهم: إن الحج يكفر التبعات، واستدلوا بخبر ابن ماجه أنه -عليه الصلاة والسلام- دعا لأمته عشية عرفة بالمغفرة، فاستجيب له ما خلا المظالم فلم يجب لمغفرتها، فدعا صبيحة مزدلفة بذلك فضحك -عليه الصلاة والسلام- لما رأى من جزع إبليس لما شاهده من عموم تلك المغفرة، فيرده أن الحديث سنده ضعيف اهـ. وعلى تقدير صحته يمكن حمل المظالم على ما لا يمكن تداركه، أو يقيد بالتوبة، أو التخصيص بمن كان معه -عليه الصلاة والسلام- من أمته في حجته، فإنه لا يعرف أحد منهم أن يكون مصرا على معصية؛ ولذا قال الجمهور: إن الصحابة كلهم عدول، والله تعالى أعلم(مرقاة المفاتيح، ج ا ص ۱۰۲، كتاب الايمان)

(ولم يفسق) بضم السين أي لم يفعل فيه كبيرة، ولا أصر على صغيرة، ومن الكبائر ترك التوبة عن المعاصي قال تعالى: (ومن لم يتب فأولئك هم الظالمون)(رجع كيوم ولدته أمه) بفتح الميم وقيل بالجر قال الطيبي -رحمه الله- أي مشابها في البراءة عن الذنوب لنفسه في يوم ولدته أمه فيه ......

اعلم أن ظاهر الحديث يفيد غفران الصغائر والكبائر السابقة لكن الإجماع أن المكفرات مختصة بالصغائر عن السيئات التي لا تكون متعلقة بحقوق العباد من التبعات فإنه يتوقف على إرضائهم مع أن ما عدا الشرك تحت المشيئة وقد كتبت رسالة مستقلة في تحقيق هذه المسألة(مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، كتاب المناسك)

من حج فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه "وهذا موافق لدلالة الآية ;وذلك لأن الله تعالى لما نهى عن المعاصي، والفسوق في الحج فقد تضمن ذلك الأمر بالتوبة منها ;لأن الإصرار على ذلك هو من الفسوق، والمعاصي، فأراد الله تعالى أن يحدث الحاج توبة من الفسوق، والمعاصي حتى يرجع من ذنوبه كيوم ولدته أمه على ما روى عن النبي صلى الله عليه وسلم (احكام القرآن للجصاص، ج ا، ص ۳۷۳، باب الإحرام بالحج قبل أشهر الحج)

قَالَ: حَجٌّ مَبْرُوْرٌ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل زیادہ افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانا، عرض کیا گیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنا، عرض کیا گیا کہ پھر کون سا عمل افضل ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "حج مبرور" (بخاری)

حضرت عبداللہ بن حبشی خثعمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ: أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ فَقَالَ: إِيْمَانٌ لَا شَكَّ فِيْهِ، وَجِهَادٌ لَا غُلُوْلَ فِيْهِ، وَحَجَّةٌ مَبْرُوْرَةٌ (سنن نسائی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل زیادہ فضیلت کا باعث ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا ایمان کہ جس میں کوئی شک نہ ہو، اور ایسا جہاد کہ جس میں کوئی خیانت نہ ہو، اور حجِ مبرور (نسائی)

اور حضرت ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ سُئِلَ أَيُّ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ؟ قَالَ: إِيْمَانٌ بِاللّٰهِ وَحْدَهُ، ثُمَّ الْجِهَادُ، ثُمَّ حَجَّةٌ بَرَّةٌ تَفْضُلُ سَائِرَ الْعَمَلِ كَمَا بَيْنَ مَطْلَعِ الشَّمْسِ إِلٰى مَغْرِبِهَا (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٠١٠) [3]

---

[1] رقم الحديث ١٥١٩، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور.

[2] رقم الحديث ٤٩٨٦، كتاب الايمان وشرائعه، ذكر افضل الاعمال.

[3] فی حاشية مسند احمد:

حديث صحيح، وهذا إسناد اختلف فيه على أبي مسعود الجريري :وهو سعيد بن إياس، فرواه شعبة -كما في هذه الرواية -عنه، عن يزيد بن عبد الله بن الشخير، عن ماعز، به .ورواه وهيب بن خالد -كما سيأتي في الرواية(١٩٠١١)عنه، عن حيان بن عمير، عن ماعز، به .وشعبة ووهيب كلاهما سمع من الجريري قبل اختلاطه، ويزيد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل زیادہ فضیلت کا باعث ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان لانا، پھر جہاد، پھر حجِ مبرور تمام اعمال پر اس طرح (انتہائی) افضل ہے، جیسا کہ سورج کے طلوع اور غروب ہونے کے درمیان (کا فاصلہ) (مسند احمد)

فائدہ: ان احادیث میں ایمان کے بعد جہاد کی اور پھر حجِ مبرور کی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے، لیکن نماز اور روزے کا ذکر نہیں کیا گیا، حالانکہ ان کا درجہ ایمان کے بعد ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ جہاد قائم کرنے والا صحیح مجاہد، ضرور بالضرور نماز اور روزے کو بھی قائم کرنے والا ہوتا ہے، اس لئے ان احادیث میں نماز روزے کے ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وحیان کلاهما یکنی أبا العلاء ، وقد رواه بالکنیة فحسب دون أن یسمیه عباد بن العوام فیما أخرجه البخاری فی "التاریخ الکبیر ۸/۳۷"قال :عن الجریری عن أبی العلاء ، عن ماعز، به .ولا یضر هذا الاختلاف، فقد یکون للجریری فیه شیخان، أو هو انتقال من ثقة إلی ثقة، وإن کان صنیع البخاری یرجح روایة وهیب، والله أعلم.

وأخرجه الطبرانی فی "الکبیر ۲۰/ ۸۰۹"من طریق الإمام أحمد، بهذا الإسناد إلا أنه أُقحم فی المطبوع منه :أبو موسی بین شعبة وأبی مسعود الجریری.

۱ وعنه أی عن أبی هریرة (قال سئل رسول الله -صلی الله علیه وسلم -أی العمل) أی الأعمال (أفضل) قال الطیبی -رحمه الله -قد اختلفت الأحادیث فی مفاضلة الأعمال علی وجه یشکل التوفیق بینها والوجه ما بینا فی أول کتاب الصلاة (قال إیمان) التنکیر للتفخیم (بالله ورسوله) والإیمان هو التصدیق القلبی وهو من أعمال الباطن (قیل ثم ماذا قال الجهاد) التعریف للعهد قال الطیبی -رحمه الله -والمراد به الجهاد الخالص، وفی نسخة جهاد (فی سبیل الله) لأن المجاهد لا یکون إلا مصلیا وصائما (قیل ثم ماذا قال حج مبرور) أی مقبول قال الطیبی -رحمه الله :بره أی أحسن إلیه یقال بر الله عمله أی قبله کأنه أحسن إلی عمله بقبوله، وقیل أی مقابل بالبر وهو الثواب أو هو الذی لم یخالطه شیء من المآثم وفی الدر للسیوطی -رحمه الله، أخرج الأصبهانی عن الحسن أنه قیل له ما الحج المبرور قال أن یرجع زاهدا فی الدنیا راغبا فی الآخرة اهـ.

وبهذا یظهر لک وجه الترتیب فی الأفضلیة إذ لا نزاع فی أن الإیمان أفضل مطلقا ثم الجهاد إذ لا یکون عادة إلا مع الاجتهاد فی العبادة وزیادة الرغبة فی الآخرة بالسعی إلی وسیلة سعادة الشهادة، ثم الحج الجامع بین العبادة البدنیة والمالیة، ومفارقة الوطن المألوف وترک الأهل والولد وغیر ذلک علی الوجه المعروف أو یقال ذکره -صلی الله علیه وسلم -علی ترتیب فرضیتها فوجب الجهاد بعد الإیمان ثم فرض الحج تکملة للأرکان قال تعالی :(الیوم أکملت لکم دینکم) (المائدة)(مرقاة المفاتیح، ج۵ص ۱۷۴۱، کتاب المناسک)

حضرت عائشہ بنتِ طلحہ رحمہا اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا، أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، نَرَى الْجِهَادَ أَفْضَلَ الْعَمَلِ، أَفَلاَ نُجَاهِدُ؟ قَالَ: لاَ، لٰكِنَّ أَفْضَلَ الْجِهَادِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ (بخاری) [1]

ترجمہ: امُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! ہم جہاد کو افضل عمل سمجھتے ہیں، تو کیا ہم جہاد نہ کریں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، لیکن افضل جہاد ''حجِ مبرور'' ہے (بخاری)

اور حضرت عائشہ بنتِ طلحہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَخْبَرَتْنِيْ عَائِشَةُ أُمُّ الْمُؤْمِنِيْنَ أَنَّهَا قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلاَ نَخْرُجُ وَنُجَاهِدُ مَعَكَ، فَإِنِّيْ لاَ أَرٰى عَمَلًا فِي الْقُرْآنِ أَفْضَلَ مِنَ الْجِهَادِ؟ قَالَ: لاَ، إِنَّ لٰكِنَّ أَحْسَنَ الْجِهَادِ، حَجُّ الْبَيْتِ حَجٌّ مَبْرُوْرٌ (صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٣٧٠٢، كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة) [2]

ترجمہ: مجھے اُمُّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتلایا کہ انہوں نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے رسول! کیا ہم آپ کے ساتھ جہاد وغیرہ کے لئے نہ نکلا کریں؟ اس لئے کہ میں نے قرآن میں جہاد سے زیادہ افضل عمل نہیں دیکھا۔

---

[1] رقم الحديث ١٥٢٠، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور.

[2] فى حاشية ابنِ حبان: إسناده صحيح على شرط الشيخين، جرير :هو ابن عبد الحميد. وأخرجه النسائى ٥/١١٤، ١١٥ فى الحج :باب فضل الحج، عن إسحاق بن إبراهيم، عن جرير، بهذا الإسناد. وأخرجه أحمد ٦/٧١-٧٩، والبخارى ١٥٢٠ فى الحج :باب فضل الحج المبرور، و ١٨٦١ فى جزاء الصيد :باب حج النساء، و٢٧٨٤ فى الجهاد :باب فضل الجهاد والسير، و ١٨٧٦ باب حج النساء، وابن ماجه ٢٩٠١ فى المناسك :باب الحج جهاد النساء، وابن خزيمة ٣٠٧٤، والبيهقى ٤/٣٢٦، والبغوى ١٨٤٨ من طرق عن حبيب بن أبى عمرة، به. وأخرجه عبد الرزاق ٨٦١١، والبخارى ٢٨٧٥ و ٢٨٧٦ فى الجهاد :باب جهاد النساء، والبيهقى ٤/٣٢٦ من طريق سفيان الثورى، عن معاوية بن إسحاق، عن عائشة بنت طلحة، به.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں! بے شک تمہارے لئے بہترین جہاد بیت اللہ کا حج کرنا ہے، جو کہ حجِ مبرور ہو (ابنِ حبان)

خواتین پر صنفِ نازک ہونے کی وجہ سے عام حالات میں جہاد فرض نہیں، اس لئے اُن کے لئے حجِ مبرور کو بہترین جہاد قرار دیا گیا ہے۔

بعض احادیث میں عورت کے علاوہ بوڑھے اور ضعیف کے لیے بھی حج کو جہاد قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جِهَادُ الْكَبِيْرِ، وَالصَّغِيْرِ، وَالضَّعِيْفِ، وَالْمَرْأَةِ: اَلْحَجُّ، وَالْعُمْرَةُ (سنن نسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھے اور بچے اور ضعیف اور عورت کا جہاد، حج اور عمرہ کرنا ہے (نسائی)

اور حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلْحَجُّ جِهَادُ كُلِّ ضَعِيْفٍ (سنن ابنِ ماجہ) [2]

---

[1] رقم الحديث ٢٦٢٦، كتاب مناسک الحج، باب فضل الحج، واللفظ لهٔ، المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ٨٧٥١.

قال المنذری: رواه النسائی بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج٢ص١٠٥)

[2] رقم الحديث ٢٩٠٢، كتاب المناسک، باب الحج جهاد النساء، واللفظ لهٔ، مسند الطيالسی، رقم الحديث ١٧٠٤.

قال العجلونی:

ورجاله رجال الصحيح غير أن أبا جعفر منهم لا يعرف له سماع عن أم سلمة وأن أدرک ست سنين من حياتها، إذ مولده سنة ست وخمسين وموتها سنة اثنتين وستين على الراجح، وله شاهد عند القضاعی عن علی رفعه، وفيه وجهاد المرأة حسن التبعل، لكن فيه ابن لهيعة، وعلق البخاری عن عمر شدوا الرحال فی الحج فإنه أحد الجهادين، قال فی المقاصد وتساهل الصغانی فأدرجه فی الموضوعات (كشف الخفاء ومزيل الالباس، تحت رقم الحديث ١١١٣)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج ہر ضعیف (وکمزور) شخص کا جہاد ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنِّيْ جَبَانٌ، وَإِنِّيْ ضَعِيْفٌ، قَالَ: هَلُمَّ إِلٰى جِهَادٍ لَا شَوْكَةَ فِيْهِ، اَلْحَجُّ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ٢٩١٠، ج٣ص١٣٥، واللفظ لهٗ، المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٤٢٨٧) ١

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اُس نے کہا کہ میں کم ہمت اور ضعیف ہوں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ایسے جہاد کی طرف آیئے، جس میں طاقت (وقتال) کی ضرورت نہیں، جو کہ حج ہے (معجم کبیر طبرانی)

ایک اور سند سے بھی اسی قسم کی حدیث مروی ہے۔ ٢

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

---

١ قال المنذری:

رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط ورواته ثقات وأخرجه عبد الرزاق أیضا (الترغیب والترهیب، ج٢ص١٠٤)

وقال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الکبیر والأوسط، ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، ج٣ص٢٠٦)

٢ عن عثمان بن أبی سلیمان، عن جدته أم أبیه، قالت: جاء رجل إلی النبی صلی الله علیه وسلم فقال: إنی أرید الجهاد فی سبیل الله، فقال: ألا أدلک علی جهاد لا شوکة فیه؟ قلت: بلی، قال: حج البیت (المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث ٧٩٢؛ سنن سعید بن منصور، رقم الحدیث ٢١٦٦)

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الکبیر، وفیه الولید بن أبی ثور؛ ضعفه أبو زرعة وجماعة، وزکاه شریک (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ٥٢٥٨، باب الحث علی الحج)

وقال المناوی:

وَإِسْنَاده حسن (التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ج١، ص٣٩٧)

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَفْدُ اللّٰہِ ثَلَاثَۃٌ اَلْغَازِیُ وَ الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ (سنن نسائی) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے وفد تین ہیں، ایک غازی (یعنی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا) دوسرے حج کرنے والا، تیسرے عمرہ کرنے والا (نسائی؛ ابنِ حبان)

اللہ تعالیٰ کے وفد ہونے سے مراد، اللہ کے نزدیک ان کا قابلِ اکرام اور قابلِ تعظیم ہونا ہے۔ ؎۲

حضرت معقل کی والدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

فَإِنَّ الْحَجَّ سَبِیْلُ اللّٰہِ (المعجم الکبیر للطبرانی) ؎۳

ترجمہ: پس بے شک حج اللہ کا راستہ ہے (طبرانی، ابوداؤد)

اس حدیث سے حج کا اللہ کا راستہ ہونا معلوم ہوا، اور اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا دوسری احادیث میں عظیم ثواب بتلایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت خریم بن فاتک رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

؎۱ رقم الحدیث ۲۶۲۵، کتاب مناسک الحج، باب فضل الحج، السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۳۵۹۱، صحیح ابنِ حبان، رقم الحدیث ۳۶۹۲، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۱۶۱۱.

قال الحاکم: ھذا حدیث صحیح علی شرط مسلم، ولم یخرجاہ.

قال شعیب الارنؤوط: حدیث صحیح، إسنادہ علی شرط مسلم، رجالہ رجال الشیخین غیر مَخْرَمَۃَ بن بکیر بن عبد اللہ بن الأشج، فمن رجال مسلم (حاشیۃ ابنِ حبان)

؎۲ (وعنہ) أی عن أبی ہریرۃ (قال سمعت رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم- یقول: وفد اللہ ثلاثۃ) أی ثلاثۃ أشخاص أو أجناس (الغازی) أی المجاھد مع الکفار لإعلاء الدین، (والحاج والمعتمر) المتمیزون عن سائر المسلمین بتحمل المشاق البدنیۃ، والمالیۃ، ومفارقۃ الأھلین، وفی النہایۃ الوفد القوم یجتمعون ویردون البلاد، أو یقصدون الرؤساء للزیارۃ، أو استرفادا وغیر ذلک، والحاصل أنھم قوم معظمون عند الکرماء، ومکرمون عند العظماء، تعطی مطالبھم وتقضی مآربھم (مرقاۃ المفاتیح، ج۵ص ۱۷۵۵، کتاب المناسک)

؎۳ رقم الحدیث ۵۵۱، ج۲۰ص ۲۳۴، واللفظ لہ، سنن ابی داوٗد، رقم الحدیث ۱۹۸۹.

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰـهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَنْفَقَ نَفَقَةً فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كُتِبَتْ لَهٗ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ (سنن الترمذی) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کیا تو اس کے لئے سات سو گنا اجر وثواب لکھا جائے گا (ترمذی)

اور حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَلنَّفَقَةُ فِى الْحَجِّ كَالنَّفَقَةِ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِسَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٠٠٠) ؎۲

؎۱ رقم الحديث ١٦٢٥، ابواب فضائل الجهاد، باب ما جاء فی فضل النفقة فی سبيل الله.
قال الترمذی: وفی الباب عن أبی هريرة وهذا حديث حسن. إنما نعرفه من حديث الركين بن الربيع.

؎۲ فی حاشية مسند احمد:
حسن لغيره، وهذا إسناد ضعيف، أبو زهير -وهو حرب بن زهير الضُّبَعی -لم يرو عنه غير عطاء بن السائب ومحمد بن أبی إسماعيل السلمی، وترجم له البخاری وابن أبی حاتم ولم يأثرا فيه جرحاً ولا تعديلاً، وذكره ابن حبان فی "الثقات"، وقد اختلف عليه فی إسناده ومتنه، وعطاء بن السائب اختلط، وقد اختلف عليه أيضاً كما سيأتی بيانه. أبو عوانة: هو الوضّاح بن عبد الله اليشكری.
وأخرجه البخاری تعليقاً فی "التاريخ الكبير ٣/٦٣-٦٤" وابن أبی عاصم فی "الجهاد (٧٦)" والبيهقی فی "السنن ٤/٣٣٢" من طريق يحيی بن حماد، ومسدد فی "مسنده" كما أشار إليه البوصيری فی "إتحاف الخيرة (٣١٨٥)" ومن طريقه أورده البخاری فی "التاريخ ٣/٦٣-٦٤" كلاهما (يحيی بن حماد ومسدد) عن أبی عوانة الوضاح بن عبد الله، بهذا الإسناد. ولم يسق البخاری لفظه، وقال البيهقی فی روايته" :سبعين ضعفاً "بدل "سبع مئة ضعف."
وأخرجه البخاری تعليقاً ٣/٦٣، والبيهقی فی "الشعب (٤١٢٥)" وابن عساكر فی "الأربعين فی الحث علی الجهاد" من طريق منصور بن أبی الأسود، والبخاری تعليقاً ٣/٦٣، والبيهقی فی "شعب الإيمان (٤١٢٤)" من طريق أبی حمزة محمد بن ميمون السُّكری، كلاهما عن عطاء بن السائب، به. ولم يسق البخاری لفظه، وقال البيهقی فی روايته فی الموضع الأول " :الدرهم بسبع مئة" وفی الثانی" :مئة ضعف "بدل قوله" :بسبع مئة ضعف. "
قلنا :كذا رواه أبو عوانة ومنصور بن أبی الأسود وأبو حمزة السكری فقالوا :عن عطاء بن السائب، عن أبی زهير حرب بن زهير، عن عبد الله بن بريدة، عن أبيه، عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.
وخالفهم إبراهيم بن طهمان عند البخاری فی "تاريخه الكبير" معلقاً ٣/٦٤، فقال :عن عطاء بن السائب، عن عبد الله بن زهير، عن النبی صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ولم يسق لفظه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حج میں خرچ کرنا ایسا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرنا سات سو گنا (فضیلت کا باعث ہے) (مسند احمد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وخالفهم حماد بن سلمة أيضاً، واختلف عليه:

فرواه هدبة بن خالد، عنه عند ابن أبي عاصم في "الجهاد(٧٥)"فقال :عن عطاء بن السائب، عن محمد بن زهير، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ورواه كامل بن طلحة، عنه عند علي بن سعيد العسكري في "الصحابة "وأبي موسى المديني في "الذيل "كما في "الإصابة "لابن حجر ١٨٨/٥ـ١٨٩، فقال :عن عطاء بن السائب، عن عبد الله بن زهير، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

وخالفهم علي بن عاصم عند ابن منده في "الصحابة "كما في "الإصابة١٨٩/٥ "فقال :عن عطاء بن السائب، عن زهير بن عبد الله، عن أبيه، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .ولم يسق لفظه .

وخالفهم موسى بن أعين أيضاً، واختلف عليه:

فرواه يحيى بن رجاء ، عنه عند ابن الأعرابي في "معجمه(١٩٩)"فقال :عن عطاء بن السائب، عن زهير، عن علقمة، عن سليمان بن بريدة، عن أبيه، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

ورواه المعافى بن سليمان، عنه عند الطبراني في "الأوسط(٥٢٧٠)"والبيهقي في "شعب الإيمان (٤١٢٦) "فقال :عن عطاء بن السائب، عن علقمة ابن مرثد، عن سليمان بن بريدة، عن أبيه، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بإسقاط "زهير "من إسناده .

هذه حاصل الاختلافات التي وقعت لنا في حديث عطاء بن السائب .ورواه محمد بن أبي إسماعيل السلمي، عن حرب بن زهير، واختلف عليه:

فرواه عبد الرحمن بن مَغْراء ، عنه، واختلف عليه أيضاً :فرواه يوسف بن موسى، عنه، عند البزار (١٦٦٤ـكشف الأستار) ، فقال :عن محمد بن أبي إسماعيل، عن حرب بن زهير، عن أنس بن مالك موقوفاً، قال :النفقة في سبيل الله تضاعف سبع مئة ضعف .

ورواه عبد الرحمن بن مغراء عند البخاري في "التاريخ الكبير "معلقاً ٦٣/٣، فقال :عن محمد بن أبي إسماعيل السلمي، عن حرب بن زهير، عن يزيد بن زهير الضبعي، عن أنس بن مالك مرفوعاً : "النفقة في سبيل الله تضاعف سبع مئة ضعف . "قلنا :ويزيد بن زهير الضبعي تفرد بالرواية عنه حرب بن زهير، وترجم له البخاري وابن أبي حاتم، ولم يذكرا فيه جرحاً ولا تعديلاً، ولم يذكره غير ابن حبان في "الثقات "فهو في عداد المجهولين .

ورواه محمد بن بشر، عن محمد بن أبي إسماعيل السلمي، واختلف عليه أيضاً في متن الحديث:

فرواه علي ابن المديني، عنه، عند البخاري في "التاريخ الكبير٦٣/٣ "فقال :عن محمد بن أبي إسماعيل، عن حرب بن زهير، عن يزيد بن زهير الضبعي، عن أنس بن مالك، عن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ" :النفقة في سبيل الله تضاعف سبع مئة ضعف. "

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان احادیث سے حج کا اللہ کا راستہ ہونا، اور حج کے لیے خرچ کرنے کے عظیم الشان فضائل کا ہونا معلوم ہوا۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَـا أَمْعَرَ حَاجٌّ قَطُّ قِيْلَ لِجَابِرٍ :مَا الْإِمْعَارُ؟ قَالَ:مَا افْتَقَرَ (المعجم الأوسط للطبراني) لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ورواه الحسين بن عبد الأول، عنه عند الطبراني في "الأوسط(۵۶۹۰)"فقال :عن محمد بن أبي إسماعيل، عن حرب بن زهير، عن يزيد الضبعي، عن أنس بن مالك مرفوعاً .ولفظه" :الحج سبيل الله، النفقة فيه الدرهم بسبع مئة. "

قلنا :ومع هذا الاضطراب الحاصل فيه، فإن في الباب ما يقويه ويحسنه، فقد سلف من حديث أبي هريرة برقم(۹۷۱۴)أن النبي صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قال " :كل عمل ابن آدم يضاعف الحسنة بعشر أمثالها إلى سبع مئة ضعف، إلى ما شاء الله "وهو في "صحيح مسلم. "

وأخرج ابن أبي حاتم في "تفسيره "في تفسير الآية(۲۶۱)من سورة البقرة من طريق شَبيب بن بِشْر، عن عكرمة، عن ابن عباس في قول الله تعالى :(مَثَلُ الَّذِينَ يُنفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِي كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِئَةُ حَبَّةٍ وَاللَّهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَشَاءُ) . قال ابن عباس :نفقة الحج والجهاد سواء ، الدرهم سبع مئة، لأنه في سبيل الله .قلنا :وهذا إسناد ضعيف من أجل شبيب بن بِشْر البَجَلي، فهو ضعيف الحديث .

وسيأتي من حديث أُمِّ مَعْقِل الأسدية(۶/۳۷۵)وفيه أنها قالت :يا رسول الله، إن عليَّ حَجَّةً وإن لأبي مَعْقِل بَكْراً، قال أبو معقل :صَدَقَتْ، جعلتُه في سبيل الله، قال " :أَعطِها، فلتَحُجَّ عليه، فإنه في سبيل الله "وهو حديث صحيح، وقد ذكرنا بقية شواهده هناك .

لے رقم الحديث ۵۲۱۳، ج۵ص ۲۴۵، باب الميم،واللفظ لهٗ،كشف الاستار عن زوائد البزار، رقم الحديث ۱۰۸۰ ، شعب الايمان للبيهقي، رقم الحديث ۳۸۳۹.

قال المنذري:

رواه الطبراني في الأوسط والبزار ورجاله رجال الصحيح(الترغيب والترهيب، ج۲ص ۱۱۳)

وقال الهيثمي:

رواه الطبراني في الأوسط والبزار، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد ج۳ص۲۰۸)

وقال الحويني:

قال البزار ":تفرد به محمد بن أبي حميد ، وعنه أحاديث لا يتابع عليها ، ولا أحسب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: حاجی کبھی اِمعار کا شکار نہیں ہوتا؛ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا گیا کہ ''امعار'' کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ فقر وفاقہ میں مبتلا نہیں ہوتا (طبرانی)

امام عبدالرزاق نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ارشاد ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

مَا أَمْعَرَ حَاجٌّ قَطُّ يَقُوْلُ: مَا افْتَقَرَ (مصنف عبدالرزاق) [1]

ترجمہ: حاجی کبھی فقر وفاقہ میں مبتلا نہیں ہوتا (عبدالرزاق)

اور حضرت صفوان بن سلیم سے مرسلاً روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

حُجُّوْا تَسْتَغْنُوْا (مصنف عبدالرزاق) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذلک من تعمده ، ولکن من سوء حفظه ، فقد روی عنه أهل العلم . "

قُلْتُ :رضی الله عنک !

فلم یتفرَّد به محمد بن أبی حمید ، فقد تابعه محمد بن زید ، عن ابن المنکدر بسنده سواء .و زاد " :ما الإمعار ؟ قال :ماافتقر . "أخرجه الطبرانی فی "الأوسط "قال : حدثنا محمد بن الفضل السقطی ، قال حدثنا سعید بن سلیمان، قال :حدثنا شریک النخعی ، عن محمد بن زید .قال الطبرانیّ ":لم یرو هذا الحدیث عن محمد بن المنکدر ، الا محمد بن زید " قُلْتُ :رضی الله عنک !ورواية البزار تردُّ ما قلت .وأیضاً :فرواه عبد الله بن محمد بن المنکدر ، عن أبیه بسنده سواء .أخرجه ابنُ عساکر فی "تاریخه "(ج۵/ق۲۵۷)من طریق محمد بن المثنی ، ثنا محمد بن خالد بن عثمة ، عن عبد الله بن محمد بن المنکدر .ونقل ابن عساکر عن ابن الأنباری قال : "معناهُ :ما افتقر حاجٌّ قطُّ ، وأصلهُ من قولهم :مکانٌ أمعر ، إذا ذهب نباتُهُ . "قُلْتُ : وعبد الله بن محمد بن المنکدر لم أجد له ترجمة .وقال المنذری فی "الترغیب " (۲/۱۸۰) "رجال البزار رجال الصحیح ." قُلْتُ :رضی الله عنکما !ومحمد بن أبی الحمید لم یخرج له الشیخان ولا أحدهما شیئاً قطُّ ، لا أصلاً ولا متابعةً ولو قصدا رجال الطبرانی فی "الأوسط "، لکان أقرب ، فإنَّ الطبرانی رواه من طریق سعید بن سلیمان قال :نا شریک النخعی ، عن محمد بن زید ، عن ابن المنکدر ، عن جابرٍ وسعید بن سلیمان ، هو المعروف ب "سعدویة "من رجال الصحیحین . وشریک النخعی أخرج له مسلمٌ متابعةً ، ومحمد بن زید هو ابن المهاجر بن قنفذ ، أخرج له مسلم(کتاب تنبیه الهاجد ج ۱ ص ۲۵۱ ،تحت رقم الحدیث ۲۰۱)

[1] رقم الحدیث ۸۸۱۸، کتاب المناسک، باب فضل الحج.

[2] رقم الحدیث ۸۸۱۹، کتاب المناسک، باب فضل الحج.

ترجمہ: تم حج کرو غنی (یعنی مالدار) ہو جاؤ گے (عبدالرزاق)

مطلب یہ ہے کہ جس کا حج مبرور واقع ہوا ہو، وہ فقر وفاقہ میں مبتلا نہیں ہوگا اور اگر کوئی حاجی اس میں مبتلا ہو جائے تو اس کی وجہ یہ ہوگی کہ اس نے حج کی ادائیگی میں کوتاہیاں کی ہوں گی اور حج کو شریعت کے پسندیدہ طریقہ پر ادا نہیں کیا ہوگا۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ حَاجًّا فَمَاتَ کُتِبَ لَہٗ أَجْرُ الْحَاجِّ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، وَمَنْ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَمَاتَ کُتِبَ لَہٗ أَجْرُ الْمُعْتَمِرِ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ، وَمَنْ خَرَجَ غَازِیًا فَمَاتَ کُتِبَ لَہٗ أَجْرُ الْغَازِیْ إِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ (المعجم الأوسط للطبرانی) [2]

---

[1] (حجوا تستغنوا) بغناء الله تعالى بأن يبارك لكم فيما رزقكم (وسافروا تصحوا) فإن السفر مصحة للبدن وزاد الديلمی فی روایته وتناکحوا تکثروا فإنی مباهی بکم الأمم

(عب عن صفوان بن سلیم) بضم المیم وفتح اللام (مرسلا) ظاهر صنیع المصنف أنه لم یقف علیه متصلا لأحد وإلا لما اقتصر علی روایة إرساله وهو عجب فقد رواه فی مسند الفردوس من حدیث ابن عمر (فیض القدیر للمناوی، تحت رقم الحدیث ۳۶۸۶، جزء۳ صفحه ۳۷۶)

[2] رقم الحدیث ۵۳۲۱، ج۵ ص ۲۸۲، باب المیم؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحدیث ۶۳۵۷.

قال الهیثمی:

رواه أبو یعلی وفیه ابن إسحاق وهو مدلس، وبقیة رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحدیث ۹۴۵۶)

وقال الالبانی:

قلت: وقد وجدت له إسنادا آخر عن اللیثی، فقال یحیی بن صاعد فی "مجلسان من الأمالی (ق۲/۵۱) "حدثنا عمرو بن علی قال: أخبرنا أبو معاویة الضریر قال: حدثنا هلال بن میمون الفلسطینی عن عطاء بن یزید اللیثی به. وأخرجه أبو نعیم فی "أخبار أصبهان(۲/۲۱) "من طریق ابن صاعد به، لکنه قال": الواسطی "بدل "الفلسطینی"، وهو خطأ من الناسخ أو الطابع. قلت: وهذا إسناد جید رجاله کلهم ثقات رجال الشیخین غیر هلال بن میمون الفلسطینی، وثقه ابن معین وابن حبان، وقال النسائی: لیس به بأس. وأما أبو حاتم فقال ": لیس بالقوی، یکتب حدیثه (سلسلة الأحادیث الصحیحة وشیء من فقهها وفوائدها، تحت رقم الحدیث ۲۵۵۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہوجائے، اس کے لئے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص عمرہ کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہوجائے، اس کے لیے قیامت تک عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص جہاد کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہوجائے اس کے لئے قیامت تک مجاہد کا ثواب لکھا جائے گا (طبرانی، ابویعلیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کے سفر پر جائے، اور پھر وہ فوت ہوجائے، تو وہ تا قیامت حج وعمرہ کے ثواب کو پاتا رہے گا۔ [1]

”حج“ اللہ اور موت کی محبت کا مظہر

نماز، روزے، اور زکاۃ وغیرہ کے مقابلہ میں حج میں ایک خاص بات ایسی ہے کہ جو دوسری عبادتوں میں نہیں پائی جاتی۔

اور وہ یہ ہے کہ دوسری عبادتوں کے کاموں میں تو کچھ عقلی حکمتیں ومصلحتیں بھی سمجھ میں آتی

---

[1] (وعن أبي هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من خرج حاجا أو معتمرا أو غازيا) أي قاصدا للغزو، (ثم مات في طريقه) أي قبل العمل (كتب الله له أجر الغازي والحاج والمعتمر) لقوله تعالى :(ومن يخرج من بيته مهاجرا إلى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع أجره على الله) قيل فمن قال إن من وجب عليه الحج وأخره ثم قصد بعد زمان فمات في الطريق كان عاصيا، فقد خالف هذا النص، وذكره الطيبي وفيه بحث، إذ ليس نص في الحديث على مطلوبه فإنه مطلق، فيحمل على ما إذا خرج حاجا في أول ما وجب عليه وخرج أهل بلده للحج، أو على ما إذا تأخر لحدوث عارض من مرض أو حبس أو عدم أمن في الطريق ثم خرج فمات فإنه يموت مطيعا، وأما إذا تأخر من غير عذر حتى فاته الحج فإنه يكون عاصيا بلا خلاف عندنا، على اختلاف في أن وجوب الحج على الفور أو التراخي، والصحيح هو الأول ومع هذا يمكن أن نقول له أجر الحاج في الجملة فإن الله لا يضيع أجر من أحسن عملا، ولا مانع من أن يكون عاصيا من وجه، ومطيعا من وجه، والله ولي التوفيق.

ثم رأيت ابن حجر اعترض عليه بأن هذا من سوء أدبه على إمامه الشافعي وأهل مذهبه، وعلى مالك وغيره من بقية علماء السلف وفضلاء الخلف رحمهم الله تعالى (رواه البيهقي في شعب الإيمان)(مرقاةُ المفاتيح، ج۵ ص ۱۷۵۵، كتاب المناسك)

ہیں، مگر حج کے کاموں میں محبوبانہ شان پائی جاتی ہے، سِلے ہوئے کپڑوں کے بجائے ایک کفن نُما لباس پہن لینا، ننگے سر رہنا، حجامت نہ بنوانا بلکہ جسم کے کسی حصے کے بھی بال نہ کاٹنا، ناخن نہ ترشوانا، بالوں میں کنگھا نہ کرنا، تیل نہ لگانا، خوشبو کا استعمال نہ کرنا، جسم سے میل کچیل صاف نہ کرنا، بلکہ جوں تک نہ مارنا، کسی خشکی کے جانور کا شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا، پکار پکار کر لبیک کہتے پھرنا، بیت اللہ کے گرد مستانہ وار چکر کاٹنا، حجرِ اسود کو چومنا، بیت اللہ کے در و دیوار سے چمٹنا اور آہ وزاری کرنا، صفا و مروہ کے چکر لگانا۔

پھر مکہ شہر سے نکل کر منیٰ، کبھی عرفات اور کبھی مزدلفہ کے صحراؤں اور میدانوں میں جا پڑنا، تپتی ہوئی دھوپ اور گرمی میں پھرنا، جمرات پر بار بار کنکریاں مارنا وغیرہ وغیرہ، یہ سارے اعمال وہی ہیں جو انتہائی محبت رکھنے والوں سے سرزد ہوا کرتے ہیں۔

حج کے اعمال میں انسان کو عملی طور پر سادگی اختیار کرنے اور تکلفات، تکبر، نمود ونمائش چھوڑنے اور موت کی تیاری کا سبق دیا جاتا ہے۔

اور اسی وجہ سے حج کے سارے ارکان واعمال تکبر و بڑائی کے دشمن اور ان کو ختم کرنے والے ہیں۔

دور دراز کا سفر اختیار کرنا، رشتہ دار اور دوست احباب کو چھوڑ دینا، نفس پروری، اور سستی و کاہلی کا دور ہو جانا اور احرام پہن کر کفن اور اپنی موت کا یاد آ جانا، اور اس کے نتیجہ میں دنیا کی محبت کا دل سے نکل جانا اور اس کے مقابلے میں آخرت سے محبت کا ہو جانا، یہ سب چیزیں اخلاص کے ساتھ صحیح طور پر حج کرنے سے حاصل ہو جاتی ہیں۔

اس اعتبار سے حج کا عمل دوسرے اعمال کے مقابلہ میں ایک خاص امتیازی شان رکھتا ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ حج، اللہ تعالیٰ اور آخرت کی محبت کا بہت بڑا مظہر ہے۔

حجِ مبرُور کیا ہے؟

کئی احادیث میں حج کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حجِ مبرور کی قید لگائی گئی ہے۔

اور مبرور کا لفظ دراصل عربی کے لفظِ ''بِر'' سے بنا ہے، اور ''بِر'' بھلائی اور خیر کو کہتے ہیں، تو

مبرور کے لغت میں معنیٰ بھلائی اور خیر والی چیز کے اور حجِ مبرور کے لغوی معنیٰ ایسے حج کے ہوئے کہ جو خیر اور بھلائی والا ہو۔

اس اعتبار سے جو چیز نیکی اور طاعت والی ہو، اور اس میں گناہ والی بات نہ ہو، اس کو بھی مبرور کہا جاتا ہے۔ [1]

حجِ مبرور کسے کہتے ہیں؟

تو اس سلسلہ میں قرآن واحادیث میں غور کر کے محدثین واہلِ علم حضرات نے حجِ مبرور کے مندرجہ ذیل معنیٰ بیان کئے ہیں:

نمبر۱......حجِ مبرور وہ ہے کہ جس کے ساتھ کوئی گناہ شامل وداخل نہ ہو، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ مبرور ''بر'' سے بنا ہے اور ''بر'' کے معنیٰ طاعت کے ہیں اور طاعت گناہ کی ضد ہے۔

اس کے علاوہ سورہ بقرہ کی آیت میں اللہ تعالیٰ نے حج میں فسوق اور گناہوں کی نفی فرمائی ہے۔ [2]

مزید یہ کہ کئی احادیث وروایات میں حج کی فضیلت کو بیان کرتے ہوئے گناہوں سے بچنے کی صاف قید لگی ہوئی ہے۔

نمبر۲......حجِ مبرور وہ ہے کہ جس کے بعد گناہ نہ ہو (اور حج سے پہلے گناہوں سے سچی

---

[1] (باب فضل الحج المبرور)أی :هـذا باب فی بیان فضل الحج المبرور أی :المقبول، قاله ابن خالویه، وقال غیره :الحج المبرور الذی لا یخالطه شیء من المأثم، وهو من البر وهو اسم جامع للخیر، یقال :بر عمله وبر عمله، بفتح الباء وضمها، بریرا وبرورا، وأبره الله تعالى .قال الفراء :بر حجة، فإذا قالوا :أبر الله حجک قالوه بالألف .وقال ثعلب :بر حجک لأن العامة تقول :بر حجک، بفتح الباء ، یجعلون الفعل للحج، وإنما الحج مفعول به مبرور ولیس ببار، وحکى أبو عبید واللحیانی وابن التیانی وأبو المعانی وأبو نصر فی آخرین :بر، بفتح الباء (عمدة القاری، ج۹ص ۱۳۳،باب فضل الحج المبرور)

[2] اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ، فَمَنْ فَرَضَ فِيْهِنَّ الْحَجَّ فَلَارَفَثَ وَلَافُسُوْقَ وَلَاجِدَالَ فِی الْحَجِّ (سورہ بقرہ آیت نمبر ۱۹۷)

توبہ کرلی ہو ورنہ حج کے ذریعہ گناہوں سے پاک وصاف ہونے کا پورا مقصد حاصل نہ ہوگا)

نمبر۳...... حج مبرور وہ ہے کہ جس میں کسی قسم کا دکھلاوا اور نام ونمود نہ ہو، بلکہ اخلاص اور اللہ کی رضاء کے لیے حج کیا گیا ہو۔ [1]

اور اگرچہ ان میں سے پہلے معنیٰ کو بعض حضرات نے راجح اور مضبوط قرار دیا ہے۔

لیکن درحقیقت ان تینوں معنیٰ میں باہم کوئی ٹکراؤ نہیں، اس لئے کہ آخر کے دونوں معنیٰ پہلے معنیٰ میں داخل ہیں اور پہلے معنیٰ ان دونوں کو شامل ہیں، کیونکہ ایسا حج کہ جس کے ساتھ کوئی گناہ شامل اور داخل نہ ہو، اس میں نام ونمود سے بچنا اور توبہ واستغفار اور آئندہ گناہوں سے پرہیز بھی داخل ہے۔

اور بعض حضرات نے مقبول اور مبرور دونوں کو ایک ہی معنیٰ میں مراد لیا ہے، اور مقبول حج کی جو پہچان وعلامت بتلائی گئی ہے، اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ مقبول اور مبرور دونوں ہم معنیٰ ہیں۔

اور یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ مبرور ایک باطن اور حقیقت ہے اور مقبول اس کی صورت اور ظاہر ہے کہ مقبول سے مبرور ہونے کو پہچانا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] عن أنس بن مالک، قال :حج النبی صلی الله علیه وسلم علی رحل، رث، وقطیفة تساوی أربعة دراهم، أو لا تساوی، ثم قال :اللهم حجة لا رياء فيها، ولا سمعة(ابنِ ماجه، رقم الحديث ٢٨٩٠)

عن ابن عباس قال :غدا رسول الله صلی الله عليه وسلم يوم عرفة من منى، فلما انبعثت به راحلته، وعليها قطيفة قد اشتريت بأربعة دراهم قال :اللهم اجعلها حجة مبرورة، لا رياء فيها، ولا سمعة(المعجم الأوسط، رقم الحديث ١٣٧٨؛ أخبار مكة للفاكهی، رقم الحديث ٨٥٥)

[2] قوله :(والحج المبرور) ، المبرور من :بره إذا أحسن إليه ثم قيل :بر الله عمله، إذا قبله كأنه أحسن إلى عمله بأن قبله ولم يرده .واختلفوا فی المراد بالحج المبرور، فقيل :هو الذی لا يخالطه شیء من مأثم، وقيل :هو المتقبل، وقيل :هو الذی لا رياء فيه ولا سمعة ولا رفث ولا فسوق، وقيل : الذی لم يتعقبه معصية، وقد ورد تفسير الحج المبرور بغير هذه الأقوال، وهو ما روى محمد بن المنكدر عن جابر عن النبی صلی الله عليه وسلم (قال :الحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اورحجِ مبرور کی پہچان یہ ہے کہ اپنے حج سے اس طرح واپس آئے کہ اس کا دل دنیا کی محبت سے فارغ اورآخرت کی طرف راغب ہو، اورحج کرنے کے بعد نیکیوں کے کرنے اور برائیوں سے بچنے کے سلسلے میں اس حالت سے بہتر حالت ہوجائے جو حالت حج سے پہلے تھی۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾فقيل :يا رسول الله! ما بر الحج؟ قال :إفشاء السلام وإطعام الطعام) . وفى رواية فيه بدل (إفشاء السلام :وطيب الكلام) ، وفى رواية :(ولين الكلام) وهو فى (مسند) أحمد. قوله :(ليس له جزاء إلا الجنة) أى :لا يقصر لصاحبه من الجزاء على تكفير بعض ذنوبه، بل لا بد أن يدخل الجنة(عمدة القارى، ج١٠ ص١٠٩، أبواب العمرة،وجوب العمرة وفضلها)

(والحج المبرور) هو الذى لا رياء فيه ولا رفث ولا فسوق، ويكون بمال حلال والله أعلم (شرح صحيح البخارى لابن بطال، ج۴، ص۴۳۵، أبواب العمرة،وجوب العمرة وفضلها)

(حج مبرور) مقبول أو لم يخالطه إثم أو لا رياء فيه أو لا تقع فيه معصية .وفى حديث جابر عند أحمد بإسناد فيه ضعف قالوا :يا رسول الله ما بر الحج؟ قال " :إطعام الطعام وإفشاء السلام (إرشاد السارى لشرح صحيح البخارى، ج۳ص۹۶، كتاب الحج، باب فضل الحج المبرور)

(حجة مبرورة) أى مقبولة أو لم يخالطها إثم من الإحرام إلى التحلل الثانى أو لا رياء فيها أقوال رجح النووى ثانيها (فيض القدير للمناوى، تحت رقم الحديث ۱۲۳۹)

قال ابن خالويه المبرور المقبول وقال غيره الذى لا يخالطه شيء من الإثم ورجحه النووى وقال القرطبى الأقوال التى ذكرت فى تفسيره متقاربة المعنى وهى أنه الحج الذى وفيت أحكامه ووقع موقعا لما طلب من المكلف على الوجه الأكمل والله أعلم وقد تقدم فى ذلك أقوال أخر مع مباحث الحديث الأول فى باب من قال إن الإيمان هو العمل من كتاب الإيمان منها أنه يظهر بآخره فإن رجع خيرا مما كان عرف أنه مبرور ولأحمد والحاكم من حديث جابر قالوا يا رسول الله ما بر الحج قال إطعام الطعام وإفشاء السلام وفى إسناده ضعف فلو ثبت لكان هو المتعين دون غيره (فتح البارى لابن حجر، ج۳ص۳۸۲، باب فضل الحج المبرور)

(والحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة)الاصح الاشهر ان المبرور هوالذى لايخالطه اثم ،ماخوذ من البر وهو الطاعة وقيل هو المقبول،ومن علامة القبول ان يرجع خيرا مماكان ولايعاود المعاصى، وقيل هوالذى لارياء فيه،وقيل الذى لايعقبه معصية وهما داخلان فيما قبلهما(شرح النووى على مسلم ،ج۹ص۱۱۸،۱۱۹،كتاب الحج، باب فضل الحج والعمرة)

۱؎ والمبرور :هو الذى لا يخالطه إثم، ومنه :برت يمينه إذا سلم من الحنث .وقيل :هو المقبول، ومن علامات القبول أنه إذا رجع يكون حاله خيرا من الحال الذى قبله، وقيل :هو الذى لا رياء فيه، وقيل :هو الذى لا تعقبه معصية، وهما داخلان فيما قبلهما، والبر، بالكسر :الطاعة والقبول، يقال: بر حجك، بضم الباء وفتحها لازمين، وبر الله حجك، وأبر الله اى قبله، فله أربعة استعمالات . وقال الأزهرى :المبرور المتقبل، يقال :بر الله حجه يبره اى :تقبله، وأصله من البر، وهو اسم لجماع الخير، وبررت فلانا أبره برا، إذا وصلته وكل عمل صالح بر، وجعل لبيد البر :التقوى،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر اب یہ سمجھنا مشکل نہ رہا کہ حجِ مبرور ومقبول اور حج کے پورے فضائل حاصل کرنے کے لئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ حج کو اخلاص کے ساتھ صحیح طور پر غلطیوں سے بچ کر ادا کیا جائے اور گناہوں سے سچی توبہ کر لی جائے۔

اور گناہوں کی دو قسمیں ہیں:

(۱)......ایک کبیرہ (بڑے) گناہ (۲)......دوسرے صغیرہ (چھوٹے) گناہ۔

صغیرہ گناہ تو حج جیسے نیک اعمال سے بھی معاف ہو جاتے ہیں لیکن کبیرہ گناہوں کے بارے میں اصولی وتحقیقی بات یہ ہے کہ وہ بغیر توبہ وندامت کے معاف نہیں ہوتے اور حقوق العباد حق ادا کئے بغیر یا صاحبِ حق سے معاف کرائے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

اور سچی توبہ کے لئے تین باتوں کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔

(۱)......پہلی یہ کہ گزرے ہوئے گناہوں پر افسوس اور شرمندگی کا ہونا اور ساتھ ہی جن چیزوں کی قضاء ضروری ہے، خواہ وہ اللہ کے حقوق ہوں (جیسے قضاء نمازیں، قضا روزے، زکاۃ، حج، قربانی، صدقۂ فطر، قسم کا کفارہ، جائز منت وغیرہ) ان کو حسبِ قدرت ادا کرنا اور خواہ بندوں کے حقوق ہوں (جیسے قرض و دین، تقسیمِ میراث، کسی بھی قسم کا جانی، مالی نقصان اور ایذاء رسانی وغیرہ) ان کو ممکنہ حد تک ادا کرنے کی کوشش کرنا یا حقدار سے اس کی خوشدلی کا لحاظ کر کے معافی حاصل کرنا۔

(۲)......دوسری یہ کہ اس وقت فوراً ان گناہوں کو چھوڑ دینا اور ان سے الگ ہو جانا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فقال:(وما البر إلا مضمرات من التقى ...وما المال إلا معمرات ودائع)(عمدة القارى، ج ۱، ص ۱۸۸، كتاب الايمان)

والمبرور هوالذى لايخالطه اثم ومنه "برت يمينه" اذا سلم من الحنث وقيل هوالمقبول ومن علامات القبول انه اذا رجع يكون حاله خيرا من حال الذى قبله وقيل هوالذى لارياء فيه وقيل هوالذى لاتتعقبه معصية وهما داخلان فيما قبلهما اه والذى رجحه النووى انه الذى لايخالطه شئى من الاثم وقال القرطبى الاقوال فى تفسيره متقاربة وهى ان الحج الذى وفيت احكامه ووقع موقعا لماطلب من المكلف على الوجه الاكمل حكاه فى الفتح (۳.۲۰۲) والذى يظهرلى ان يفسر الحج المبرور بقوله تعالىٰ فلا رفث ولافسوق ولا جدال فى الحج . فمن كان حجه بهذه الصفة فهوالمبرور ويؤيده حديث الباب (معارف السنن ج ۶ ص ۱۲)

(۳)......تیسری یہ کہ آئندہ کے لئے ان گناہوں کو نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرلینا

(کذافی معارف القرآن ج۲ تحت سورۃ نسآء آیت ۳۱) [1]

اب لاکھوں کی تعداد میں آج کل ذوق وشوق کے ساتھ حج کرنے والے مَرد اور خواتین گزشتہ تفصیل کی روشنی میں اپنے حالات کا جائزہ لے لیں کہ ان کا حج مقبول ومبرور ہے یا نہیں؟

اگر نہیں، تو اس کو مقبول ومبرور بنانے کی کوشش واہتمام کریں۔

---

[1] لأن حد التوبة الرجوع عن الذنب والعزم ان لا يعود إليه والاقلاع عنه والاستغفار بمجرده لا يفهم منه ذلك انتهى وقال غيره شروط التوبة ثلاثة الاقلاع والندم والعزم على ان لا يعود والتعبير بالرجوع عن الذنب لا يفيد معنى الندم بل هو إلى معنى الاقلاع أقرب وقال بعضهم يكفى فى التوبة تحقق الندم على وقوعه منه فإنه يستلزم الاقلاع عنه والعزم على عدم العود فهما ناشئان عن الندم لا أصلان معه ومن ثم جاء الحديث الندم توبة وهو حديث حسن من حديث ابن مسعود أخرجه ابن ماجة وصححه الحاكم وأخرجه ابن حبان من حديث أنس وصححه وقد تقدم البحث فى ذلك فى باب التوبة من أوائل كتاب الدعوات مستوفى(فتح البارى لابنِ حجر، ج۱۳ ص ۴۷۱، كتاب التوحيد، قوله باب قول الله تعالى يريدون ان يبدلوا كلام الله)

ثم اعلم ان التوبة اما من الكفر واما من الذنب فتوبة الكافر مقبولة قطعا وتوبة العاصى مقبولة بالوعد الصادق ومعنى القبول الخلاص من ضرر الذنوب حتى يرجع كمن لم يعمل ثم توبة العاصى اما من حق الله واما من حق غيره فحق الله تعالى يكفى فى التوبة منه الترك على ما تقدم غير ان منه ما لم يكتف الشرع فيه بالترك فقط بل أضاف إليه القضاء أو الكفارة وحق غير الله يحتاج إلى ايصالها لمستحقها والا لم يحصل الخلاص من ضرر ذلك الذنب لكن من لم يقدر على الايصال بعد بذله الوسع فى ذلك فعفو الله مأمول فإنه يضمن التبعات ويبدل السيئات حسنات والله اعلم(فتح البارى لابنِ حجر، ج ۱۱ ص ۱۰۳، كتاب الدعوات، باب التوبة)

باب التوبة قال العلماء :التوبة واجبة من كل ذنب، فإن كانت المعصية بين العبد وبين الله تعالى لا تتعلق بحق آدمى، فلها ثلاثة شروط :أحدها :أن يقلع عن المعصية .والثانى :أن يندم على فعلها . والثالث :أن يعزم أن لا يعود إليها أبداً، فإن فقد أحد الثلاثة لم تصح توبته .وإن كانت المعصية تتعلق بآدمى فشروطها أربعة :هذه الثلاثة، وأن يبرأ من حق صاحبها :فإن كانت مالاً أو نحوه رده إليه، وإن كانت حد قذف ونحوه مكنه منه أو طلب عفوه وإن كانت غيبة استحله منها ويجب أن يتوب من جميع الذنوب فإن تاب من بعضها صحت توبته عند أهل الحق من ذلك الذنب وبقى عليه الباقى وقد تظاهرت دلائل الكتاب، والسنة، وإجماع الأمة على وجوب التوبة (شرح رياض الصالحين للعثيمين ، باب التوبة)

حجِ مبرور اور چند رائج گناہ ومنکرات

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہو چکا کہ حجِ مبرور کی فضیلت اور حج کے فضائل وبرکات کا حاصل کرنا اسی وقت ممکن ہے جبکہ حج کے فرائض، واجبات وغیرہ کی رعایت کے ساتھ جو چیزیں حج کو خراب کرنے والی ہیں ان سے پرہیز کرے ورنہ اگر فرض سے سبکدوشی ہو بھی گئی تو فضائل وبرکات سے محروم رہنا تو یقینی ہے، حج وزیارت کو جانے والے حضرات اس معاملے میں اکثر غفلت کرتے ہیں، حج وزیارت کے احکام اور مسائل معلوم کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، اور نہ صرف یہ کہ حج وعمرہ کی عین ادائیگی کے دوران کئی گناہ کرتے ہیں، بلکہ حرمین شریفین پہنچنے سے پہلے ہی کئی خرابیوں اور گناہوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

اور یہ بے خبر لوگ حج کر کے یہ حساب لگاتے ہیں کہ ہم گناہوں سے پاک ہو کر آئے ہیں، اور آخرت کے ثواب کا بڑا ذخیرہ کر کے لائے ہیں، حالانکہ یہ لوگ ایک طرف تو حجِ مبرور ومقبول کے ثواب سے اپنے آپ کو محروم کرتے ہیں، اور دوسری طرف گناہوں کی دَلدَل میں اپنے آپ کو دھنسا لیتے ہیں، جو کہ سخت توجہ واصلاح طلب بات ہے۔

اس کی بنیادی وجہ تو دین وآخرت سے غفلت؛ یا حج کو ایک رسمی ورواجی چیز سمجھنا اور حج کو نام ونمود وشہرت کے لئے اختیار کرنا ہے، لیکن بعض دین کے قدر شناسوں اور مخلص لوگوں میں بھی رسم ورواج اور عام معاشرے میں بگاڑ کے باعث اس قسم کی خرابیاں پیدا ہو گئی ہیں، کہ دوسروں کی دیکھا دیکھی وہ بھی دین سمجھ کر بہت سی خرابیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

یوں تو خاص حج وعمرے کی ادائیگی کے دوران ہونے والے گناہ اور خرابیاں بہت زیادہ ہیں، جن کو ''مناسکِ حج'' کی کتابوں میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

لیکن کچھ غلطیاں یا غلط فہمیاں ایسی ہیں کہ جو حج کی ادائیگی سے پہلے یا حج وعمرے کے سفر سے متعلق ہیں۔

یہاں اسی قسم کی چند خرابیوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔

نام ونمود کے لئے حج کرنا

بعض لوگ حج وعمرہ نام ونمود، نیک نامی اور اپنی مالداری ظاہر کرنے کے لئے کرتے ہیں۔
اور اسی لئے جانے سے پہلے ان کی طرف سے اپنے حج کا عام اعلان کر دیا جاتا ہے، دعوتوں کی پارٹیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ کوئی آرہا ہے کوئی جارہا ہے، گھر میں بھی بے پردہ عورتوں اور مردوں کا ہجوم ہوتا ہے (جس میں بدنظری اور بے پردگی کا گناہ بھی عام ہوتا ہے) اور ایک شور ہنگامہ آرائی کا سماں برپا ہوتا ہے۔
آخر حج ایک فریضہ ہے جیسے نماز، روزہ اور زکاۃ وغیرہ ایک فریضہ ہے، اس میں شور، ہنگامہ کی کیا ضرورت ہے، پھر جو لوگ اس قسم کی ہنگامہ آرائی میں مبتلا ہوتے ہیں ان لوگوں کی عام طور پر یہ حالت ہوتی ہے کہ نہ نماز کا اہتمام ہے. نہ روزے اور زکاۃ کا اور نہ ہی دوسرے گناہوں سے بچنے کا۔
اگر حج کو اللہ کا حکم سمجھ کر اور اللہ کو راضی کرنے کے لئے کیا جارہا ہے تو کیا نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہ کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنا یہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہیں؟ پھر کیا وجہ ہے کہ ان چیزوں پر عمل نہیں۔
اور اگر عمل ہے تو کیا نماز، روزہ اور زکاۃ کا عمل انجام دینے سے پہلے بھی اسی طرح کی ہنگامہ آرائی ہوتی ہے، اور اگر کوئی اس طرح کی ہنگامہ آرائی کرے، تو کیا اس کو نیک عمل کہا جاسکتا ہے؟ ظاہر ہے کہ نہیں۔
بات دراصل یہ ہے کہ جو نام ونمود اور شہرت حاجی. الحاج وغیرہ جیسے القاب سے ملتی ہے، نماز روزہ اور زکاۃ کی ادائیگی اور گناہوں سے بچنے میں نہیں ملتی اور نہ ہی ان نیک کاموں کے کرنے سے مالدار ہونے کی شہرت ہوتی ہے، اور یہ دوسرے اعمال خاموشی سے ادا ہو جاتے

ہیں اس لئے ان احکام کی وہ حیثیت نہیں سمجھی جاتی۔

حالانکہ دکھلاوے اور ریاکاری سے ثواب سے محرومی، عذاب میں گرفتاری انسان کا مقدر بن جاتی ہے اور وہ دنیا جس کی تلاش میں دکھلاوا کیا گیا وہ بھی نہیں ملتی اور اگر ملتی بھی ہے تو وہ بھی چند روز کے بعد موت اور فناء کے گھاٹ اتر جاتی ہے، اور پھر انسان اس کا مصداق ہو جاتا ہے کہ:

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم   نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّةِ، وَإِنَّمَا لِامْرِءٍ مَا نَوٰى، فَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، فَهِجْرَتُهٗ إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ، وَمَنْ كَانَتْ هِجْرَتُهٗ إِلٰى دُنْيَا يُصِيْبُهَا أَوِ امْرَأَةٍ يَتَزَوَّجُهَا، فَهِجْرَتُهٗ إِلٰى مَا هَاجَرَ إِلَيْهِ (بخاری) [1]

ترجمہ: اعمال (کے عبادت بننے کا اعتبار) نیت کے ساتھ ہے، اور بس آدمی کو وہی حاصل ہوگا، جس کی وہ نیت کرے گا، پس جس کی ہجرت (کی نیت) اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہو، تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی کہلائے گی، اور جس کی ہجرت (کی نیت) دنیا کو پانے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی طرف ہو، تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف ہونا کہلائے گی، جس کی طرف اس نے ہجرت (کی نیت) کی ہو (بخاری؛ مسلم)

اور جب نیتوں میں اخلاص نہ رہا بلکہ اپنی شہرت اور نام طلبی پیدا ہوگئی تو پھر حج وعمرہ کی مقبولیت کہاں سے حاصل ہوگی؟

کئی احادیث میں ریا اور دکھلاوے کو شرک فرمایا گیا ہے۔

چنانچہ حضرت محمود بن لبید سے روایت ہے کہ:

---

[1] رقم الحديث ٦٦٨٩، كتاب الأيمان والنذور، باب النية في الأيمان، واللفظ لهٗ، مسلم، ج٣ص ١٥١٥.

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ، قَالُوْا: وَمَا الشِّرْكُ الْأَصْغَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: اَلرِّيَاءُ، يَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ: إِذَا جُزِيَ النَّاسُ بِأَعْمَالِهِمْ: اِذْهَبُوا إِلَى الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُرَاءُ وْنَ فِي الدُّنْيَا فَانْظُرُوْا هَلْ تَجِدُوْنَ عِنْدَهُمْ جَزَاءً (مسند احمد، رقم الحديث ۲۳۶۳۰) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم پر (یعنی اُمت پر) میں سب سے زیادہ شرکِ اصغر (یعنی چھوٹے شرک) کا خوف کرتا ہوں، صحابہ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! شرکِ اصغر (یعنی چھوٹا شرک) کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ریا کاری (یعنی دِکھلاوا) اللہ عزوجل اِن (ریاکار) لوگوں سے قیامت کے دن جب ان کے اعمال کا بدلہ دیں گے، فرمائیں گے کہ تم ان لوگوں کی طرف جاؤ، جن کے لئے تم دنیا میں ریاکاری کرتے تھے، اور دیکھو کہ کیا ان کے پاس تم کوئی بدلہ (وثواب) پاتے ہو (مسند احمد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى: أَنَا أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ، مَنْ عَمِلَ عَمَلًا أَشْرَكَ فِيْهِ مَعِيَ غَيْرِيْ، تَرَكْتُهُ وَشِرْكَهُ (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں شرکاء کے شرک سے بے نیاز ہوں، جس نے کوئی عمل ایسا کیا کہ جس میں میرے کسی غیر کو شریک کرلیا تو اس کو اس کے عمل کے ساتھ چھوڑ دوں گا (یعنی اس عمل کا کوئی اجر وثواب نہ دوں گا) (مسلم)

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حديث حسن.

[2] رقم الحديث ۲۹۸۵ "۴٦" كتاب الزهد والرقائق، باب من اشرك فی عمله غير الله.

اور حضرت ابوسعید بن ابوفضالہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِذَا جَمَعَ اللّٰهُ الْأَوَّلِيْنَ وَالْآخِرِيْنَ، لِيَوْمٍ لَا رَيْبَ فِيْهِ، نَادٰى مُنَادٍ: مَنْ كَانَ أَشْرَكَ فِيْ عَمَلٍ عَمِلَهُ لِلّٰهِ أَحَدًا، فَلْيَطْلُبْ ثَوَابَهُ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ، فَإِنَّ اللّٰهَ أَغْنَى الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۸۸۸) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ جب اللہ تعالیٰ اول اور آخر کے سب لوگوں کو اس دن میں جمع فرمائیں گے، جس میں کوئی شک نہیں (یعنی قیامت کے دن) تو ایک نِدا دینے والا نِدا دے گا کہ جس نے کسی ایسے عمل میں جو اللہ کے لئے کرتا تھا، کسی کو شریک کیا، تو وہ اس کا ثواب اس غیرُ اللہ سے ہی طلب کرلے، کیونکہ اللہ تعالیٰ شریکوں کے شرک سے بری ہیں (مسند احمد)

اس قسم کی احادیث سے ریاکاری کرنے والے کے لئے سخت عذاب کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔

اس لئے حج کرنے والے اشخاص کو اپنی نیتوں میں اخلاص پیدا کرنا چاہئے اور نام ونمود، اور دکھلاوے سے بڑے اہتمام کے ساتھ بچنا چاہئے۔

قرآن وسنت کی تعلیمات سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے عمل میں وزن پیدا کرنے والی بنیادی چیزیں دو ہیں ایک اخلاص، دوسرے صدق۔

اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ جو عمل کیا جائے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا اور آخرت کی بھلائی ہو اور صدق یہ ہے کہ جو عمل کیا جارہا ہے وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے طریقہ کے مطابق ہو، لہٰذا نیت میں اخلاص پیدا کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہوگا کہ حج کرنے سے پہلے حج کے مسائل اور احکام اچھی طرح سیکھ لئے جائیں اور پھر ان کے مطابق صحیح طریقہ پر گناہوں سے بچتے ہوئے حج کیا جائے۔

---

[1] في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره، وهذا إسناد حسن من أجل زياد بن ميناء .

حج کے لئے بھیک مانگنا یا بھیک مانگنے کی غرض سے حج کرنا

بعض لوگوں کے پاس نہ تو حج کا سامان ہوتا ہے نہ دل غنی ہوتا ہے اور نہ ہی اللہ تعالیٰ پر صحیح توکل ہوتا ہے، وہ صرف اپنے شوق اور جذبہ کی تکمیل وتسکین کے لئے بھیک مانگ مانگ کر اور چندہ کر کے حج پر جاتے ہیں، حالانکہ اس طرح حج پر جانا گناہ کا کام ہے، کیونکہ بلا سخت ضرورت کے سوال کرنا حرام ہے اور اس طرح حج کرنے کے لئے سوال کرنا شرعی لحاظ سے سخت ضرورت میں داخل نہیں۔

اور بعض لوگ ایسے بھی ملتے ہیں کہ جن کا کام اور پیشہ ہی مانگنا اور لوگوں سے سوال کرنا ہوتا ہے، حج کے موقعہ پر یہ لوگ حج کرنے کے بجائے بھیک مانگنے اور چندہ کرنے کی نیت سے سفر کرتے ہیں، اور اپنے وطن سے حج وغیرہ کے ویزے پر سفر کرتے ہیں۔ پھر دوسرے لوگ تو وہاں جا کر اپنے اپنے اعمال اور عبادت میں مشغول ہوتے ہیں، مگر ان لوگوں کو نہ مسجدِ حرام اور مسجدِ نبوی کی عظمت کا احساس ہوتا ہے اور نہ ہی منیٰ، مزدلفہ، اور عرفات وغیرہ کی قدر وقیمت کا لحاظ ہوتا ہے۔ جہاں دیکھو، بھیک مانگتے ہوئے ہی نظر آتے ہیں۔

حج کے نام پر بھیک مانگنے کی غرض سے اتنا لمبا سفر کرنا اور اتنی جدوجہد کرنا کتنا بڑا دھوکہ اور خیانت ہے، ایسے لوگ کل قیامت میں اللہ تعالیٰ کو کیا منہ دکھائیں گے، جبکہ ان کے خلاف مسجدِ حرام، مسجدِ نبوی، منیٰ، مزدلفہ اور عرفات وغیرہ کے متبرک مقامات گواہی دیں گے اور ساری دنیا کے لوگوں کے سامنے رسوائی ہوگی۔

حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَأَنْ يَّأْخُذَ أَحَدُكُمْ حَبْلَهُ، فَيَأْتِيَ بِحُزْمَةِ الْحَطَبِ عَلٰى ظَهْرِهٖ، فَيَبِيْعَهَا، فَيَكُفَّ اللّٰهُ بِهَا وَجْهَهُ خَيْرٌ لَهُ مِنْ أَنْ يَّسْأَلَ النَّاسَ أَعْطَوْهُ أَوْ مَنَعُوْهُ (بخاری) [1]

---

[1] رقم الحديث ۱۴۷۱، كتاب الزكاة، باب الاستعفاف عن المسألة.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی رسی لے، پھر لکڑیوں کی گٹھڑی اپنی پشت پر لاد کر لائے اور پھر اسے فروخت کردے اور اس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت پوری کردیں تو یہ اس سے بہتر ہے کہ لوگوں سے سوال کرے (اور پھر) وہ چاہیں تو دیدیں اور چاہیں تو منع کردیں (بخاری)

حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ أَصَابَتْهُ فَاقَةٌ فَأَنْزَلَهَا بِالنَّاسِ لَمْ تُسَدَّ فَاقَتُهُ وَمَنْ أَنْزَلَهَا بِاللّٰهِ أَوْشَكَ اللّٰهُ لَهُ بِالْغِنٰى إِمَّا بِمَوْتٍ عَاجِلٍ أَوْ غِنًى عَاجِلٍ (ابوداؤد) [1]

ترجمہ: جس کو فاقہ پہنچا اور اس نے اس کو لوگوں کے سامنے رکھا (یعنی سوال کیا) تو اس کا فاقہ بند نہیں کیا جائے گا، اور جس نے اس کو اللہ تعالیٰ کے سامنے رکھا (اور لوگوں سے سوال نہیں کیا) تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے غنی بنادیں گے، یا تو جلدی موت دے کر یا جلدی مالدار بنا کر (ابوداؤد)

اس سے معلوم ہوا کہ معمولی ضرورت کے وقت صبر نہ کرنے اور لوگوں سے سوال کرنے سے فقر وفاقہ میں مزید اضافہ ہوتا ہے، اور صبر کرنے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے سے اس سے نجات حاصل ہوتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ سَأَلَ النَّاسَ أَمْوَالَهُمْ تَكَثُّرًا فَإِنَّمَا يَسْأَلُ جَمْرًا فَلْيَسْتَقِلَّ أَوْ لِيَسْتَكْثِرْ (مسلم) [2]

ترجمہ: جو لوگوں سے ان کے مال کا سوال کرے، تا کہ اپنے پاس مال بڑھ جائے،

---

[1] رقم الحديث ١٦٤٥، كتاب الزكاة، باب فى الاستعفاف، واللفظ لهٗ؛ ترمذى، رقم الحديث ٢٣٢٦، باب ما جاء فى الهم فى الدنيا وحبها.

[2] رقم الحديث ١٠٤١ "١٠٥" كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، واللفظ لهٗ، سنن ابنِ ماجة حديث نمبر ١٨٣٨.

تو وہ درحقیقت آگ کے انگارے کا سوال کر رہا ہے، اب اس کی مرضی ہے کہ وہ آگ کو کم کرے یا زیادہ کرے (صحیح مسلم)

مطلب یہ ہے کہ مال کی حرص وہوس اور مال کو بڑھانے کے لئے سوال کرنے والا اپنے لئے آگ کا عذاب جمع کرتا ہے، اور جتنا بھی زیادہ سوال کرتا ہے، اتنا ہی آگ کا عذاب اکٹھا کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَا يَزَالُ الرَّجُلُ يَسْأَلُ النَّاسَ حَتّٰى يَأْتِيَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَيْسَ فِيْ وَجْهِهٖ مُزْعَةُ لَحْمٍ (مسلم) [1]

ترجمہ: آدمی لوگوں سے سوال کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا، کہ اس کے چہرے میں گوشت کا کوئی حصہ نہیں ہوگا (صحیح مسلم)

اس حال میں اس شخص کو لوگ دور سے پہچان لیں گے کہ یہ سوال کرنے اور بھیک مانگنے والا تھا، دنیا میں اس نے اپنی عزت وآبرو کھوئی تو آخرت میں بھی سب کے سامنے اس عذاب میں مبتلا ہو کر بے آبرو ہوگا۔

اس لئے حج کرنے کے لئے لوگوں سے بھیک مانگنا اور چندہ کرنا یا بھیک مانگنے کے لئے حج وعمرہ کے نام سے سفر کرنا گناہ ہے، اور ایسے لوگوں کو دینا بھی جائز نہیں کیونکہ یہ گناہ کا تعاون ہے اور گناہ کا تعاون بھی گناہ ہے۔

تجارت یا سیر وتفریح کی نیت سے حج کرنا

بعض لوگ تجارت کو مقصود بنا کر یا سیر وتفریح کی نیت سے حج کے سفر پر جاتے ہیں اور اسی وجہ

---

[1] رقم الحديث ۱۰۴۱ "۱۰۴"، كتاب الزكاة، باب كراهة المسألة للناس، واللفظ لهٗ، بخارى رقم الحديث ۱۴۷۴.

سے یہ لوگ وہاں جا کر حج وعبادات سے زیادہ خرید وفروخت اور گھومنے پھرنے کا اہتمام اور 6
مشغلہ اختیار کرتے ہیں، اوران لوگوں کے قیمتی اور مبارک اوقات اسی کی نظر ہوجاتے ہیں جو بہت خسارے کی بات ہے۔

خوب سمجھ لینا چاہئے کہ بے شک حج کے دوران کاروبار کی تو اللہ تعالیٰ نے اجازت دی ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَيۡسَ عَلَيۡكُمۡ جُنَاحٌ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا فَضۡلًا مِّنۡ رَّبِّكُمۡ (سورة البقرة، آية ۱۹۸)

ترجمہ: تم پر حرج نہیں کہ اپنے رب کے فضل کو تلاش کرو (سورہ بقرہ)

مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ اسی کو اصل مقصد بنالیا جائے، البتہ اگر اصل نیت حج کی ہے اور اسی کے شوق میں گھر سے نکلنا ہوا لیکن حج کے اخراجات یا گھر کی ضروریات میں تنگی ہے اس کو پورا کرنے کے لئے تجارت یا مزدوری کرلی، تو یہ اخلاص کے خلاف نہیں۔ [1]

گذشتہ تفصیل سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اگر سیر وتفریح کو مقصد بنا کر حج کا سفر کیا جائے، یہ بھی اخلاص کے خلاف ہے۔

آج کل جس طرح لوگ دنیا کے دوسرے تفریحی مقامات پر سیر وتفریح کے لئے جاتے ہیں، اسی غرض کو مقصد بنا کر بہت سے حج کے سفر پر بھی جاتے ہیں، یہ بہت بھاری غلطی ہے۔

---

[1] ثم اعلم أن من حج بقصد الحج والتجارة كان ثوابه دون ثواب التخلى عن التجارة، وكان القياس أن لا يكون للحاج التاجر ثواب لقوله -عليه الصلاة والسلام -من حج لله أى خالصا لرضاه إلا أنه صح عن ابن عباس -رضى الله عنهما -أن الناس تحرجوا من التجارة وهم حرم بالحج، فانزل الله (ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم) وصح عن ابن عمر أن رجلا سأل أن يكرى جماله للحج ويحج، وأن ناسا يقولون له لا حج لک، فقال إن رجلا جاء إلى النبى -صلى الله عليه وسلم -فسأله عما سألتنى عنه حتى نزلت هذه الآية (ليس عليكم جناح أن تبتغوا فضلا من ربكم) فأرسل إليه فقرأها عليه وقال لک حج وجاء بسند حسن عن ابن عباس أن رجلا سأله فقال لو آجر نفسى من هؤلاء القوم فانسک الى أجر قال أولئک لهم نصيب مما كسبوا والله سريع الحساب والله الملهم بالصواب (مرقاة المفاتيح، ج۵ ص ۱۷۴۲، كتاب المناسک)

حج کے لئے حرام مال کا استعمال

بعض لوگوں کو حج کرنے کا تو بہت شوق ہوتا ہے اور اس کے لئے بڑی جد و جہد اور بھاگ دوڑ کرتے ہیں اور ایک مرتبہ نہیں بلکہ کئی کئی مرتبہ حج وعمرے کا اہتمام کرتے ہیں، لیکن حج میں استعمال کرنے کے لئے حلال اور پاکیزہ مال تلاش نہیں کرتے، حالانکہ یہ لوگ تھوڑی سی محنت اور فکر سے حلال مال سے حج کے اخراجات کا انتظام کر سکتے ہیں، اور بعض لوگوں کے ذہنوں میں یہاں تک غلط بات بیٹھ گئی ہے کہ نعوذ باللہ حج سے تمام گناہ یہاں تک کہ حرام مال کا گناہ بھی ختم ہو جاتا ہے اور دوسرا مال بھی پاک وصاف ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے ایسے لوگ سال بھر خوب ناجائز طریقہ سے مال حاصل کرتے ہیں اور پھر حج وعمرہ کر آتے ہیں۔

جبکہ شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ حج پر جانے سے پہلے سب پچھلے گناہوں سے توبہ کرلی جائے، اپنے ذمہ جو کسی کا حق واجب ہو اس سے سبکدوشی حاصل کرلی جائے، کسی کا مال ظلم سے لے رکھا ہو تو اس کو واپس کر دیا جائے، کسی کی چیز غصب کر رکھی ہو تو وہ مالک کو لوٹا دی جائے، کسی کا حق دبا رکھا ہو تو اس کو ادا کر دیا جائے اگر کچھ قرضہ اپنے ذمہ ہو تو اس کو ادا کر دیا جائے، یا ادائیگی کا کوئی مناسب انتظام کر دیا جائے، جو امانتیں لوگوں کی اپنے پاس ہوں، وہ مالکان کو واپس کردی جائیں یا امانت رکھنے والوں کی رضامندی سے کوئی مناسب انتظام کر دیا جائے، کسی پر ظلم کیا ہو تو اس سے قاعدہ کے مطابق معاف کرالیا جائے، وغیرہ وغیرہ۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ اللّٰهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللّٰهَ أَمَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ بِمَا أَمَرَ بِهِ الْمُرْسَلِيْنَ، فَقَالَ (يَاأَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا، إِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ) وَقَالَ (يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ) ثُمَّ

ذَكَرَ الرَّجُلَ يُطِيلُ السَّفَرَ أَشْعَثَ أَغْبَرَ، يَمُدُّ يَدَيْهِ إِلَى السَّمَاءِ، يَا رَبِّ، يَا رَبِّ، وَمَطْعَمُهُ حَرَامٌ، وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ، وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ، وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ، فَأَنَّى يُسْتَجَابُ لِذٰلِكَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو! بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہیں، پاکیزہ چیز ہی کو قبول فرماتے ہیں، اور بے شک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اسی چیز کا حکم دیا ہے، جس کا رسولوں کو حکم دیا ہے، پس فرمایا کہ اے رسولو! پاکیزہ چیزوں میں سے کھاؤ، اور نیک عمل کرو، بے شک میں تمہارے اعمال کو اچھی طرح جانتا ہوں، اور فرمایا کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو تم کو رزق دیا، اس میں سے پاکیزہ چیزوں کو کھاؤ، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو دور سے لمبا سفر کر کے (بیت اللہ وغیرہ کے لئے) جاتا ہے اس کے سر کے بال بکھرے ہوئے ہیں بدن پر گردوغبار اَٹا ہوا ہے اور وہ آسمان کی طرف ہاتھ پھیلائے ہوئے یارب یارب کہہ کر دعا کرتا ہے (یہ شخص دعا تو کر رہا ہے) اور حال یہ ہے کہ اس کا کھانا حرام ہے، اور پینا حرام ہے اور پہننا حرام ہے اور اس کی غذا حرام ہے پس ان حالات کی وجہ سے اس کی دعا کیوں کر قبول ہوگی (مسلم)

لہٰذا خوب سمجھ لیجئے کہ اگرچہ ظاہری اعتبار سے حج کا فرض حرام مال سے ادا ہو جاتا ہے (بشرطیکہ حج کے تمام ارکان اور واجبات صحیح ادا کر لئے) لیکن یہ حج قبول نہیں ہوتا اور اس حرام کا گناہ مستقل ذمہ میں رہتا ہے، لوگ اس میں بہت تساہل اور غفلت کرتے ہیں اپنی قوت اور زور کے گھمنڈ پر دوسروں کے مال پر ظلم سے قبضہ کر لیتے ہیں، دوسرے وارثوں کے حصہ کو دبا لیتے ہیں اور دل میں خوش ہوتے ہیں کہ کس کی مجال ہے جو ہم سے مطالبہ کر سکے یا ہم پر الزام قائم کر دے؟ لیکن کل جب ہر مظلوم قوی ہوگا اس وقت اپنے اس ظلم کی حقیقت واضح

[1] رقم الحدیث ۱۰۱۵ "۶۵" کتاب الزکاۃ، باب قبول الصدقہ من الکسب الطیب وتربیتھا.

ہوگی، جب قیامت کے دن حق دبانے والے ظالم کی نیکیاں حق کے بدلے میں لے لی جائیں گی اور اگر ظالم کے پاس نیک عمل نہ ہوا تو ظالم پر مظلوم کے گناہوں کا بار ڈال دیا جائے گا۔ ۱؎

اس لئے نہایت اہتمام سے ایسی حرکتوں سے بچنا چاہئے اور ہر وقت اس کی فکر کرنی چاہئے کہ نہ معلوم کب موت آجائے اور حرام مال کا وبال سر پر رہے خاص طور پر حج کے سفر کو جاتے وقت بہت اہتمام سے حرام مال اور دوسروں کے حقوق سے پاکی حاصل کرنی چاہئے کہ لمبا سفر درپیش ہے، نہ معلوم واپسی مقدر ہے یا نہیں۔

لیکن یہ بات بھی یادرکھنی چاہئے کہ اگر کسی شخص کے پاس اتنا مال ہو کہ اتنی مقدار پر حج فرض ہو جاتا ہے، اور وہ مال مشکوک ہے یا کسی غیر شرعی طریقہ پر حاصل کیا ہے، اور اس کے علاوہ پاکیزہ اور حلال مال اپنے پاس اتنی مقدار میں موجود نہیں جس سے حج کر سکے تو وہ اسی طرح نہ بیٹھا رہے اور ساری زندگی اسی حالت میں نہ گزار دے، بلکہ ایسی صورت میں اپنی صورتِ حال مستند مفتیانِ عظام وعلمائے کرام کو بتلا کر اس کا حکم معلوم کرنا چاہئے (ملاحظہ ہو: اصلاح انقلاب امت حصہ اول ص ۱۵۹)

۱؎ عن أبی هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال :أتدرون ما المفلس؟ قالوا :المفلس فينا من لا درهم له ولا متاع، فقال :إن المفلس من أمتی يأتی يوم القيامة بصلاة، وصيام، وزكاة، ويأتی قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا، فيعطى هذا من حسناته، وهذا من حسناته، فإن فنيت حسناته قبل أن يقضى ما عليه أخذ من خطاياهم فطرحت عليه، ثم طرح فی النار(مسلم، رقم الحديث ۲۵۸۱"۵۹")

عن سلمان، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :يجیء الرجل يوم القيامة من الحسنات بما يظن أنه ينجو بها، فلا يزال رجل يجیء قد ظلمه بمظلمة، فيؤخذ من حسناته فيعطى المظلوم حتى لا يبقى له حسنة، ثم يجیء من يطلبه، ولم يبق من حسناته شیء، فيؤخذ من سيئات المظلوم، فيوضع على سيئاته(المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۶۱۵۳، واللفظ لهٗ، مسند البزار، رقم الحديث ۲۵۲۴)

قال الهيثمی:

رواه الطبرانی، والبزار عن عبد الله بن إسحاق العطار، عن خالد بن حمزة، ولم أعرفهما، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد، ج۱۰ ص۳۵۳)

حج کی آڑ میں حقوق العباد سے بے توجہی اور گناہوں پر جرأت

بہت سے لوگ اس خیال میں رہتے ہیں کہ ہم نے حج کرلیا ہے اور سب گناہ معاف ہو گئے ہیں، بلکہ وہ اس خیال کی وجہ سے گناہوں پر زیادہ جری ہوجاتے ہیں کہ حج کر کے سارے گناہ معاف ہوجائیں گے اور حج کی آڑ میں حقوق اللہ کے علاوہ حقوق العباد بھی ضائع کرتے ہیں؛ اور دلیل میں ایک حدیث ذکر کرتے ہیں، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا لِأُمَّتِهِ عَشِيَّةَ عَرَفَةَ، بِالْمَغْفِرَةِ فَأُجِيبَ: إِنِّيْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ، مَا خَلَا الظَّالِمَ، فَإِنِّيْ آخُذُ لِلْمَظْلُوْمِ مِنْهُ قَالَ: أَيْ رَبِّ إِنْ شِئْتَ أَعْطَيْتَ الْمَظْلُوْمَ مِنَ الْجَنَّةِ، وَغَفَرْتَ لِلظَّالِمِ فَلَمْ يُجَبْ عَشِيَّتَهُ، فَلَمَّا أَصْبَحَ بِالْمُزْدَلِفَةِ، أَعَادَ الدُّعَاءَ، فَأُجِيبَ إِلٰى مَا سَأَلَ (سنن ابن ماجه) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے عرفہ کی رات میں دعا کی، جو کہ قبول کرلی گئی (اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ) میں نے ظالم کے علاوہ لوگوں کی مغفرت کردی، میں مظلوم کے لئے ظالم کا مؤاخذہ کروں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ اے میرے رب! اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت عطا فرمادیں، اور ظالم کی مغفرت فرمادیں، تو اس رات یہ دعا قبول نہیں کی گئی، پھر جب مزدلفہ میں صبح کی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دعا کی، تو آپ کی دعا قبول کرلی گئی (ابن ماجہ)

اس حدیث کے پیشِ نظر یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر حقوق کی ادائیگی نہ کی تو کچھ حرج نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کا اعلان ہو چکا ہے، العیاذ باللہ؛ حدیث کا یہ مطلب سمجھ لینا نفس و

---

[1] رقم الحديث ۳۰۱۳، كتاب المناسک، باب الدعاء بعرفة.

شیطان کا پُر فریب جال ہے۔

حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حج کرنے سے سارے حقوق العباد ختم ہوجاتے ہیں، اگر ایسا ہوتا تو حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور خاص کر وہ صحابہ جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حج کیا تھا حج کے بعد وہ حضرات لوگوں کے مال مارلیا کرتے اور بے جا لوگوں کے حقوق تلف کیا کرتے، لیکن حضراتِ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے تو حدیث کا مطلب یہ نہیں سمجھا کہ دیدہ دانستہ لوگوں کا حق مارلو اور قدرت ہوتے ہوئے نہ حقوق کی ادائیگی کرو اور نہ شرعی اُصولوں کے مطابق معافی مانگ کر معاملہ صاف کرو، علاوہ ازیں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد سے لے کر آج تک محدثین نے یا ائمہ مجتہدین نے یا فقہائے کرام اور اولیائے عظام نے یہ نہیں فرمایا کہ حقوقُ العباد اور مظالم سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لئے حج کرلو، اس کے بعد نہ کسی کو کچھ دینا پڑے گا اور نہ معافی مانگنی پڑے گی، اور نہ ہی قرضوں وغیرہ کی ادائیگی کی ضرورت ہوگی۔

اگر کسی ناواقف نے حدیث کا یہ مطلب سمجھا ہے کہ حقوق دباؤ اور مال غصب کرو، اور لوگوں پر اچھی طرح پیٹ بھر کر ظلم کرو، پھر حج کرکے سب سے پاک وصاف ہوجاؤ تو یہ اس کی اپنی نادانی ہے ایسا ہوتو پھر تو ہر شخص لاکھوں روپے مختلف ناجائز طریقوں (غبن، چوری وغیرہ) کے ذریعے حاصل کرلیا کرے پھر اس رقم میں سے کچھ پیسہ خرچ کرکے حج کرلیا کرے اور آخرت کی گرفت سے بالکل مطمئن ہوکر ہر سال اس طرح پیسہ جمع کرتا رہا کرے؟

یادرکھئے اولاً تو کئی محدثین کو اس مذکورہ حدیث کی سند پر ہی کلام ہے۔

دوسری طرف بے شمار احادیث حقوقُ العباد ادا کرنے کے بارے میں آئی ہیں وہ سند کے اعتبار سے قوی اور صحیح ہیں، اتنی کثیر تعداد میں صحیح احادیث کو چھوڑ کر ایک حدیث سے اپنا مقصد نکالنا کیسے جائز ہوسکتا ہے۔

دوسرے اس حدیث کا مطلب بھی غلط مراد لیا گیا ہے، کیونکہ اس حدیث سے صرف اتنی بات

ثابت ہوتی ہے کہ عرفات میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ:

''اگر آپ چاہیں تو مظلوم کو جنت عطا فرمادیں، اور ظالم کی مغفرت فرمادیں''

یہ دعا عرفات میں قبول نہیں ہوئی، پھر صبح کو مزدلفہ میں یہ دعا کی تو دعا قبول ہوگئی۔

جس سے صاف ظاہر ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظلم والے کی معافی کے لئے یہ دعا کی اور قبول ہوئی کہ اللہ تعالیٰ چاہیں تو مظلوم کو اپنے پاس سے دے دیں اور ظالم کی مغفرت فرمادیں۔

معلوم ہوا کہ دارومدار اللہ تعالیٰ کی مشیت پر ہے، حج کرنے پر نہیں اور یہ بات تو حج نہ کرنے والے کے لئے بھی ہے، حاجی کی اس میں کیا خصوصیت ہے۔ [1]

---

[1] ظاهره أنه سأل مغفرة مظالم المؤمنين بخلاف مظالم أهل الذمة إلا أن يقال قوله :(من الجنة) أى مثلا، أو تخفيف العذاب والله تعالى أعلم بالصواب، وفى الزوائد فى إسناده عبد الله بن كنانة قال البخارى :لم يصح حديثه اهـ .ولم أر من تكلم فيه بجرح ولا توثيق اهـ .وقال السيوطى فى حاشية الكتاب هذا الحديث أورده ابن الجوزى فى الموضوعات وأعله بكنانة فإنه منكر الحديث جدا، أورده عليه الحافظ ابن حجر بمؤلف سماه "قذة الحجاج فى عموم المغفرة للحجاج :قال فيه :حكم ابن الجوزى على هذا الحديث بأنه موضوع مردود فإن الذى ذكره لا ينتهض دليلا على كونه موضوعا، وقد اختلف قول ابن حبان فى كنانة فذكره فى الثقات وذكره من الضعفاء وذكره ابن منده أنه قيل :إن له رواية عن النبى -صلى الله عليه وسلم -، وولده عبد الله مختلف فيه فى كلام ابن حبان أيضا، وكل ذلك لا يقتضى الحكم على الحديث بالوضع، بل غايته أن يكون ضعيفا ويعتضد بكثرة طرقه وهو بمفرده يدخل فى حد الحسن على رأى الترمذى ولا سيما بالنظر فى مجموع طرقه، وقد أخرج أبو داود فى سننه طرفا منه وسكت عليه فهو صالح عنده، وأخرجه الحافظ ضياء الدين المقدسى فى الأحاديث المختارة مما ليس فى الصحيحين، وقال البيهقى بعد أن أخرجه فى شعب الإيمان :هذا الحديث له شواهد كثيرة فذكرناها فى كتاب البعث فإن صح شواهده ففيه الحجة وإن لم تصح فقد قال تعالى :(ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء)وظلم بعضهم بعضا دون الشرك وقد جاء هذا الحديث أيضا من حديث أنس بن مالك وابن عمر وعبادة بن الصامت وزيد جد عبد الرحمن بن عبد الله بن زيد وكثرة الطرق إن اختلفت المخارج تزيد المتن قوة وبعض ما فى هذا الحديث له شواهد فى أحاديث صحاح(حاشية السندى على سنن ابن ماجه، ج۲ ص۲۳۷،۲۳۸، باب الدعاء بعرفة)

وظاهر الحديث عموم المغفرة، وشمولها حق الله وحق العباد، إلا أنه قابل للتقييد بمن كان معه -صلى الله عليه وسلم -فى تلك السنة، أو بمن قبل حجه، بأن لم يرفث، ولم يفسق، ومن جملة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا حدیث سے اپنے مقصد کا غلط مطلب نکال کر دھوکہ کھانا درست نہیں۔

حج کے سفر میں نماز چھوڑ دینا یا قضاء کر دینا

بہت سے لوگوں کو حج کے سفر میں دیکھا جاتا ہے کہ نماز بالکل چھوڑ دیتے ہیں اور بعض پڑھتے تو ہیں مگر پابندی کے ساتھ اہتمام نہیں کرتے، جبکہ بعض لوگ کم ہمتی اور سستی سے کئی کئی نمازیں قضاء کر دیتے ہیں یا مکروہ وقت میں پڑھتے ہیں، بعض لوگ اس خیال سے نماز چھوڑ دیتے ہیں کہ آرام سے رہائش گاہ پر یا گھر پہنچ کر پڑھیں گے، بعض لوگوں کو سفر کے دوران یہ کہتے ہوئے بھی سنا گیا ہے کہ ریل یا جہاز وغیرہ میں نماز نہیں ہوتی (حالانکہ یہ سوچ صحیح نہیں)

خوب سمجھ لیجئے کہ نماز کا چھوڑنا بڑا سخت گناہ ہے، ایک فرض یعنی حج ادا کرنے کے لئے جا رہے ہیں اور روزانہ کے پانچ فرضوں سے غفلت اختیار کر رہے ہیں، جو لوگ نماز کا اہتمام نہیں کرتے وہ حج کی برکات سے محروم رہتے ہیں، اور ایسے لوگوں کا حج مبرور و مقبول بھی نہیں ہوتا، حاجی کو تو نماز کا بہت اہتمام کرنا چاہئے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہو رہا ہے وہاں ایسی حالت میں جانا بلکہ وہاں پہنچ کر بھی ایسی حالت میں مبتلا رہنا بڑی بدنصیبی کی بات ہے۔

بعض فقہاء نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ یہ چیز حج فرض ہونے کی شرائط میں سے ہے کہ نماز کو

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الفسق الإصرار على المعصية، وعدم التوبة، ومن شرطها :أداء حقوق الله الفائتة ;كالصلاة، والزكاة، وغيرهما، وقضاء حقوق العباد المالية، والبدنية، والعرضية، اللهم إلا أن يحمل على حقوق لم يكن عالما بها، أو يكون عاجزا عن أدائها، وقد تقدم هذا المبحث في كتاب الإيمان مفصلا فراجعه، ولا تغتر بكون هذا الحديث مجملا مع اعتقاد أن فضل الله واسع، وقد قال -تعالى: (إن الله لا يغفر أن يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء)لذا قال -صلى الله عليه وسلم " :أي رب، إن شئت "فما شاء الله كان وما لم يشأ لم يكن، ولا يسأل عما يفعل وهم يسألون ، وقد جمعت هذه الرواية في رسالة مستقلة .(رواه ابن ماجه) أي :بهذا اللفظ (وروى البيهقي في كتاب البعث والنشور نحوه) أي :بمعناه، وضعفه غير واحد من الحفاظ(مرقاة المفاتيح، ج۵ ص ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، كتاب الحج، باب الوقوف بعرفة)

اپنے اوقات میں ادا کرنے پر راستہ میں قدرت ہو، اگر کسی وقت راستہ کی حالت ایسی ہو کہ نماز ادا کرنے کا وقت نہیں مل سکتا، تو حج کی فرضیت نہیں ہوتی۔ [1]

اس لئے حج کے سفر میں نمازوں کا بہت اہتمام رکھنا چاہیے۔

یہ تفصیل تو فرض حج کے بارے میں تھی اور ایسے لوگ بھی سننے اور دیکھنے میں آئے ہیں کہ جو نفلی حج کی خاطر سفر میں نمازوں کو ضائع کر دیتے ہیں ان لوگوں کے بارے میں ہر شخص خود فیصلہ کر سکتا ہے کہ نفلی عمل کی خاطر فرض کو ضائع کرنا کتنے نقصان اور خسارے کی بات ہے (ضمیمہ معلم الحجاج، وفضائل حج، بتغیر)

صاحبِ استطاعت کو زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَیُّھَا النَّاسُ قَدْ فَرَضَ اللّٰہُ عَلَیْکُمُ الْحَجَّ، فَحُجُّوْا، فَقَالَ رَجُلٌ: أَکُلَّ عَامٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَسَکَتَ حَتّٰی قَالَھَا ثَلَاثًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لَوْ قُلْتُ: نَعَمْ لَوَجَبَتْ، وَلَمَا اسْتَطَعْتُمْ، ثُمَّ قَالَ: ذَرُوْنِیْ مَا تَرَکْتُکُمْ، فَإِنَّمَا ھَلَکَ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ بِکَثْرَۃِ سُؤَالِھِمْ وَاخْتِلَافِھِمْ عَلٰی أَنْبِیَائِھِمْ، فَإِذَا أَمَرْتُکُمْ بِشَیْءٍ فَأْتُوْا مِنْہُ مَا اسْتَطَعْتُمْ، وَإِذَا نَھَیْتُکُمْ عَنْ شَیْءٍ فَدَعُوْہُ (مسلم) [2]

---

[1] (تتمة) ذكر صاحب اللباب فى منسكه الكبير أن من الشرائط إمكان السير وهو أن يبقى وقت يمكنه الذهاب فيه إلى الحج على السير المعتاد فإن احتاج إلى أن يقطع كل يوم أو فى بعض الأيام أكثر من مرحلة لا يجب الحج اهـ. وذكر شارح اللباب أن منها أن يتمكن من أداء المكتوبات فى أوقاتها قال الكرمانى: لأنه لا يليق بالحكمة إيجاب فرض على وجه يفوت به فرض آخر اهـ وتمامه هناك (رد المحتار، ج۲، ص۴۶۵، ۴۶۶، كتاب الحج)

[2] رقم الحديث ۱۳۳۷ "۴۱۲" كتاب الحج، باب فرض الحج مرة فى العمر، واللفظ لهٗ، سنن نسائى، رقم الحديث ۲۶۱۹، مسند احمد، رقم الحديث ۱۰۶۰۷.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں (ایک دن) خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ نے حج فرض کر دیا ہے، لہٰذا تم حج کرو، یہ سن کر ایک آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! کیا ہر سال (حج کرنا فرض ہے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، یہاں تک کہ اس شخص نے تین مرتبہ اسی سوال کو دہرایا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا تو (بحکمِ الٰہی ہر سال حج) واجب ہو جاتا، اور تم ہر سال حج کرنے کی استطاعت (وطاقت) نہ رکھتے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جس چیز کو تمہارے لئے چھوڑ دوں (یعنی اس کی کوئی قید وشرط بیان نہ کروں، بلکہ اس کو عام بیان کروں) تو تم بھی اس کو چھوڑ دو (اور اس کے متعلق کھود کرید اور بے جا سوالات نہ کرو) کیونکہ تم سے پہلے لوگ کثرت سے سوال کرنے، اور اپنے نبیوں کے ساتھ اختلاف کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو چکے ہیں، جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم کروں، تو اپنی استطاعت (وطاقت) کے مطابق اس پر عمل کرو، اور جب میں تمہیں کسی چیز سے منع کروں، تو تم اسے چھوڑ دو (صحیح مسلم)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ، فَقَالَ: إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى كَتَبَ عَلَيْكُمُ الْحَجَّ فَقَالَ الْأَقْرَعُ بْنُ حَابِسٍ التَّمِيْمِيُّ كُلَّ عَامٍ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ فَسَكَتَ، فَقَالَ: لَوْ قُلْتُ نَعَمْ، لَوَجَبَتْ، ثُمَّ إِذًا لَا تَسْمَعُوْنَ، وَلَا تُطِيْعُوْنَ، وَلٰكِنَّهُ حَجَّةٌ وَاحِدَةٌ (سنن نسائی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے، پھر فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے، تو اقرع بن حابس تمیمی نے کہا کہ اے اللہ کے رسول!

---

[1] رقم الحديث ٢٦٢٠، كتاب مناسك الحج، باب وجوب الحج.

کیا ہر سال فرض کر دیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے، پھر فرمایا کہ اگر میں ہاں کہہ دیتا، تو (اللہ کے حکم سے ہر سال حج) واجب ہو جاتا، پھر ایسی صورت میں تم نہ تو بات سنتے، اور نہ عمل کر پاتے، اور حج (زندگی میں) ایک ہی (مرتبہ فرض) ہے (سنن نسائی)

اور ایک روایت کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اَلْحَجُّ مَرَّةً، فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: حج (زندگی میں) ایک مرتبہ فرض ہے، جو ایک مرتبہ سے زیادہ کرے، وہ نفل ہے (مسند احمد؛ ابنِ ماجہ)

اور بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس موقع پر ہر سال حج کی فرضیت کا بار بار سوال کرنے پر سورہ مائدہ کی یہ آیت نازل ہوئی کہ:

يَآ أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا لَا تَسْأَلُوْا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ (سورة المائدة آيت 101)

ترجمہ: اے ایمان والو! ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو کہ اگر (وہ) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں بری لگیں (سورہ مائدہ) [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۳۰۴، سنن ابنِ ماجه، رقم الحديث ۲۸۸۶، مستدرك حاكم، رقم الحديث ۳۱۵۵.

في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه، هكذا رواه سفيان بن حسين الواسطي، عن الزهري.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

[2] عن صفوان بن عمرو، حدثني سليم بن عامر، قال: سمعت أبا أمامة الباهلي، يقول: قام رسول الله صلى الله عليه وسلم في الناس، فقال: إن الله كتب عليكم الحج فقام رجل من الأعراب فقال: أفي كل عام قال: فغلق كلام رسول الله صلى الله عليه وسلم وأسكت واستغضب ومكث طويلا ثم تكلم فقال: من هذا السائل؟ فقال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فقہائے اصولیین نے فرمایا کہ حج کے واجب ہونے کا سبب بیتُ اللہ ہے، جو کہ ایک ہے، اور اس سبب کے ایک ہونے کے وجہ سے صاحبِ استطاعت پر زندگی میں صرف ایک مرتبہ حج فرض ہے۔ ل

گزشتہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ حج زندگی میں صاحبِ استطاعت وحیثیت پر صرف ایک مرتبہ فرض ہے، اگر کسی نے ایک سے زیادہ حج کیے تو ایک حج فرض ہوگا اور باقی نفل ہوں گے۔ ۲

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

آمین۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الأعرابی :أنا ذا ,فقال :ويحک، ماذا يؤمنک أن أقول نعم ,والله، لو قلت نعم لوجبت ولو وجبت (لتركتم ,ولو تركتم) لكفرتم ,ألا إنه إنما (أ) هلک الذين قبلكم أئمة الحرج ,والله، لو أني أحللت لكم جميع ما في الأرض من شيء وحرمت عليكم موضع (مثل) خف بعير لوقعتم فيه قال :فأنزل الله عز وجل عند ذلک (يا أيها الذين آمنوا لا تسألوا عن أشياء إن تبد لكم تسؤكم)إلى آخر الآية(مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث ۹۵۵، المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۷۶۷۱)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير، وإسناده حسن جيد(مجمع الزوائد ج۳ص ۲۰۴)

ل واضافة الحج الى البيت يقتضي ان سبب وجوب الحج هو البيت ولذا لا يتكرر الحج في العمر لعدم تكرر البيت -قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الحج مرة فمن زاد فتطوع -رواه احمد والنسائي(التفسير المظهري، ج۲ ص ۱۰۱، تحت سورة آل عمران)

۲ ہاں اگر حج فرض نہ ہو، بلکہ واجب ہو تو اس میں تکرار ہوسکتا ہے، مثلاً حنفیہ کے نزدیک کسی بھی نیت سے اور بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک بنیتِ حج یا عمرہ حرم میں داخل ہونے والے آفاقی کے لئے میقات سے گزرنے پر۔ حج یا عمرہ کا احرام واجب ہوجاتا ہے۔

اسی طرح اگر کسی نے ایک سے زیادہ مرتبہ حج کی اس طرح نذر مانی کہ اس کے حق میں ایک سے زیادہ مرتبہ حج کا وجوب لازم ہوگیا، تو بھی تکرار ہوسکتا ہے۔

حج فرض ہونے کی شرائط اور ان کے احکام

زندگی میں ایک مرتبہ حج کرنا ہر عاقل، بالغ مسلمان پر فرض نہیں ہے، بلکہ اُسی پر فرض ہے، جس میں حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں۔

حج بنیادی طور پر اگرچہ بدنی عبادت ہے، مگر یہ عبادت نماز، روزے کی طرح ہر جگہ ادا نہیں کی جاسکتی، بلکہ اس کے لئے مخصوص مقام پر جا کر مناسکِ حج کی ادائیگی ضروری ہے، اور دنیا میں لوگ مختلف خطوں میں آباد ہیں، کوئی قریب، اور کوئی دور، جس کی وجہ سے ہر شخص کو پیدل جا کر حج کرنا ممکن نہیں۔

اس لئے حج فرض ہونے کے لئے بدنی قدرت حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ اتنی مالی قدرت کا حاصل ہونا بھی ضروری ہے کہ جس کے ذریعہ سے مناسکِ حج کی ادئیگی کے مقام تک پہنچنا ممکن ہو۔ [1]

---

[1] حج بنیادی طور پر بدنی عبادت ہے، البتہ اس عبادت کے وجوب کے لئے مالی استطاعت موضعِ اداء تک وصول کے تمکن کے لئے شرط ہے، اس وجہ سے اس کو بدنی ومالی عبادت سے مرکب عبادت بھی کہہ دیا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی فقیر کسی طرح اپنی طرف سے حج کرلے، تو راجح یہ ہے کہ اس کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے، اور حج کے مال کے ساتھ تعلق ہونے کی وجہ سے حج میں مخصوص شرائط کے ساتھ نیابت جائز ہوتی ہے۔

(کالحج)ش :وقد ذکرنا فی أول الباب أن الصواب أن الحج من العبادات البدنية؛ لأن المال شرط الوجوب(البناية شرح الهداية، ج۴ص ۴۷۰، کتاب الحج،باب الحج عن الغير)

الحج عبادة بدنية لها تعلق بالمال، والزكاة عبادة مالية لا تعلق لها بالبدن(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج ۷، ص ۳۷۹، کتاب الوصايا)

أما الحج وإن كان عبادة بدنية فلها تعلق بالمال لا تجب بدونه فالحق التسبيب فيها بالمباشرة كما فی الزكاة(فتاویٰ قاضیخان، کتاب الحج)

الحج عبادةبدنية وجبت لِلابتلاء(الاختيار لتعليل المختار، ج ۱ ص ۱۷۰، کتاب الحج، باب الحج عن الغير)

(قوله والمركبة منهما) قال فی غاية السروجی وفی المبسوط :جعل المال فی الحج شرط الوجوب فلم يكن الحج مركبا من البدن والمال.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً (سورہ آلِ عمران رقم الآیۃ ۹۷)

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا (فرض) ہے، جو اس کی طرف راستے کی استطاعت رکھتا ہو (آلِ عمران)

قرآن مجید کی مذکورہ آیت میں حج فرض ہونے کی شرط ''مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا'' بتائی گئی ہے کہ حج اس پر فرض ہے جو بیت اللہ کی طرف راستہ کی استطاعت رکھتا ہو۔

اس آیت میں ایک تو استطاعت کی قید لگائی گئی ہے، اور ایک ''سبیل'' کی قید لگائی گئی ہے، عربی لغت کے اعتبار سے ''استطاعت'' ایسی قدرت حاصل ہونے کو کہا جاتا ہے کہ جس کے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قلت :وهو أقرب إلى الصواب، ولهذا لا يشترط المال في حق المكي إذا قدر على المشي إلى عرفات .وفي قاضي خان :الحج عبادة بدنية كالصوم والصلاة اهـ وكون الحج يشترط له الاستطاعة وهي ملك الزاد والراحلة لا يستلزم أن الحج مركب من المال، لأن الشرط غير المشروط، والشيء لا يتركب من شرطه؛ كما أن صحة الصلاة يشترط لها ستر العورة والماء للطهارة وهما بالمال، ولم يقل أحد بأنها مركبة من المال اهـ كذا ذكره بعض المحشين وقدمنا جوابه في أول الحج (ردالمحتار، ج ۲ ص ۵۹۸، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

هو عبادة بدنية محضة والمال إنما هو شرط في وجوبه لا أنه جزء مفهومه(منحة الخالق على البحر الرائق ج ۲، ص ۳۳۰، كتاب الحج)

وكذلك الاستطاعة بالمال ليس بسبب للوجوب فإن هذه عبادة بدنية وإنما كان البيت سببا لوجوبها لأنها عبادة هجرة وزيارة تعظيما لتلك البقعة فلا يصلح المال سببا لوجوبها ولا هو شرط لجواز الأداء أيضا فالأداء من الفقير صحيح وإن كان لا يملك شيئا وإنما المال شرط وجوب الأداء فإن السفر الذي يوصله إلى الأداء لا يتهيأ له بدون الزاد والراحلة إلا بحرج عظيم والحرج مدفوع فعرفنا أن المال شرط وجوب الأداء وهو نظير عدة من أيام أخر في باب الصوم(أصول السرخسي،لشمس الأئمة السرخسي، ج ۱، ص ۱۰۵، فصل في بيان أسباب الشرائع)

وكذلك يشترط عند ابي حنيفة ومالك الصحة فلا يجب عندهما على الضعيف والزمن وان كان له مال يمكن ان يستنيب من يحج عنه لانه غير مستطيع بنفسه والحج عبادة بدنية والمقصود من العبادات البدنية اتعاب النفس فلا يحصل مقصوده بالاستنابة(التفسير المظهري، ج ۲، ص ۹۶، سورة ال عمران)

ذریعہ سے حج کے فعل کو بجالانا ممکن ہو۔ [1]

---

[1] امام راغب اصفہانی نے استطاعت کو قدرت سے اخص قرار دیا ہے، اور فرمایا ہے کہ استطاعت طوع سے ماخوذ ہے، اور استطاعت محققین کے نزدیک اُن اُمور کا نام ہے، جن کے ذریعہ سے انسان اپنی منشاء کے مطابق فعل کو وجود میں لانے پر تمکن حاصل کرتا ہے، اور وہ چار اشیاء ہیں، ایک فاعل کی مخصوص جسمانی ساخت، دوسرے فعل کا تصور، تیسرے ایسا مادہ جو اس کی تاثیر کو قبول کرتا ہو، چوتھے اگر فعل آلی ہو، تو اس کا آلہ۔

اور استطاعت کے مقابلہ میں عجز کا لفظ استعمال ہوتا ہے، جب مذکورہ چار اشیاء یا ان میں سے کوئی ایک موجود نہ ہو تو اس کو عجز کہا جاتا ہے۔

پھر جب یہ چاروں اشیاء پائی جائیں تو اس کو مستطیع مطلق کہا جاتا ہے، اور جب چاروں مفقود ہوں تو اس کو عاجزِ مطلق کہا جاتا ہے، اور جب بعض موجود ہوں اور بعض مفقود ہوں، تو اگرچہ اُسے من وجہ مستطیع اور من وجہ عاجز کہا جاتا ہے، لیکن درحقیقت وہ عاجز ہی کہلاتا ہے۔

اور بعض روایات میں جو استطاعتِ حج میں زاد و راحلہ کا ذکر کیا گیا ہے، تو وہ ایک آلہ کا ذکر ہے، اور بقیہ چیزوں کا ذکر اس لئے نہیں کیا گیا کہ وہ عقل کی جہت اور شریعت کے مقتضیٰ سے معلوم تھیں، کیونکہ دوسری چیزوں کے بغیر مکلّف بنانا درست نہیں، صاحبِ روح المعانی نے بھی یہی تفصیل ذکر فرمائی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

والاستطاعة استفعالة من الطوع وذلك وجود ما يصير به الفعل متأتيا وهي عند المحققين اسم للمعاني التي بها يتمكن الانسان مما يريده من إحداث الفعل وهي أربعة أشياء :بنية مخصوصة للفاعل.وتصور للفعل، ومادة قابلة لتأثيره، وآلة إن كان الفعل آليا كالكتابة فإن الكاتب يحتاج إلى هذه الاربعة في إيجاده للكتابة، وكذلك يقال فلان غير مستطيع للكتابة إذا فقد واحدا من هذه الاربعة فصاعدا، ويضاده العجز وهو أن لا يجد أحد هذه الاربعة فصاعدا، ومتى وجد هذه الاربعة كلها فمستطيع مطلقا ومتى فقدها فعاجز مطلقا، ومتى وجد بعضها دون بعض فمستطيع من وجه عاجز من وجه، ولان يوصف بالعجز أولى.والاستطاعة أخص من القدرة، قال (لا يستطيعون نصر أنفسهم -فما استطاعوا من قيام -من استطاع إليه سبيلا) فإنه يحتاج إلى هذه الاربعة، وقوله عليه السلام "الاستطاعة الزاد والراحلة "فإنه بيان ما يحتاج إليه من الالة وخصه بالذكر دون الاخر إذ كان معلوما من حيث العقل ومقتضى الشرع أن التكليف من دون تلك الاخر لا يصح(المفردات في غريب القرآن للاصفهاني، ج ا ص ۵۳۰، مادة طوع)

مذکورہ تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حسّی اور بدنی وشرعی موانع ہونے کی صورت میں استطاعتِ صحیحہ حاصل نہیں ہوتی، اور موانعِ شرعی میں عورت کے لئے محرم کا نہ ہونا، اور عورت کا عدت میں ہونا، اور حسّی رُکاوٹ میں راستہ کا مامون نہ ہونا، اور حکومت کی رُکاوٹ نہ ہونا داخل ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

الاستطاعة:هي عرض يخلقه الله تعالى في الحيوان، يفعل أو يفعل به الأفعال الاختيارية، والاستطاعة والقدرة والقوة والوسع والطاقة متقاربة في المعنى في اللغة، وأما في عرف المتكلمين فهي عبارة عن صفة بها يتمكن الحيوان من الفعل والترك.الاستطاعة الحقيقية:هي القدرة التامة التي يجب عندها صدور الفعل، فهي لا تكون إلا مقارنةً للفعل .الاستطاعة الصحيحة:هي أن ترفع الموانع من المرض وغيره(التعريفات للجرجاني، مادة الاستطاعة)

اور لغت میں ''سبیل'' راستے کو کہا جاتا ہے، اور بعض حضرات نے فرمایا کہ سہل راستے کو کہا جاتا ہے، اس کے علاوہ سبیل ان چیزوں کو بھی کہا جاتا ہے جو کسی چیز کی طرف پہنچنے یا کسی چیز کو حاصل کرنے کا وسیلہ اور ذریعہ ہوں، جس طرح سے کہ راستہ اور سواری منزل تک پہنچنے کا ذریعہ اور وسیلہ ہوتے ہیں، پس جب تک کسی کو حج کے لئے سفر کرنے اور جانے کی استطاعت حاصل نہیں ہوگی، اور مالی، بدنی یا شرعی وحسّی مانع موجود ہوگا، اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔ [1]

حج فرض ہونے میں صاحبِ استطاعت کی حیثیت کی تعیین کے لئے فقہائے کرام نے سورۂ آلِ عمران کی مذکورہ آیت کو ہی بنیاد بنایا ہے۔

اس آیت میں کیونکہ بیتُ اللہ تک سبیل کی استطاعت وقدرت کا ذکر ہے، اور کسی شرعی عمل کو انجام دینے کے لئے فی نفسہٖ استطاعت وقدرت یا تو بدن کے ذریعہ سے ہوتی ہے، یا مال کے ذریعہ سے ہوتی ہے، یا بدن اور مال دونوں کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہرِ روایت کے مطابق حج فرض ہونے کے لئے بدنی اور مالی دونوں قسم کی استطاعت وقدرت ضروری ہے، کیونکہ صحتِ بدن کے بغیر سبیل کی بدنی استطاعت کا تصور نہیں کیا جاسکتا، جس طرح سے کہ سواری اور کھانے پینے کے اخراجات کے بغیر مالی استطاعت حاصل نہیں ہوتی، اور اسی وجہ سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جو چیزیں بدن کے بیتُ اللہ تک پہنچنے میں رُکاوٹ ہوں، خواہ شرعاً (جیسے محرم کے بغیر اور عدت

---

[1] قال ابن الأثير وقد تكرر في الحديث ذكر سَبيل الله وابن السَّبيل والسَّبيل في الأصل الطريق(لسان العرب ،مادة، سبل)

سبل :السبيل الطريق الذى فيه سهولة وجمعه سبل قال (وأنهارا وسبلا -وجعل لكم فيها سبلا - ليصدونهم عن السبيل) يعنى به طريق الحق لان اسم الجنس إذا أطلق يختص بما هو الحق وعلى ذلك (ثم السبيل يسره) وقيل لسالكه سابل وجمعه سابلة وسبيل سابل نحو شعر شاعر، وابن السبيل المسافر البعيد عن منزله، نسب إلى السبيل لممارسته إياه، ويستعمل السبيل لكل ما يتوصل به إلى شىء خيرا كان أو شرا(المفردات فى غريب القرآن للاصفهانى، ج ۱ ص۳۹۵، ۳۹۶، مادة" سبل")

میں عورت کا جانا) اور خواہ حسّاً رُکاوٹ ہوں (جیسے راستہ کا پُر امن نہ ہونا، حکومت کی طرف سے رُکاوٹ کا ہونا وغیرہ) ان کے ہوتے ہوئے حج فرض نہیں ہوتا۔ [1]

---

[1] مالی استطاعت کا ہونا حج کی شرطِ وجوب ہے، اور خود حج بدنی عبادت ہے، جیسا کہ پہلے گزرا؛ لہٰذا بدنی استطاعت تو خود اس وجہ سے شرط ہوئی کہ حج بدنی عبادت ہے، اور مالی استطاعت اس کے واجب ہونے کے اعتبار سے شرط ہوئی، اور بعض روایات میں جو استطاعت کی تفسیر زادو راحلہ سے کی گئی ہے، وہ مکمل تفسیر نہیں ہے، بلکہ صرف مالی عبادت ہونے کی جہت سے ہے، اور صحتِ بدن کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔

پس اس لئے حج کے لئے بدنی استطاعت کو شرط وجوبِ اداء کا درجہ دے کر اپاہج اور معذور پر حج فرض قرار دینا اور مالی استطاعت کو شرط وجوب کا درجہ دینا عکسِ نقیض کہلائے جانے کا مستحق ہے۔

والقدرة إما بالبدن أو بالمال أو بهما .وإلى الأول ذهب الإمام مالک فيجب الحج عنده على من قدر على المشي والكسب في الطريق، وإلى الثاني ذهب الإمام الشافعي ولذا أوجب الاستنابة على الزمن إذا وجد أجرة من ينوب عنه، وإلى الثالث ذهب إمامنا الأعظم رضي الله تعالى عنه، ويؤيده ما أخرجه البيهقي، وغيره عن ابن عباس رضي الله تعالى عنهما أنه قال :السبيل أن يصح بدن العبد ويكون له ثمن زاد وراحلة من غير أن يجحف به .واستدل الإمام الشافعي رضي الله تعالى عنه بما أخرجه الدارقطني عن جابر بن عبد الله قال :لما نزلت هذه الآية وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا قام رجل فقال :يا رسول الله ما السبيل؟ قال :الزاد والراحلة.وروى هذا من طرق شتى وهو ظاهر فيما ذهب إليه الشافعي حيث قصر الاستطاعة على المالية دون البدنية، وهو مخالف لما ذهب إليه الإمام مالک مخالفة ظاهرة، وأما إمامنا فيؤول ما وقع فيه بأنه بيان لبعض شروط الاستطاعة بدليل أنه لو فقد أمن الطريق مثلا لم يجب الحج عليه، والظاهر أنه صلى الله تعالى عليه وسلم لم يتعرض لصحة البدن لظهور الأمر كيف لا والمفسر في الحقيقة هو السبيل الموصل لنفس المستطيع إلى البيت وذا لا يتصور بدون الصحة، ومما يؤيد أن ما في الحديث بيان لبعض الشروط أنه ورد في بعض الروايات الاقتصار على واحد مما فيه، فقد أخرج الدارقطني أيضا عن علي كرم الله تعالى وجهه أن النبي صلّى الله عليه وسلم سئل عن السبيل فقال :أن تجد ظهر بعير ولم يذكر الزاد. هذا واستدل بالآية على أن الاستطاعة قبل الفعل وفساد القول بأنها معه، ووجه الاستدلال ظاهر، وأجيب بأن الاستطاعة التي ندعي أنها مع الفعل هي حقيقة القدرة التي يكون بها الفعل وتطلق الاستطاعة على معنى آخر هو سلامة الأسباب والآلات والجوارح أي كون المكلف بحيث سلمت أسبابه وآلاته وجوارحه ولا نزاع لنا في أن هذه الاستطاعة قبل الفعل وهي مناط صحة التكليف وما ى الآية بهذا المعنى كذا قالوا(روح المعاني ،ج ٢،ص ٢٢٥ ،سورة آل عمران)

الاستطاعة بملک الزاد، والراحلة، ومنافع البدن شرط الوجوب؛ لأن الحج يقام بالمال، والبدن جميعا(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ٢،ص ١٢٠ ،كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

وأصله أن صحة البدن شرط للوجوب عنده، ولوجوب الأداء عندهما وقدمنا أول الحج اختلاف التصحيح وأن قول الإمام هو المذهب(رد المحتار على الدر المختار، ج ٢،ص ٥٩٨، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

پس جس کو بیت اللہ تک جانے کی بدنی یا مالی قدرت نہ ہو، اس پر سرے سے حج فرض نہیں ہوتا، بدنی قدرت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ مثلاً وہ اپاہج ہو، اور مالی قدرت نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ مالدار نہ ہو، بلکہ غریب ہو، جس کی وجہ سے اُسے بیتُ اللہ وعرفات تک پہنچنا ممکن نہ ہو۔ ؎

؎ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ اى الى البيت سَبِيلًا الموصول بدل من الناس بدل البعض خصص له فلا يجب الحج على غير المستطيع والسبيل الطريق منصوب على المفعولية واليه حال منه مقدم عليه والمراد به الذهاب على طريقة جرى النهر يعنى من استطاع ذهابا الى البيت ولاجل قصر الحكم على المستطيع اجمع العلماء على انه يشترط لوجوب الحج ان يكون الطريق أمنا والمنازل الماهولة معمورة يوجد فيه الزاد والماء وعند فوات الا من لا يجب الحج وكون البحربينه وبين مكة إذا كانت السلامة غالبة لا يمنع وجوب الحج عندهم خلافا لاحد قول الشافعى وكذلك يشترط عند ابى حنيفة ومالك الصحة فلا يجب عندهما على الضعيف والزمن وان كان له مال يمكن ان يستنيب من يحج عنه لانه غير مستطيع بنفسه والحج عبادة بدنية والمقصود من العبادات البدنية اتعاب النفس فلا يحصل مقصوده بالاستنابة وقال الشافعى واحمد هو مستطيع بماله قال البغوى يقال فى العرف فلان مستطيع لبناء داروان كان لا يفعله بنفسه وانما يفعله بماله وباعوانه۔ قلنا هو غير مستطيع على الحج الذى هو عبارة عن اركان مخصوصة وانما هو مستطيع على الانفاق والمقصود فى البناء ليس إتيانه بنفسه بخلاف العبادات البدنية فلا يجرى فيه ذلك العرف واحتج الشافعى واحمد بحديث ابن عباس رضى الله عنهما قال كان الفضل ردف النبى صلى الله عليه وسلم فجاء ت امراة من خثعم فجعل الفضل ينظر إليها وتنظر اليه وجعل النبى صلى الله عليه وسلم يصرف وجه الفضل الى الشق الاخر فقالت يا رسول الله ان فريضة الله على عباده فى الحج أدركت ابى شيخا كبيرا لا يستطيع ان يمسك على الرحل أفأحج عنه قال نعم وفى رواية لا يستطيع ان يستوى على الراحلة فهل تقضى عنه ان أحج عنه قال نعم وذلك فى حجة الوداع ۔متفق عليه والجواب انه حديث احاد لا يجوز به نسخ الكتاب المقتضى لاشتراط الاستطاعة وقد قيل فى الجواب ان معناه فريضة الله على عباده فى الحج الذى وقع بشرط الاستطاعة صادف ابى بصفة عدم الاستطاعة افاحج عنه اى هل يجوز لى ذلك او هل فيه اجر ومنفعة له فقال نعم وتعقب بان فى بعض ألفاظه والحج مكتوب عليه ونحوه وأجيب بانه لو صح تلك الألفاظ فهو ظن من امراة ظنت ظنا وتعقب بان النبى صلى الله عليه وسلم أجابها عن سوالها ولو كان ظنها غلطا لبينه لها وأجيب بانه انما أجابها عن سوالها افاحج عنه فقال حجى عنه لما راى من حرصها على إيصال الخير والثواب لابيها ويؤيده ما رواه عبد الرزاق من حديث ابن عباس فزاد فى الحديث حجى عن أبيك فان لم تزده خيرا لم تزده شرا ۔لكن جزم الحفاظ بانها رواية شاذة والاولى ان يحمل الحديث على من استقر فى ذمته صحيحا ثم طرا عليه ضعف وزمانة فانه لا يسقط عنه الحج بل يجب عليه ان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض احادیث میں جو استطاعت کی تفسیر سواری اور سفر کے سامان سے کی گئی ہے، تو اولاً تو وہ بطور حصر کے نہیں ہے، بلکہ استطاعت کی ایک مخصوص صورت کو بیان کیا گیا ہے، دوسرے ان میں سے بعض روایات سند کے اعتبار سے مستند بھی نہیں ہیں، تیسرے وہ خبرِ آحاد ہیں،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

يحج عنه غيره من ماله ما دام حيًا او يوصى به عند موته وإذا مات ولم يحج يحج عنه وارثه او يحج عنه أجنبيا من ماله ان شاء فالحج عن الغير قضاء بمثل غير معقول ثبت بهذا الحديث كما ثبت الفدية عن الصوم فى حق الشيخ الفانى بنص الكتاب -وافتراض الحج كان عام الحديبية سنه بقوله تعالى وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ وهذه قصة حجة الوداع فلعل أباه ضعف فى تلك السنين بعد الوجوب والله اعلم وكذا يشترط البصارة عند ابى حنيفة فلا يجب الحج على الأعمى وان وجد قائدا لأنه غير مستطيع بنفسه والاستطاعة بالغير غير معتبر عنده وقال ابو يوسف ومحمد والجمهور الأعمى إذا وجد قائدا يجب عليه الحج وكذا الخلاف فى وجوب الجمعة على الأعمى ولاجل اشتراط الاستطاعة يشترط عند ابى حنيفة فى حق المرأة ان يكون معها زوجها او ذو محرم منها إذا كان بينها وبين مكة ثلاثة مراحل وقال احمد يشترط ذلك مطلقا طال المسافة او قصرت فان لم يكن لها رجل كذلك او كان ولا يخرج معها او كان لا يخرج معها الا بأجرة وهى لا تقدر على الاجرة لا يجب عليها الحج وذلك لانها ممنوعة عن السفر الا ومعها زوجها او ذو محرم منها والمهجور شرعا كالمهجور عادة فصارت غير مستطيعة -وجه قول ابى حنيفة فى اشتراط مسافة ثلاثة ايام حديث ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا تسافر المرأة ثلاثا الا معها ذو محرم -متفق عليه وفى رواية لمسلم لا يحل لامراة تؤمن بالله واليوم الاخر تسافر مسيرة ثلاث ليال الا ومعها ذو محرم -وفى رواية فوق ثلاث وفى الباب مقيدا بثلاثة ايام حديث ابى هريرة رواه مسلم والطحاوى -وفى رواية للطحاوى فوق ثلاث ليال -وحديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده بلفظ ثلاثة ايام رواه الطحاوى -وحديث ابى سعيد الخدرى رواه مسلم والطحاوى بلفظ ثلاثة ايام فصاعدا -وفى رواية لمسلم بلفظ فوق ثلاث وبلفظ اكثر من ثلاث..........

والمراد بالاستطاعة الاستطاعة على سفر معتاد بحيث لا يلحقه حرج ومن ثم يشترط عند الجمهور ان يكون له زاد وراحلة فاضلا عما لا بد منه وعن الديون وعن نفقة عياله الى حين عوده فان المشغول بالحاجة الاصلية كالمعدوم ولذا لا يجب فيه الزكوة ومن لا زاد له اولا راحلة له لا يستطيع السفر غالبا والحرج مدفوع فى الشرع وقال داود لا يشترط لوجوب الحج زاد ولا راحلة- وقال مالك ان كان هو ممن له عادة بالسؤال او كان يمكنه ان يكتسب فى الطريق لا يشترط له الزاد وان كان قادرا على المشى لا يشترط له الراحلة وقد قال الله تعالى وَأَذِّنْ فِى النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلٰى كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ قلنا الواقع فى جواب الأمر يكون اخبارا عن الواقع ولا يكون دليلا على وجوب الحج بلا راحلة والقدرة على المشى امر خفى وقد يزول القدرة فى أثناء الطريق فلا بد من اشتراط زاد وراحلة من ابتداء السفر كيلا يفضى الى الهلاك (التفسير المظهرى، ج۲،۹۸، ۹۹،سورة آلِ عمران)

جن سے کتاب اللہ پر زیادتی نہیں ہو سکتی۔ [1]

[1] وقوله عليه السلام "الاستطاعة الزاد والراحلة "فإنه بيان ما يحتاج إليه من الالة وخصه بالذكر دون الاخر إذ كان معلوما من حيث العقل ومقتضى الشرع أن التكليف من دون تلك الاخر لا يصح(المفردات فى غريب القرآن للاصفهانى، ج ا ص ۵۳۰، مادة طوع)

قال أبو بكر فوجود الزاد والراحلة من السبيل الذى ذكره الله تعالى ومن شرائط وجوب الحج وليست الاستطاعة مقصورة على ذلك لأن المريض الخائف والشيخ الذى لا يثبت على الراحلة والزمنى وكل من تعذر عليه الوصول إليه فهو غير مستطيع السبيل إلى الحج وإن كان واجدا للزاد والراحلة فدل ذلك على أن النبى صلى الله عليه وسلم لم يرد بقوله الاستطاعة الزاد والراحلة أن ذلك جميع شرائط الاستطاعة وإنما أفاد ذلك بطلان قول من يقول إن من أمكنه المشى إلى بيت الله ولم يجد زادا وراحلة فعليه الحج فبين صلى الله عليه وسلم أن لزوم فرض الحج مخصوص بالركوب دون المشى وأن من لا يمكنه الوصول إليه إلا بالمشى الذى يشق ويعسر فلا حج عليه (أحكام القرآن للجصاص ، ج ۲، ص ۳۰۸، سورة آلِ عمران، باب فرض الحج)

وقال آخرون :السبيل التى إذا استطاعها المرء كان عليه الحج :الطاقةُ للوصول إليه .قالوا: وذلك قد يكون بالمشى وبالركوب، وقد يكون مع وجودهما العجز عن الوصول إليه :بامتناع الطريق من العدوّ الحائل، وبقلة الماء ، وما أشبه ذلك .قالوا :فلا بيان فى ذلك أبين مما بيَّنه الله عز وجل، بأن يكون مستطيعًا إليه السبيل، وذلك :الوصولُ إليه بغير مانع ولا حائل بينه وبينه، وذلك قد يكون بالمشى وحده وإنْ أعوزَه المركب، وقد يكون بالمركب وغير ذلك.

ذكر من قال ذلك:

حدثنا محمد بن بشار قال، حدثنا عبد الرحمن بن مهدى قال، حدثنا سفيان، عن خالد بن أبى كريمة، عن رجل، عن ابن الزبير قوله":ولله على الناس حجّ البيت من استطاع إليه سبيلا "قال: على قدر القوة.

حدثنا يحيى بن أبى طالب قال، أخبرنا يزيد قال، أخبرنا جويبر، عن الضحاك فى قوله":من استطاع إليه سبيلا"، قال :الزاد والراحلة، فإن كان شابًّا صحيحًا ليس له مال، فعليه أن يُؤاجر نفسه بأكله وعُقْبَته حتى يقضى حجته به،فقال له قائل :كلَّف الله الناسَ أن يمشوا إلى البيت؟ فقال :لو أنّ لبعضهم ميراثًا بمكة، أكان تاركَه؟ والله لانطلق إليه ولو حَبوًا !!كذلك يجبُ عليه الحج.

حدثنا محمد بن بشار قال، حدثنا محمد بن بكر قال، أخبرنا ابن جريج قال، قال عطاء :من وجد شيئًا يبلِّغه، فقد وَجد سبيلا كما قال الله عز وجل".:من استطاع إليه سبيلا

............قال أبو جعفر :وأولى الأقوال فى ذلك عندنا بالصواب، قولُ من قال بقول ابن الزبير وعطاء :إنّ ذلك على قدر الطاقة .لأن"السبيل "فى كلام العرب :الطريقُ، فمن كان واجدًا طريقًا إلى الحج لا مانعَ له منه من زَمانة، أو عَجز، أو عدوّ، أو قلة ماء فى طريقه، أو زاد، أو ضعف عن المشى، فعليه فرضُ الحج، لا يجزيه إلا أداؤه .فإن لم يكن واجدًا سبيلا =أعنى بذلك :فإن لم يكن مطيقًا الحجَّ، بتعذُّر بعض هذه المعانى التى وصفناها عليه =فهو ممن لا يجدُ إليه طريقًا ولا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ لَّمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ، فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا، وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا

(سنن الدارمی) [1]

ترجمہ: جس شخص کے لئے کوئی ظاہری ضرورت حج سے مانع ورکاوٹ نہ ہو، یا ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو، یا ایسا مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مرجائے تو چاہے یہودی ہوکر مرے یا نصرانی ہوکر مرے (دارمی، بیہقی)

اس حدیث میں جسمانی مرض اور حکومت کی رُکاوٹ کا بھی ذکر کیا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی اپاہج ہو، یا حکومت کی طرف سے اُسے رُکاوٹ ہو، اس پر بھی حج فرض نہیں، کیونکہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يستطيعه. لأن الاستطاعة إلى ذلك، هو القدرة عليه. ومن كان عاجزًا عنه ببعض الأسباب التي ذكرنا أو بغير ذلك، فهو غير مطيق ولا مستطيع إليه السبيلَ. وإنما قلنا: هذه المقالة أولى بالصحة مما خالفها، لأن الله عز وجل لم يخصِّص، إذ ألزم الناسَ فرضَ الحج، بعض مستطيعي السبيل إليه بسقوط فرض ذلك عنه. فذلك على كل مستطيع إليه سبيلا بعموم الآية. فأما الأخبار التي رويت عن رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذلك بأنه "الزاد والراحلة"، فإنها أخبار: في أسانيدها نظر، لا يجوز الاحتجاج بمثلها في الدّين (جامع البيان للطبری، ج۵ ص۶۱۴، تا ۶۱۷ ملخصاً، سورة آلِ عمران)

[1] رقم الحديث ۱۸۲۶، كتاب المناسك، باب من مات ولم يحج؛ اخبار مكة للفاكهي، رقم الحديث ۸۰۱؛ شعب الايمان، رقم الحديث ۳۶۹۳؛ سنن كبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ۸۶۶۰؛ حلية الاولياء، ج۹، ص ۲۵۱.

قال البيهقي في السنن الكبرىٰ:

وهذا وإن كان إسناده غير قوى فله شاهد من قول عمر بن الخطاب رضي الله عنه.

وقال في شعب الايمان:

قال الشيخ أحمد: وهذا إن صح فإنما أراد والله أعلم إذا لم يحج وهو لا يرى تركه مأثما، ولا فعله برا.

وقال الحافظ العسقلاني:

هذا الحديث ذكره ابن الجوزي في الموضوعات وقال العقيلي والدارقطني لايصح فيه شيئ. قلت: وله طرق (التلخيص الحبير كتاب الحج، رقم الحديث ۹۵۸)

ایسا شخص بھی حج کے بارے میں صاحبِ استطاعت نہیں کہلاتا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے سورہ آلِ عمران کی آیت کی تفسیر میں مروی ہے کہ:

(وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا) قَالَ : اَلسَّبِيْلُ أَنْ يَّصِحَّ بَدَنُ الْعَبْدِ وَيَكُوْنَ لَهُ ثَمَنُ زَادٍ وَرَاحِلَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّجْحَفَ بِهِ (السنن الكبرى للبيهقى) [1]

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیتُ اللہ کا حج کرنا (فرض) ہے، جو اس کی طرف سبیل (یعنی راستے) کی استطاعت رکھتا ہو، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سبیل یہ ہے کہ بندہ کا بدن صحیح ہو، اور اُس کے پاس سواری اور سفر کے سامان کی قیمت ہو، اور اُس کے لئے کوئی روک بھی نہ ہو (بیہقی، طبری)

اس روایت میں بھی سبیل کی تفسیر میں بدن کے صحیح ہونے اور رُکاوٹ نہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، جس سے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہرِ قول کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الرواية ٨٦٤١، كتاب الحج، باب الرجل يطيق المشى ولا يجد زادا ولا راحلة فلا يبين أن يوجب عليه الحج، واللفظ لهٗ، جامع البيان للطبرى، رقم الحديث ٧٤٧٧.

[2] شرائط وجوب الحج :العقل، والبلوغ، والحرية، والاستطاعة، وتكلموا فى تفسير الاستطاعة.

قال أبو حنيفة رحمه الله فى ظاهر الرواية :تفسيرها ملائمة البدن وملك الزاد والراحلة، وهو رواية عن أبى يوسف ومحمد رحمهما الله.

وقال أبو يوسف ومحمد فى ظاهر الرواية :تفسيرها ملك الزاد والراحلة لا غير، وهو رواية الحسن عن أبى حنيفة رحمه الله، حتى إن فى ظاهر الرواية عن أبى حنيفة رحمه الله :لا يجب الحج على الزَّمِن، والمفلوج، والمقطوع الرجلين، وإن ملكوا الزاد والراحلة وهو رواية عنهما، وفى ظاهر روايتهما يجب الحج على هؤلاء ، وهو رواية الحسن عن أبى حنيفة إذا كان ملكه من الزاد والراحلة قدر ما يحج به، ويحج معه من يرفعه ويقوده إلى المناسك وإلى حاجته، وفائدة هذا الخلاف إنما تظهر فيما إذا ملك هؤلاء الزاد والراحلة، ففى ظاهر رواية أبى حنيفة رحمه الله :أنه لا يجب عليهم الإحجاج بمالهم؛ لأن الإحجاج بالمال بدل عن الحج بالبدن ولم يجب عليهم الحج بالبدن لمكان العجز فكيف يجب عليهم البدل؟ وفى ظاهر روايتهما يجب؛ لأنه لزمهم الأصل وهو الحج بالبدن فى الذمة، وقد عجزوا عنه فيلزمهم البدل(المحيط البرهانى، ج٢،ص٤١٧، الفصل الأول :فى بيان شرائط الوجوب)

فقہائے کرام نے قرآن وسنت کے اسی قسم کے مذکورہ دلائل میں غور وفکر کر کے حج فرض ہونے کی کچھ شرائط بیان فرمائی ہیں۔ [1]

---

[1] مشائخ احناف نے بطورِ خاص حج کے باب میں بعض شرائط کو تو شرائطِ وجوب سے تعبیر فرمایا ہے۔
اور بعض شرائط کو شرائطِ وجوبِ اداء سے تعبیر فرمایا ہے۔
اور بعض شرائط کو شرائطِ اداء یا شرائطِ صحتِ اداء سے تعبیر فرمایا ہے۔
اور بعض شرائط کو شرائطِ وقوعِ حج عن الفرض سے تعبیر فرمایا ہے۔
اور اس طرح مشائخ احناف نے حج کے باب میں یہ کل چار قسم کی شرائط بیان فرمائی ہیں۔
اور مشائخ احناف کی حج کے باب میں بطورِ خاص شرائطِ وجوب سے مراد یہ ہے کہ اُن کے بغیر حج ذمہ میں فرض ہی نہیں ہوتا، اور حج کو بجالانے اور ادا کرنے کا انسان کو امر نہیں ہوتا اور جب وہ شرائط پائی جائیں، تو نفسِ حج تو ذمہ میں فرض ہو جاتا ہے، لیکن حج کی ادائیگی کا انسان اُس وقت مکلف ہوتا ہے، جبکہ شرائطِ وجوبِ اداء بھی پائی جائیں، اور اگر شرائطِ وجوبِ اداء نہ پائی جائیں تو خود حج ادا کرنا فرض نہیں ہوتا، بلکہ دوسرے سے حج بدل کرانا، یا موت سے پہلے حج بدل کی وصیت کرنا واجب ہوتا ہے۔
اور فقہائے کرام کے نزدیک شرائطِ صحتِ اداء وہ کہلاتی ہیں کہ جب وہ شرائط پائی جائیں، تو حج کا ادا کرنا صحیح اور معتبر کہلاتا ہے، ورنہ نہیں۔
اور شرائطِ وقوعِ حج عن الفرض وہ کہلاتی ہیں کہ جب وہ شرائط پائی جائیں، تو حج بطورِ فرض (نہ کہ بطورِ نفل) واقع ہوتا ہے۔

(قوله على مسلم إلخ) شروع فى بيان شروط الحج وجعلها فى اللباب أربعة أنواع.
الأول :شروط الوجوب وهى التى إذا وجدت بتمامها وجب الحج وإلا فلا وهى سبعة :الإسلام، والعلم بالوجوب لمن فى دار الحرب والبلوغ والعقل والحرية والاستطاعة والوقت أى القدرة فى أشهر الحج أو فى وقت خروج أهل بلده على ما يأتى.
والنوع الثانى :شروط الأداء وهى التى إن وجدت بتمامها مع شروط الوجوب، وجب أداؤه بنفسه، وإن فقد بعضها مع تحقق شروط الوجوب، فلا يجب الأداء بل عليه الإحجاج أو الإيصاء عند الموت وهى خمسة :سلامة البدن، وأمن الطريق وعدم الحبس، والمحرم أو الزوج للمرأة وعدم العدة لها.
النوع الثالث :شرائط صحة الأداء وهى تسعة :الإسلام والإحرام، والزمان، والمكان، والتمييز، والعقل ومباشرة الأفعال إلا بعذر وعدم الجماع والأداء من عام الإحرام.
النوع الرابع :شرائط وقوع الحج عن الفرض وهى تسعة أيضا :الإسلام، وبقاؤه إلى الموت، والعقل، والحرية والبلوغ والأداء بنفسه إن قدر، وعدم نية النفل، وعدم الإفساد، وعدم النية عن الغير (قوله على مسلم) فلو ملك الكافر ما به الاستطاعة ثم أسلم بعد ما افتقر لا يجب عليه شىء بتلك الاستطاعة بخلاف ما لو ملكه مسلما فلم يحج حتى افتقر حيث يتقرر وجوبه دينا فى ذمته فتح، وهو ظاهر على القول بالفورية لا التراخى نهر.
قلت :وفيه نظر لأن على القول بالتراخى يتحقق الوجوب من أول سنى الإمكان(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۴۵۸، كتاب الحج)

ان شرائط میں کچھ تفصیل ہے، اس لئے آگے ان کو الگ الگ ذکر کیا جاتا ہے۔ ۱

۱ حج کی شرائطِ وجوب اور شرائطِ وجوبِ اداء میں متعدد فقہاء کا اختلاف ہے کہ کون کون سی شرائط، شرائطِ وجوب میں داخل ہیں، اور کون کون سی شرائط اداء میں داخل ہیں، بعض فقہائے کرام نے ان سب کو شرائطِ وجوب میں داخل مانا ہے، ہمارے نزدیک دلائل کی رو سے ان میں سے اکثر شرائط کا شرائطِ وجوب ہونا راجح ہے، البتہ بعض شرائطِ وجوب کے ساتھ شرائطِ صحت میں بھی داخل ہیں، جیسے مسلمان ہونا، جن میں سے ہر ایک کے مختلف پہلو ہم نے اُس شرط کے ضمن میں ذکر کر دیئے ہیں۔

ملحوظ رہے کہ فقہائے اُصولیین نے جو اُصولی اور فقہی تقسیم وتعریف فرمائی ہے، وہ یہ ہے کہ شرطِ وجوب کے بغیر وہ عبادت سرے سے ذمہ میں واجب نہیں ہوتی، اور شرطِ وجوبِ اداء کے بغیر اس عبادت کو عملاً ادا کرنا واجب نہیں ہوتا، نہ خود اور نہ دوسرے سے کرانا؛ جبکہ بطورِ خاص حج کے باب میں وجوبِ اداء کی اس کے برعکس یہ تعریف کی جاتی ہے کہ خود ادا کرنا تو واجب نہیں ہوتا، مگر دوسرے سے کرانا واجب ہو جاتا ہے، اور عام طور پر فقہائے کرام نے وجوب کی دو انواع بیان فرمائی ہیں، ایک اصلِ وجوب، جو کہ سبب سے ثابت ہوتا ہے، اور اسی لئے اس کو سببِ وجوب کہا جاتا ہے، اور حج کا سببِ وجوب بیت اللہ ہے۔ دوسرے وجوبِ اداء، جس کے لئے قدرت شرط ہوتی ہے، اور اس کے بغیر اس فعل کی ادائیگی اصالتاً ونیابتاً واجب نہیں ہوتی۔

اس اصولی تقسیم کا تقاضا یہ تھا کہ اگر کسی شرط کو حج کی شرطِ وجوبِ اداء بھی مانا جائے تب بھی اس کے بغیر حج اصالتاً ونیابتاً فرض نہیں ہونا چاہئے تھا۔ لیکن مشائخ احناف نے حج کے باب میں یہ مراد نہیں لیا، جس کا پہلے ذکر گزرا۔

الوجوب نوعان :أحدهما: أصل الوجوب وهو اشتغال الذمة بالواجب وأنه ثبت بالأسباب لا بالخطاب، ولا تشترط القدرة لثبوته بل ثبت جبرا من الله تعالى شاء العبد، أو أبى.

والثاني :وجوب الأداء وهو إسقاط ما في الذمة وتفريغها من الواجب، وأنه ثبت بالخطاب وتشترط له القدرة على فهم الخطاب وعلى أداء ما تناوله الخطاب، لأن الخطاب لا يتوجه إلى العاجز عن فهم الخطاب ولا إلى العاجز عن فعل ما تناوله الخطاب، والمجنون لعدم عقله، أو لاستتاره، والمغمى عليه، والنائم لعجزهما عن استعمال عقلهما عاجزون عن فهم الخطاب وعن أداء ما تناوله الخطاب، فلا يثبت وجوب الأداء في حقهم ويثبت أصل الوجوب في حقهم، لأنه لا يعتمد القدرة بل يثبت جبرا.

وتقرير هذا الأصل معروف في أصول الفقه، وفي الخلافيات، وقال أهل التحقيق من مشايخنا بما وراء النهر :إن الوجوب في الحقيقة نوع واحد وهو وجوب الأداء فكل من كان من أهل الأداء كان من أهل الوجوب ومن لا فلا وهو اختيار أستاذي الشيخ الأجل الزاهد علاء الدين رئيس أهل السنة محمد بن أحمد السمرقندي -رضي الله عنه- لأن الوجوب المعقول هو وجوب الفعل (بدائع الصنائع، ج۲، ص۸۸، كتاب الصوم، فصل شرائط أنواع الصيام)

حج کی شرائطِ وجوب اور شرائطِ وجوبِ اداء کے مذکورہ اختلاف کی وجہ سے ان سب شرائط کو ہم نے بالترتیب ذکر کیا ہے، اور کسی شرط کے شرطِ وجوب یا شرطِ وجوبِ اداء ہونے کے اختلاف کو ساتھ ہی ذکر کر دیا ہے۔

جبکہ بہت سے حضرات نے مناسکِ حج کی کتب میں ان کو الگ الگ ذکر کیا ہے۔ محمد رضوان

(۱)...... مسلمان ہونا (غیر مسلم، نو مسلم اور مرتد کے حج کا حکم)

حج کے عملی طور پر فرض بلکہ صحیح ہونے کے لئے مسلمان ہونا بنیادی شرط ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا (سورة التوبة، آية ۲۸)

ترجمہ: بس مشرکین نجس ہیں تو وہ مسجدِ حرام کے قریب نہ جائیں، اس سال کے بعد (سورہ توبہ)

بعض فقہائے کرام نے فرمایا کہ اس آیت میں مشرکین کو درحقیقت حج وعمرہ سے منع کرنا مقصود ہے، جیسا کہ بعض احادیث میں آیا ہے؛ اور بعض فقہائے کرام نے اس آیت کے ظاہر سے مشرکین کے مسجدِ حرام میں داخلے ہی سے منع کیا ہے۔ [۱]

لیکن اس بات پر سب متفق ہیں کہ مشرک وکافر کا حج کرنا درست نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ (مسند احمد) [۲]

ترجمہ: اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کرے گا (مسند احمد، بخاری)

زمانۂ جاہلیت میں مشرک حج کیا کرتے تھے، اور حج کے لئے مسلمان ہونا ضروری ہے، اس لئے اسلام کی آمد کے بعد مشرکوں کو حج کرنے سے منع کر دیا گیا۔

---

[۱] قالت الحنفية المراد به النهي عن الحج والعمرة لا عن الدخول مطلقا بدليل ان النبي صلى الله عليه وسلم بعث عليا رضي الله عنه ينادي في الموسم لا يحج بعد العام مشرك فظهر ان المراد منعهم عن الحج والعمرة فيجوز عنده دخول الكافر المسجد الحرام ودخول غيره بالطريق الاولى وورد النهي عن الاقتراب للمبالغة وقالت الشافعية هو نهي عن دخولهم الحرم لانهم إذا دخلوا بالحرم فقد اقتربوا من المسجد الحرام (التفسير المظهري، ج۴ص ۱۷۶، سورة التوبة، تحت رقم الآية ۲۸)

[۲] رقم الحديث ۴، واللفظ لهٗ؛ بخاري، رقم الحديث ۳۱۷۷، باب :كيف ينبذ إلى أهل العهد.

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَأَيُّمَا أَعْرَابِيٍّ حَجَّ ثُمَّ هَاجَرَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرٰى (المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ۲۷۳۱، ج۳ص ۱۴۰، باب الالف) [1]

ترجمہ: جس اعرابی نے (کفر کی حالت میں) حج کرلیا، پھر اُس نے ہجرت کی (یعنی اسلام قبول کیا) تو اُس پر (دیگر شرائط پائے جانے کی صورت میں) دوبارہ حج کرنا فرض ہے (طبرانی)

خلاصہ یہ کہ حج ایک عبادت ہے، اور عبادت کے عملاً فرض اور صحیح ہونے کے لئے مسلمان ہونا شرط ہے۔

اب اس شرط سے متعلق چند اہم مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... اگر کوئی کافر حج کرے، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] قال الهيثمي:
رواه الطبراني في الأوسط، ورجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد،تحت رقم الحديث ۵۲۵۴، باب حج الصبي قبل البلوغ والعبد قبل العتق)

[2] کافر کے عبادت کا مکلف ہونے کے سلسلہ میں حنفیہ کے تین مؤقف ہیں، پہلا یہ کہ کافر عبادت کا ادا اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مکلف نہیں (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے اعتقاد اور اس کے عملاً ترک کی وجہ سے عذاب نہ ہوگا) یہ علمائے سمرقند کا مؤقف ہے؛ دوسرا یہ کہ کافر عبادت کا فقط اعتقاد کے اعتبار سے مکلف ہے (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے صرف ترکِ اعتقاد کی وجہ سے عذاب ہوگا) یہ علمائے بخاریٰ کا مؤقف ہے؛ تیسرا یہ کہ کافر عبادت کا اداء اور اعتقاد دونوں کے اعتبار سے مکلف ہے (پس کافر کو آخرت میں عبادت کی فرضیت کے اعتقاد اور اس کے عملاً ترک دونوں کی وجہ سے عذاب ہوگا) یہ علمائے عراق کا مؤقف ہے۔

علامہ ابنِ نجیم نے اس تیسرے وآخری مؤقف کو معتمد قرار دیا ہے؛ لیکن یہ سب بحث آخرت کے عذاب کے اعتبار سے ہے، اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ کافر کے اسلام لانے کے بعد جب تک اُس میں دیگر شرائط نہ پائی جائیں، اُس وقت تک اُس پر حج کرنا فرض نہیں ہوتا۔

(على مسلم) لأن الكافر غير مخاطب بفروع الإيمان في حق الأداء وقد حققناه فيما علقناه على المنار (حر مكلف) عالم بفرضيته(الدرالمختار، ج۲، ص۴۵۸، كتاب الحج)

(قوله وقد حققناه إلخ) حاصل ما ذكره هناك :أن في تكليفه بالعبادات ثلاثة مذاهب مذهب السمرقنديين غير مخاطب بها أداء واعتقادا والبخاريين مخاطب اعتقادا فقط والعراقيين مخاطب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲...... کافر کا جس طرح خود حج کرنا درست نہیں، اسی طرح کافر کا کسی مسلمان کو اپنی طرف سے حج کرانا بھی درست نہیں؛ لہٰذا اگر کافر نے کسی مسلمان کو بھیج کر اپنی طرف سے حج کرایا تو وہ بھی اس کافر کی طرف سے ادا نہ ہوگا۔ [۱]

مسئلہ نمبر۳...... اگر کفر کی حالت میں کوئی حج کرلے اور پھر حج کرنے کے بعد مسلمان ہو تو کفر کی حالت میں کئے ہوئے اس حج کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، بلکہ مسلمان ہونے کے بعد اگر حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں گی، تو دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا۔ [۲]

مسئلہ نمبر۴...... اگر کسی نے مسلمان ہونے کی حالت میں ایک یا کئی حج کئے، اور پھر نعوذ باللہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بهما فيعاقب عليهما قال :وهو المعتمد كما حرره ابن نجيم لأن ظاهر النصوص يشهد لهم وخلافه تأويل ولم ينقل عن أبي حنيفة وأصحابه شيء ليرجع إليه اهـ ولا يخفى أن قوله في حق الأداء يفهم أنه مخاطب بها اعتقادا فقط كما هو مذهب البخاريين وهو ما صححه صاحب المنار لكن ليس في كلام الشارح أن ما هنا هو ما اعتمده هناك وما قيل إن ما هنا خلاف المذهب فيه نظر لما علمت من أنه لا نص عن أصحاب المذهب فافهم (ردالمحتار، ج٢، ص٤٥٨، كتاب الحج)

وأما شرائط أركانه فمنها الإسلام فإنه كما هو شرط الوجوب، فهو شرط جواز الأداء ؛ لأن الحج عبادة، والكافر ليس من أهل العبادة(بدائع الصنائع، ج٢ص ١٦٠، كتاب الحج،فصل شرائط أركان الحج)

[۱] فلا يقع حج الكافر عن الفرض ولا عن النفل إذا أسلم ولا المسلم إذا ارتد بعد الحج وإن تاب ولا المجنون والصبي والعبد وإن أفاق وبلغ وعتق بعده ولا بأداء الغير قبل العذر ولا بنية النفل أو عن الغير أو مع الفساد فهؤلاء لو حجوا ولو بعد الاستطاعة لا يسقط عنهم الفرض ويجب عليهم ثانيا إذا استطاعوا اهـ.(منحة الخالق على البحر الرائق،ج ٢،ص ٣٣١،كتاب الحج)

فلا يصح حج الكافر أصالة ولا نيابة، فإن حج أو حج عنه ثم أسلم، وجبت عليه حجة الإسلام (الموسوعة الفقهية، ج١٧، ص٣٩، و ٤٠، شروط صحة الحج،مادة"حج")

[۲] ومنها الإسلام في حق أحكام الدنيا بالإجماع حتى لو حج الكافر ثم أسلم يجب عليه حجة الإسلام، ولا يعتد بما حج في حال الكفر (بدائع الصنائع، ج٢، ص ١٢٠، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

شروط صحة الحج: شروط صحة الحج أمور تتوقف عليها صحة الحج وليست داخلة فيه .فلو اختل شيء منها كان الحج باطلا، وهي : الشرط الأول :الإسلام: يشترط الإسلام لأن الكافر ليس أهلا للعبادة ولا تصح منه، فلا يصح حج الكافر أصالة ولا نيابة، فإن حج أو حج عنه ثم أسلم، وجبت عليه حجة الإسلام (الموسوعة الفقهية، ج١٧، ص٣٩، و ٤٠، شروط صحة الحج،مادة"حج")

تعالیٰ کافر ومرتد ہوجائے، تو اس کا حج باطل ہوجاتا ہے۔

اگر کسی مسلمان نے حج کیا لیکن (نعوذ باللہ تعالیٰ) پھر کافر ہوگیا، اس کے بعد پھر مسلمان ہوگیا تو اب اگر حج فرض ہونے کی شرائط موجود ہیں تو حنفیہ کے نزدیک اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوجائے گا، اور پہلا کیا ہوا حج کافی نہ ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کوئی شخص کفر کی حالت میں اتنا مالدار تھا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا تو اس پر حج فرض ہوجاتا لیکن کفر ہی کی حالت میں غریب ہوگیا اور پھر غریب ہونے کے بعد مسلمان ہوگیا تو حالتِ کفر میں مال دار ہونے کی وجہ سے مسلمان ہونے کے بعد اس پر حج فرض نہیں ہوگا جب تک بحالتِ اسلام صاحبِ استطاعت نہ ہو۔ [2]

مسئلہ نمبر ۶...... اگر کوئی عاقل بالغ شخص کفر کی حالت میں حج کے لئے چلا، اور اسی حال میں

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک مرتد ہونے سے حج باطل نہیں ہوتا۔ وھو روایۃ عن احمد۔

ومنها الإسلام فی حق أحكام الدنيا بالإجماع حتى لو حج الكافر ثم أسلم يجب عليه حجة الإسلام، ولا يعتد بما حج فی حال الكفر (بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۲۰، كتاب الحج،فصل شرائط فرضية الحج)

شروط إجزاء الحج عن الفرض ثمانية وهی: أ -الإسلام :وهو شرط لوقوعه عن الفرض والنفل، بل لصحته من أساسه كما هو معلوم.

ب -بقاؤه على الإسلام إلى الموت من غير ارتداد عياذا بالله تعالى، فإن ارتد عن الإسلام بعد الحج ثم تاب عن ردته وأسلم وجب عليه الحج من جديد عند الحنفية والمالكية، ورواية عن أحمد.

وقال الشافعية وهو رواية عن أحمد :لا تجب عليه حجة الإسلام مجددا بعد التوبة عن الردة استدل الحنفية والمالكية ومن معهم بقوله تعالى :(لئن أشركت ليحبطن عملك)فقد جعلت الآية الردة نفسها محبطة للعمل.واستدل الشافعی بقوله تعالى :(ومن يرتدد منكم عن دينه فيمت وهو كافر فأولئك حبطت أعمالهم فی الدنيا والآخرة وأولئك أصحاب النار هم فيها خالدون)فقد دلت الآية على أن إحباط الردة للعمل مشروط بالموت كافرا (الموسوعة الفقهية، ج۱۷، ص ۴۱، شروط إجزاء الحج عن الفرض،مادة"حج")

[2] قوله" :الإسلام "فلا يجب على الكافر حتى لو ملك ما به الاستطاعة ثم أسلم بعد ما افتقر لا يجب عليه شیء بتلك الاستطاعة (حاشية الطحطاوی على المراقی، ج ۱ ص۷۲۷، كتاب الحج)

الشرط الأول :الإسلام: أ -لو حج الكافر ثم أسلم بعد ذلك تجب عليه حجة الإسلام، لأن الحج عبادة، بل هو من أعظم العبادات والقربات، والكافر ليس من أهل العبادة. ب -ولو أسلم وهو معسر بعد استطاعته فی الكفر، فإنه لا أثر لها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۲۷، مادة"حج")

احرام بھی باندھ لیا، تو کفر کی وجہ سے اس کا احرام باندھنا معتبر نہیں؛ پھر اگر وہ وقوفِ عرفہ کا وقت فوت ہونے (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر) سے پہلے مسلمان ہوجائے، اور مسلمان ہونے کے بعد احرام کی تجدید کرلے، اور دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے پہلے وقوفِ عرفہ کرلے اور حج کے باقی مناسک بھی پورے کرلے، تو اس کا حج صحیح ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... اگر کسی نے مسلمان ہونے کی حالت میں حج کا احرام باندھا، اور پھر حج کرنے سے پہلے نعوذ باللہ تعالیٰ وہ مرتد ہوگیا، تو اس کا احرام باطل ہوجائے گا۔

پھر اگر وہ (گزشتہ مسئلہ کی تفصیل کے مطابق) وقوفِ عرفہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے اسلام قبول کرکے احرام کی تجدید کرلے، اور وقوفِ عرفہ اور حج کے دیگر مناسک پورے کرلے تو اس کا حج صحیح ہوجائے گا۔ [2]

---

[1] کیونکہ حالتِ کفر میں احرام منعقد نہیں ہوتا، اسی وجہ سے کافر کے احرام شروع کرکے اس کے فسخ کرنے سے اس پر کچھ لازم نہیں ہوتا، لہٰذا اس پر وقوفِ عرفہ کا مرتب ہونا بھی معتبر نہیں ہوگا۔

خلاصہ یہ کہ اگر کسی کافر نے احرام باندھ کر وقوفِ عرفہ کیا، اور وقوفِ عرفہ کے دوران ہی وقت ختم ہونے سے پہلے اسلام قبول کرکے احرام کی تجدید کرلی، یا وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد مگر وقت فوت ہونے (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر) سے پہلے احرام کی تجدید کرکے دوبارہ وقوفِ عرفہ کرلیا، اور حج کے باقی مناسک پورے کرلیے، تو اس کا حج ادا ہوجائے گا، اس کی مزید تفصیل آگے بالغ ہونے کے بیان میں آتی ہے۔

وأما الكافر إذا دخل مكة بغير إحرام ثم أسلم فإنه لا يلزمه شيء كالصبي إذا جاوزه بغير إحرام ثم بلغ لعدم أهلية الوجوب (البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۳، ص۴۵، كتاب الحج)

وكذا المجنون إذا أفاق، والكافر إذا أسلم قبل الوقوف بعرفة فجدد الإحرام، ولو أحرم العبد ثم عتق فأحرم بحجة الإسلام بعد العتق لا يكون ذلك عن حجة الإسلام بخلاف الصبي، والمجنون، والكافر، والفرق أن إحرام الكافر، والمجنون لم ينعقد أصلا لعدم الأهلية، وإحرام الصبي العاقل وقع صحيحا، لكنه غير لازم لكونه غير مخاطب فكان محتملا للانتقاض فإذا جدد الإحرام بحجة الإسلام انتقض فأما إحرام العبد، فإنه وقع لازما لكونه أهلا للخطاب فانعقد إحرامه تطوعا فلا يصح إحرامه الثاني إلا بفسخ الأول، وإنه لا يحتمل الانفساخ (بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۲۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

[2] ويتفرع عليه أيضا ما في شرح اللباب من أنه لو أحرم ثم ارتد والعياذ بالله تعالى بطل إحرامه (ردالمحتار، ج۲، ص۴۶۷، كتاب الحج، مطلب في فروض الحج وواجباته)

الكافر إذا أحرم للحج ثم أسلم فجدد الإحرام يجوز يقتضي أن لا يكون مسلما بالإحرام لكن محله

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۲)...... بالغ ہونا (نابالغ اور قریبُ البلوغ کے حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے بالغ ہونا بھی شرط ہے، نابالغ پر حج فرض نہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: يُرْفَعُ الْقَلَمُ عَنِ الصَّغِيْرِ، وَعَنِ الْمَجْنُوْنِ، وَعَنِ النَّائِمِ (ابنِ ماجه) ۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نابالغ) بچے سے اور مجنون سے اور سونے والے سے قلم (یعنی احکام کے مکلف ہونے) کو اٹھالیا گیا ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت ابنِ عباس اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما کی سند سے بھی اس قسم کی احادیث مروی ہیں۔ ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ما إذا لبى ولم يشهد المناسك أما إذا لبى وشهد المناسك كلها مع المسلمين ، فإنه يكون مسلما كما صرح به في المحيط والأصل أن الكافر متى فعل عبادة، فإن كانت موجودة في سائر الأديان، فإنه لا يكون به مسلما كالصلاة منفردا والصوم والحج الذى ليس بكامل والصدقة ومتى فعل ما هو مختص بشريعتنا، فإن كان من الوسائل كالتيمم لا يكون به مسلما، وإن كان من المقاصد أو من الشعائر كالصلاة بجماعة والحج على الهيئة الكاملة والأذان في المسجد وقراء ة القرآن، فإنه يكون به مسلما إليه أشار في المحيط وغيره من كتاب السير(البحر الرائق، ج ۱، ص ۱۵۹، و ۱۶۰، كتاب الطهارة، باب التيمم، نواقض التيمم)

۱ رقم الحديث ۲۰۴۲، كتاب الطلاق ، باب طلاق المعتوه والصغير والنائم، واللفظ لهٗ؛ ابوداؤد، باب في المجنون يسرق أو يصيب حدا،مستدرك حاكم،رقم الحديث ۸۱۷۰مسند احمد، رقم الحديث ۹۵۶.

في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

۲ عن ابن عباس، قال :مر علي على بن أبي طالب رضي الله عنه بمعنى عثمان، قال :أو ما تذكر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :رفع القلم عن ثلاثة، عن المجنون المغلوب على عقله حتى يفيق، وعن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبي حتى يحتلم، قال :صدقت، قال :فخلى عنها(سنن ابى داوٗد، رقم الحديث ۴۴۰۱،واللفظ لهٗ،مستدرك حاكم، رقم الحديث ۹۴۹)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين ، ولم يخرجاه.

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَيُّمَا صَبِيٍّ حَجَّ ثُمَّ بَلَغَ الْحِنْثَ عَلَيْهِ أَنْ يَّحُجَّ حَجَّةً أُخْرٰى (المعجم الأوسط للطبراني) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (نابالغ) بچہ حج کرلے، پھر وہ بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے (یعنی بالغ ہوجائے) تو اُس پر (دیگر شرائط پائی جانے کی صورت میں) دوبارہ حج کرنا فرض ہے (طبرانی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ نابالغ پر حج فرض نہیں ہوتا، اور اگر وہ حج کرے، تو اس سے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوتا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَفَعَتِ امْرَأَةٌ صَبِيًّا لَهَا، فَقَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، أَلِهٰذَا حَجٌّ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَلَكِ أَجْرٌ (مسلم) [2]

ترجمہ: ایک عورت نے اپنے بچہ کو اُٹھا کر عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا اس کا حج ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک، اور آپ کو اجر حاصل ہوگا (مسلم)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقال الذهبی فی التلخیص: علی شرطهما.

عن عائشة، عن النبی صلی الله علیه وسلم، قال " :رفع القلم عن ثلاثة :عن الصبی حتی یحتلم ، وعن النائم حتی یستیقظ، وعن المعتوه حتی یعقل "(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۴۷۰۳، واللفظ له،سنن النسائی، رقم الحدیث ۳۴۳۲)

فی حاشیة مسند احمد: إسناده جید.

[1] رقم الحدیث ۲۷۳۱، ج۳ص ۱۴۰، باب الالف.

قال الهیثمی:

رواه الطبرانی فی الأوسط، ورجاله رجال الصحیح(مجمع الزوائد،تحت رقم الحدیث ۵۲۵۴، باب حج الصبی قبل البلوغ والعبد قبل العتق)

[2] رقم الحدیث ۱۳۳۶ "۴۱۰" کتاب الحج، باب صحة حج الصبی وأجر من حج به.

والدہ کو بچہ کے حج کا اجر حاصل ہونے کی وجہ یہ تھی کہ والدہ بچہ کے نیک عمل اور اس کو حج کی تعلیم دینے کا سبب بنی، اور اگر وہ ناسمجھ ہے تو اس کے احرام اور دوسری چیزوں میں نیابت کی وجہ سے بھی ثواب حاصل ہوا۔ [1]

حضرت سائب بن یزید سے روایت ہے کہ:

حَجَّ بِیْ أَبِیْ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ حَجَّۃِ الْوَدَاعِ وَأَنَا ابْنُ سَبْعِ سِنِیْنَ (ترمذی) [2]

ترجمہ: میرے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں مجھے ساتھ لے کر حج کیا، اور میں (اس وقت) سات سال کا تھا (ترمذی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی نابالغ بچہ حج کرے، تو اس کا حج درست تو ہو جاتا ہے، لیکن اس کا حج نفل واقع ہوتا ہے۔

احادیث وروایات کے بعد اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ نمبر ۱...... حج فرض ہونے کے لئے بالغ ہونا شرط ہے، نابالغ پر حج فرض نہیں ہوتا خواہ وہ کتنا ہی سمجھ دار اور مالدار کیوں نہ ہو۔ [3]

مسئلہ نمبر ۲...... اگر کوئی نابالغ بچہ یا بچی حج کرے، تو اس کا حج صحیح ہو جاتا ہے، لیکن اس کا حج نفل واقع ہوتا ہے، اور بالغ ہونے کے بعد اگر حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، تو اس پر

---

[1] (فقالت ألهذا) أی یحصل لهذا الصغیر (حج) أی ثوابه (قال نعم) أی له حج النفل (ولک أجر) أی أجر السببیة وهو تعلیمه إن کان ممیزا أو أجر النیابة فی الإحرام والرمی والإیقاف والحمل فی الطواف والسعی إن لم یکن ممیزا (مرقاة المفاتیح، ج۵ ص ۱۷۴۲، کتاب المناسک)

[2] رقم الحدیث ۹۲۵، ابواب المناسک، باب ما جاء فی حج الصبی.

قال الترمذی: هذا حدیث حسن صحیح.

[3] الشرط الثالث :البلوغ: یشترط البلوغ، لأن الصبی لیس بمکلف، وعن ابن عباس رضی الله عنهما قال :رفعت امرأة صبیا لها فقالت :یا رسول الله ألهذا حج؟ قال: نعم ولک أجر (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۷، ص۲۷، و۲۸، شروط فرضیة الحج، مادة "حج")

فرض حج کرنا ضروری ہوتا ہے، اور نابالغی کی حالت میں کیا ہوا حج کافی نہیں ہوتا۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... اگر کوئی نابالغ بچہ یا بچی سمجھدار ہے، جو بات کو سمجھتا ہے، اور جواب بھی دیتا ہے، تو اس کا خود سے حج کا احرام باندھنا اور حج کے مناسک ادا کرنا صحیح ہے، خواہ اس کا ولی وسرپرست اجازت دے یا اجازت نہ دے، اور اس کی طرف سے اس کے ولی اور سرپرست کا احرام باندھنا صحیح نہیں۔ [2]

---

[1] وقد أجمع أهل العلم :أن الصبى إذا حج قبل أن يدرك فعليه الحج إذا أدرک، لا تجزء عنه تلک الحجة عن حجة الإسلام، وكذلک المملوک إذا حج فى رقه ثم أعتق فعليه الحج إذا وجد إلى ذلک سبيلا، ولا يجزء عنه ما حج فى حال رقه، وهو قول سفيان الثورى، والشافعى، وأحمد، وإسحاق (ترمذى، ج۳ص ۲۵۶، ابواب الحج، باب ما جاء فى حج الصبى)

لو حج يلزمه الحج ثانيا بعد البلوغ لأن حجة الإسلام من شرطها البلوغ والحرية، بخلاف الحج النفل (ردالمحتار، ج ۱، ص۵۷۸، باب الامامة)

مشروعية حج الصبى وصحة إحرامه:

اتفق العلماء على صحة حج الصبى، وعمرته، وأن ما يؤديه من عبادة أو من حج أو من عمرة يكون تطوعا، فإذا بلغ وجب عليه حجة فرض الإسلام .وإذا كان أداء الصبى للنسک صحيحا كان إحرامه صحيحا قطعا (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۱۷۸، مادة "إحرام" إحرام الصبى)

فلو حج الصبى صح حجه وكان تطوعا، فإذا بلغ الصبى وجب عليه حجة الفريضة، بإجماع العلماء، لأنه أدى ما لم يجب عليه، فلا يكفيه عن الحج الواجب بعد البلوغ، لما روى ابن عباس قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :إذا حج الصبى فهى له حجة حتى يعقل، وإذا عقل فعليه حجة أخرى، وإذا حج الأعرابى فهى له حجة، فإذا هاجر فعليه حجة أخرى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۲۸، شروط فرضية الحج، مادة "حج")

[2] مگر جیسا کہ پہلے گزر چکا کہ نابالغی کی حالت میں فرض حج ادا نہیں ہوتا، لہٰذا مندرجہ بالا صورت میں نابالغ سمجھدار بچہ کے خود سے احرام باندھ کر حج کرنے سے اس کا حج نفل واقع ہوگا۔

(قوله وظاهره) أى ظاهر قول المبسوط أو أحرم عنه أبوه بإعادة الضمير إلى الصبى العاقل لكن تأمله مع قول اللباب، وكل ما قدر الصبى عليه بنفسه لا تجوز فيه النيابة اهـ وكذا ما فى جامع الأسروشنى عن الذخيرة قال محمد فى الأصل والصبى الذى يحج له أبوه يقضى المناسک ويرمى الجمار وأنه على وجهين الأول إذا كان صبيا لا يعقل الأداء بنفسه، وفى هذا الوجه إذا أحرم عنه أبوه جاز وإن كان يعقل الأداء بنفسه يقضى المناسک كلها يفعل مثل ما يفعله البالغ اهـ فهو كالصريح فى أن إحرامه عنه إنما يصح إذا كان لا يعقل (ردالمحتار، ج۲، ص۴۶۶، كتاب الحج)

وينبغى الجمع بينهما بحمل الأول على مجنون ليس له قابلية النية فى الإحرام كالصبى الذى لا يعقل والثانى على الذى له بعض الإدراكات الشرعية وعلى صحة حج الصبى الغير المميز إذا ناب عنه وليه فى النية كذا فى شرح لباب المناسک لمنلا على القارى (منحة الخالق على البحر الرائق، ج۲، ص۳۳۴، وص۳۳۵، كتاب الحج، واجبات الحج)

اورشافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نابالغ سمجھ دار بچہ کا احرام اس کے ولی وسرپرست کی اجازت سے ہی منعقد ومعتبر ہوتا ہے، بلکہ شافعیہ کے نزدیک زیادہ صحیح قول کے مطابق بچہ کے ولی کا اس بچہ کی طرف سے احرام باندھنا بھی درست ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... جو بچہ نابالغ ہونے کے ساتھ ساتھ ناسمجھ ہو، تو اس کا خود احرام باندھنا تو درست ومعتبر نہیں، البتہ اس کے ولی کا اس کی طرف سے احرام باندھنا صحیح ہے، مثلاً ولی تلبیہ کے ساتھ یہ نیت کرے کہ میں نے اس بچہ کو حج یا عمرہ (جو بھی پیشِ نظر ہو) کے احرام میں داخل کردیا، اوراس کے بعد ولی بچہ کو ساتھ لے کر حج کے مناسک ادا کرے، اوراگر وہ بچہ، لڑکا ہو، تو اس کے سِلے ہوئے کپڑے بھی اتار دے۔ [2]

---

[1] ينقسم الصبى بالنسبة إلى مرحلة صباه إلى قسمين :صبى مميز، وصبى غير مميز .وضابط المميز :هو الذى يفهم الخطاب ويرد الجواب، دون اعتبار للسن.

أما الصبى المميز :فعند الحنفية والمالكية ينعقد إحرامه بنفسه، ولا تصح النيابة عنه فى الإحرام، لعدم جواز النيابة عند عدم الضرورة .ولا تتوقف صحة إحرامه على إذن الولى، بل يصح إحرامه بإذن الولى، وبغير إذن الولى، لكن إذا أحرم بغير إذن الولى فقد صرح المالكية أن للولى تحليله، وله إجازة فعله وإبقاؤه على إحرامه بحسب ما يرى من المصلحة .فإن كان يرتجى بلوغه فالأولى تحليله ليحرم بالفرض بعد بلوغه .فإن أحرم بإذنه لم يكن له تحليله، أما إذا أراد الولى الرجوع عن الإذن قبل الإحرام فقال الحطاب " :الظاهر أن له الرجوع، لا سيما إذا كان لمصلحته. ولم يصرح بذلك الحنفية .ولعله يدخل فى الإحصار بمنع السلطان عندهم.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه لا ينعقد إحرامه إلا بإذن وليه، بل قال الشافعية :يصح إحرام وليه عنه، على الأصح عندهم فى المسألتين .أما عند الحنابلة فلا يحرم عنه وليه لعدم الدليل .ويفعل الصبى الصغير المميز كل ما يستطيع أن يفعله بنفسه، فإن قدر على الطواف علمه فطاف، وإلا طيف به، وكذلك السعى وسائر المناسك .ولا تجوز النيابة عنه فيما قدر عليه بنفسه، وكل ما لا يقدر الصبى على أدائه ينوب عنه وليه فى أدائه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲،ص۱۷۸، مادة "إحرام" إحرام الصبى، صفة إحرام الصبى)

[2] الصبى الغير المميز لا يصح إحرامه ولا أداؤه، بل يصحان من وليه له، فيحرم عنه من كان أقرب إليه، فلو اجتمع والد وأخ يحرم الوالد ومثله المجنون، إلا أنه إذا جن بعد الإحرام يلزمه الجزاء ويصح منه الأداء وتمامه فى اللباب (ردالمحتار، ج۲، ص۵۲۷، كتاب الحج، مطلب فى طواف الزيارة)

وأما الصبى غير المميز -ومثله المجنون جنونا مطبقا -فيحرم عنه وليه، بأن يقول :نويت إدخال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کسی نابالغ بچہ کا والد یا ولی بچہ کو احرام بندھوا کر اس کو حج کرائے، تو بچہ کے ولی یا والد کو چاہئے کہ بچہ کو احرام کی ممنوع چیزوں سے بچائے، لیکن اگر بچہ احرام یا حج کی کوئی خلاف ورزی کرے، تو حنفیہ کے نزدیک اس بچہ پر یا اس بچہ کی طرف سے اس کے ولی یا والد پر کچھ واجب نہیں ہوتا، خواہ وہ بچہ سمجھدار ہو یا ناسمجھ ہو، مگر نابالغ ہو۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هـذا الـصبـى فى حرمات الحج، مثلا .وليـس الـمـراد أن الـولـى يـحرم فى نفسه ويقصد النيابة عن الصبى .ولا ينعقد إحرام الصبى غير المميز بنفسه اتفاقا.

ويؤدى الـولـى بـالـصبـى غيـر الـمـميـز الـمناسـك، فيجرده من المخيط والمحيط إن كان ذكرا، ويـكـشف وجـه الأنثى وكـفيهـا كـالـكبيـرة عـلـى مـا سبق فيه ويطوف به ويسعى، ويقف به بعرفة والـمزدلفة، ويرمى عنه، ويجنبه محظورات الإحرام، وهكذا .لـكن لا يصلى عنه ركعتى الإحرام أو الـطواف، بل تسقطان عنه عند الحنفية والمالكية، أما عند الشافعية فيصليهما الولى عنه، وهو ظاهر كلام الحنابلة.

إلا أن الـمالكية خففوا فى الإحرام والتجرد من الثياب، فقالوا " :يـحرم الولى بالصغير غير المميز، ويجرده من ثيابه قرب مكة، لخوف المشقة وحصول الضرر .فـإن كانت المشقة أو الضرر يتحقق بتـجـريـده قرب مكة أحرم بغير تجريده، كما هو الظاهر من كلامهم -ويـفدى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢، ص ١٧٨ وص ١٧٩، مادة "إحرام" إحرام الصبى، صفة إحرام الصبى)

[1] اور شوافع وحنابلہ کے نزدیک اس مسئلہ میں تفصیل ہے۔

(قال) : صبـى أحـرم عنه أبوه وجنبه ما يجنب المحرم فلبس ثوبا أو أصاب طيبا أو صيدا فليس عليه شىء عندنا والشافعى -رحمه الله تعالى -يوجب الكفارة المالية على الصبى كالبالغ بناء على أصله فى إيجاب الزكاة عليه ويأمر الولى بأدائه من ماله، وعندنا المالى والبدنى سواء فى أن وجوب ذلـك يـنبنى على الخطاب .والـصبـى غيـر مخاطب ثم إحرام الصبى للتخلق فلا تتحقق جنايته فى الإحرام بهـذه الأفـعال، وهذا؛ لأنه ليس للأب عليه ولاية الإلزام فيما يضره، ولو جعلنا إحرامه ملزما إياه فى الاجتناب عن المحظورات وموجبا للكفارة عليه لم يكن تصرف الأب فى الإحرام واقعا بصفة النظر لـه فـلهـذا جـعـلـناه تخلقا غير ملزم إياه فلا يلزمه الجزاء بارتكاب المحظور غير أن الأب يمنعه من ذلـك لـتحقيق معنى التخلق والاعتياد(المبسوط لشمس الأئمة السرخسى، ج ۴، ص ۱۳۰، كتاب المناسـك، يضرب المحرم فسطاطا ليستظل به)

وإذا ارتـكـب الصبى محظورا من محظورات الإحرام فلا فدية عليه مطلقا، وإذا فعل الولى أو غيره به ذلـك فـعـليـه الـفـدية (حـاشية الـبـجيرمى على تحفة الحبيب على شرح الخطيب، ج ٢، ص ۴۳۱، كتاب الحج)

ولو فرط الصبى فى شىء من أعمال الحج كان وجوب الدم فى مال الولى، ويجب عليه منعه من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۶ ...... اگر کوئی نابالغ بچہ میقات سے بغیر احرام کے حرم میں داخل ہوا، اور وہ پھر حرم کی حدود میں پہنچ کر بالغ ہوگیا، اور اس نے حرم کی حدود ہی سے حج کا احرام باندھ کر حج کرلیا، تو اس کا حج ادا ہو جائے گا، اور اس بچہ یا اس کے ولی پر بچہ کے میقات سے بغیر احرام کے گزرنے سے کچھ واجب نہیں ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... نابالغی کی حالت میں اگر کوئی حج کرے، تو وہ نفل حج کہلاتا ہے، اس وجہ سے اگر کسی نابالغ بچہ نے حج کا احرام باندھا، پھر وہ وقوفِ عرفہ سے پہلے بالغ ہوگیا، اور اُسی احرام کے ساتھ اس نے وقوفِ عرفہ اور حج کے دیگر مناسک ادا کیے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کا یہ حج نفل واقع ہوگا، کیونکہ اس کا احرام نابالغی کی حالت میں شروع ہونے کی وجہ سے نفل واقع ہوا تھا، لہٰذا اس احرام سے جو حج کیا جائے گا، وہ بھی نفل ہوگا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

محظورات الإحرام ، فإن ارتكب منها شيئا وهو مميز وتعمد فعل ذلك فالفدية في مال الولي في الأظهر.

أما غير المميز فلا فدية في ارتكابه محظورا على أحد (مغني المحتاج إلى معرفة ألفاظ المنهاج، ج۵، ص۳۸۸، كتاب الحج)

الفصل الثالث، في محظورات الإحرام :وهي قسمان؛ ما يختلف عمده وسهوه، كاللباس والطيب، وما لا يختلف، كالصيد، وحلق الشعر، وتقليم الأظفار .فالأول، لا فدية على الصبي فيه؛ لأن عمده خطأ .والثاني، عليه فيه الفدية.

وإن وطء أفسد حجه، ويمضي في فاسده .وفي القضاء عليه وجهان، أحدهما، لا يجب؛ لئلا تجب عبادة بدنية على من ليس من أهل التكليف .والثاني، يجب؛ لأنه إفساد موجب للفدية، فأوجب القضاء ، كوطء البالغ، فإن قضى بعد البلوغ بدأ بحجة الإسلام .فإن أحرم بالقضاء قبلها، انصرف إلى حجة الإسلام .وهل تجزئه عن القضاء ؟ ينظر، فإن كانت الفاسدة قد أدرك فيها شيئا من الوقوف بعد بلوغه، أجزأ عنهما جميعا، وإلا لم يجزئه، كما قلنا في العبد على ما مضى(المغني لابن قدامة، ج۳،ص۲۴۳، كتاب الحج،الفصل الثالث في محظورات إحرام الصبي)

[1] ولو جاوز الميقات بغير إحرام ثم احتلم بمكة، وأحرم من مكة أجزأه عن حجة الإسلام، ولم يكن عليه لمجاوزة الميقات بغير إحرام شيء كذا في فتاوى قاضي خان(الفتاوى الهندية، ج ،ص ۲۱۷،كتاب المناسك،الباب الأول)

(قوله وينبغي إلخ) قال في اللباب وشرحه :وينبغي لوليه أن يجنبه من محظورات الإحرام كلبس المخيط والطيب وإن ارتكبها الصبي لا شيء عليهما (ردالمحتار، ج۲، ص۴۶۶، كتاب الحج)

جبکہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اس کا یہ حج بطورِ فرض ادا ہو جائے گا، کیونکہ اُن کے نزدیک نفل کی نیت سے بھی فرض حج ادا ہو جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... اگر نابالغ بچہ، یا بچی حج کا احرام باندھ لے، تو اس کو احرام کا توڑنا اور ختم کرنا

---

[1] حنفیہ کے نزدیک نابالغی کی حالت میں شروع کئے گئے احرام کے بعد فرض حج ادا ہونے کے لئے دو شرطیں ہیں، ایک یہ کہ وہ بلوغ کے بعد احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھ کر احرام کی تجدید کر لے، کیونکہ حنفیہ کے نزدیک نفل حج کے احرام سے فرض حج ادا نہیں ہوتا؛ اور دوسرے یہ کہ وقت کے اندر (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر ہونے سے پہلے پہلے) بلوغ کی حالت میں وقوفِ عرفہ کر لے، کیونکہ وقوفِ عرفہ حج کا بنیادی رکن ہے۔

جبکہ شافعیہ وحنابلہ کے نزدیک صرف ایک شرط ہے، وہ یہ کہ بلوغ کی حالت میں وقت کے اندر وقوفِ عرفہ کر لے، جس کی مزید تفصیل اگلے مسئلہ کے ذیل میں آتی ہے۔

ولو أحرم الصبی ثم بلغ قبل الوقوف بعرفة فإن مضى على إحرامه، يكون حجه تطوعا عندنا، وعند الشافعی :يكون عن حجة الإسلام إذا وقف بعرفة، وهو بالغ، وهذا بناء على أن من عليه حجة الإسلام إذا نوى النفل يقع عن النفل عندنا، وعنده يقع عن الفرض، والمسألة تأتی فی موضعها إن شاء الله تعالى، ولو جدد الإحرام بأن لبی أو نوى حجة الإسلام، ووقف بعرفة وطاف طواف الزيارة يكون عن حجة الإسلام بلا خلاف وكذا المجنون إذا أفاق، والكافر إذا أسلم قبل الوقوف بعرفة فجدد الإحرام، ولو أحرم العبد ثم عتق فأحرم بحجة الإسلام بعد العتق لا يكون ذلك عن حجة الإسلام بخلاف الصبی، والمجنون، والكافر، والفرق أن إحرام الكافر، والمجنون لم ينعقد أصلا لعدم الأهلية، وإحرام الصبی العاقل وقع صحيحا، لكنه غير لازم لكونه غير مخاطب فكان محتملا للانتقاض فإذا جدد الإحرام بحجة الإسلام انتقض فأما إحرام العبد، فإنه وقع لازما لكونه أهلا للخطاب فانعقد إحرامه تطوعا فلا يصح إحرامه الثانی إلا بفسخ الأول، وإنه لا يحتمل الانفساخ(بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۲۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

قال -رحمه الله -(فلو أحرم الصبی أو عبد فبلغ أو عتق فمضى لم يجز عن فرضه) ؛ لأن إحرامه انعقد لأداء النفل فلا ينقلب للفرض كالضرورة إذا أحرم للنفل لا يؤدى به الفرض وكإحرام الصلاة إذا عقد للنفل ليس له أن يؤدى به الفرض فإن قيل الإحرام شرط عندكم فوجب أن يجوز أداء الفرض به كالصبی إذا توضأ ثم بلغ جاز له أن يؤدى بذلك الوضوء قلنا الإحرام يشبه الركن من وجه من حيث اتصال الأداء به فأخذنا بالاحتياط فی العبادة وقال الشافعی - :رحمه الله -إذا مضى يكون عن الفرض وأصل الخلاف فی الصبی إذا بلغ فی أثناء الصلاة بالسن يكون عن الفرض عنده وعندنا لا يكون عنه ولو جدد الصبی الإحرام قبل الوقوف بعرفة ونوى حجة الإسلام أجزأه ولو فعل العبد ذلك لم يجزه عنه ؛ لأن إحرام الصبی غير لازم لعدم الأهلية فيمكنه الخروج بالشروع فی غيره وإحرام العبد لازم فلا يمكنه ذلك ألا ترى أن الصبی لو أحصر وتحلل لا قضاء عليه ولا دم ولا يلزمه الجزاء بارتكاب محظوراته وفی المبسوط الصبی لو أحرم بنفسه ، وهو يعقل أو أحرم عنه أبوه صار محرما وينبغی له أن يجرده ويلبسه إزارا ورداء (تبيين الحقائق، ج۲، ص۲، كتاب الحج)

جائز ہوتا ہے، اس لئے نابالغ بچہ نے اگر حج کا احرام باندھا، اور حج کا وقت فوت ہونے سے پہلے وہ بالغ ہوگیا، تو اُس کو احرام کی تجدید کر کے (یعنی احرام کی نیت سے تلبیہ پڑھ کر) حج کا فریضہ ادا کرنا جائز ہوتا ہے۔ [1]

لہٰذا اگر کسی بچہ نے نابالغی کی حالت میں حج کا احرام باندھا، اور وہ وقوفِ عرفہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے بالغ ہوگیا، اور اُس نے تلبیہ ونیت کے ساتھ احرام کی تجدید کر کے وقوفِ عرفہ کرلیا، تو اُس کا فرض حج ادا ہو جائے گا، کیونکہ نابالغی کی حالت کا احرام اس پر لازم نہیں تھا، اس لئے بالغ ہونے کے بعد احرام کی تجدید کر کے وقوفِ عرفہ کرنے سے اس کا حج فرض واقع ہو جائے گا۔ [2]

---

[1] (قوله لأن إحرام الصبی غیر لازم) لعدم أهلية اللزوم عليه، ولذا لو أحصر الصبی وتحلل لا دم عليه ولا قضاء ولا جزاء عليه لارتكاب المحظورات (فتح القدير، ج۲، ص ۴۲۳، كتاب الحج)

وإذا بلغ الصبی بعدما أحرم أو عتق العبد) يعنی بعدما أحرم (فمضيا لم يجزهما عن حجة الإسلام، لأن إحرامهما انعقد لأداء النفل) لعدم الخطاب وشرط الوجوب فی حقهما (فلا ينقلب لأداء الفرض) واعترض بأن الإحرام شرط على ما نذكره كالطهارة، والشرط يراعى وجوده لا وجوده قصدا؛ ألا ترى أن الصبی إذا توضأ ثم بلغ بالسن فصلى بتلك الطهارة جازت صلاته، فما بال الحج لم يجز بذلك الإحرام .والجواب أن الإحرام عندنا إنما يكون بالنية على ما سيأتی، وبها يصير شارعا فی أفعال الحج، فصار كصبی توضأ وشرع فی الصلاة وبلغ بالسن فنوى أن تكون تلك الصلاة فرضا لا تنقلب إليها (ولو جدد الصبی الإحرام قبل الوقوف ونوى حجة الإسلام جاز والعبد لو فعل ذلك لم يجز لأن إحرام الصبی غير لازم لعدم الأهلية) ولهذا لو تناول محظورا لم يلزمه شیء ، وإذا كان كذلك جاز الفسخ والشروع فی غيره (العناية شرح الهداية، ج۲، ص ۴۲۳، كتاب الحج)

[2] اگر کوئی نابالغ بچہ وقوفِ عرفہ کے دوران ہی وقت ختم ہونے سے پہلے بالغ ہوگیا، اور اس نے احرام کی تجدید کرلی، یا وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد مگر وقت فوت ہونے (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر) سے پہلے بالغ ہوا، اور احرام کی تجدید کر کے وقت کے اندر دوبارہ وقوفِ عرفہ کرلیا، اور حج کے باقی مناسک پورے کرلیے، تو ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس کا حج ادا ہوجائے گا، کیونکہ نابالغی کی حالت میں شروع کیے گئے احرام کو فسخ کرنا اور اس کی تجدید کرنا جائز ہے۔

ولما كان الصبی غير مخاطب كان إحرامه غير لازم ولذا لو أحصر وتحلل لا دم عليه ولا جزاء ولا قضاء ، ولو جدده بعد بلوغه قبل الوقوف ونوى الفرض أجزأه؛ لأنه يمكنه الخروج عنه لعدم اللزوم بخلاف العبد لا يمكنه الخروج عنه للزوم فلو جدده بعد عتقه لا يصح والكافر والمجنون كالصبی

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر وہ وقوفِ عرفہ کا وقت ختم ہونے کے بعد بالغ ہوا، یا اُس نے بلوغ کے بعد احرام کی تجدید کر کے وقت کے اندر (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے پہلے) وقوفِ عرفہ نہیں کیا، تو اُس کا فرض حج ادا نہیں ہوگا، کیونکہ پہلی صورت میں اس کے حج کا بنیادی رکن (وقوفِ عرفہ) فوت ہو چکا ہے، اور دوسری صورت میں اس کا احرام نابالغی کی حالت میں شروع ہونے کی وجہ سے نفل واقع ہوا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فلو حج كافر، أو مجنون فأفاق، أو أسلم فجددا الإحرام أجزأهما (البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۴۰، كتاب الحج)

(ومنها البلوغ) فلا يجب على الصبي كذا في فتاوى قاضي خان ولو أن الصبي اذا حج قبل البلوغ فلا يكون ذلک عن حجة الإسلام ويكون تطوعا، ولو أحرم ثم بلغ قبل الوقوف بعرفة إن مضى على إحرامه يكون تطوعا، وإن جدد التلبية أو استأنف الإحرام بعد الإدراک ثم وقف بعرفة يكون عن حجة الإسلام بالإجماع كذا في شرح الطحاوي، وكذا المجنون إذا أفاق، والكافر إذا أسلم قبل الوقوف بعرفة فجدد الإحرام كذا في البدائع ولو جاوز الميقات بغير إحرام ثم احتلم بمكة، وأحرم من مكة أجزأه عن حجة الإسلام، ولم يكن عليه لمجاوزة الميقات بغير إحرام شيء كذا في فتاوى قاضي خان(الفتاوى الهندية، ج ،ص ۲۱۷، كتاب المناسک،الباب الأول)

[1] علامہ شامی رحمہ اللہ نے ردالمحتار اور منحۃ الخالق میں صبی کے وقوفِ عرفہ سے پہلے بالغ ہونے اور مجنون کے افاقہ ہونے اور کافر کے اسلام قبول کرنے کے مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ صبی کے وقوفِ عرفہ سے پہلے بالغ ہونے میں دو احتمال ہیں، یا تو یہ مراد ہو کہ وقوف کرنے سے پہلے بالغ ہو جائے، یا یہ مراد ہو کہ وقوف کا وقت فوت ہونے سے پہلے بالغ ہو جائے؛

پھر فرمایا کہ دوسرے احتمال کو ملا علی قاری نے شرح مناسک اور شرح نقایہ میں اختیار کیا ہے، اور پہلے قول کی تائید امام سرخسی کے مبسوط کے قول سے ہوتی ہے۔

اور پھر علامہ شامی رحمہ اللہ نے پہلے احتمال کی طرف اپنا رجحان ظاہر کیا ہے۔

مگر ہمیں علامہ شامی کے اس رُجحان سے اتفاق نہیں ہوا، بلکہ ملا علی قاری رحمہ اللہ کے مؤقف سے اتفاق ہوا، کیونکہ کافر کا تو احرام سرے سے معتبر ہی نہیں ہوتا، لہٰذا اس کا وقوف بھی معتبر نہیں، اور وقوف عرفہ کا وقت فوت ہونے سے پہلے جب بھی وہ اسلام قبول کر کے احرام کی تجدید کے ساتھ وقوفِ عرفہ کرے گا، تو اس کا حج درست ہونے میں کوئی شبہ نہیں، اور مجنون بھی عبادت کا اہل نہیں، لہٰذا اس کا حکم بھی یہی ہوگا؛ اور بعض حضرات کے نزدیک اس کا حکم صبی کی طرح ہے، اور صبی کا احرام کیونکہ اس پر لازم نہیں ہوتا، اسی وجہ سے اس کو فسخ کرنا بھی جائز ہوتا ہے، لہٰذا صبی بلوغ کے بعد احرام کی تجدید کر کے وقت کے اندر جب وقوف کرلے، تو اس سے اس کا پہلا احرام فسخ ہو جائے گا، اور دوسرا احرام جائز ہو جائے گا، اور اس کا یہ حج حجۃ الاسلام بن جائے گا؛ حنابلہ اور شوافع کے قول سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کہ وقوفِ عرفہ کا وقت فوت ہونا مراد ہے، جس کا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ کے نزدیک اگر کوئی بچہ وقوفِ عرفہ کا وقت نکلنے (یعنی دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر) کے بعد بالغ ہوا، یا عرفات میں وقوف سے جدائیگی کے بعد بالغ ہوا، لیکن وہ وقت کے اندر عرفات میں وقوف کے لئے لوٹ کرنہیں آیا، تو اس کا حجِ فرض ادا نہیں ہوگا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ذکر آگے آتا ہے، برخلاف عاقل بالغ غلام کے، کہ حنفیہ کے نزدیک اس کا احرام فسخ کرنا جائز نہیں، جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔

جہاں تک اس شبہ کا تعلق ہے کہ وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد حج پورا ہوجاتا ہے، لہٰذا وہ نقض کو قبول نہیں کرتا، نیز ایک سال میں دو حج ادا کرنا ممتنع ہے، تو اس کا جواب پیچھے ذکر کیا جاچکا ہے کہ اولاً تو صبی کے لئے نقض جائز ہے، دوسرے بعض اُمور اصلاً تو ممتنع ہوا کرتے ہیں، لیکن ضمناً وتبعاً جائز ہوجایا کرتے ہیں۔

(فلو أحرم صبي عاقل أو أحرم عنه أبوه صار محرما) وينبغي أن يجرده قبله ويلبسه إزارا ورداء مبسوطين وظاهر أن إحرامه عنه مع عقله صحيح فمع عدمه أولى (فبلغ أو عبد فعتق) قبل الوقوف (فمضى) كل على إحرامه (لم يسقط فرضهما) لانعقاده نفلا فلو جدد الصبي الإحرام قبل وقوفه بعرفة ونوى حجة الإسلام أجزأه(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲، ص ۴۶۶، كتاب الحج)

(قوله قبل وقوفه بعرفة) قيل عبارة المبتغى :ولو أحرم الصبي أو المجنون أو الكافر ثم بلغ أو أفاق ووقت الحج باق فإن جددوا الإحرام يجزيهم عن حجة الإسلام اهـ مقتضاه أن المراد بما قبل الوقوف قبل فوت وقته كما عبر به منلا علي القاري في شرحه على الوقاية واللباب، لكن نقل القاضي عيد في شرحه على اللباب عن شيخه العلامة الشيخ حسن العجيمي المكي أن المراد به الكينونة بعرفة حتى لو وقف بها بعد الزوال لحظة فبلغ ليس له التجديد، وإن بقي وقت الوقوف وأيده الشيخ عبد الله العفيف في شرح منسكه بقوله -صلى الله عليه وسلم -من وقف بعرفة ساعة من ليل أو نهار فقد تم حجه وقال وقد وقع الاختلاف في هذه المسألة في زماننا فمنهم من أفتى بصحة تجديده الإحرام بعد ابتداء الوقوف ومنهم من أفتى بعدمها ولم نر فيها نصا صريحا اهـ ملخصا . قلت :وظاهر قول المصنف تبعا للدرر قبل وقوفه أن المراد حقيقة الوقوف لا وقته فهو مؤيد لكلام العجيمي (ردالمحتار، ج۲، ص ۴۶۶، كتاب الحج)

(قوله: ولو جدده بعد بلوغه قبل الوقوف إلخ) كذا عبارة أغلب كتب المذهب بصيغة قبل الوقوف وهي محتملة لأن يراد قبل أن يقف أو قبل فوات وقت الوقوف وعلى الثاني مشى منلا علي في شرح المناسك وشرح النقاية ويؤيد الأول قول الإمام السرخسي في مبسوطه في آخر باب المواقيت ولو أن الصبي أهل بالحج قبل أن يحتلم ثم احتلم قبل أن يطوف بالبيت أو قبل أن يقف بعرفة لم يجزه عن حجة الإسلام عندنا إلا أن يجدد إحرامه قبل أن يقف بعرفة فحينئذ يجزئه عن حجة الإسلام اهـ.فلو وقف بعد الزوال ولو لحظة ثم بلغ ليس له التجديد وإن بقي وقت الوقوف لتمام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن اگر وہ وقوفِ عرفہ کرنے کی حالت میں بالغ ہوگیا، یا وہ وقوفِ عرفہ کرنے کے بعد بالغ ہوا، مگر وہ بلوغ کے بعد دس ذی الحجہ کی طلوعِ فجر سے پہلے عرفات میں وقوف کے لئے لوٹ کر آ گیا، تو اس کا پہلے احرام سے ہی فرض حج ادا ہو جائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حجه إذ الحج بعد التمام لا يقبل النقض ولا يصح أداء حجتين فى عام واحد بالإجماع كذا ذكره القاضى محمد عيد فى شرحه خلاصة الناسک على لباب المناسک المختصر من شرحه الكبير عباب المسالک عن شيخه العلامة الشيخ حسن العجيمى وذكر مثله الشيخ عبد الله العفيف فى شرح منسكه مستدلا بقوله -صلى الله عليه وسلم -من وقف بعرفة ساعة من ليل أو نهار فقد تم حجه فمن من صيغ العموم فيشمل الصبى وقد قلنا بأن حجه نفلا صحيح ويمتنع أداء حجتين نفل وفرض فى سنة واحدة ثم قال وقد وقع الاختلاف فى الإفتاء فى هذه المسألة فى زماننا فمن العصريين من أفتى بعدم صحة تجديد الصبى الإحرام بعد أن دخل عليه وقت الوقوف وهو بأرض عرفة محرم بالحج النفل ومنهم من أفتى بصحة ذلک وقد بسطت الكلام عليها فى التذكرة العفيفية فى فقه الحنفية اهـ .ملخصا من حاشية المدنى على الدر المختار (منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۴۰، كتاب الحج، واجبات الحج)

[1] اور جن صورتوں میں شوافع اور حنابلہ کے نزدیک فرض حج ادا ہو جاتا ہے، اُن صورتوں میں حنفیہ کے نزدیک احرام کی تجدید کے ساتھ بھی فرض حج ادا ہو جاتا ہے۔ ہمارے نزدیک راجح یہی ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ محمد رضوان

فإذا أحرم الصبى بالحج ثم بلغ أو العبد ثم عتق فلهما أربعة أحوال (أحدها) أن يكون البلوغ والعتق بعد فراغ الحج فلا يجزئهما عن حجة الإسلام بل يكون تطوعا فإن استطاعا بعد ذلک لزمهما حجة الإسلام وهذا لا خلاف فيه عندنا وبه قال العلماء كافة ونقل ابن المنذر فيه اجماع من يعتد به للحديث المذكور لان حجه وقع تطوعا فلا يجزئه عن الواجب بعده (الثانى) أن يكون البلوغ والعتق قبل الفراغ من الحج لكنه بعد خروج وقت الوقوف بعرفات فلا يجزئهما عن حجة الإسلام بلا خلاف لأنه لم يدرک وقت العبادة فأشبه من أدرک الإمام بعد فوات الركوع فإنه لا تحسب له تلک الركعة (الثالث) أن يكون قبل الوقوف بعرفات أو فى حال الوقوف فيجزئهما عن حجة الإسلام بلا خلاف عندنا.

وقال أبو حنيفة ومالک لا يجزئهما والخلاف يتصور مع أبى حنيفة فى العبد دون الصبى فإنه قال لا يصح إحرامه. دليلنا أنه وقف بعرفات كاملا فأجزأه عن حجة الإسلام كما لو كمل حالة الإحرام (الرابع) أن يكون بعد الوقوف بعرفات وقبل خروج وقت الوقوف بأن وقف يوم عرفات ثم فارقها ثم بلغ أو عتق قبل طلوع الفجر ليلة النحر فإن رجع إلى عرفات فحصل فيها ووقت الوقوف باق أجزأه عن حجة الإسلام بلا خلاف كما لو بلغ وهو واقف وإن لم يعد فوجهان مشهوران ذكر المصنف دليلهما (الصحيح) باتفاق الأصحاب لا يجزئه وهو المنصوص (المجموع شرح المهذب، ج۷، ص۵۷، كتاب الحج)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۹ ...... بچے اور بچی کی عمر قمری سالوں یعنی چاند کی تاریخوں کے حساب سے جب پندرہ سال کی مکمل ہوجائے تو وہ شرعی اعتبار سے بہرحال بالغ (Adult) سمجھے جاتے ہیں اور اگر پندرہ سال کی عمر سے پہلے احتلام ہوجائے، یا بچی کو ماہواری آجائے، تو بھی بالغ ہونے کا آغاز (Puberty) ہوجاتا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إن بـلـغ الـصبـي الـحـلـم بعدما أحرم، فمضى في نسكه على إحرامه الأول، لم يجزه حجه عن فرض الإسلام عند الحنفية والمالكية. وقال الحنفية: لو جدد الصبي الإحرام قبل الوقوف بعرفة، ونوى حجة الإسلام، جاز عن حجة الإسلام؛ لأن إحرام الصبي غير لازم لعدم أهليته للزوم عليه. وقال المالكية لا يرتفض إحرامه السابق، ولا يجزيه إرداف إحرام عليه، ولا ينقلب إحرامه عن الفرض، لأنه اختل شرط الوقوع فرضا، وهو ثبوت الحرية والتكليف، وقت الإحرام. وهذا لم يكن مكلفا وقت الإحرام، فلا يقع نسكه هذا إلا نفلا.

أما الشافعية والحنابلة فقالوا: إن بلغ الصبي في أثناء الحج ينظر إلى حاله من الوقوف فينقسم إلى قسمين:

الأول: أن يبلغ بعد خروج وقت الوقوف، أو قبل خروجه وبعد مفارقة عرفات لكن لم يعد إليها بعد البلوغ، فهذا لا يجزيه حجه عن حجة الإسلام.

الثاني: أن يبلغ في حال الوقوف، أو يبلغ بعد وقوفه بعرفة، فيعود ويقف بها في وقت الوقوف، أي قبل طلوع فجر يوم النحر، فهذا يجزيه حجه عن حجة الإسلام. لكن يجب عليه إعادة السعي إن كان سعى عقب طواف القدوم قبل البلوغ، ولا دم عليه.

أما في العمرة: فالطواف في العمرة كالوقوف بعرفة في الحج، إذا بلغ قبل طواف العمرة أجزأه عن عمرة الإسلام، عند من يقول بوجوبها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص ۱۷۹، بلوغ الصبي في أثناء النسك، مادة" احرام")

[۱] شافعیہ، حنابلہ اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے شاگرد، صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک لڑکے اور لڑکی کے لئے بلوغ کی انتہائی عمر پندرہ سال قمری ہے، اور حنفیہ کا اسی پر فتویٰ ہے۔

اور مالکیہ کے نزدیک اٹھارہ سال کا پورا ہونا یا اٹھارہ سال میں داخل ہونا ہے، اور ایک قول انیس سال کا بھی ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک بلوغ کی انتہائی عمر لڑکے کے لئے اٹھارہ سال، اور لڑکی کے لئے سترہ سال ہے۔

اور لڑکے کے لئے بلوغ کی ادنیٰ عمر مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک نو سال قمری کی تکمیل ہے، اور حنفیہ کے نزدیک بارہ سال، اور حنابلہ کے نزدیک دس سال ہے، اور لڑکی کے لئے حنفیہ اور شافعیہ کے اظہر قول کے مطابق اور حنابلہ کے نزدیک نو سال قمری ہے۔

اور غالباً یہ اختلاف اپنے اپنے مشاہدہ اور مختلف علاقوں اور آب وہوا اور نسل وغذا کے اختلاف پر مبنی ہے، جس کا موجودہ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۳)...... عاقل ہونا (مجنون، بیہوش وغیرہ کے حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے بالغ ہونے کے ساتھ ساتھ عاقل ہونا بھی شرط ہے، اور جس طرح نابالغ بچہ حج کا مکلف نہیں ہوتا، اسی طرح مجنون اور پاگل بھی حج کا مکلف نہیں ہوتا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ماہرینِ فن نے بھی اعتراف کیا ہے۔

عن نافع، عن ابن عمر قال :عرضت على رسول الله صلى الله عليه وسلم فى جيش وأنا ابن أربع عشرة فلم يقبلنى، فعرضت عليه من قابل فى جيش وأنا ابن خمس عشرة فقبلنى قال نافع :وحدثت بهذا الحديث عمر بن عبد العزيز، فقال :هذا حد ما بين الصغير والكبير، ثم كتب أن يفرض لمن يبلغ الخمس عشرة حدثنا ابن أبى عمر قال :حدثنا سفيان بن عيينة، عن عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، عن النبى صلى الله عليه وسلم نحو هذا، ولم يذكر فيه أن عمر بن عبد العزيز كتب أن هذا حد ما بين الصغير والكبير وذكر ابن عيينة فى حديثه :حدثت به عمر بن عبد العزيز، فقال :هذا حد ما بين الذرية والمقاتلة :هذا حديث حسن صحيح والعمل على هذا عند أهل العلم، وبه يقول سفيان الثورى، وابن المبارك، والشافعى، وأحمد، وإسحاق يرون أن الغلام إذا استكمل خمس عشرة سنة فحكمه حكم الرجال، وإن احتلم قبل خمس عشرة فحكمه حكم الرجال وقال أحمد، وإسحاق :البلوغ ثلاثة منازل بلوغ خمس عشرة، أو الاحتلام فإن لم يعرف سنه ولا احتلامه فالإنبات يعنى العانة(سنن الترمذى، رقم الحديث ١٣٦١، ابواب الاحكام، باب ما جاء فى حد بلوغ الرجل والمرأة)

(بلوغ الغلام بالاحتلام والإحبال والإنزال) والأصل هو الإنزال (والجارية بالاحتلام والحيض والحبل) ولم يذكر الإنزال صريحا لأنه قلما يعلم منها (فإن لم يوجد فيهما) شىء (فحتى يتم لكل منهما خمس عشرة سنة به يفتى) (الدرالمختار مع شرحه ردالمحتار، ج۶، ص۱۵۳، كتاب الحجر)

البلوغ بالسن :جعل الشارع البلوغ أمارة على أول كمال العقل؛ لأن الاطلاع على أول كمال العقل متعذر، فأقيم البلوغ مقامه.

والبلوغ بالسن :يكون عند عدم وجود علامة من علامات البلوغ قبل ذلك، واختلف الفقهاء فى سن البلوغ .فيرى الشافعية، والحنابلة، وأبو يوسف ومحمد من الحنفية أن البلوغ بالسن يكون بتمام خمس عشرة سنة قمرية للذكر والأنثى، كما صرح الشافعية بأنها تحديدية؛ لخبر ابن عمر عرضت على النبى صلى الله عليه وسلم يوم أحد، وأنا ابن أربع عشرة سنة فلم يجزنى، ولم يرنى بلغت، وعرضت عليه يوم الخندق وأنا ابن خمس عشرة سنة فأجازنى، ورآنى بلغت.

قال الشافعى :رد النبى صلى الله عليه وسلم سبعة عشر من الصحابة، وهم أبناء أربع عشرة سنة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احادیث میں نابالغ بچہ کے ساتھ مجنون کو بھی مرفوع القلم قرار دیا گیا ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: رُفِعَ الْقَلَمُ عَنْ ثَلَاثَةٍ: عَنِ الصَّبِيِّ حَتّٰى يَحْتَلِمَ ، وَعَنِ النَّائِمِ حَتّٰى يَسْتَيْقِظَ، وَعَنِ الْمَعْتُوهِ حَتّٰى يَعْقِلَ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قلم (یعنی مکلف ہونے کے حکم) کو تین

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لأنه لم يرهم بلغوا، ثم عرضوا عليه وهم من أبناء خمس عشرة فأجازهم، منهم :زيد بن ثابت ورافع بن خديج وابن عمر.

ويرى المالكية أن البلوغ يكون بتمام ثماني عشرة سنة، وقيل بالدخول فيها، وقد أورد الحطاب خمسة أقوال في المذهب، ففي رواية :ثمانية عشر، وقيل :سبعة عشر، وزاد بعض شراح الرسالة : ستة عشر، وتسعة عشر، وروى عن ابن وهب خمسة عشر،لحديث ابن عمر السابق.

ويرى أبو حنيفة :أن البلوغ بالسن للغلام هو بلوغه ثماني عشرة سنة، والجارية سبع عشرة سنة لقوله تعالى :(ولا تقربوا مال اليتيم إلا بالتي هي أحسن حتى يبلغ أشده قال ابن عباس رضي الله عنه :الأشد ثماني عشرة سنة .وهي أقل ما قيل فيه، فأخذ به احتياطا، هذا أشد الصبي، والأنثى أسرع بلوغا فنقصت سنة.

السن الأدنى للبلوغ الذي لا تصح دعوى البلوغ قبله:

السن الأدنى للبلوغ في الذكر :عند المالكية والشافعية باستكمال تسع سنين قمرية بالتمام، وفي وجه آخر للشافعية :مضي نصف التاسعة، ذكره النووي في شرح المهذب.

وعند الحنفية :اثنتا عشرة سنة،وعند الحنابلة :عشر سنين .ويقبل إقرار الولي بأن الصبي بلغ بالاحتلام، إذا بلغ عشر سنين.

والسن الأدنى للبلوغ في الأنثى :تسع سنين قمرية عند الحنفية، والشافعية على الأظهر عندهم، وكذا الحنابلة لأنه أقل سن تحيض له المرأة، ولحديث :إذا بلغت الجارية تسع سنين فهي امرأة والمراد حكمها حكم المرأة، وفي رواية للشافعية :نصف التاسعة، وقيل :الدخول في التاسعة؛ ولأن هذا أقل سن لحيض الفتاة.

والسن الأدنى للبلوغ في الخنثى :تسع سنين قمرية بالتمام، وقيل نصف التاسعة، وقيل :الدخول فيها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۸ص ۱۹۱ تا ۱۹۳ ،مادة "بلوغ")

[1] رقم الحديث ۲۴۷۰۳، واللفظ لهٗ،سنن النسائي، رقم الحديث ۳۴۳۲.
في حاشية مسند احمد:إسناده جيد.

افراد سے اٹھالیا گیا ہے، ایک بچہ سے جب تک کہ وہ بالغ نہ ہوجائے، دوسرے سونے والے سے جب تک کہ وہ بیدار نہ ہوجائے، تیسرے پاگل سے جب تک کہ وہ صاحبِ عقل نہ ہوجائے (مسند احمد، نسائی)

اس قسم کی احادیث کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے غیر عاقل اور مجنون کے حج کے جو احکام بیان فرمائے ہیں، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... حج فرض ہونے کے لئے عاقل ہونا شرط ہے، جو شخص پاگل ومجنون ہو، اُس پر حج فرض نہیں، خواہ اس کی ملکیت میں کتنا ہی مال ہو۔ [1]

---

[1] البتہ اس میں اختلاف ہے کہ عاقل ہونا صرف حج فرض ہونے کی شرط ہے، یا حج صحیح ہونے کی بھی شرط ہے؛ بندہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ حنفیہ کے نزدیک مجنون کا حکم صبی غیر ممیز کی طرح ہے، لہٰذا مجنون اگر خود سے حج کا احرام باندھے، تو صحیح نہیں، اور اگر اس کا ولی اس کی طرف سے نیابۃً احرام باندھے تو صحیح ہوجاتا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

جبکہ بعض فقہاء کے نزدیک مجنون کی طرف سے حج میں نیابت جائز نہیں۔

فمنها :البلوغ، ومنها العقل فلا حج على الصبي، والمجنون؛ لأنه لا خطاب عليهما فلا يلزمهما الحج حتى لو حجا، ثم بلغ الصبي، وأفاق المجنون فعليهما حجة الإسلام، وما فعله الصبي قبل البلوغ يكون تطوعا(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج۲، ص ۱۲۰، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

ومنها العقل فلا يجوز أداء الحج من المجنون والصبي الذي لا يعقل كما لا يجب عليهما، فأما البلوغ والحرية فليسا من شرائط الجواز، فيجوز حج الصبي العاقل بإذن وليه، والعبد الكبير بإذن مولاه لكنه لا يقع عن حجة الإسلام لعدم الوجوب(بدائع الصنائع، ج۲ ص ۱۶۰، كتاب الحج،فصل شرائط أركان الحج)

الشرط الثاني :العقل: يشترط لفرضية الحج العقل، لأن العقل شرط للتكليف والمجنون ليس مكلفا بفروض الدين، بل لا تصح منه إجماعا، لأنه ليس أهلا للعبادة، فلو حج المجنون فحجه غير صحيح، فإذا شفي من مرضه وأفاق إلى رشده تجب عليه حجة الإسلام.

روى علي بن أبي طالب عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :رفع القلم عن ثلاثة :عن المجنون المغلوب على عقله حتى يفيق، وعن النائم حتى يستيقظ، وعن الصبي حتى يحتلم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۲۷، شروط فرضية الحج،مادة"حج")

(وأما المجنون فلا يصح منه لانه ليس من أهل العبادات فلم يصح حجه ولا يجب عليه لقوله صلى الله عليه وسلم (رفع القلم عن ثلاثة عن الصبي حتى يبلغ وعن المجنون حتى يفيق وعن النائم حتى يستيقظ() (الشرح) هذا الحديث صحيح رواه علي وعائشة رضي الله عنهما وسبق بيانه في أول

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲...... جس شخص کے اکثر اقوال وافعال میں خلل ہو، اور اس کی اکثر حرکات وسکنات عقل مندوں والی نہ ہوں، بلکہ پاگلوں والی ہوں، وہ شریعت کی نظر میں پاگل ومجنون شمار ہوتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... جو شخص پاگل ومجنون تو نہیں ہے، البتہ بے وقوف یا کم عقل ہے، مگر وہ حج کی حقیقت اور اس کے احکام کو سمجھتا ہے، تو اس کا حکم عاقل کی طرح ہے، پاگل ومجنون کی طرح

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كتاب الصيام وأجمعت الأمة على أنه لا يجب الحج على المجنون (وأما) صحته ففيها وجهان (جزم المصنف وآخرون بأنه لا يصح منه (وجزم) البغوى والمتولي والرافعي وآخرون بصحته منه كالصبى الذى لا يميز فى العبادات (المجموع شرح المهذب، ج۷، ص ۲۰، كتاب الحج)

وكذا المجنون لا يجوز استنابته فى حج الفرض عندنا وبه قال أحمد وداود (المجموع شرح المهذب، ج۷، ص۱۱۶، كتاب الحج)

ولا يجب على المجنون ولا يصح منه إن عقده بنفسه أم عقده له وليه (الإقناع فى فقه الإمام أحمد بن حنبل، ج ۱، ص ۳۳۴، و۳۳۵، كتاب الحج وشروطه)

وأما غير العاقل فاختلف فيه ففى البدائع ولا يجوز أداء الحج من المجنون والصبى الذى لا يعقل كما لا يجب عليهما وقال ابن أمير حاج قال مشايخنا وغيرهم بصحة حج الصبى ولو كان غير مميز وكذا بصحة حج المجنون اهـ.

وينبغى الجمع بينهما بحمل الأول على مجنون ليس له قابلية النية فى الإحرام كالصبى الذى لا يعقل والثانى على الذى له بعض الإدراكات الشرعية وعلى صحة حج الصبى الغير المميز إذا ناب عنه وليه فى النية كذا فى شرح لباب المناسك لمنلا على القارى أقول :المتعين حمل ما فى البدائع على أداء المجنون والصبى بنفسهما بلا ولى وحمل ما نقله ابن أمير حاج على ما إذا أحرم عنهما وليهما فإن المجنون كالصبى فى ذلك كما سنذكره قريبا عن الذخيرة والولوالجية وغيرهما (منحة الخالق على البحرالرائق، ج۲، ص ۳۳۴، وص ۳۳۵، كتاب الحج، واجبات الحج)

[1] العاقل من يستقيم كلامه وأفعاله إلا نادرا، والمجنون ضده .وأيضا فإن بعض المجانين يعرف ما يقول ويريده ويذكر ما يشهد الجاهل به بأنه عاقل ثم يظهر منه فى مجلسه ما ينافيه، فإذا كان المجنون حقيقة قد يعرف ما يقول ويقصده فغيره بالأولى، فالذى ينبغى التعويل عليه فى المدهوش ونحوه إناطة الحكم بغلبة الخلل فى أقواله وأفعاله الخارجة عن عادته، وكذا يقال فيمن اختل عقله لكبر أو لمرض أو لمصيبة فاجأته :فما دام فى حال غلبة الخلل فى الأقوال والأفعال لا تعتبر أقواله وإن كان يعلمها ويريدها لأن هذه المعرفة والإرادة غير معتبرة لعدم حصولها عن الإدراك صحيح كما لا تعتبر من الصبى العاقل (ردالمحتار، ج۳، ص ۲۴۴، كتاب الطلاق، مطلب فى تعريف السكران وحكمه)

نہیں ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۴...... اگر کوئی مرد یا عورت پوری طرح مجنون اور پاگل تو نہیں ہے، البتہ کبھی کبھی وہ مجنون و پاگل ہوجاتا ہے، تو جس وقت وہ مجنون و پاگل ہو، اُسی وقت اُس پر مجنون و پاگل ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور افاقہ ہونے کے اوقات میں اُس کو عاقل کا حکم حاصل ہوگا، لہٰذا اگر ایسا شخص عاقل ہونے کی حالت میں حج کرے، تو اس کا حج درست ہوجائے گا۔ [2]

مسئلہ نمبر۵...... اگر کوئی مجنون و پاگل مرد یا عورت خود حج کا احرام باندھ لے، تو اس کا احرام معتبر نہیں، اس لئے اگر وہ احرام باندھنے کے بعد احرام کی خلاف ورزی کرے، یا احرام فاسد کردے، یا حج کے مناسک ادا نہ کرے، تو اس پر کچھ واجب نہیں۔ [3]

مسئلہ نمبر۶...... اگر کسی عاقل، بالغ مرد یا عورت نے حج کا احرام باندھا، اور پھر اُس کو حج سے پہلے جنون اور پاگل پن لاحق ہوگیا، لیکن پھر وقوفِ عرفہ سے پہلے اس کو افاقہ ہوگیا، اور ہوش وحواس لوٹ آئے، اور اس نے افاقہ کی حالت میں وقوفِ عرفہ اور حج کے باقی مناسک ادا کرلیے، تو اس کا حج بالاتفاق ادا ہوجاتا ہے۔

اور اگر کسی نے جنون و پاگل پن کی حالت میں حج کا احرام باندھا تھا، اور پھر وقوفِ عرفہ سے

---

[1] والسفه لا يبطل حق الله تعالى ولا حق الناس (مجمع الانهر، ج۲، ص ۴۴۰، كتاب الحجر)

[2] المعتوه إذا كان يفيق أحياناً ففي حال إفاقته هو كالعاقل سواء كان لإفاقته وقت معلوم أو لا (الفتاوى البزازية، ج۳، ص۲۷)

[3] البتہ اگر احرام عاقل ہونے کی حالت میں باندھا، اور پھر اس کے بعد جنون و پاگل پنا لاحق ہوگیا، تو ایسی صورت میں حنفیہ کے نزدیک احرام کی خلاف ورزی پر کفارہ لازم ہوتا ہے۔ بخلاف احرام الصبی۔

ومنها العقل فلا يجوز أداء الحج من المجنون والصبى الذى لا يعقل كما لا يجب عليهما، فأما البلوغ والحرية فليسا من شرائط الجواز، فيجوز حج الصبى العاقل بإذن وليه، والعبد الكبير بإذن مولاه لكنه لا يقع عن حجة الإسلام لعدم الوجوب (بدائع الصنائع، ج۲ ص ۱۶۰، كتاب الحج، فصل شرائط أركان الحج)

البالغ إذا جن بعد الإحرام، ثم ارتكب شيئاً من المحظور، فإن عليه فيها الكفارة. فرق بينه وبين الصبى؛ لأن ابتداء إحرام المجنون قبل أن يجن كان صحيحاً لازماً، بخلاف إحرام الصبى (المحيط البرهانى، ج۲، ص ۴۹۴، كتاب المناسك، الفصل العشرون فى المتفرقات)

پہلے اس کو افاقہ ہوگیا، اور اس نے احرام کی تجدید کرکے وقوفِ عرفہ اور دیگر مناسک ادا کرلیے، تو تب بھی اس کا حج ادا ہو جاتا ہے، جیسا کہ نابالغ بچہ کے اس حالت میں بالغ ہونے کے بیان میں تفصیل سے گزرا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷..... اگر کوئی مرد یا عورت مسلمان اور بالغ ہو، لیکن وہ مجنون ہو، اور اس کا ولی اس کی طرف سے احرام باندھے، تو فقہائے احناف کے نزدیک ولی کی طرف سے ایسا کرنا صحیح ہے۔

مگر یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ مجنون کا ولی اگر مجنون کی طرف سے احرام باندھ کر اس کی طرف سے حج کرے، تو وہ حج نفل واقع ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] وكذا المجنون إذا أفاق، والكافر إذا أسلم قبل الوقوف بعرفة فجدد الإحرام(بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۲۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

وإفاقة المجنون بعد الإحرام عنه كبلوغ الصبي وعتق الرقيق في جميع ما ذكر (إعانة الطالبين على حل ألفاظ فتح المعين، ج۲، ص ۳۱۸، باب الحج)

(أو يفيق) المجنون ثم يحرم قبل الدفع من عرفة، أو بعده إن عاد فوقف في وقته ثم أتم حجه (كشاف القناع عن متن الإقناع لمنصور بن يونس البهوتي الحنبلي، ج۲، ص ۳۷۹، كتاب الحج)

من أحرم بالحج، وطرأ عليه جنون أو إغماء ثم أفاق منه قبل الوقوف بعرفة، ووقف، أجزأه الحج باتفاق. وكذلك من لم يحرم بالحج لجنون أو إغماء، ولكنه أفاق من قبل الوقوف، وأحرم ووقف بعرفة أجزأه، على تفصيل في وجوب الجزاء عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۱۱۲ وص ۱۱۳، تدارك المجنون والمغمى عليه للعبادات،مادة" تدارك")

[2] اور حنابلہ وشافعیہ کے نزدیک مجنون کی طرف سے بہرحال نیابت ہی درست نہیں، جیسا کہ گزرا۔

(قوله :وكون وليه أحرم عنه يحتاج إلى نقل صريح) قال في النهر ظاهر أن مقتضى صحة إحرام الولي عن الصبي الذي لا يعقل صحته عن المجنون بجامع عدم العقل في كل اهـ.

وقال المقدسي في شرحه أقول :وفي البحر العميق لا حج على مجنون مسلم ولا يصح منه إذا حج بنفسه ولكن يحرم عنه وليه كما سيأتي إن شاء الله تعالى اهـ.

قلت وفي الذخيرة قال في الأصل وكل جواب عرفته في الصبي يحرم عنه الأب فهو الجواب في المجنون اهـ.وفي الولوالجية قبيل الإحصار وكذا الصبي يحج به أبوه وكذا المجنون يقضي المناسك ويرمي الجمار؛ لأن إحرام الأب عنهما وهما عاجزان كإحرامهما بنفسهما اهـ.

فهذه النقول صريحة في أن المجنون كالصبي(منحة الخالق على البحر الرائق،ج۲،ص ۳۴۱،كتاب الحج)

وفي شرح المقدسي عن البحر العميق لا حج على مجنون مسلم، ولا يصح منه إذا حج بنفسه ولكن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کسی شخص نے ہوش وحواس کی حالت میں احرام باندھا، اور پھر احرام کی حالت میں راستے میں ہی یا مکہ مکرمہ پہنچ کر بے ہوش ہوگیا، اور اس کے ساتھیوں نے بے ہوشی کی حالت میں اس کو عرفات میں وقوف کرایا، اور اس کو کاندھے وغیرہ پر اُٹھا کر یا سواری وغیرہ پر بٹھا کر طواف وغیرہ بھی کرایا، تو اس شخص کا حج ادا ہو جائے گا۔ ؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يحرم عنه وليه اهـ فهذه النقول صريحة في أن المجنون يحرم عنه وليه كالصبي وبه اندفع ما في البحر من قوله كيف يتصور إحرام المجنون بنفسه وكون وليه أحرم عنه يحتاج إلى نقل صريح يفيد أنه كالصبي .اهـ(ردالمحتار، ج۲، ص۴۶۷، كتاب الحج)

وكذا المجنون لا يجوز استنابته في حج الفرض عندنا وبه قال أحمد وداود (المجموع شرح المهذب، ج۷، ص۱۱۶، كتاب الحج)

ومثل ذلك أيضا المجنون الذي أحرم عنه وليه، أو المغمى عليه -عند من يقول بجواز الإحرام عنه كالحنفية وبعض الشافعية -إذا أفاقا قبل الوقوف ووقفا أجزأهما الحج، ومن وقف بعرفة وهو مجنون أو مغمى عليه بعد أن أحرم وهو مفيق، أو أحرم وليه عنه فعند المالكية وبعض الشافعية :كان حجهما صحيحا، مع الاختلاف بين وقوعه فرضا أو نفلا.

وعند الحنفية كان حج المغمى عليه صحيحا، وفي المجنون خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۱، ص۱۱۲ وص۱۱۳، تدارك المجنون والمغمى عليه للعبادات،مادة"تدارك")

العقل :فإن المجنون وإن صح إحرام وليه عنه ومباشرته أعمال الحج عنه، فإنه يقع نفلا لا فرضا.

نعم، لو كان حال الإحرام مفيقا يعقل النية والتلبية وأتى بهما، ثم أوقفه وليه، وباشر عنه سائر أموره صح حجه فرضا، إلا أنه يبقى عليه طواف الزيارة حتى يفيق فيؤديه بنفسه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۳۱، مادة "حج" شروط إجزاء الحج عن الفرض)

؎ ثانيا :من أغمي عليه بعد إحرامه بنفسه: الإغماء بعد الإحرام لا يؤثر في صحته، باتفاق الأئمة. وعلى ذلك فهذا حمله متعين على رفقائه، ولا سيما للوقوف بعرفة، فإنه يصح ولو كان نائما أو مغمى عليه، على تفصيل في أداء المناسك له يطلب في موضعه من مصطلح "حج "ومصطلح " عمرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲،ص۱۸۰ ،مادة" إحرام" إحرام المغمى عليه)

في المنتقى :عيسى بن أبان عن محمد رحمهم الله :رجل أحرم بالحج، وهو صحيح ثم أصابه عته، فقضى به أصحابه المناسك ووقفوا به، فلبث كذلك سنين، ثم أفاق أجزأه ذلك عن حجة الإسلام، قال :وكذلك الرجل إذا قدم مكة أو صحيح أو مريض، إلا أنه يعقل أغمي عليه بعد ذلك، فحمله أصحابه وهو مغمى عليه، وطافوا به فلما قضوا الطواف أو بعضه أفاق، وقد أغمي عليه ساعة من نهار لم يتم ذلك يوماً، أجزأه ذلك عن طوافه، قال :لأنه حين ما أغمي عليه فصار في حالة من نحو من يجزئه أن يطاف به من غير نية، فهو بمنزلة ما لو أصابه وجع، واعجزه عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۹ ...... اگر کوئی عاقل بالغ شخص حج کرنے کے لئے چلا، مگر وہ احرام میں داخل ہونے سے پہلے ہی کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے بے ہوش ہوگیا، تو اگر اس نے بے ہوش ہونے سے پہلے اپنے کسی ساتھی کو یہ کہہ دیا تھا کہ اگر وہ بے ہوش ہوگیا، تو وہ اس کی طرف سے احرام باندھ لے، اور پھر وہ احرام باندھنے سے پہلے بے ہوش ہوگیا تو اس کے ساتھی کا اس کی طرف سے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے سے اس کا احرام شروع ہوجائے گا۔

اور اگر اس نے بے ہوش ہونے سے پہلے اپنے کسی ساتھی کو احرام باندھنے کا نہیں کہا تھا، تو بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے ساتھیوں اور رفیقوں کا اس کی طرف سے احرام کی نیت کر کے تلبیہ پڑھنے سے اس کا احرام شروع ہوجاتا ہے، کیونکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حج کے سفر کے ساتھیوں کو ایک دوسرے کی اس طرح نیابت واعانت کی دلالۃً اجازت حاصل ہوتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

القيام فصلى قاعداً، فلما فرغ منها قدر على القيام (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج۲ص ۴۸۰، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

في المنتقى . روى عيسى بن أبان عن محمد -رحمه الله :-رجل أحرم وهو صحيح ثم أصابه عته فقضى به أصحابه المناسك ووقفوا به فلبث بذلك سنين ثم أفاق أجزأه ذلك عن حجة الإسلام. قال :وكذلك الرجل إذا قدم مكة وهو صحيح أو مريض إلا أنه يعقل فأغمي عليه بعد ذلك فحمله أصحابه وهو مغمى عليه فطافوا به فلما قضى الطواف أو بعضه أفاق وقد أغمي عليه ساعة من نهار ولم يتم يوما أجزأه عن طوافه (فتح القدير، ج۲، ص ۵۱۲، كتاب الحج)

[1] جبکہ صاحبین کے نزدیک بغیر امر کے نیابت صحیح نہیں ہوتی، اور مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک بیہوش کے احرام کی بہر حال نیابت درست نہیں، خواہ امر بھی موجود ہو۔

ولو حدث ذلك قبل الإحرام فأهلّ عنه رفيقه جاز عند "ح "رحمه الله لا عندهما ولو أمره بذلك قبل نومه أو إغمائه جاز وفاقاً ولو أحرم بالحج ثم أغمي عليه فطافوا به حول البيت على بعير وأوقفوه بعرفة ومزدلفة ووضعوا الأحجار في يديه ورموا بها وسعوا به بين الصفا والمروة جاز (جامع الفصولين للشهير بابن قاضي، ج۲، ص ۱۲۶، كتاب الحج)

ومما يتصل بهذا الفصل ما ذكر في الجامع الصغير :رجل توجه يريد حجة الإسلام، فأغمي (عليه) فأهل عنه أصحابه أجزأه، ويصير المغمى عليه محرماً حتى لو وقفوا به وطافوا به جاز، وسقط عنه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۰...... جن فقہائے کرام کے نزدیک کسی شخص کے بیہوش ہونے کی وجہ سے جس صورت میں اس کی طرف سے دوسرے کا احرام باندھنا درست ہے، اس صورت میں اگر اُس کو بعد میں ہوش آ جائے، تو اس کا احرام برقرار رہتا ہے، اس لئے اس کو دوبارہ احرام کی تجدید کی ضرورت نہیں ہوتی، لہٰذا وہ ہوش میں آنے کے بعد سابقہ احرام سے ہی اپنے حج کے افعال ومناسک ادا کرسکتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حجة الإسلام، وهذا قول أبي حنيفة، وقال أبو يوسف ومحمد :لا يجزئه، واختلفت عبارة المشايخ في تخريج المسألة، قال بعضهم :لا خلاف بين أصحابنا أن الإحرام يتأدى بالنائب، حتى أن من أمر أهل رفقته أن يحرموا عنه متى عجز عن الإحرام بنفسه، فأغمي عليه، وأحرم عنه واحد من أهل رفقته يجوز، ويصير المغمى عليه محرماً، وإنما وقع الخلاف في هذه المسألة لاختلافهم في أنه هل وجدت الإنابة من المغمى عليه في الإحرام عنه؟ فهما تمسكا بالحقيقة والصريح، وقالا :لم توجد الإنابة من حيث الحقيقة والصريح، وأبو حنيفة رحمه الله يتمسك بالدلالة، وقال الناس فيما بينهم :إنما يقصدون عقد الرفقة للإستعانة بعضهم ببعض فيما يحتاج إليه في سفره، هذا هو الكلام في الإحرام وأما سائر المناسک هل تتأدى بأهل رفقته، فمن المشايخ من قال :تتأدى، إلا أن الأولى أن يطوفوا به ويقفوا به ليكون أقرب إلى أدائه لو كان مفيقاً وإليه مال شمس الأئمة السرخسي، فعلى هذا القول لا يقع الفرق بين سائر المناسک وبين الإحرام.

ومنهم من فرق بين الإحرام وسائر المناسک، والفرق أن الاستعانة تتحقق عند العجز، وفي أصل الإحرام تحقق العجز، فأما في الأعمال لم يتحقق العجز، فإنهم إذا حضروه المواقف كان هو الواقف والطائف بمنزلة ما لو طاف راكباً بعذر، ومن المشايخ من قال :لا خلاف بين العلماء أن عقد الرفقة استعانة من كل واحد منهم باصحابه فيما يعجز عن الفعل بنفسه.

والخلاف في هذه المسألة بناءً على اختلافهم في أن الإحرام هل يتأدى بالنائب؟ على قول أبي حنيفة يتأدى، وعلى قولهما :لا يتأدى وهذا القائل يقول :لا رواية عنهما فيما إذا أمر أصحابه بالإحرام عنهما صريحاً، وإنما الرواية في بدنة بين سبعة نفر قلّدها واحد منهم بأمر أصحابه محرمين، فالرواية عنهما في التقليد، والرواية في التقليد لا تكون رواية في التلبية فيما يقولان بأن الإحرام فعل من أفعال الحج، فلا تجرى فيه النيابة قياساً على الطواف وسائر الأفاعيل، والمعنى في الكل أن أفعال الحج عبادة بدنية، وهذا بخلاف ما لو أغمي عليه بعد الشروع، وطافوا ووقفوا به؛ لأن ذلک إعانة وليس بنيابة؛ لأن المغمى عليه يصير طائفاً وواقفاً لكن بإعانتهم، والإعانة جائزة، وبخلاف النفل؛ لأ ... حل مأتيّ والنيابة تجرى في نفله.

وأبو حنيفة يقول :الإحرام عنه ليس بمقصود تحريم المحظورات، وهذا المقصود يحصل بالنائب، فتصح النيابة كما في باب الزكاة بخلاف الوقوف والطواف؛ لأن المقصود من الطواف والوقوف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر وہ وقوفِ عرفہ کے وقت تک بھی بے ہوش رہا، تو جن صورتوں میں بے ہوش کا احرام درست تھا، اس کے ساتھیوں کا اسے بے ہوشی کی حالت میں عرفات میں وقوف کرانا اور اپنے ساتھ (اُٹھا کر یا سواری پر بٹھا کر) طواف وغیرہ کرانا بھی معتبر ہوجاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تعظيم البيت وحصوله في ذلك المكان، هذا المقصود لا يحصل بفعل النائب وأما إذا أحرم عنه من ليس من رفقته، لا شك أن على قولهما لا يجوز، وأما على قول أبي حنيفة، اختلف المشايخ، بعضهم قالوا :يجوز لوجود الإذن دلالة؛ لأنه أنفق مالاً عظيماً حتى بلغ الميقات، فالظاهر أنه يكون مستعيناً بكل واحد من آحاد الناس بالإحرام عنه إذا لم يحرم عنه أهل رفقته (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۴۷۹، ۴۸۰، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

للمغمى عليه حالان :أن يغمى عليه قبل الإحرام، أو يغمى عليه بعد الإحرام.

أولا :من أغمي عليه قبل الإحرام:

في المذاهب الثلاثة المالكي والشافعي والحنبلي :لا إحرام له، ولا يحرم عنه أحد من رفقته ولا غيرهم، سواء أمرهم بذلك قبل أن يغمى عليه أو لم يأمرهم، ولو خيف فوات الحج عليه؛ لأن الإغماء مظنة عدم الطول، ويرجى زواله عن قرب غالبا .

وذهب الحنفية إلى جواز الإحرام عن المغمى عليه، على تفصيل بين الإمام وصاحبيه:

أ -من توجه إلى البيت الحرام يريد الحج فأغمي عليه قبل الإحرام، أو نام وهو مريض فنوى عنه ولبى أحد رفقته، وكذا من غير رفقته وكان قد أمرهم بالإحرام عنه قبل الإغماء ، صح الإحرام عنه، ويصير المغمى عليه محرما بنية رفيقه وتلبيته عنه اتفاقا بين أئمة الحنفية .ويجزيه عن حجة الإسلام.

ب -إن أحرم عنه بعض رفقته أو غيرهم بلا أمر سابق على الإغماء صح كذلك عند الإمام أبي حنيفة، ولم يصح عند صاحبيه أبي يوسف ومحمد (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۲، ص ۱۷۹، مادة إحرام، إحرام المغمى عليه)

[1] اور جن فقہائے کرام کے نزدیک بیہوش کی احرام میں نیابت صحیح نہیں، اُن کے نزدیک وقوفِ عرفہ سے پہلے ہوش میں آنے کے بعد احرام کی تجدید ضروری ہے، اور بے ہوشی کی حالت میں اس کے ساتھی کا احرام باندھنے سے وہ احرام میں داخل نہیں ہوتا۔ کما مر۔

أ -إن أفاق المغمى عليه بعدما أحرم عنه غيره، فهو عند الحنفية محرم يتابع النسك.

وعند غيرهم لا عبرة بإحرام غيره عنه، فإن كان بحيث يدرك الوقوف بعرفة أحرم بالحج، وأدى المناسك، وإلا فإنه يحرم بعمرة .ولا ينطبق عليه حكم الفوات عند الثلاثة؛ لأنه لم يكن محرما.

ب -لا يجب على من أحرم عن المغمى عليه تجريده من المخيط وإلباسه غير المخيط لصحة الإحرام؛ لأن ذلك ليس هو الإحرام، بل كف عن بعض محظورات الإحرام .حتى إذا أفاق وجب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۱۱...... اگر کسی شخص نے عاقل بالغ ہونے کی حالت میں اپنا فرض حج ادا کرلیا تھا، اور اس کے بعد پھر وہ مجنون و پاگل ہوگیا، تو اس کا حج باطل نہیں ہوگا، لہٰذا مذکورہ صورت میں اس پر عاقل ہونے کے بعد دوبارہ حج کرنا فرض نہیں ہوگا۔

(۴)...... آزاد ہونا (غلام اور باندی کے حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے آزاد ہونا بھی شرط ہے، شرعی غلام و باندی پر حج فرض نہیں۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

وَأَيُّـمَـا عَبْـدٍ حَجَّ ثُمَّ عُتِقَ فَعَلَيْهِ أَنْ يَحُجَّ حَجَّةً أُخْرٰى (المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ۲۷۳۱، ج۳ص ۱۴۰، باب الالف) [1]

ترجمہ: اور جو غلام حج کرلے، پھر وہ آزاد کردیا جائے، تو اُس پر (دیگر شرائط پائے جانے کی صورت میں) دوبارہ حج کرنا فرض ہے (طبرانی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عليه أفعال النسك، والكف عن المحظورات.

ج -لو ارتكب المغمى عليه الذى أحرم عنه غيره محظورا من محرمات الإحرام لزمه موجبه، أى كفارته، وإن كان غير قاصد للمحظور .ولا يلزم الرفيق الذى أحرم عنه؛ لأن هذا الرفيق أحرم عن نفسه بطريق الأصالة، وعن المغمى عليه بطريق النيابة، كالولى يحرم عن الصغير .فينتقل إحرامه إليه، فيصير محرما كما لو نوى هو ولبى، ولذا لو ارتكب هو أيضا -أى الولى -محظورا لزمه جزاء واحد لإحرام نفسه، ولا شىء عليه من جهة إهلاله عن غيره عند الحنفية كما سبق.

د -إذا لم يفق المغمى عليه فهل يشهد به رفقته المشاهد، على أساس الإحرام عنه الذى قال به الحنفية؟ هناك قولان عند الحنفية :قيل :لا يجب على الرفقاء أن يشهدوا به المشاهد، كالطواف والوقوف والرمى والوقوف بمزدلفة، بل مباشرتهم عنه تجزيه، لكن إحضاره أولى، على ما صرح به بعض أصحاب هذا القول .وهذا الأصح على ما أفاد فى رد المحتار المعتمد فى الفتوى فى مذهب الحنفية، لكن لا بد للإجزاء عنه من نية الوقوف عنه، والطواف عنه بعد طواف النائب عن نفسه، وهكذا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲،ص ۱۸۰ ،مادة "إحرام" إحرام المغمى عليه)

[1] قال الهيثمى:

رواه الطبرانى فى الأوسط، ورجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۵۲۵۴، باب حج الصبى قبل البلوغ والعبد قبل العتق)

اس سے معلوم ہوا کہ شرعی غلام و باندی حج کے مکلف نہیں۔

مسئلہ نمبرا...... شرعی اعتبار سے آزاد کے مقابلے میں غلام اُس فرد کو کہا جاتا ہے، جو شرعی جہاد کے نتیجہ میں قتل کرنے سے محفوظ رکھا جائے، اور مسلمانوں کی قید میں آجائے، شریعت نے غلاموں کے مخصوص احکام رکھے ہیں، اور اُن کے لئے احکام میں بہت سی رخصتیں اور رعایتیں دی ہیں۔

مسئلہ نمبر۲...... غلام پر کیونکہ اُس کے آقا کی ملکیت قائم ہوتی ہے، اس لئے غلام ہونے کی حالت میں جس طرح حج فرض نہیں ہوتا، اسی طرح اگر کوئی غلام حج کرلے، تو اُس کا فرض حج ادا نہیں ہوتا، اور آزاد ہونے کے بعد اگر اُس میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط پائی جائیں، تو اُس پر حج کرنا فرض ہوتا ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۳...... اگر کوئی غلام حج کا احرام باندھنے سے پہلے (خواہ حج کا سفر شروع کرنے کے بعد) آزاد ہوجائے، اور پھر وہ آزاد ہونے کے بعد احرام باندھ کر اپنا حج کرے، تو اس کا حج ادا ہوجاتا ہے۔

اور اگر احرام باندھنے کے بعد آزاد ہو تو حنفیہ کے نزدیک سابق احرام سے اس کا فرض حج ادا

---

[۱] اور حنفیہ کے نزدیک اگر کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت سے حج کرے، تو وہ حج نفل واقع ہوتا ہے۔

(ومنها الحرية) فلا حج على عبد، ولو مدبرا أو أم ولد مكاتبا أو مبعضا أو ماذونا له في الحج، ولو كان بمكة لعدم ملكه كذا في البحر الرائق، ولو حج قبل العتق مع المولى لا يجزيه عن حجة الإسلام، وعليه حجة الإسلام إذا أعتق(الفتاوى الهندية، ج ۱ ص۲۱۷، كتاب المناسك، الباب الاول)

الشرط الرابع :الحرية:العبد المملوك لا يجب عليه الحج، لأنه مستغرق في خدمة سيده، ولأن الاستطاعة شرط ولا تتحقق إلا بملك الزاد والراحلة، والعبد لا يتملك شيئا، فلو حج المملوك ولو بإذن سيده صح حجه وكان تطوعا لا يسقط به الفرض، ويأثم إذا لم يأذن له سيده بذلك. ويجب عليه أن يؤدي حجة الإسلام عندما يعتق، للحديث السابق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۲۸، شروط فرضية الحج)

(وان حج الصبي ثم بلغ أو حج العبد ثم اعتق لم يجزئه ذلك عن حجة الاسلام لما روى ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ (قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وسلم أيما صبي حج ثم بلغ فعليه حجة اخرى وايما عبد حج ثم اعتق فعليه حجة اخرى) (المجموع شرح المهذب، ج۷، ص۵۶، كتاب الحج)

نہیں ہوتا، خواہ وہ وقوفِ عرفہ سے پہلے احرام کی تجدید بھی کیوں نہ کرلے۔ ۱
اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک اگر غلام وباندی آزاد ہونے کے بعد احرام کی تجدید کر کے اپنے وقت میں وقوفِ عرفہ کرلے، تو اس کا حج ادا ہوجاتا ہے۔ ۲

---

۱ کیونکہ حنفیہ کے نزدیک غلام کا احرام اگرچہ نفلی واقع ہوتا ہے، لیکن وہ اس پر عاقل بالغ ہونے کی وجہ سے لازم ہوجاتا ہے، اس لئے اس کو فسخ وختم کرنا جائز نہیں ہوتا؛ برخلاف نابالغ کے، کہ اس کا احرام اس پر لازم نہیں ہوتا، اس لئے اس کو فسخ وختم کرنا اور بالغ ہونے پر تجدید کرنا جائز ہوتا ہے۔

ولو أعتق في الطريق قبل الإحرام، وأحرم وحج أجزأه عن حجة الإسلام، ولو أحرم قبل العتق ثم جدد الإحرام بعد العتق لا يجزيه ذلك عن حجة الإسلام كذا في فتاوى قاضي خان(الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۷، كتاب المناسك، الباب الاول)

(فبلغ أو عبد فعتق) قبل الوقوف (فمضى) كل على إحرامه (لم يسقط فرضهما) لانعقاده نفلا فلو جدد الصبي الإحرام قبل وقوفه بعرفة ونوى حجة الإسلام أجزأه (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۶۶، كتاب الحج)

ولو أحرم العبد ثم عتق فأحرم بحجة الإسلام بعد العتق لا يكون ذلك عن حجة الإسلام بخلاف الصبي، والمجنون، والكافر، والفرق أن إحرام الكافر، والمجنون لم ينعقد أصلا لعدم الأهلية، وإحرام الصبي العاقل وقع صحيحا، لكنه غير لازم لكونه غير مخاطب فكان محتملا للانتقاض فإذا جدد الإحرام بحجة الإسلام انتقض فأما إحرام العبد، فإنه وقع لازما لكونه أهلا للخطاب فانعقد إحرامه تطوعا فلا يصح إحرامه الثاني إلا بفسخ الأول، وإنه لا يحتمل الانفساخ(بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۲۱، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

۲ فصل :فإن بلغ الصبي، أو عتق العبد بعرفة، أو قبلها، غير محرمين، فأحرما ووقفا بعرفة، وأتما المناسك، أجزأهما عن حجة الإسلام .لا نعلم فيه خلافا؛ لأنه لم يفتهما شيء من أركان الحج، ولا فعلا شيئا منها قبل وجوبه.

وإن كان البلوغ والعتق وهما محرمان، أجزأهما أيضا عن حجة الإسلام .كذلك قال ابن عباس . وهو مذهب الشافعي، وإسحاق .وقاله الحسن في العبد.

وقال مالك :لا يجزئهما .واختاره ابن المنذر .وقال أصحاب الرأي :لا يجزء العبد، فأما الصبي، فإن جدد إحراما بعد أن احتلم قبل الوقوف، أجزأه، وإلا فلا؛ لأن إحرامهما لم ينعقد واجبا، فلا يجزء عن الواجب، كما لو بقيا على حالهما.

ولنا، أنه أدرك الوقوف حرا بالغا فأجزأه، كما لو أحرم تلك الساعة .قال أحمد :قال طاوس، عن ابن عباس :إذا أعتق العبد بعرفة، أجزأت عنه حجته؛ فإن أعتق بجمع، لم تجزء عنه .وهؤلاء يقولون :لا تجزء .ومالك يقوله أيضا، وكيف لا يجزئه، وهو لو أحرم تلك الساعة كان حجه تاما، وما أعلم أحدا قال لا يجزئه إلا هؤلاء .والحكم فيما إذا أعتق العبد وبلغ الصبي بعد خروجهما من عرفة، فعادا إليها قبل طلوع الفجر ليلة النحر، كالحكم فيما إذا كان ذلك فيها؛ لأنهما قد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۵)......حج کا علم ہونا (حج کی فرضیت کے علم سے متعلق احکام)

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

فَاسْأَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورة النحل آیت ۴۳، سورة الانبیاء، آیت ۷)

ترجمہ: تم کو اگر علم نہیں، تو اہلِ ذکر (واہلِ علم) سے سوال کرو (سورہ نحل، سورہ انبیاء)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أدركا من الوقت ما يجزء ولو كان لحظة.

وإن لم يعودا، أو كان ذلك قبل طلوع الفجر من يوم النحر، لم يجزئهما عن حجة الإسلام، ويتمان حجهما تطوعا؛ لفوات الوقوف المفروض، ولا دم عليهما؛ لأنهما حجا تطوعا بإحرام صحيح من الميقات، فأشبها البالغ الذى يحج تطوعا .فإن قيل :فلم لا قلتم إن الوقوف الذى فعلاه يصير فرضا، كما قلتم فى الإحرام الذى أحرم به قبل البلوغ يصير بعد بلوغه فرضا؟ قلنا :إنما اعتددنا له بإحرامه الموجود بعد بلوغه، وما قبل بلوغه تطوع لم ينقلب فرضا، ولا اعتد له به، فالوقوف مثله، فنظيره أن يبلغ وهو واقف بعرفة، فإنه يعتد له بما أدرك من الوقوف، ويصير فرضا دون ما مضى (المغنى لابن قدامة، ج۳، ص۲۳۸، فصل بلغ الصبى أو عتق العبد بعرفة أو قبلها غير محرمين فأحرما ووقفا بعرفة وأتما المناسك)

فان بلغ الصبى أو عتق العبد فى الاحرام نظرت فان كان قبل الوقوف بعرفة أو فى حال الوقوف بعرفة اجزأه عن حجة الاسلام لانه اتى بافعال النسك فى حال الكمال فاجزاه وان كان ذلك بعد فوات الوقوف لم يجزئه لانه لم يدرك وقت العبادة وان كان بعد الوقوف وقبل فوات وقته ولم يرجع إلى الموقف فقد قال أبو العباس يجزئه لان ادراك العبادة فى حال الكمال كفعلها فى حال الكمال والدليل عليه أنه لو أحرم ثم كمل جعل كانه بد أبالاحرام فى حال الكمال وإذا صلى فى أول الوقت ثم بلغ فى آخر الوقت جعل كانه صلى فى حال البلوغ (والمذهب) أنه لا يجزئه لانه لم يدرك الوقوف فى حال الكمال فاشبه إذا اكمل فى يوم النحر ويخالف الاحرام لان هناك ادرك الكمال والاحرام قائم فوزانه من مسألتنا أن يدرك الكمال وهو واقف بعرفة فيجزئه وههنا أدرك الكمال وقد انقضى الوقوف فلم يجزئه كما لو أدرك الكمال بعد التحلل عن الاحرام ويخالف الصلاة فان الصلاة تجزئه بادراك الكمال بعد الفرغ منها ولو فرغ من الحج ثم أدرك الكمال لم يجزئه (المجموع شرح المهذب، ج۷، ص۵۶، و۵۷، كتاب الحج)

فإن عتق العبد وكان بعرفة غير محرم، ثم أحرم وحج أجزأه عن حجة الإسلام .قال ابن قدامة :لا نعلم فى ذلك خلافا.وإن أحرم بالحج بإذن سيده ثم عتق بعرفة أو قبلها وأتم مناسكه أجزأه عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مطلب یہ ہے کہ دین کا علم نہ ہو تو اہلِ علم سے سوال کرنا ضروری ہے۔ ۱

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَۃٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ (سنن ابن ماجه) ۲

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے (ابنِ ماجہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم کے طلب کرنے کا شریعت کی طرف سے حکم ہے، اور اس میں کوتاہی کرنا منع ہے۔

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا (سورة البقرة، آية ۲۸۶)

ترجمہ: اللہ کسی بھی جان کو اس کی وُسعت کے مطابق ہی مکلّف کرتا ہے (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو چیز انسان کی وُسعت میں نہ ہو، اس کا انسان مکلّف نہیں ہوتا۔

اس قسم کی آیات اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو چیزیں انسان پر فرض ہیں، ان کا علم حاصل کرنا بھی انسان پر فرض ہے، بشرطیکہ علم حاصل کرنے کی وسعت ہو۔ ۳

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ حجة الإسلام؛ لكونه أتى بأركان الحج كلها .وهذا عند الشافعي وأحمد، ويجب عليه إعادة السعي إن كان قد سعى بعد طواف القدوم .وقال أبو حنيفة ومالك :لا يجزئهما عن حجة الإسلام وحكمه في حال إتيانه شيئا من محظورات الإحرام كحكمه في الكفارات كما تقدم، فيفدي بالصوم لا غير، ويصوم عن الهدي الواجب، وفي دم الإحصار خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۳، ص۴۵، مادة "رق" حج الرقيق)

۱ وفي الاية دليل على وجوب المراجعة الى العلماء للجهال فيما لا يعلمون (التفسير المظهري، سورة النحل، تحت رقم الآية ۴۳، الناشر: مكتبة الرشدية -الباكستان)

۲ رقم الحديث ۲۲۴، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم.

۳ وأما علم الفروع :فهو علم الفقه، ومعرفة أحكام الدين، فينقسم إلى فرض عين، وفرض كفاية، أما فرض العين، فمثل علم الطهارة والصلاة والصوم، فعلى كل مكلف معرفته، قال النبي صلى الله عليه وسلم :طلب العلم فريضة على كل مسلم. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے اگر کسی کو حج کی فرضیت کا علم نہ ہو، تو وہ معذور نہیں ہے، بلکہ اسے اس کا علم حاصل کرنا ضروری ہے۔

البتہ اگر کوئی ایسی جگہ اسلام لایا، جہاں حج کی فرضیت کا سرے سے حکم پہنچا ہی نہیں، جس کی وجہ سے اسے حج کی فرضیت کا علم نہ ہوا، اور نہ ہی کوئی بتانے والا موجود ہے، مثلاً کوئی بیابان جنگل میں ہے، اور نہ وہاں کسی سے رابطہ کر کے علم حاصل کرنے کی کوئی صورت ہے، تو وہاں وہ علم حاصل ہونے تک معذور شمار ہوگا۔ [1]

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ نمبر ۱...... جو شخص مسلمانوں کے ملک میں رہتا سہتا ہو، اُس پر حج کے فرض ہونے کی شرائط پائی جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے، اور اس کا مسلمانوں کے ملک میں ہونا حج کے فریضہ کا علم ہونے کے لئے کافی ہے اور اس کے لئے مسلمانوں کے ملک میں رہتے ہوئے حج کی فرضیت سے ناواقف ہونا عذر نہیں ہے، کیونکہ مسلمانوں کے ملک میں حج کی فرضیت کا حکم پہنچ چکا ہوتا ہے، اور جس کو علم نہ ہو، اس کے لئے معلوم کرنے کے ذرائع بھی موجود ہوتے ہیں۔ [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وكذلك كل عبادة أوجبها الشرع على كل واحد، فعليه معرفة علمها، مثل علم الزكاة إن كان له مال، وعلم الحج إن وجب عليه.

وأما فرض الكفاية، فهو أن يتعلم ما يبلغ به رتبة الاجتهاد، ودرجة الفتيا، فإذا قعد أهل بلد عن تعلمه، عصوا جميعا، وإذا قام واحد منهم بتعلمه، فتعلمه، سقط الفرض عن الآخرين، وعليهم تقليده فيما يعن لهم من الحوادث، قال الله تعالى :(فاسألوا أهل الذكر إن كنتم لا تعلمون)

قال سفيان الثورى :أما العلم عندنا الرخص عن الثقات، أما التشديد، فكل إنسان يحسنه(شرح السنة للبغوى، ج ا ص ۲۹۰، كتاب العلم،باب التفقيه فى الدين)

[1] (ومنها العلم بكون الحج فرضا) (الفتاوى الهندية،ج ا ص۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

[2] والعلم المذكور يثبت لمن فى دار الإسلام بمجرد الوجود فيها سواء علم بالفرضية، أو لم يعلم ولا فرق فى ذلك بين أن يكون نشأ على الإسلام فيها، أو لا فيكون ذلك علما حكميا(البحر الرائق، ج۲، ص ۳۳۱، كتاب الحج)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ جو شخص دارُالحرب میں مسلمان ہوا، اُس پر اُس وقت تک حج فرض نہیں ہوتا، جب تک اُسے حج کی فرضیت کا علم نہ ہو۔

اور دارُالحرب وہ ملک کہلاتا ہے، جو کافروں کے زیرِ تسلط ہو، اور وہاں کفر کا دور دورہ ہو۔ [1]

دارُالحرب میں چونکہ اسلامی ماحول نہیں ہوتا، اس لئے اگر کوئی دارُالحرب میں مسلمان ہوا، اس کو جب تک حج کے حکم کا علم نہ ہو، اس وقت تک اس پر حج فرض نہیں ہوتا۔

اس لئے ایسے شخص کو جب تک کسی ذریعہ سے حج کے حکم کا علم نہ ہو، اس وقت تک اس پر حج کرنا فرض نہ ہوگا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والعلم المذكور يثبت لمن فى دار الإسلام بمجرد الوجود فيها سواء علم بالفرضية أو لم يعلم، ولا فرق فى ذلك بين أن يكون نشأ على الإسلام أو لا فيكون علما حكميا(الفتاوى الهندية، ج ا ص۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

(قوله :أو عالم بالوجوب) أى أو كائن فى غير دارنا عالم بالوجوب فالكون بدار الإسلام موجب للصوم، وإن لم يعلم بوجوبه إذ لا يعذر بالجهل فى دار الإسلام(رد المحتار ج۲ ص۳۷۱، كتاب الصوم)

(قوله أو دليله) أى دليل العلم وهو الكون فى دار الإسلام لاشتهار الفرائض فيها، فمن أسلم فيها لزمه قضاء ما ترك (رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص۷۵، كتاب الصلاة)

[1] دار الحرب هى :كل بقعة تكون فيها أحكام الكفر ظاهرة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۰ ص۲۰۱، مادة "دار")

[2] فالعلم بوجوبها حال الفوات شرط لوجوب قضائها، حتى أن الحربى إذا أسلم فى دار الحرب ومكث فيها سنة ولم يعلم أن عليه الصلاة فلم يصل ثم علم -لا يجب عليه قضاؤها فى قول أصحابنا الثلاثة وقال زفر :عليه قضاؤها.

ولو كان هذا ذميا أسلم فى دار الإسلام فعليه قضاؤها استحسانا، والقياس أن لا قضاء عليه، وهو قول الحسن

(وجه) قول زفر :أنه بالإسلام التزم أحكامه، ووجوب الصلاة من أحكام الإسلام فيلزمه، ولا يسقط بالجهل، كما لو كان هذا فى دار الإسلام.

(ولنا) أن الذى أسلم فى دار الحرب منع عنه العلم لانعدام سبب العلم فى حقه، ولا وجوب على من منع عنه العلم كما لا وجوب على من منع عنه القدرة بمنع سببها، بخلاف الذى أسلم فى دار الإسلام؛ لأنه ضيع العلم حيث لم يسأل المسلمين عن شرائع الدين مع تمكنه من السؤال،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲...... جو شخص دار الحرب میں اسلام لایا، اور اسے حج کی فرضیت کا علم نہیں تھا، پھر اس کو دو عام مَردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں نے حج کی فرضیت کی خبر دے دی، یا ایک عادل اور ثقہ آدمی نے خبر دے دی، تب بھی وہ حج کا مکلّف ہو جائے گا۔

جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اگر ایک عام فرد بھی خبر دے دے، چاہے اس کا حال معلوم نہ ہو کہ وہ ثقہ اور عادل بھی ہے یا نہیں، اور خواہ وہ بالغ اور آزاد بھی نہ ہو، تب بھی وہ حج کا مکلّف ہو جاتا ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والوجوب متحقق فی حق من ضيع العلم كما يتحقق فی حق من ضيع القدرة، ولم يوجد التضييع ههنا إذ لا يوجد فی الحرب من يسأله عن شرائع الإسلام، حتى لو وجد ولم يسأله يجب عليه، ويؤاخذ بالقضاء إذا علم بعد ذلک؛ لأنه ضيع العلم وما منع منه كالذی أسلم فی دار الإسلام.

وقد خرج الجواب عما قاله زفر أنه التزم أحكام الإسلام؛ لأنا نقول: نعم لكن حكما له سبيل الوصول إليه ولم يوجد(بدائع الصنائع فی ترتيب الشرائع، ج ۱، ص ۱۳۵، كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة)

الحربی إذا أسلم فی دار الحرب، ولم يعلم بفرضية رمضان ثم علم ليس عليه قضاء ما مضى (البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۷۷، كتاب الصوم)

(ويعذر بالجهل حربی أسلم ثمة ومكث مدة فلا قضاء عليه) لأن الخطاب إنما يلزم بالعلم أو دليله ولم يوجدا (كما لا يقضی مرتد ما فاته زمنها) ولا ما قبلها إلا الحج، لأنه بالردة يصير كالكافر الأصلی (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲ ص ۷۵، كتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت)

بخلاف من أسلم فی دار الحرب ولم يعلم به فإنه لا يجب عليه ما لم يعلم فإذا علم ليس عليه قضاء ما مضى إذ لا تكليف بدون العلم ثمة للعذر بالجهل(رد المحتار ج ۲ ص ۳۷۱، كتاب الصوم)

[1] ولمن فی دار الحرب بإخبار رجلين أو رجل وامرأتين، ولو مستورين أو واحد عدل وعندهما لا تشترط العدالة والبلوغ والحرية فيه (البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۱، كتاب الحج)

ولمن فی دار الحرب بإخبار رجلين أو رجل وامرأتين، ولو مستورين أو واحد عدل وعندهما لا تشترط العدالة والبلوغ والحرية فيه كذا فی البحر الرائق(الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، كتاب المناسک، الباب الاول)

فإن بلغه فی دار الحرب رجل واحد فعليه القضاء فيما يترک بعد ذلک فی قول أبی يوسف ومحمد، وهو إحدى الروايتين عن أبی حنيفة، وفی رواية الحسن عنه لا يلزمه ما لم يخبره رجلان أو رجل وامرأتان.

(وجه) هذه الرواية أن هذا خبر ملزم، ومن أصله اشتراط العدد فی الخبر الملزم، كما فی الحجر

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

ملحوظ رہے کہ آج کل دنیا کے مختلف اطراف سے فاصلے سمٹ جانے اور گلوبلائزیشن (GLOBALIZATION) ہوجانے کی وجہ سے اکثر دارُالحربوں اور غیراسلامی ملکوں میں سفر واسفار اور ذرائع ابلاغ کے واسطے سے حج کا حکم پہنچ چکا ہے، بلکہ وہاں مختلف شکلوں میں تبلیغ وتدریس کے سلسلے وحلقے بھی قائم ہیں، نیز ذرائع ابلاغ کے واسطے سے دیگر علاقے کے اہلِ علم سے شریعت کے حکم کا علم حاصل کرنا بھی اس دور میں ممکن اور سہل ہوگیا ہے۔

جبکہ فقہائے کرام کے نزدیک ایک دو ثقہ وعادل اور بعض حضرات کے نزدیک عام افراد کی طرف سے بھی حج کی فرضیت کی خبر پہنچنا مکلف ہونے کے لئے کافی ہے۔

اس لئے اس طرح کے ممالک میں کوئی شخص اسلام لے آئے، تو وہ حج کا مکلف ہوجائے گا۔

مسئلہ نمبر ۳...... جو شخص مسلمانوں کے ملک میں اسلام لایا، تو وہ اسلام لاتے ہی حج فرض ہونے کی شرائط پائے جانے کے بعد حج کا مکلف ہوجائے گا، اور اس کا حج کی فرضیت سے ناواقف ہونا عذر شمار نہیں کیا جائے گا۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

على المأذون، وعزل الوكيل، والإخبار بجناية العبد.

(وجه) الرواية الأخرى وهى الأصح أن كل واحد مأمور من صاحب الشرع بالتبليغ، قال النبى - صلى الله عليه وسلم :-ألا فليبلغ الشاهد الغائب وقال -صلى الله عليه وسلم :-نضر الله امرءا سمع منا مقالة فوعاها كما سمعها ثم أداها إلى من لم يسمعها ، فهذا المبلغ نظير الرسول من المولى والموكل، وخبر الرسول هناك ملزم فههنا كذلك والله أعلم(بدائع الصنائع فى ترتيب الشرائع، ج ا ،ص ۱۳۵ ،كتاب الصلاة، فصل شرائط اركان الصلاة)

(قوله بالعلم) فإذا بلغه فى دار الحرب رجل واحد فعليه قضاء ما تركه بعده عندهما، وهو إحدى الروايتين عن الإمام وفى رواية الحسن عنه لا يلزمه حتى يخبره رجلان عدلان مسلمان أو رجل وامرأتان؛ وأما العدالة ففى المبسوط أنها شرط عندهما .وروى أبو جعفر فى غريب الرواية أنها غير شرط عندهما، حتى إذا أخبره رجل فاسق أو صبى أو امرأة أو عبد فإن الصلاة تلزمه تتارخانية(رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ،ص ۷۵، كتاب الصلاة)

[1] وزاد فى فتح القدير العلم بالوجوب أو الكون فى دار الإسلام(البحر الرائق، ج ۲، ص ۲۷۷، كتاب الصوم)

(۶)......اپاہج اور محتاج نہ ہونا (معذور، مفلوج، نابینا وغیرہ کے حج کے احکام)

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ حج فرض ہونے کے لئے بدنی استطاعت وقدرت بھی ضروری ہے، اسی وجہ سے حج فرض ہونے کی ایک شرط بدن کا ایسی بیماری یا معذوری سے صحیح وسلامت ہونا بھی ہے کہ جو حج کے سفر یا حج کے اعمال کی ادائیگی میں مُخل ہو، جیسے اپاہج، کوڑھی ہونا یا ہاتھ پیر کا شَل ہونا، یا اسی طرح کی کسی بیماری یا معذوری کا لاحق ہونا۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حج فرض ہونے کا حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (سورة آل عمران رقم الآية ۹۷)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی (رضا) کے واسطے بیت اللہ کا حج کرنا فرض ہے ان لوگوں پر جو اس تک سبیل (راستے) کی استطاعت رکھتے ہوں (سورہ آلِ عمران)

اس آیت میں جس استطاعت کا ذکر ہے، اس میں بدنی استطاعت بھی داخل ہے، جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزرا۔

اور یہ حدیث بھی پہلے گزر چکی ہے کہ:

مَنْ لَّمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ، فَلْيَمُتْ اِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا، وَاِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا (سنن الدارمي) [1]

ترجمہ: جس شخص کے لئے کوئی ظاہری ضرورت حج سے مانع ورکاوٹ نہ ہو، یا ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو، یا ایسا مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مرجائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (دارمی، بیہقی)

---

[1] رقم الحديث ۱۸۲۶، كتاب المناسك، باب من مات ولم يحج.

اور اسی طرح حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد بھی پہلے گزر چکا ہے کہ:

(وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا) قَالَ : السَّبِيلُ أَنْ يَصِحَّ بَدَنُ الْعَبْدِ وَيَكُونَ لَهُ ثَمَنُ زَادٍ وَرَاحِلَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُجْحَفَ بِهِ (السنن الكبرى للبيهقي) [۱]

ترجمہ: اور اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج کرنا (فرض) ہے، جو اس کی طرف سبیل (یعنی راستے) کی استطاعت رکھتا ہو، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ سبیل یہ ہے کہ بندہ کا بدن صحیح ہو، اور اُس کے پاس سواری اور سفر کے سامان کی قیمت ہو، اور اُس کے لئے کوئی روک بھی نہ ہو (بیہقی، طبری)

اس قسم کی احادیث وآثار میں حج نہ کرنے کی وعید میں بدن کے صحیح اور بیماری سے سلامت ہونے کا ذکر ہے۔

اب اس سلسلہ میں چند مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ا...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہرُ الروایت کے مطابق اگر کوئی شخص اپاہج اور چلنے پھرنے سے معذور ہو، اگرچہ کتنا ہی مال دار کیوں نہ ہو، اس پر سرے سے حج فرض ہی نہیں ہوتا؛ نہ تو اُس پر خود حج کرنا فرض ہوتا ہے، اور نہ ہی دوسرے کے ذریعہ سے حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ [۲]

---

[۱] رقم الرواية ۸۶۴۱، كتاب الحج، باب الرجل يطيق المشي ولا يجد زادا ولا راحلة فلا يبين أن يوجب عليه الحج، واللفظ له، جامع البيان للطبري، رقم الحديث ۷۴۷۷.

[۲] جہاں تک حدیثِ خثعم کا تعلق ہے، تو اس کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے اہلِ علم حضرات نے مختلف جوابات دیے ہیں، جن میں سے ایک جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اُس پر محمول ہے کہ بحالتِ صحت حج فرض ہو گیا، اور بعد میں عذر لاحق ہوا۔
امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک دلیل یہ ہے کہ حج بنیادی طور پر بدنی عبادت ہے، اور مال صرف اس عبادت کی ادائیگی کے مقام تک وصول کے لئے شرط ہے، تاکہ اس بدنی عبادت کو ادا کرنا ممکن وسہل ہو، اور جب کوئی خود وہاں پہنچ کر حج ادا کرنے پر قادر نہ ہو، تو اس پر حج ادا کرنا فرض نہیں، لہٰذا دوسرے کی طرف اس کی نیابت منتقل کرنے کا بھی حکم نہ ہونا چاہئے۔
شرائط وجوب الحج :العقل، والبلوغ، والحرية، والاستطاعة، وتكلموا فى تفسير الاستطاعة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے یہی راجح ہے، جیسا کہ نماز اور روزہ وغیرہ کا معاملہ ہے کہ جب تک ان کے ادا کرنے کی قدرت نہ ہو، تو سرے سے ان کا ادا کرنا فرض ہی نہیں ہوتا، اور حج فرض ہونے کے لئے قرآن مجید سے استطاعت کا ہونا شرط ہے، اور جب تک

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال أبو حنيفة رحمه الله في ظاهر الرواية :تفسيرها ملائمة البدن وملك الزاد والراحلة، وهو رواية عن أبي يوسف ومحمد رحمهما الله.

وقال أبو يوسف ومحمد في ظاهر الرواية :تفسيرها ملك الزاد والراحلة لا غير، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة رحمه الله، حتى إن في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة رحمه الله :لا يجب الحج على الزَّمِن، والمفلوج، والمقطوع الرجلين، وإن ملكوا الزاد والراحلة وهو رواية عنهما، وفي ظاهر روايتهما يجب الحج على هؤلاء ، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة إذا كان ملكه من الزاد والراحلة قدر ما يحج به، ويحج معه من يرفعه ويقوده إلى المناسك وإلى حاجته، وفائدة هذا الخلاف إنما تظهر فيما إذا ملك هؤلاء الزاد والراحلة، ففي ظاهر رواية أبي حنيفة رحمه الله :أنه لا يجب عليهم الإحجاج بمالهم؛ لأن الإحجاج بالمال بدل عن الحج بالبدن ولم يجب عليهم الحج بالبدن لمكان العجز فكيف يجب عليهم البدل؟ وفي ظاهر روايتهما يجب؛ لأنه لزمهم الأصل وهو الحج بالبدن في الذمة، وقد عجزوا عنه فيلزمهم البدل (المحيط البرهاني، ج٢، ص٤١٧، كتاب المناسك، الفصل الأول :في بيان شرائط الوجوب)

وكذلك يشترط عند ابى حنيفة ومالك الصحة فلا يجب عندهما على الضعيف والزمن وان كان له مال يمكن ان يستنيب من يحج عنه لانه غير مستطيع بنفسه والحج عبادة بدنية والمقصود من العبادات البدنية اتعاب النفس فلا يحصل مقصوده بالاستنابة وقال الشافعي واحمد هو مستطيع بماله قال البغوى يقال في العرف فلان مستطيع لبناء داروان كان لا يفعله بنفسه وانما يفعله بماله وباعوانه -قلنا هو غير مستطيع على الحج الذى هو عبارة عن اركان مخصوصة وانما هو مستطيع على الانفاق والمقصود في البناء ليس إتيانه بنفسه بخلاف العبادات البدنية فلا يجرى فيه ذلك العرف ....وأجيب بانه انما أجابها عن سوالها افاحج عنه فقال حجى عنه لما راى من حرصها على إيصال الخير والثواب لابيها ويؤيده ما رواه عبد الرزاق من حديث ابن عباس فزاد في الحديث حجى عن أبيك فان لم تزده خيرا لم تزده شرا -لكن جزم الحفاظ بانها رواية شاذة والاولى ان يحمل الحديث على من استقر في ذمته صحيحا ثم طرا عليه ضعف وزمانة فانه لا يسقط عنه الحج بل يجب عليه ان يحج عنه غيره من ماله ما دام حيًا او يوصى به عند موته وإذا مات ولم يحج يحج عنه وارثه او يحج عنه أجنبيا من ماله ان شاء(التفسير المظهرى، ج٢،٩٨،٩٩، سورة آل عمران)

قال في الروضة ذكره في مناسك ابن شجاع وفي المحيط عند فقد سلامة البدن لا يلزمه الإحجاج عنه بالمال عند أبي حنيفة بخلاف الفدية في الصوم ؛ لأنها وجبت حالة اليأس بالنص انتهى غاية(حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج٢، ص٤، كتاب الحج)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مال کے ساتھ بدنی قدرت نہ ہو، اس وقت تک حج کی استطاعت کو وجود نہیں ملتا۔ ۱؎

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وظاهر كلامه أن الصحة شرط الوجوب وهو الأصح لكن الصحيح أنه شرط الأداء فعلى هذا يلزم على المريض الإيصاء لا على الأول كما فى النهاية(مجمع الانهر، ج ا، ص ۲۶۱، كتاب الحج، شروط الحج)

(قوله :فلا يجب أداء الحج على مقعد إلخ) الأصوب أن يقول فلا يجب الحج إلخ ويسقط لفظة أداء ليوافق قوله بعده لا يجب عليهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم؛ لأن هذا بناء على أن الصحة من شرائط الوجوب فينافيه التعبير بالأداء ، تأمل(منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۵، كتاب الحج)

۱؎ اتفق الفقهاء على أن سلامة البدن من الأمراض والعاهات التى تعوق عن الحج شرط لوجوب الحج. واختلفوا هل هى شرط لأصل الوجوب كما قال به أبو حنيفة ومالك وهو رواية عن محمد وأبى يوسف أو شرط للأداء بالنفس كما قال به الشافعية والحنابلة وهو ظاهر الرواية عن الصاحبين. وعلى هذا فمن وجدت فيه شروط وجوب الحج، ولكن كان عاجزا عنه لمانع لا يرجى زواله، كزمانة أو مرض لا يرجى برؤه، أو كان مهزول الجسم لا يقدر على الثبوت على الراحلة إلا بمشقة غير محتملة .فذهب جمهور الفقهاء إلى أنه يلزمه أن يقيم من يحج عنه ويعتمر إذا وجد من ينوب عنه، ومالا يستنيبه به. واستدلوا بما روى عن ابن عباس :رضى الله عنهما أن امرأة من خثعم قالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم :إن فريضة الله على عباده فى الحج أدركت أبى شيخا كبيرا لا يثبت على الراحلة أفأحج عنه؟ قال :نعم وذلك فى حجة الوداع. وقال مالك وأبو حنيفة فى رواية :لا حج عليه إلا أن يستطيع بنفسه، واستدلوا بقوله تعالى: (من استطاع إليه سبيلا، وهذا غير مستطيع، ولأن هذه عبادة لا تدخلها النيابة مع القدرة، فلا تدخلها مع العجز كالصوم والصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶، ص۳۶۳، وص۳۶۴مادة، مرض، الاستنابة فى الحج والعمرة للمرض)

وحجتنا فى ذلك قوله تعالى (من استطاع إليه سبيلا)فإنما أوجب الله تعالى الحج على من يستطيع الوصول إلى بيت الله تعالى والزمن لا يستطيع الوصول إلى بيت الله تعالى فلا يتناوله هذا الخطاب، ثم رسول الله -صلى الله عليه وسلم -جعل الشرط ما لا يوصله إلى البيت بقوله من وجد زادا وراحلة يبلغانه بيت الله تعالى وزاد المعضوب وراحلته لا يبلغانه بيت الله تعالى(المبسوط للسرخسى، ج۴ص۱۵۳، كتاب الحج، باب الحج عن الميت وغيره)

ومنها صحة البدن فلا حج على المريض والزمن، والمقعد، والمفلوج، والشيخ الكبير الذى لا يثبت على الراحلة بنفسه، والمحبوس، والممنوع من قبل السلطان الجائر عن الخروج إلى الحج؛ لأن الله تعالى شرط الاستطاعة لوجوب الحج، والمراد منها استطاعة التكليف، وهى سلامة الأسباب، والآلات، ومن جملة الأسباب سلامة البدن عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه فى سفر الحج؛ لأن الحج عبادة بدنية، فلا بد من سلامة البدن، ولا سلامة مع المانع، وعن ابن عباس - رضى الله عنه -فى قوله عز وجل :(من استطاع إليه سبيلا)أن السبيل أن يصح بدن العبد، ويكون له

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک اگر دوسری شرائط پائی جائیں، مثلاً کوئی شخص مال دار ہو، اور حج کی مالی استطاعت رکھتا ہو، مگر اپاہج ہو، اور حج کا سفر کرنے کی استطاعت نہ رکھتا ہو، تو ایسے شخص پر نفسِ حج تو فرض ہو جاتا ہے، لیکن خود حج کا ادا کرنا فرض نہیں ہوتا؛ بلکہ دوسرے کے ذریعہ سے حج بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوتا ہے، اور حجِ بدل کا ذکر آگے آتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثمن زاد، وراحلة من غير أن يحجب، ولأن القرب، والعبادات، وجبت بحق الشكر لما أنعم الله على المكلف فإذا منع السبب الذى هو النعمة، وهو سلامة البدن أو المال كيف يكلف بالشكر، ولا نعمة. وأما الأعمى فقد ذكر فى الأصل عن أبى حنيفة :أنه لا حج عليه بنفسه، وإن وجد زادا، وراحلة، وقائدا، وإنما يجب فى ماله إذا كان له مال، وروى الحسن عن أبى حنيفة فى الأعمى، والمقعد والزمن أن عليهم الحج بأنفسهم، وقال أبو يوسف، ومحمد :يجب على الأعمى الحج بنفسه إذا وجد زادا، وراحلة، ومن يكفيه مؤنة سفره فى خدمته، ولا يجب على الزمن، والمقعد، والمقطوع ....وجه رواية الأصل لأبى حنيفة أن الأعمى لا يقدر على أداء الحج بنفسه؛ لأنه لا يهتدى إلى الطريق بنفسه، ولا يقدر على ما لا بد منه فى الطريق بنفسه من الركوب، والنزول، وغير ذلك. وكذا الزمن، والمقعد فلم يكونا قادرين على الأداء بأنفسهم بل بقدرة غير مختار، والقادر بقدرة غير مختار لا يكون قادرا على الإطلاق؛ لأن فعل المختار يتعلق باختياره، فلم تثبت الاستطاعة على الإطلاق، ولهذا لم يجب الحج على الشيخ الكبير الذى لا يستمسك على الراحلة، وإن كان ثمة غيره يمسكه لما قلنا كذا هذا، وإنما فسر النبى -صلى الله عليه وسلم - الاستطاعة بالزاد، والراحلة لكونهما من الأسباب الموصلة إلى الحج لا لاقتصار الاستطاعة عليهما .(ألا ترى) : أنه إذا كان بينه، وبين مكة بحر زاخر لا سفينة ثمة، أو عدو حائل يحول بينه، وبين الوصول إلى البيت لا يجب عليه الحج مع وجود الزاد، والراحلة فثبت أن تخصيص الزاد، والراحلة ليس لاقتصار الشرط عليهما بل للتنبيه على أسباب الإمكان، فكل ما كان من أسباب الإمكان يدخل تحت تفسير الاستطاعة معنى، ولأن فى إيجاب الحج على الأعمى والزمن، والمقعد، والمفلوج، والمريض، والشيخ الكبير الذى لا يثبت على الراحلة بأنفسهم حرجا بينا، ومشقة شديدة .وقد قال الله (عز وجل) : (وما جعل عليكم فى الدين من حرج)(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۲۱، ۱۲۲، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

[1] صاحبین کی ظاہر الروایۃ یہی ہے، اور صاحبین کی ایک روایت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہر الراویت کے مطابق ہے، علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے صاحبین کی ظاہر الروایۃ کو قوی قرار دیا ہے، اور بعد کے بیشتر حنفیہ نے اسی کو اختیار کیا ہے۔
مگر ہمارے نزدیک امام صاحب کی ظاہر الروایت والا قول ہی دلائل کے لحاظ سے راجح ہے، اگرچہ متأخرین کی کئی کتب اور

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳...... جس شخص کا ایک یا دونوں پاؤں یا ہاتھ کٹے ہوئے یا شَل ومفلوج ہوں، اور ایسا بوڑھا ضعیف جو خود سے سواری پر سوار نہ ہوسکتا ہو، اس قسم کے افراد امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہرِ روایت کے مطابق حج کے اعتبار سے معذور ہیں، اور اگر کسی کو ان اعذار وبیماریوں کے علاوہ کوئی اور ایسی بیماری یا معذوری لاحق ہو، جس کی وجہ سے وہ سفر کی استطاعت نہ رکھتا ہو،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

خاص کر موجودہ اکثر اردو کتابوں میں صاحبین کے قول کو اختیار کیا گیا ہے۔

یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ بدنی استطاعت کے بغیر "مَنْ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا" کا تحقق نہیں ہوتا، جس طرح سے کہ مالی استطاعت یعنی زاد وراحلہ کے بغیر اس کا تحقق نہیں ہوتا، بالخصوص جبکہ بنیادی طور پر حج بدنی عبادت ہے، اور مال اس عبادت کی تیسیر کے لئے شرط ہے۔

لہٰذا ہمارے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہرِ روایت کی دلیل کے انتہائی مستحکم ومضبوط ہونے کی وجہ سے اس سے عدول کر کے صاحبین کی ظاہرُ الروایت کو راجح قرار دینے کے کوئی معنیٰ نہیں۔

لأن الله تعالى شرط الاستطاعة لوجوب الحج، والمراد منها استطاعة التكليف، وهي سلامة الأسباب، والآلات، ومن جملة الأسباب سلامة البدن عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه في سفر الحج؛ لأن الحج عبادة بدنية، فلا بد من سلامة البدن، ولا سلامة مع المانع(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۲۱، و ۱۲۲، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

(ومنها سلامة البدن) حتى إن المقعد والزمن والمفلوج، ومقطوع الرجلين لا يجب عليهم حتى لا يجب عليهم الإحجاج إن ملكوا الزاد والراحلة، ولا الإيصاء في المرض، وكذلك الشيخ الذي لا يثبت على الراحلة، وكذلك المريض كذا في فتح القدير، وهذا ظاهر المذهب عن أبي حنيفة - رحمه الله تعالى -، وهو رواية عنهما وظاهر الرواية عنهما أنه يجب عليهم فإن أحجوا أجزأهم ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم وظاهر ما في التحفة اختياره فإنه اقتصر عليه، وكذا الإسبيجابي وقواه المحقق في فتح القدير كذا في البحر الرائق وألحق بهم المحبوس والخائف من السلطان الذي يمنع الناس من الخروج إلى الحج، وكذا لا يجب الإحجاج عنهم كذا في النهر الفائق(الفتاوى الهندية، ج ۱ ص۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

(قوله صحيح البدن) أي سالم عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه في السفر، فلا يجب على مقعد ومفلوج وشيخ كبير لا يثبت على الراحلة بنفسه وأعمى، وإن وجد قائدا، ومحبوس، وخائف من سلطان لا بأنفسهم، ولا بالنيابة في ظاهر المذهب عن الإمام وهو رواية عنهما وظاهر الرواية عنهما وجوب الإحجاج عليهم، ويجزيهم إن دام العجز وإن زال أعادوا بأنفسهم.

والحاصل :أنه من شرائط الوجوب عنده ومن شرائط وجوب الأداء عند هما وثمرة الخلاف تظهر في وجوب الإحجاج والإيصاء كما ذكرنا وهو مقيد بما إذا لم يقدر على الحج وهو صحيح فإن

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اس کا بھی یہی حکم ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہرُ الروایت کے مطابق اس پر نہ تو خود حج کرنا فرض ہے، اور نہ اپنی طرف سے کسی کو حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہے، بشرطیکہ حج فرض ہونے کی دیگر شرائط مثلاً مالدار ہونا، اس طرح کا مرض وعذر لاحق ہونے سے پہلے نہ پائی گئی ہوں، اور نہ ہی اس مرض وعذر کے زائل ہونے کے بعد پائی جائیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قدر ثم عجز قبل الخروج إلى الحج تقرر دينا فى ذمته، فيلزمه الإحجاج، فلو خرج ومات فى الطريق لم يجب الإيصاء لأنه لم يؤخر بعد الإيجاب ولو تكلفوا الحج بأنفسهم سقط عنهم وظاهر التحفة اختيار قولهما وكذا الإسبيجابى وقواه فى الفتح ومشى على أن الصحة من شرائط وجوب الأداء اهـ من البحر والنهر، وحكى فى اللباب اختلاف التصحيح وفى شرحه أنه مشى على الأول فى النهاية وقال فى البحر العميق إنه المذهب الصحيح وأن الثانى صححه قاضى خان فى شرح الجامع واختاره كثير من المشايخ ومنهم ابن الهمام(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص ۴۵۹، كتاب الحج)

والمراد بالصحة صحة الجوارح فلا يجب أداء الحج على مقعد ولا على زمن ولا مفلوج ولا مقطوع الرجلين ولا على المريض والشيخ الذى لا يثبت بنفسه على الراحلة والأعمى والمجبوس والخائف من السلطان الذى يمنع الناس من الخروج إلى الحج لا يجب عليهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم إن قدروا على ذلك هذا ظاهر المذهب عن أبى حنيفة وهو رواية عنهما

وظاهر الرواية عنهما أنه يجب عليهم الإحجاج فإن أحجوا أجزأهم ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم وظاهر ما فى التحفة اختياره فإنه اقتصر عليه وكذا الإسبيجابى وقواه المحقق فى فتح القدير ومشى على أن الصحة من شرائط وجوب الأداء فالحاصل أنها من شرائط الوجوب عنده ومن شرائط وجوب الأداء عندهما وفائدة الخلاف تظهر فى وجوب الإحجاج كما ذكرنا فى وجوب الإيصاء (البحرالرائق، ج۲، ص۳۳۵، كتاب الحج، باب واجبات الحج)

[1] (قوله وكذا صحة الجوارح) حتى إن المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلين لا يجب عليهم الإحجاج إذا ملكوا الزاد والراحلة، ولا الإيصاء به فى المرض، وكذا الشيخ الذى لا يثبت على الراحلة :يعنى إذا لم يسبق الوجوب حالة الشيخوخة بأن لم يملك ما يوصله إلا بعدها، وكذا المريض لأنه بدل الحج بالبدن، وإذا لم يجب المبدل لا يجب البدل.

وظاهر الرواية عنهما يجب الحج على هؤلاء إذا ملكوا الزاد والراحلة ومؤنة من يرفعهم ويضعهم ويقودهم إلى المناسك، وهو رواية الحسن عن أبى حنيفة -رضى الله عنه-، وهى الرواية التى أشار إليها المصنف بقوله :وأما المقعد إلا أنه خص المقعد، ويقابل ظاهر الرواية عنهما ما نسبه المصنف إلى محمد بقوله :فرق محمد فى هذه الرواية بين المقعد والأعمى.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک ظاہرِ روایت کے مطابق نابینا شخص بھی معذور کی فہرست میں داخل ہے، اوراس پر نہ تو خود حج کرنا فرض ہے، اور نہ کسی دوسرے سے حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہے۔ [۱]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وإذا وجب على هؤلاء الإحجاج للزومهم الأصل وهو الحج بالبدن فيجب عليهم البدل، فلو أحجوا عنهم وهم آيسون من الأداء بالبدن ثم صحوا وجب عليهم الأداء بأنفسهم، وظهرت نفلية الأول لأنه خلف ضروری فيسقط اعتباره بالقدرة على الأصل، كالشيخ الفانی إذا فدى ثم قدر، وكذا من كان بينه وبين مكة عدو فأحج عنه، فإن أقام العدو على الطريق إلى موت المحجوج عنه جاز الحج عنه، وإن لم يقم حتى مات لا يجوز لزوال العذر قبل الموت، فيجب الأصل وهو الحج بنفسه(فتح القدير، ج۲ص۴۱۵، كتاب الحج)

[۱] والأعمى إذا وجد من يكفيه مؤنة سفره ووجد زادا وراحلة لا يجب عليه الحج عند أبی حنيفة رحمه الله خلافا لهما (الهداية، ج۱، ص۱۳۲، كتاب الحج، وجوب الحج)

وكذلك الأعمى إذا وجد قائداً يقوده إلى الحج لا يفترض عليه الحج عنده، وعندهما يفترض (المحيط البرهانی، ج۱، ص۱۴۷، كتاب الطهارات، الفصل الخامس)

القادر بقدرة الغير هل يصير قادراً؟ قال أبو حنيفة رحمه الله :لا يصير قادراً، وقالا :يصير قادراً حتى أن الأعمى لا يجب (عليه الحج والجمعة، وإن كان له ألف قائد عند أبی حنيفة رحمه الله، وعندهما :يجب الحج والجمعة (المحيط البرهانی، ج۲، ص۱۴۸، كتاب الصلاة، الفصل الحادی والثلاثون فی صلاة المريض)

وعلى الأصل الذی قلنا أن المعتبر استطاعة توصله إلى البيت يتضح الكلام فی هذه المسألة، وعلى هذا الأصل قال أبو حنيفة -رحمه الله تعالى :-الأعمى لا يلزمه الحج، وإن وجد مالا وقائدا، وعلى قول أبی يوسف ومحمد -رحمهما الله تعالى -يلزمه ذلک وهو رواية الحسن عن أبی حنيفة -رحمهما الله تعالى -وجه قولهما أن الأعمى متمكن من الأداء ببدنه، ولكنه محتاج إلى قائد يهديه إلى ذلک فيكون بمنزلة الضال والذی ضل الطريق إذا وجد من يهديه إلى الطريق يلزمه الحج وأبو حنيفة -رحمه الله تعالى -يقول :هو عاجز عن الوصول إلى البيت بنفسه فكان بمنزلة المعضوب، وهذا لأن ملک المال إنما يعتبر إذا كان يوصله إلى البيت، والمال هنا لا يوصله إليه وبذل القائد الطاعة غير معتبر فكان وجود ذلک كعدمه فلهذا لا يلزمه الحج(المبسوط للسرخسی، ج۴، ۱۵۴، كتاب المناسک)

ولا فرق فی الأعمى بين أن يجد قائدا، أو لا وهو المشهور عن أبی حنيفة؛ لأن القادر بقدرة غيره ليس بقادر(البحر الرائق، ج۲ص۳۳۵، كتاب الحج، واجبات الحج)

والأعمى إذا ملک الزاد والراحلة إن لم يجد قائدا لا يلزمه الحج بنفسه فی قولهم، وهل يجب الإحجاج بالمال فعند أبی حنيفة -رحمه الله تعالى -لا يجب وعندهما يجب، وإن وجد قائدا عند أبی حنيفة -رحمه الله تعالى -لا يجب الحج بنفسه وعن صاحبيه فيه روايتان كذا فی فتاوى قاضی خان (الفتاوى الهندية، ج۱ص۲۱۸، كتاب المناسک، الباب الاول)

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کسی شخص میں حج واجب ہونے کی شرائط صحت وتندرستی اور بدن کی سلامتی کی حالت میں پائی گئی تھیں، اور پھر بعد میں وہ اپاہج ومعذور ہوا، تو اُس پر بالاتفاق حج واجب ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کوئی معذور واپاہج شخص جدوجہد کر کے حج کرلے، اور وہ حج کے مناسک ادا کرلے، تو سب کے نزدیک اُس کا حج ادا ہوجاتا ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۶ ...... اگر کوئی عاقل بالغ مسلمان شخص ایسی سخت بیماری میں مبتلا ہوگیا کہ چلنے پھرنے اور سفر کرنے کے قابل نہ رہا، مثلاً اسے فالج ہوگیا، یا ہاتھ پاؤں شَل ہوگئے، اور اُسے اس بیماری کے علاج معالجہ کے لئے غیر معمولی رقم کی ضرورت ہے۔

پھر اس شخص نے علاج معالجہ کے لئے کسی طرح سے رقم کا انتظام کرلیا، مگر ابھی اس بیماری کا علاج نہ کرا پایا تھا کہ حج کا زمانہ آ گیا، اور یہ رقم اتنی مقدار میں ہے کہ جو حج کے مصارف کے لئے کافی ہوسکتی ہے، پھر اس نے اگلے سال حج کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اس رقم کو اپنے علاج معالجہ میں خرچ کرلیا، اور صحت یاب ہوکر چلنے پھرنے کے قابل ہوگیا، مگر اس کی ملکیت میں حج کے مصارف کے بقدر مال نہیں ہے، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ظاہرُ الروایۃ کے مطابق اس پر حج فرض نہ ہوگا، کیونکہ جس وقت اس کی ملکیت میں حج کے

---

[1] ولو ملك الزاد والراحلة، وهو صحيح البدن، ولم يحج حتى صار زمنا أو مفلوجا لزمه الإحجاج بالمال بلا خلاف، كذا في المحيط ولو تكلف هؤلاء الحج بأنفسهم سقط عنهم حتى لو صحوا بعد ذلك لا يجب عليهم الأداء هكذا في فتح القدير (الفتاوى الهندية، ج ا ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

[2] ومحل الخلاف فيما إذا لم يقدر على الحج وهو صحيح أما إن قدر عليه وهو صحيح ثم زالت الصحة قبل أن يخرج إلى الحج فإنه يتقرر دينا في ذمته فيجب عليه الإحجاج اتفاقا أما إن خرج فمات في الطريق فإنه لا يجب عليه الإيصاء بالحج؛ لأنه لم يؤخر بعد الإيجاب كذا في التجنيس ولا فرق في الأعمى بين أن يجد قائدا، أو لا وهو المشهور عن أبي حنيفة؛ لأن القادر بقدرة غيره ليس بقادر ولو تكلف هؤلاء الحج بأنفسهم سقط عنهم حتى لو صحوا بعد ذلك لا يجب عليهم الأداء ؛ لأن سقوط الوجوب عنهم لدفع الحرج فإذا تحملوه وقع عن حجة الإسلام كالفقير إذا حج (البحر الرائق، ج ۲، ص ۳۳۵، كتاب الحج، باب واجبات الحج)

مصارف کے بقدر مال تھا، اس وقت وہ حج پر جانے کے قابل نہ تھا، اور اس وجہ سے اس پر حج فرض نہیں ہوا تھا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کر سکا، تو دوسرے سے حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوگا، اور اگر زندگی میں حجِ بدل کرانے کے بعد دوبارہ خود حج کرنے پر قادر ہو گیا، تو خود حج کرنا ضروری ہو جائے، اور حجِ بدل کالعدم ہو جائے گا۔ [1]

(۷)......قانونی رُکاوٹ و محبوس نہ ہونا (قانونی اجازت نہ ملنے وغیرہ پر حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے حکومت وغیرہ کی طرف سے رُکاوٹ نہ ہونا بھی شرط ہے۔

بادشاہ وغیرہ کی طرف سے رکاوٹ نہ ہونے کا بعض احادیث میں ذکر آیا ہے۔

---

[1] المقعد ومقطوع الرجلين والمريض والشيخ الذى لا يثبت بنفسه على الراحلة والأعمى والمحبوس والخائف من السلطان الذى يمنع الناس من الخروج إلى الحج لا يجب عليهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم إن قدروا على ذلك ظاهر المذهب عند أبى حنيفة -رحمه الله -، وهو رواية الصاحبين وروى الحسن عنه ، وهو قولهما أنه يجب عليهم وعليهم أن يامروا من يحج عنهم بمالهم ويكون ذلك مجزيا عن حجة الإسلام ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم (حاشية الشلبى على تبيين الحقائق، ج۲، ص۵، كتاب الحج)

(قوله وكذا صحة الجوارح) حتى إن المقعد والزمن والمفلوج ومقطوع الرجلين لا يجب عليهم الإحجاج إذا ملكوا الزاد والراحلة، ولا الإيصاء به فى المرض، وكذا الشيخ الذى لا يثبت على الراحلة :يعنى إذا لم يسبق الوجوب حالة الشيخوخة بأن لم يملك ما يوصله إلا بعدها، وكذا المريض لأنه بدل الحج بالبدن، وإذا لم يجب المبدل لا يجب البدل .وظاهر الرواية عنهما يجب الحج على هؤلاء إذا ملكوا الزاد والراحلة ومؤنة من يرفعهم ويضعهم ويقودهم إلى المناسك، وهو رواية الحسن عن أبى حنيفة -رضى الله عنه -، وهى الرواية التى أشار إليها المصنف بقوله :وأما المقعد إلا أنه خص المقعد، ويقابل ظاهر الرواية عنهما ما نسبه المصنف إلى محمد بقوله :فرق محمد فى هذه الرواية بين المقعد والأعمى.وإذا وجب على هؤلاء الإحجاج للزومهم الأصل وهو الحج بالبدن فيجب عليهم البدل، فلو أحجوا عنهم وهم آيسون من الأداء بالبدن ثم صحوا وجب عليهم الأداء بأنفسهم، وظهرت نفلية الأول لأنه خلف ضرورى فيسقط اعتباره بالقدرة على الأصل، كالشيخ الفانى إذا فدى ثم قدر (فتح القدير لابن الهمام، ج۲، ص۴۱۵، كتاب الحج)

حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

مَنْ لَّمْ يَمْنَعْهُ عَنِ الْحَجِّ حَاجَةٌ ظَاهِرَةٌ، أَوْ سُلْطَانٌ جَائِرٌ، أَوْ مَرَضٌ حَابِسٌ فَمَاتَ وَلَمْ يَحُجَّ، فَلْيَمُتْ إِنْ شَاءَ يَهُوْدِيًّا، وَإِنْ شَاءَ نَصْرَانِيًّا (سنن الدارمی) [1]

ترجمہ: جس شخص کے لئے کوئی ظاہری ضرورت حج سے مانع ورکاوٹ نہ ہو، یا ظالم بادشاہ کی طرف سے روک نہ ہو، یا ایسا مرض نہ ہو جو حج سے روک دے پھر وہ بغیر حج کئے مرجائے تو چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر مرے (دارمی)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلسَّبِيْلُ أَنْ يَّصِحَّ بَدَنُ الْعَبْدِ وَيَكُوْنَ لَهٗ ثَمَنُ زَادٍ وَرَاحِلَةٍ مِنْ غَيْرِ أَنْ يُّجْحَفَ بِهٖ (السنن الکبری للبیھقی) [2]

ترجمہ: سبیل یہ ہے کہ بندہ کا بدن صحیح ہو، اور اُس کے پاس سواری اور سفر کے سامان کی قیمت ہو، اور اُس کے لئے کوئی روک بھی نہ ہو (بیہقی)

پس اگر کسی شخص میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط تو پائی جاتی ہیں، لیکن اُس کو حج کا سفر کرنے یا حج کرنے میں حکومت کی طرف سے رُکاوٹ کا سامنا ہے (مثلاً تمام قانونی تقاضے پورے کرنے کے باوجود حج کی درخواست منظور نہیں ہوئی، یا کسی مخصوص بیماری وغیرہ کی وجہ سے اُسے قانونی طور پر سفر کی اجازت نہ ملی) یا وہ قید خانہ (اور جیل) میں ہے، اور وہاں سے چھوٹ کر جانا ممکن نہیں، تو اُس پر حج کرنا فرض نہیں ہوتا۔

مسئلہ نمبر۱...... امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہرِ مذہب کے مطابق اپاہج کی طرح اگر کسی مال دار شخص کو حکومت کی طرف سے حج کے لئے جانے کی اجازت نہ ملے، یا وہ قید خانہ اور جیل

---

[1] رقم الحدیث ۱۸۲۶، کتاب المناسک، باب من مات ولم یحج.

[2] رقم الروایۃ ۸۶۴۱، کتاب الحج، باب الرجل یطیق المشی ولا یجد زادا ولا راحلة فلا یبین أن یوجب علیه الحج.

میں ہو تو ایسے شخص پر سِرے سے حج ہی فرض نہیں ہوتا، یعنی نہ اُس پر خود حج کرنا فرض ہوتا ہے، اور نہ حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا فرض ہوتا ہے، تا آنکہ یہ رُکاوٹ دُور نہ ہو، اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ یہی راجح ہے۔ [1]

[1] فقہائے کرام نے محبوس اور خائف من السلطان کو معذور واپاہج کے ساتھ ذکر کیا ہے بلکہ محبوس کو ان ہی کے ساتھ لاحق کیا ہے اور اس کے شرطِ وجوب ہونے کو سلامتِ بدن کی طرح امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا ظاہرِ مذہب قرار دیا ہے اور صاحبین کی ایک روایت بھی اس کے مطابق ہے، علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ نے اس کے شرطِ ادا ہونے کو اولیٰ قرار دیا ہے، جس کی بعد میں متعدد مشائخ احناف نے یکے بعد دیگرے پیروی کی ہے، اور موجودہ اکثر حنفی کتب میں اسی قول کو نقل کیا گیا ہے۔

مگر اس سلسلہ میں غور کرنے سے ہمیں سلامتِ بدن کی شرط کی طرح امام صاحب رحمہ اللہ کا ظاہرِ مذہب ہی راجح معلوم ہوا، کیونکہ حکومت کی اجازت کے بغیر بالخصوص آج کے دور میں ایک ملک سے دوسرے ملک کا سفر کرنا تقریباً ناممکنات میں سے ہے، اور بغیر قانونی اجازت کے سرحد پار کرنے کی صورت میں قتل، حبس وقید اور جان مال کے مختلف خطرات لاحق ہوتے ہیں، اور جیل سے قیدی کا غیر قانونی طریقہ پر نکلنا بھی اختیار سے باہر ہے، اور اگر کسی طرح سے مفرور ہو جائے تو قانونی تقاضوں کے پیشِ نظر اس کو حج کا سفر بھی مشکل ہے؛ اس حیثیت سے یہ شرط جس طرح امام صاحب رحمہ اللہ کے نزدیک سلامتِ بدن کے ساتھ ملحق ہے، اسی طرح ایک حیثیت سے امنِ طریق کے ساتھ بھی ملحق ہے۔

جہاں تک اس کے مقابلہ میں بعض حضرات کی اس دلیل کا تعلق ہے کہ حج ایسی عبادت ہے جو نیابت کو قبول کرتی ہے، تو اس سے اختلاف نہیں، اصل بحث اس میں ہے کہ جب خود کوئی عمل واجب نہ ہو، تو نیابت کا حکم کیسے واجب ہو سکتا ہے؟

جہاں تک صاحبین کے قول کا تعلق ہے، تو ان کی ظاہرِ روایت کے مطابق تو سلامتِ بدن بھی شرطِ وجوب نہیں، پھر یہ ان کے نزدیک کیونکر شرطِ وجوب میں داخل ہو سکتی ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں صاحبین کے قول کے مختلف ہونے سے امام صاحب کی ظاہرِ روایت والے قول پر اثر نہیں پڑتا۔

البتہ اس موقعہ پر یہ اشکال ہوتا ہے کہ کئی دیگر احکام میں فقہائے کرام نے عذر من جہۃ اللہ اور عذر من جہۃ العباد میں فرق کیا ہے، جبکہ اپاہج ہونا پہلی اور حکومت کی طرف سے رکاوٹ ہونا دوسری قسم سے تعلق رکھتا ہے، پھر اس کو متعدد فقہائے کرام نے پہلی قسم کے ساتھ ملحق کر کے حکم کیوں بیان فرمایا؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ حج میں ''من استطاع الیہ سبیلا'' کی قید کی وجہ سے اس قسم کے یعنی من جہۃ العباد اعذار بھی حج فرض نہ ہونے میں معتبر ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ومنها صحة البدن فلا حج على المريض والزمن، والمقعد، والمفلوج، والشيخ الكبير الذى لا يثبت على الراحلة بنفسه، والمحبوس، والممنوع من قبل السلطان الجائر عن الخروج إلى الحج؛ لأن الله تعالى شرط الاستطاعة لوجوب الحج، والمراد منها استطاعة التكليف، وهى سلامة الأسباب، والآلات، ومن جملة الأسباب سلامة البدن عن الآفات المانعة عن القيام بما لا بد منه فى سفر الحج؛ لأن الحج عبادة بدنية، فلا بد من سلامة البدن، ولا سلامة مع المانع، وعن ابن عباس -

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک دوسری شرائط پائی جانے کی صورت میں ایسے شخص کے ذمہ نفسِ حج فرض تو ہوجاتا ہے، لیکن اُس کو خود حج کرنا فرض نہیں ہوتا، بلکہ کسی دوسرے کے ذریعے سے حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

رضي الله عنه -في قوله عز وجل :(من استطاع إليه سبيلا)أن السبيل أن يصح بدن العبد، ويكون له ثمن زاد، وراحلة من غير أن يحجب، ولأن القرب، والعبادات، وجبت بحق الشكر لما أنعم الله على المكلف فإذا منع السبب الذي هو النعمة، وهو سلامة البدن أو المال كيف يكلف بالشكر، ولا نعمة(بدائع الصنائع ، ج٢ص ١٢١ ، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

والمراد بالصحة صحة الجوارح فلا يجب أداء الحج على مقعد ولا على زمن ولا مفلوج ولا مقطوع الرجلين ولا على المريض والشيخ الذي لا يثبت بنفسه على الراحلة والأعمى والمحبوس والخائف من السلطان الذي يمنع الناس من الخروج إلى الحج لا يجب عليهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم إن قدروا على ذلك هذا ظاهر المذهب عن أبي حنيفة وهو رواية عنهما.

وظاهر الرواية عنهما أنه يجب عليهم الإحجاج فإن أحجوا أجزأهم ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم وظاهر ما في التحفة اختياره فإنه اقتصر عليه وكذا الإسبيجابي وقواه المحقق في فتح القدير ومشى على أن الصحة من شرائط وجوب الأداء فالحاصل أنها من شرائط الوجوب عنده ومن شرائط وجوب الأداء عندهما وفائدة الخلاف تظهر في وجوب الإحجاج كما ذكرنا في وجوب الإيصاء ومحل الخلاف فيما إذا لم يقدر على الحج وهو صحيح أما إن قدر عليه وهو صحيح ثم زالت الصحة قبل أن يخرج إلى الحج فإنه يتقرر دينا في ذمته فيجب عليه الإحجاج اتفاقا أما إن خرج فمات في الطريق فإنه لا يجب عليه الإيصاء بالحج؛ لأنه لم يؤخر بعد الإيجاب كذا في التجنيس(البحرالرائق، ج٢، ص٣٣٥، كتاب الحج، باب واجبات الحج)

(قوله :وظاهر ما في التحفة اختياره) قال الرملي تقدم في تعداد الشرائط أن من شرائط الوجوب الصحة على الأصح تأمل اهـ.وذكر منلا علي في شرح اللباب أنه مشى عليه في النهاية وأنه قال في البحر العميق هو المذهب الصحيح وأن الثاني صححه قاضي خان في شرح الجامع واختاره كثير من المشايخ ومنهم ابن همام اهـ.فقد اختلف الترجيح (منحة الخالق على البحرالرائق،ج٢، ص٣٣٥، كتاب الحج، باب واجبات الحج)

[1] والمقعد والمفلوج والزمن ومقطوع الرجلين والشيخ الذي لا يثبت على الراحلة بنفسه والمحبوس والأعمى إذا وجد زادا وراحلة ولم يجد من يهديه لا يجب عليهم الحج عند أبي حنيفة، وهو رواية عنهما وعلى ظاهر الرواية عنهما يجب ، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة وثمرة الخلاف تظهر في وجوب الإحجاج فعن أبي حنيفة لا يجب عليهم الإحجاج ؛ لأنه بدل عن الحج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲...... اگر کسی شخص کے پاس حج کے زمانے میں اتنا مال یا روپیہ پیسہ جمع ہو گیا کہ جو حج کے مصارف کے لئے کافی تھا، اور اس نے قانونی تقاضوں کے مطابق حج پر جانے کی پوری کوشش کی، اور اپنی طرف سے کوتاہی کا مظاہرہ نہیں کیا، لیکن حکومت کی طرف سے اس کو اجازت نہ مل سکی، یعنی اس کی حج کی درخواست قبول نہیں کی گئی، پھر بعد میں اگلے سال حج کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اس شخص نے اس روپیہ پیسہ کو اپنی ضرورت میں خرچ کرلیا، مثلاً کھانے پینے کی ضروریات میں استعمال کرلیا، یا اپنی ضرورت کے لئے مکان خرید لیا، اور اب وہ اتنا مالدار نہیں رہا کہ حج کے مصارف برداشت کر سکے، تو امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہرِ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بالبدن والأصل لم يجب فلا يجب البدل وعندهما يجب ؛ لأنهم لزمهم الأصل ، وهو الحج بالبدن في الذمة وقد عجزوا عنه فيجب البدل عليهم(تبيين الحقائق ، ج ۲، ص ۴، كتاب الحج)

صحة البدن وزوال الموانع الحسية على الذهاب إلى الحج حتى أن المقعد ومقطوع الرجلين والمريض والشيخ الذى لا يثبت بنفسه على الراحلة والأعمى والمحبوس والخائف من السلطان الذى يمنع الناس من الخروج إلى الحج لا يجب عليهم الحج بأنفسهم ولا الإحجاج عنهم إن قدروا على ذلك ظاهر المذهب عند أبي حنيفة -رحمه الله -، وهو رواية الصاحبين وروى الحسن عنه ، وهو قولهما أنه يجب عليهم وعليهم أن يأمروا من يحج عنهم بمالهم ويكون ذلك مجزيا عن حجة الإسلام ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم(حاشية الشلبي على تبيين الحقائق شرح كنز الدقائق، ج ۲، ص ۵، كتاب الحج)

قوله:وزوال المانع الحسي عن الذهاب "كالحبس وكذا يشترط أن لا يكون خائفا من سلطان يمنع منه (حاشية الطحطاوي على مراقي الفلاح شرح نور الإيضاح، ص ۷۲۸، كتاب الحج)

وفي الغاية :المحبوس والخائف من السلطان كالمريض لوجود المانع .انتهى .وكذا حُكْمُ السلطان إذا خيف على ملكه أو ملك غيره(شرح النقاية،لعلي بن سلطان محمد القاري، ج ۲ ، ۲۴۶، كتاب الحج)

(قوله غير محبوس) هذا من شروط الأداء كما مر والظاهر أنه لو كان حبسه لمنعه حقا قادرا على أدائه لا يسقط عنه وجوب الأداء .

(تنبيه)ذكر في شرح اللباب عن شمس الإسلام أن السلطان ومن بمعناه من الأمراء ملحق بالمحبوس فيجب الحج في ماله الخالي عن حقوق العباد وتمامه فيه ولا يخفى أن هذا إن دام عجزه إلى الموت وإلا فيجب عليه الحج بنفسه بعد زوال عذره وهو مقيد أيضا بما إذا كان قادرا على الحج ثم عجز وإلا فلا يلزمه الإحجاج على الخلاف المذكور آنفا (قوله يمنع منه) أي من الحج أي الخروج إليه ط (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲، ص ۴۵۹، كتاب الحج)

مذہب کے مطابق اس پر حج فرض نہیں ہوگا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہرِ مذہب کے علاوہ بعض حضرات کے نزدیک اس پر حج فرض ہوجائے گا، اوراس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کرسکا، تو دوسرے سے حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا واجب اور ضروری ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... کوئی شخص قید خانہ (یعنی جیل) میں محبوس اور قید ہے، اور وہاں سے نکلنے کے لئے اس کو غیر معمولی رقم درکار ہے، اس شخص نے کسی طرح سے قید خانہ سے رہائی پانے کے لئے لوگوں سے کہہ سُن کر یا کوئی اپنی ضرورت کی چیز فروخت کرکے رقم کا انتظام کیا، یا اس کو کسی شخص نے مذکورہ ضرورت پوری کرنے کے لئے رقم عطیہ وصدقہ کی، جس کی مقدار حج کے مصارف کے لئے کافی ہے، اوراسی دوران حج کا زمانہ شروع ہوگیا، پھر اس نے اس رقم کو صرف کرکے رہائی حاصل کی، اور اب اس کی ملکیت میں حج کے مصارف کے بقدر مال نہ رہا، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہرِ مذہب کے مطابق اس پر اس مال کی وجہ سے سرے سے حج فرض نہیں ہوگا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس پر حج فرض ہوجائے گا، اوراس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کرسکا، تو دوسرے سے حج کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا۔

---

[1] (ومنها سلامة البدن) حتى إن المقعد والزمن والمفلوج، ومقطوع الرجلين لا يجب عليهم حتى لا يجب عليهم الإحجاج إن ملكوا الزاد والراحلة، ولا الإيصاء في المرض، وكذلك الشيخ الذى لا يثبت على الراحلة، وكذلك المريض كذا في فتح القدير، وهذا ظاهر المذهب عن أبي حنيفة -رحمه الله تعالى -، وهو رواية عنهما وظاهر الرواية عنهما أنه يجب عليهم فإن أحجوا أجزأهم ما دام العجز مستمرا بهم فإن زال فعليهم الإعادة بأنفسهم وظاهر ما في التحفة اختياره فإنه اقتصر عليه، وكذا الإسبيجابي وقواه المحقق في فتح القدير كذا في البحر الرائق وألحق بهم المحبوس والخائف من السلطان الذى يمنع الناس من الخروج إلى الحج، وكذا لا يجب الإحجاج عنهم كذا في النهر الفائق(الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کوئی شخص مثلاً رمضان میں یا اس سے پہلے عمرہ کرنے یا کسی اور کام کی غرض سے حرم شریف یا اس کے قُرب وجوار میں چلا گیا، اور اس کے وہاں قیام کے دوران شوال کا مہینہ شروع ہو گیا، یا کوئی شخص شوال یا ذوالقعدہ کے مہینے میں عمرہ وغیرہ کرنے کی غرض سے حرم شریف چلا گیا، اور اس کے پاس وہاں حج کرنے تک قیام وطعام کے اخراجات موجود ہیں، مگر حکومت کی طرف سے اس کو حج کرنے تک قیام کی اجازت نہ ملی، اور اسے قانونی مجبوری کی وجہ سے واپس آنا پڑا، تو مذکورہ صورت میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ظاہرِ مذہب کے مطابق اس پر خود حج کرنا یا کسی دوسرے کے ذریعہ سے حجِ بدل کرانا فرض نہ ہوگا۔

جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے علاوہ بعض دیگر حضرات کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور سابقہ مسئلہ کی طرح کسی بھی طرح حج کرنا یا دوسرے کے ذریعہ سے حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوگا۔

(۸)......راستے کا مامون ہونا (راستہ میں جان، مال وغیرہ کے خطرہ پر حج کا حکم)

حج فرض ہونے کے لئے راستے کا مامون اور امن والا ہونا بھی ضروری ہے۔

اگر راستے میں جان یا مال کا خطرہ غالب ہو تو حج فرض نہیں ہوتا، کیونکہ اس کے بغیر منزلِ مقصود تک رسائی کی استطاعت حاصل نہیں ہوتی۔

مسئلہ...... امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ سمیت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اگر کسی شخص میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط تو پائی گئیں، مثلاً سواری اور کھانے پینے کا خرچہ موجود ہے، لیکن راستہ مامون نہیں ہے، جس میں جان، مال کے قوی خطرات لاحق ہیں، تو جب تک راستہ پر امن نہ ہو جائے، اس وقت تک اس پر سرے سے حج فرض ہی نہیں ہوگا۔ [1]

---

[1] (الثالث) من شروط الاستطاعة (أمن الطريق) ولو ظنا بحسب ما يليق به (فلو خاف) في طريقه (على نفسه) أو عضو أو بضع (أو ماله) ولو يسيرا .نعم ينبغي كما قال الأذرعي بحثا تقييده بما لا بد منه للنفقة والمؤن، فلو أراد استصحاب مال خطير للتجارة وكان الخوف لأجله لم يكن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے یہی قول راجح ہے، لہٰذا جب کسی شخص میں حج فرض ہونے کی دیگر (مثلاً مالدار وغیرہ ہونے کی) شرائط پائی جائیں، لیکن اس وقت راستہ پر امن نہ ہو، اور جان مال کا خطرہ لاحق ہو، تو اس عرصہ میں اس پر نہ تو خود حج کرنا فرض ہوتا ہے، اور نہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عذرا وهو ظاهر إن أمن عليه لو تركه في بلده (سبعا أو عدوا أو رصديا) بفتح الصاد المهملة وسكونها وهو من يرصد :أي يرقب من يمر ليأخذ منه شيئا (ولا طريق) له (سواء لم يجب) عليه (الحج) أو العمرة لحصول الضرر ولهذا جاز التحلل بذلك كما يأتي، والمراد بالخوف الخوف العام، وكذا الخاص في الأرجح، فلو اختص الخوف بواحد لم يقض من تركته (نهاية المحتاج إلى شرح المنهاج لشهاب الدين الرملي، ج٣، ص٢٤٧، كتاب الحج، شروط وجوب الحج والعمرة)

(وتخلية الطريق) والمراد بالتخلية هنا أمن الطريق ظنا بحسب ما يليق بكل مكان؛ فلو لم يأمن الشخص على نفسه أو ماله أو بُضعه لم يجب عليه الحج (فتح القريب المجيب في شرح ألفاظ التقريب، ج ١، ص ١٤٤، و١٤٥، كتاب أحكام الحج، شروط وجوب الحج)

(والسبيل) المذكور عبارة عن مجموع أربعة أشياء أحدها :(الطريق السابلة) أى المأمونة فإن خاف على نفسه سقط عنه اتفاقا، وإن خاف على بعض ماله وكان يجحف به سقط وإن لم يجحف به فقولان (كفاية الطالب الرباني، ج ١ ص ٥١٨، باب في الحج)

(بإمكان الوصول بلا مشقة عظمت وأمن على نفس ومال)ش :لما ذكر أن سبب وجوب الحج الاستطاعة أخذ يفسرها وذكر أنها إمكان الوصول إلى مكة بلا مشقة عظمت مع الأمن على النفس والمال، وهذا هو المشهور في المذهب قال مالك في كتاب محمد :وفي سماع أشهب لما سئل عن قوله تعالى (من استطاع إليه سبيلا)أذلك الزاد والراحلة، قال :والله ما ذاك إلا طاقة الناس، الرجل يجد الزاد والراحلة ولا يقدر على المسير وآخر يقدر أن يمشي على رجله ولا صفة في هذا أبين مما قال الله تعالى (من استطاع إليه سبيلا)(مواهب الجليل في شرح مختصر خليل، ج٢، ص ٤٩١، ٤٩٢، باب الحج)

وفي الجواهر يسقط إذا كان في الطريق عدو يطلب النفس أو من المال ما لا يتجدد أو يتجدد ويجحف وفي غير المجحف خلاف وقال أصحاب ح وش وإذا لم يمكنه السفر إلا بدفع شيء من ماله لا يلزمه الحج (الذخيرة للقرافي، ج٣، ص١٧٧، كتاب الحج)

ومن يجب عليه ومتى يجب وما يجب فيه قال الله عز وجل(وَلِلَّهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً)يجب الحج على كل من استطاع إليه سبيلا من الرجال والنساء إذا كانوا أحرارا بالغين غير مغلوب على عقولهم والاستطاعة القدرة بالبدن وما يبلغ من الزاد راجلا وراكبا إذا كان الطريق آمنا وليس وجود الزاد والراحلة عند عدم الطاقة باستطاعة عند مالك ومن عجز عنه ببدنه ولم يستمسك على راحلته سقط عنه عند مالك فرضه ولم يلزمه أن يحج عنه غيره من ماله (الكافي في فقه أهل المدينة للقرطبي، ج ١، ص ١٣٣، كتاب الحج، باب فرض الحج)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

دوسرے سے حجِ بدل کرانا ضروری ہوتا ہے، کیونکہ جب تک راستہ مامون نہ ہو، اس وقت تک حج کے لئے جانے کی استطاعت حاصل نہیں ہوتی، جو کہ قرآن مجید کے الفاظ، من استطاع الیہ سبیلا، سے ثابت ہے، اور سواری اور سفر کے سامان کا مقصد بھی منزل تک پہنچنا اور وہاں جا کر حج کرنا ہے، اور راستہ میں جان مال کے خطرات اس راہ میں رُکاوٹ ہیں۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

مَنِ اسۡتَطاعَ إِلَيۡهِ اى الى البيت سَبِيۡلًا الموصول بدل من الناس بدل البعض خصص له فلا يجب الحج على غير المستطيع والسبيل الطريق منصوب على المفعولية واليه حال منه مقدم عليه والمراد به الذهاب على طريقة جرى النهر يعنى من استطاع ذهابا الى البيت ولاجل قصر الحكم على المستطيع اجمع العلماء على انه يشترط لوجوب الحج ان يكون الطريق أمنا والمنازل الماهولة معمورة يوجد فيه الزاد والماء وعند فوات الا من لا يجب الحج وكون البحربينه وبين مكة إذا كانت السلامة غالبة لا يمنع وجوب الحج عندهم خلافا لاحد قول الشافعى(التفسير المظهرى، ج ۲، ۹۸،سورة آل عمران)

أما كون الطريق آمنا فلأنه لا يتأتى الحج بدونه فصار كالزاد والراحلة ثم قال ابن شجاع هو شرط الوجوب لما ذكرناه ، وهو مروى عن أبى حنيفة ؛ لأن الوصول إلى البيت بدونه لا يتصور إلا بمشقة عظيمة فصار من جملة الاستطاعة وكان القاضى أبو حازم يقول هو شرط الأداء ؛ لأنه -عليه الصلاة والسلام -لما سئل عن الاستطاعة فسرها بالزاد والراحلة ولو كان أمن الطريق من الاستطاعة لبينه ؛ لأنه موضع الحاجة إلى البيان فلا يجوز الزيادة فى شرط العبادة بالرأى ؛ ولأن هذا من العبادة فلا يسقط به الواجب كالقيد من الظالم لا يسقط به خطاب الشرع ، وإن طال بخلاف المرض(تبيين الحقائق، ج ۲، ص ۴، كتاب الحج)

[1] امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اس شرط کے شرطِ وجوب ہونے کی روایت مروی ہے، اور امام صاحب سے اس کے خلاف روایت کا کسی سند سے ہونا ہمیں دستیاب نہ ہوسکا، مگر بہت سے متأخرین نے قاضی ابو حازم کی اتباع میں اس شرط کے شرطِ اداء ہونے کو ترجیح دی ہے، جبکہ بعض نے شرطِ وجوب ہونے کو ترجیح دی ہے، اور ہمارے نزدیک دلائل کے لحاظ سے اس کا شرطِ وجوب ہونا راجح ہے۔

قاضی ابو حازم کی دلیل کا جواب پیچھے گزر چکا ہے کہ زاد وراحلہ کا ذکر بعض شرائط کا ذکر ہے، نہ کہ جملہ شرائط کا، کیونکہ اس حدیث میں مسلمان، عاقل، بالغ، حریت اور صحتِ بدن وغیرہ کا بھی ذکر نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ جو کہ زاد وراحلہ کی حدیث کو مرکزی حیثیت دیتے ہیں، وہ بھی امنِ طریق کی شرط کو شرطِ وجوب قرار دیتے ہیں۔

وأما إماما فيؤول ما وقع فيه بأنه بيان لبعض شروط الاستطاعة بدليل أنه لو فقد أمن الطريق مثلا لم يجب الحج عليه، والظاهر أنه صلى الله تعالى عليه وسلم لم يتعرض لصحة البدن لظهور الأمر

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

البتہ اگر راستہ پر امن ہوجائے، اور پھر حج فرض ہونے کی دیگر (مثلاً اس وقت حج کے زمانہ میں مالدار ہونے اور معذور نہ ہونے وغیرہ کی) شرائط پائی جائیں، تو پھر بالاتفاق حج فرض ہوجائے گا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كيف لا والمفسر في الحقيقة هو السبيل الموصل لنفس المستطيع إلى البيت وذا لا يتصور بدون الصحة، ومما يؤيد أن ما في الحديث بيان لبعض الشروط أنه ورد في بعض الروايات الاقتصار على واحد مما فيه،فقد أخرج الدارقطني أيضا عن علي كرم الله تعالى وجهه أن النبي صلّى الله عليه وسلم سئل عن السبيل فقال :أن تجد ظهر بعير ولم يذكر الزاد(روح المعاني ج ۲ ص ۲۲۴ تحت سورة آل عمران)

(ومنها) أمن الطريق، وإنه من شرائط الوجوب عند بعض أصحابنا بمنزلة الزاد، والراحلة، وهكذا روى ابن شجاع عن أبي حنيفة وقال بعضهم :إنه من شرائط الأداء لا من شرائط الوجوب، وفائدة هذا الاختلاف تظهر في وجوب الوصية إذا خاف الفوت فمن قال إنه من شرائط الأداء يقول إنه تجب الوصية إذا خاف الفوت، ومن قال إنه شرط الوجوب يقول :لا تجب الوصية؛ لأن الحج لم يجب عليه، ولم يصر دينا في ذمته فلا تلزمه الوصية، وجه قول من قال :إنه شرط الأداء لا شرط الوجوب ما روينا أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فسر الاستطاعة بالزاد، والراحلة، ولم يذكر أمن الطريق، وجه قول من قال إنه شرط الوجوب، وهو الصحيح :أن الله تعالى شرط الاستطاعة، ولا استطاعة بدون أمن الطريق كما لا استطاعة بدون الزاد، والراحلة إلا أن النبي -صلى الله عليه وسلم -بين الاستطاعة بالزاد، والراحلة بيان كفاية ليستدل بالمنصوص عليه على غيره لاستوائهما في المعنى، وهو إمكان الوصول إلى البيت.ألا ترى أنه كما لم يذكر أمن الطريق لم يذكر صحة الجوارح، وزوال سائر الموانع الحسية، وذلك شرط الوجوب على أن الممنوع عن الوصول إلى البيت لا زاد له، ولا راحلة معه فكان شرط الزاد، والراحلة شرطا لأمن الطريق ضرورة(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج۲ ص ۱۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

(مع أمن الطريق) ؛ لأنه لا يقدر على الوصول إلى المقصود بدونه والمعتبر غلبة السلامة في الطريق على المفتى به وفي الشمني ولو كان الطريق بحرا لا يجب الحج ولو كان نهرا كسيحون والفرات يجب .وقال الكرماني إن كان الغالب في البحر السلامة في موضع جرت العادة بركوبه يجب وظاهره أن أمن الطريق شرط الوجوب .وفي الإصلاح وهو الصحيح .وفي النهاية أنه شرط الأداء وهو الصحيح فيلزمه الإيصاء (مجمع الأنهر في شرح ملتقى الأبحر، ج ۱، ص ۲۶۲، كتاب الحج)

وأما أمن الطريق، فقد روى أبو شجاع عن أبي حنيفة أنه من جملة الاستطاعة لا يثبت الوجوب بدونه كالزاد والراحلة، ومن أصحابنا من جعله شرط الأداء ، وثمرة الخلاف إنما تظهر في حق وجوب الوصية بالحج، فمن جعله شرط الوجوب قال :لا تجب عليه الوصية، ومن جعله شرط الأداء يقول : تجب عليه الوصية.وجه من جعله شرط الوجوب ظاهر أنه لا وصول إلى الحج إلا بأمن الطريق، كما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات کے نزدیک اگر دیگر شرائط پائی جائیں، لیکن راستہ پُر امن نہ ہو، تو ایسی 11
صورت میں خود حج کرنا تو ضروری نہیں، لیکن حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہے۔

لہٰذا اگر کسی شخص کے پاس حج کے زمانہ میں اتنا مال آ گیا، جو حج کی مالی استطاعت کے لئے کافی تھا، اور وہ سفر سے معذور بھی نہیں تھا، لیکن راستہ میں جان مال کے خطرات غالب تھے، اس وجہ سے یہ حج کے سفر پر نہ جاسکا، اور پھر اگلا سال آنے سے پہلے اس نے اپنا مال اپنی کھانے پینے رہنے سہنے کی ضروریات میں خرچ کرلیا، اور اب وہ مالدار نہیں رہا، تو ان حضرات کے نزدیک اس شخص پر کسی بھی طرح حج کرنا فرض رہے گا، اور خود حج کی قدرت نہ ہوتو دوسرے سے حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوگا۔

جبکہ دیگر حضرات کے نزدیک اس پر سرے سے حج ہی فرض نہ ہوگا، لہٰذا نہ خود حج کرنا فرض ہوگا، اور نہ دوسرے سے حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لا وصول إليه إلا بالزاد والراحلة، ومن جعله شرط الأداء، وهو الفرق بين الزاد والراحلة أن بالزاد والراحلة يثبت التمكن من الأداء، فلا تثبت الاستطاعة بدونهما، فأما خوف الطريق مبنى بعجزهما عن الأداء، فهو فى معنى المعارض والمانع، فلا تنعدم به الاستطاعة يعتبر هذا بالمحسوسات، فإن المقيد الممنوع عن المشى لا يكون نظير المريض الذى لا يقدر. والمحرم فى حق المرأة شرط، شابة كانت أو عجوزاً إذا كان بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام، واختلفوا فى كون المحرم شرط الوجوب، أو شرط الأداء حسب اختلافهم فى أمن الطريق(المحيط البرهانى فى الفقه النعمانى، ج۲، ص ۴۱۹، كتاب المناسك، الفصل الأول :فى بيان شرائط الوجوب)

قوله " :وأمن الطريق "بأن يكون الغالب السلامة ولو بالرشوة وقتل بعض الحجاج عذر(حاشية الطحطاوى على مراقى الفلاح شرح نور الإيضاح، ص ۷۲۸، كتاب الحج)

(ومنها أمن الطريق) قال أبو الليث إن كان الغالب فى الطريق السلامة يجب، وإن كان خلاف ذلك لا يجب وعليه الاعتماد كذا فى التبيين قال الكرمانى إن كان الغالب فى طريق البحر السلامة من موضع جرت العادة بركوبه يجب، وإلا فلا، وهو الأصح وسيحون وجيحون والفرات والنيل أنهار لا بحار كذا فى فتح القدير وكذا دجلة هكذا فى فتاوى قاضى خان(الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، كتاب المناسك، الباب الاول)

ہوگا، اِلَّا یہ کہ زندگی میں راستہ پُرامن ہونے پر اس میں دوبارہ حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، اور ہمارے نزدیک یہی مؤقف راجح ہے۔ [1]

(۹)...... مالی استطاعت کا ہونا (فرضیتِ حج کے لئے مالدار ہونے کے احکام)

حج فرض ہونے کے لیے مالی استطاعت کا ہونا بھی شرط ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

---

[1] (قوله مع أمن الطريق) أى وقت خروج أهل بلده وإن كان مخيفا فى غيره بحر وقدمنا عن اللباب أنه من شروط وجوب الأداء وفى شرحه أنه الأصح ورجحه فى الفتح، وروى عن الإمام أنه شرط وجوب فعلى الأول تجب الوصية به إذا مات قبل أمن الطريق أما بعده فتجب اتفاقا بحر (قوله بغلبة السلامة) كذا اختاره الفقيه أبو الليث وعليه الاعتماد(رد المحتار، ج۲، ص ۴۶۳، كتاب الحج)

وأشار المصنف إلى أن أمن الطريق والمحرم من شرائط الوجوب؛ لأنه عطفه على ما قبله وهو أحد القولين وقيل شرط وجوب الأداء وثمرة الاختلاف تظهر فى وجوب الوصية وفى وجوب نفقة المحرم وراحلته إذا أبى أن يحج(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲ ص ۳۳۹، كتاب الحج، واجبات الحج)

(قوله :وهو أحد قولين) قال فى شرح اللباب وقد اختلف فى أمن الطريق فمنهم من قال إنه شرط الوجوب وهو رواية ابن شجاع عن أبى حنيفة ومنهم من قال شرط وجوب الأداء على ما ذكره جماعة من أصحابنا كصاحب البدائع والمجمع والكرمانى وصاحب الهداية وغيرهم فمن خاف من ظالم أو عدو أو سبع أو غرق أو غير ذلك لم يلزمه أداء الحج بنفسه بل بماله والعبرة بالغالب برا وبحرا فإن كان الغالب السلامة يجب عليه أن يؤدى بنفسه وإلا فلا كذا قاله أبو الليث وعليه الفتوى وفى القنية وعليه الاعتماد والمراد أنه لا يجب عليه أن يؤدى بنفسه بل إما أن يحج غيره أو يوصى به اهـ(منحة الخالق، ج۲ ص ۳۳۹، كتاب الحج، واجبات الحج)

ووقع الخلاف فى أمن الطريق كما فى صحة البدن:

فمذهب المالكية والشافعية ورواية أبى شجاع عن أبى حنيفة ورواية عن أحمد أنه شرط الوجوب . لأن الاستطاعة لا تتحقق بدون أمن الطريق.وفى رواية أخرى عند أبى حنيفة وأحمد، وهو الأصح عند الحنفية ورجحه المتأخرون من الحنفية والحنابلة أن أمن الطريق شرط للأداء بالنفس لا لأصل الوجوب .واستدلوا بنحو أدلتهم فى إيجاب الحج على من فقد شرط صحة البدن وعلى هذا المذهب الأخير من استوفى شروط الحج عند خوف الطريق فمات قبل أمنه يجب عليه أن يوصى بالحج.أما إذا مات بعد أمن الطريق فتجب عليه الوصية بالحج عنه اتفاقا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷ ص ۳۴، مادة "حج"الخصلة الثالثة :أمن الطريق)

مَایُوْجِبُ الْحَجَّ قَالَ الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ (ترمذی) [1]

ترجمہ: ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اس نے معلوم کیا کہ کون سی چیز حج کو واجب کر دیتی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کا سامان اور سواری (ترمذی، ابنِ ماجہ وغیرہ)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ قَوْلِهٖ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى (وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا) قَالَ: قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا السَّبِيْلُ؟ قَالَ: الزَّادُ وَالرَّاحِلَةُ (مستدرک حاکم) [2]

---

[1] رقم الحديث ۸۱۳، ابواب الحج، باب ماجاء فی ایجاب الحج ، ابن ماجه، رقم الحديث ۲۸۹۶، باب مایوجب الحج، مصنف ابنِ ابی شیبة، رقم الحديث ۱۵۹۴۶، سنن دارقطنی، رقم الحديث ۲۴۲۱ ورقم الحديث ۲۴۲۲ ورقم الحديث ۲۴۲۳، سنن البيهقی، رقم الحديث ۸۶۲۳.

قال الترمذی: هذا حديث حسن والعمل عليه عند أهل العلم :أن الرجل إذا ملك زادا وراحلة وجب عليه الحج وإبراهيم هو ابن يزيد الخوزی المكی وقد تكلم فيه بعض أهل العلم من قبل حفظه.

وقال البيهقی: وقد روی هذا من حديث الحسن البصری عن النبی صلی الله عليه وسلم مرسلا.

وقال ابن التركمانی: قلت -فی هذا الكلام تقوية لهذا الحديث وكذا كلامه تقوية لهذا الحديث (الجوهر النقی، ج۵ ص ۲۲۵)

وقال المنذری: رواه ابن ماجه بإسناد حسن (الترغيب والترهيب ج۲ ص ۱۱۸)

وقال البوصيری الكنانی: هذا إسناد حسن ابن عطاء اسمه عمر بن عطاء بن وراز قال ابن معين عمر بن عطاء الذی يروی عنه ابن جريج يحدث عن عكرمة ليس هو بشیء وهو ابن وراز وهم يضعفون كل شیء عن عكرمة وقال وعمر بن عطاء بن أبی الحوار ثقة وقال أحمد ليس بقوی فی الحديث وقال أبو زرعة ثقة لين وقال النسائی ليس بثقة وقال ابن عدی قليل الحديث ولا أعلم يروی عنه غير ابن جريج، قلت روی عنه أيضا أبو بكر بن أبی سيره كما قاله المزی فی التهذيب وله شاهد من حديث ابن عمر رواه الترمذی فی الجامع وقال حديث حسن انتهی (مصباح الزجاجة فی زوائد ابنِ ماجه، ج۳ ص ۱۸۴، باب مايوجب الحج)

[2] رقم الحديث ۱۶۱۳، ج ۱ ص ۶۰۹، كتاب المناسك.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه، وقد تابع حماد بن سلمة سعيدا على روايته ، عن قتادة.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کہ ''وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا'' کے بارے میں عرض کیا گیا کہ سبیل کی استطاعت کیا ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سفر کا سامان اور سواری (حاکم)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ ل

ل حدثناه أبو نصر أحمد بن سهل بن حمدويه الفقيه ببخارى، ثنا صالح بن محمد بن حبيب الحافظ، ثنا أبو أمية عمرو بن هشام الحرانى، ثنا أبو قتادة، ثنا حماد بن سلمة، عن قتادة، عن أنس، رضى الله عنه، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم سئل عن قول الله :(من استطاع إليه سبيلا)فقيل :ما السبيل؟ قال :الزاد والراحلة هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه "(مستدرک حاکم، رقم الحديث،۱۶۱۴)

قال ابن الملقن:قلت :وأما أنا فأرى أن حديث أنس جيد الإسناد صالح (للاحتجاج) به كما أسلفته. وقال الحافظ ضياء الدين (المقدسى) فى أحكامه :لا أرى ببعض طرقه بأسا(البدرالمنير، ج٦ ص ٣٠، كتاب الحج، الحديث الرابع)

عن الحسن ،عن أنس بن مالك ، قال :قيل :يا رسول الله ما السبيل إليه؟قال :الزاد والراحلة(سنن دارقطنى، رقم الحديث ۲۴۲۶)

عن سفيان، عن يونس، عن الحسن، قال :سئل النبى صلى الله عليه وسلم عن السبيل , قال " :الزاد والراحلة "(سنن البيهقى، رقم الحديث ۸۶۲۴)

قال البيهقى:وهذا شاهد لحديث إبراهيم بن يزيد الخوزى وروى عن ابن عباس من قوله موقوفا.

حدثنا هشيم، أخبرنا يونس، عن الحسن، قال :لما نزلت (ولله على الناس حج البيت من استطاع إليه سبيلا)قال :قيل :يا رسول الله ما السبيل؟ قال :الزاد والراحلة (المراسيل لابى داؤد، رقم الحديث ۱۳۳)

عن عمرو بن شعيب ,عن أبيه ,عن جده ,قال :قال رجل :يا رسول الله ما يوجب الحج؟ ,قال :الزاد والراحلة(سنن دارقطنى، رقم الحديث ۲۴۱۵)

عن عكرمة، عن ابن عباس، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :الزاد، والراحلة يعنى قوله (من استطاع إليه سبيلا)(سنن ابن ماجه، رقم الحدديث ۲۸۹۷)

عن عكرمة،عن ابن عباس،قال :قيل :يا رسول الله الحج كل عام؟قال :لا بل حجة , قيل :فما السبيل إليه؟ ,قال :الزاد والراحلة(سنن دارقطنى، رقم الحديث ۲۴۲۵)

عن عمر بن عطاء ، عن عكرمة، عن ابن عباس، أن النبى صلى الله عليه وسلم قال ": البلاغ :الزاد، والراحلة "(المعجم الكبير للطبرانى، رقم الحديث ۱۱۵۹۶)

عن جابر بن عبد الله ,قال " :لما نزلت هذه الآية (ولله على الناس حج البيت من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان روایات میں سفر کے سامان اور سواری کا ذکر اس لئے کیا گیا ہے تاکہ یہ بات معلوم ہو جائے کہ اگر کسی کے پاس سواری اور سفر کے سامان کا انتظام نہ ہو، تو اس پر پیدل چل کر حج کرنا اور راستہ میں محنت مزدوری وغیرہ کر کے اپنی ضروریات کا انتظام کرنا ضروری نہیں۔ [1]

اس قسم کی احادیث وروایات اور دیگر شرعی اصول وقواعد کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے حج کی مالی استطاعت سے متعلق جو مسائل واحکام بیان فرمائے ہیں، اب ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۱...... سفر کے سامان اور سواری کے اخراجات ہر شخص کے حق میں اُس کے مقام کے اعتبار سے معتبر ہوتے ہیں، پس جو شخص جس مقام پر ہوگا، اُس مقام کے اعتبار سے آمد ورفت اور قیام طعام اور واپسی تک اپنے ذمہ جن لوگوں کا نان نفقہ واجب ہے، مثلاً بیوی بچے، اُن کے اخراجات مہیا ہونے میں وہ شخص مالی استطاعت والا کہلائے گا، اور اُس پر حج فرض ہوگا۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ استطاع إليه سبيلا)قام رجل ,فقال :يا رسول الله ما السبيل؟ قال :الزاد والراحلة(سنن دارقطني، رقم الحديث ۲۴۱۳)

وقد روى من طرق عديدة مرفوعا من حديث ابن عمر وابن عباس وعائشة وجابر وعبد الله بن عمر وابن مسعود وحديث ابن عباس رواه ابن ماجه، وباقي الأحاديث بطرقها عمن ذكرنا من الصحابة عند الترمذي وابن ماجه والدارقطني وابن عدى في الكامل لا تسلم من ضعف، فلو لم يكن للحديث طرق صحيحة ارتفع بكثرتها إلى الحسن فكيف ومنها الصحيح اهـ .وبه بطل قول ابن حجر :وفي سنده ضعيف متفق على ضعفه، فإنه حسن الترمذي الحديث، وقد يحمل ضعف البيهقي وابن الصلاح والنووي من حيث ذاته فهو حسن لغيره والحسن قد يوصف بالصحة أيضا فارتفع النزاع (مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۷۵۰، كتاب المناسك)

[1] جہاں تک دیگر شرائط کا معاملہ ہے، تو وہ عقل وشریعت کی جہت ومقتضیٰ سے معلوم تھیں، لہٰذا ان کے ذکر کی ان روایات میں ضرورت نہیں سمجھی گئی، جیسا کہ پہلے مفصّل وباحوالہ گزر چکا۔

[2] بخلاف الفقير إذا حج، ثم استغنى حيث جاز ما أدى عن الفرض؛ لأن مالك المال ليس بشرط للوجوب إنما شرط الوجوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء ، ألا ترى أن المكي الذي هو في موضع الأد ، لا يعتبر في حقه ملك المال، وفي حق الآفاقي لا يتقدر المال بالنصاب بل يختلف ذلك باختلاف قربه من موضع الأداء وبعده فعرفنا أن الشرط هو التمكن من الوصول إلى موضع الأداء فبأي طريق وصل الفقير إلى ذلك الموضع وجب الأداء فإنما حصل أداؤه بعد الوجوب فكان فرضا (المبسوط للسرخسي، ج۴، ۱۵۰، كتاب المناسك)

مسئلہ نمبر ۳...... جو شخص حرم شریف یا اُس کے قرب وجوار میں ہو، اور اُسے پیدل حج کرنے کی قدرت ہو، اُس پر حج فرض ہونے کے لئے مالدار اور سواری کا مہیا ہونا ضروری نہیں، البتہ اس دوران کھانے پینے اور جن لوگوں کا نان نفقہ اپنے ذمہ ہے، مثلاً بیوی بچے، ان کے نان نفقہ کے اخراجات کا انتظام ضروری ہے۔ ل

ل خصال الحاجة الأصلية ثلاث:

أ -نفقة عياله ومن تلزمه نفقتهم مدة ذهابه وإيابه عند الجمهور (خلافا للمالكية كما نوضح فى الخصلة التالية) ، لأن النفقة حق للآدميين، وحق العبد مقدم على حق الشرع .لما روى عبد الله بن عمرو عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال :كفى بالمرء إثما أن يضيع من يقوت .

ب -ما يحتاج إليه هو وأهله من مسكن، ومما لا بد لمثله كالخادم وأثاث البيت وثيابه بقدر الاعتدال المناسب له فى ذلك كله، عند الجمهور خلافا للمالكية أيضا.

وقال المالكية فى هاتين الخصلتين:

يبيع فى زاده داره التى تباع على المفلس وغيرها مما يباع على المفلس من ماشية وثياب ولو لجمعته إن كثرت قيمتها، وخادمه، وكتب العلم ولو محتاجا إليها.

وإن كان يترك ولده وزوجته لا مال لهم، فلا يراعى ما يؤول إليه أمره وأمر أهله وأولاده فى المستقبل، وإن كان يصير فقيرا لا يملك شيئا، أو يترك أولاده ونحوهم للصدقة، إن لم يخش هلاكا فيما ذكر أو شديد أذى "

وهذا لأن الحج عندهم واجب على الفور كما قدمنا(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷ ص ۳۱، مادة"حج"خصال الحاجة الأصلية)

ومنها ملك الزاد، والراحلة فى حق النائى عن مكة(بدائع الصنائع، ج۲، ص ۱۲۲، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

رسول الله -صلى الله عليه وسلم -فسر الاستطاعة :بالزاد، والراحلة جميعا فلا تثبت الاستطاعة بأحدهما، وبه تبين أن القدرة على المشى لا تكفى لاستطاعة الحج ثم شرط الراحلة إنما يراعى لوجوب الحج فى حق من نأى عن مكة فأما أهل مكة، ومن حولهم فإن الحج يجب على القوى منهم القادر على المشى من غير راحلة؛ لأنه لا حرج يلحقه فى المشى إلى الحج كما لا يلحقه الحرج فى المشى إلى الجمعة(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۲۲، فصل شرائط فرضية الحج)

والفقير الآفاقى إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكى .والمُعْتَمَدُ أن يشترط الزاد فى حقّ المكى إنْ قَدَرَ على المشى، وإلاَّ فهو كالآفاقى(شرح النقاية ،كتاب الحج)

فى اللباب :الفقير الآفاقى إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكى قال شارحه أى حيث لا يشترط فى حقه إلا الزاد والراحلة إن لم يكن عاجزا عن المشى، وينبغى أن يكون الغنى الآفاقى كذلك إذا عدم الركوب بعد وصوله إلى أحد المواقيت فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب، وليفيد أنه يتعين

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳...... اگر کوئی شخص اصل میں تو مکہ مکرمہ یا اس کے قرب وجوار کا رہنے والا نہیں، لیکن حج کے زمانہ میں (یعنی شوال کا چاند نظر آنے سے لے کر دس ذی الحجہ سے پہلے پہلے کے زمانہ میں کسی بھی وقت) مکہ مکرمہ یا اس کے قرب وجوار میں پہنچ گیا ہے، تو اخراجات کے اعتبار سے اس کا حکم بھی مکہ یا اس کے قرب وجوار والوں کا (جہاں کہ وہ موجود ہے) ہو جائے گا۔

اب اگر دیگر شرائط موجود ہوں، تو اُس پر حج فرض ہو جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کوئی شخص بیت اللہ سے مسافتِ سفر یا اس سے زیادہ فاصلے پر ہے، تو اس کے حق میں حج کی استطاعت کا حکم عائد ہونے کے لئے اس جگہ سے سفر کرنے اور سواری

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عليه أن لا ينوى نفلا على زعم أنه لا يجب عليه لفقره لأنه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا .اهـ.ملخصا(رد المحتار على الدر المختار، ج ۲،ص ۴۶۰، كتاب الحج)

والقدرة على راحلة مختصة به أو على شق محمل بالملك أو الإجارة لا الإباحة والإعارة لغير أهل مكة ومن حولهم؛ لأنهم لا يلحقهم مشقة فأشبه السعي إلى الجمعة قاله الزيلعي والكمال والمراد إذا كان قويا يمكنه المشي بالقدم وإلا فلا يجب وقيل لا يجب الحج على أهل مكة بدون الراحلة كما في المبتغى(حاشية الشرنبلالي على درر الحكام ، ج ۱ ص ۲۱۶ ، كتاب الحج)

[1] اگر حکومت کی طرف سے اس کو حج کرنے کی اجازت نہ ہو، تو امام صاحب کے ظاہرِ مذہب کے مطابق اس پر حج فرض نہ ہوگا، جبکہ صاحبین کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا (للاختلاف في منع السلطان هل هو شرط لوجوب الحج او شرط لادائه)

(تنبيه)في اللباب :الفقير الآفاقي إذا وصل إلى ميقات فهو كالمكي قال شارحه أي حيث لا يشترط في حقه إلا الزاد والراحلة إن لم يكن عاجزا عن المشي، وينبغي أن يكون الغني الآفاقي كذلك إذا عدم الركوب بعد وصوله إلى أحد المواقيت فالتقييد بالفقير لظهور عجزه عن المركب، وليفيد أنه يتعين عليه أن لا ينوى نفلا على زعم أنه لا يجب عليه لفقره لأنه ما كان واجبا وهو آفاقي فلما صار كالمكي وجب عليه فلو نواه نفلا لزمه الحج ثانيا .اهـ(ردالمحتار، ج ۲ ص ۴۶۰، كتاب الحج)

(قوله :كالفقير إذا حج) أي فإنه يسقط عنه الفرض حتى لو استغنى لا يجب عليه أن يحج قال في فتح القدير وهو معلل بأمرين الأول أن عدمه عليه ليس لعدم الأهلية كالعبد بل للترفيه ودفع الحرج عنه فإذا تحمله وجب ثم يسقط كالمسافر إذا صام رمضان والثاني أن الفقير إذا وصل إلى المواقيت صار حكمه حكم أهل مكة فيجب عليه وإن لم يقدر على الراحلة اهـ(منحة الخالق،شرح البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۵، و ۳۳۶، كتاب الحج)

کے اخراجات مہیا ہونے کا اعتبار ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۵...... سواری اور راستہ کے اخراجات کا اعتبار ہر شخص کی حیثیت کے مطابق ہوگا، کہ جس قسم کے کھانے پینے اور سفر کرنے کے اخراجات سے اس کو دقت و پریشانی لاحق نہ ہوتی ہو، اس قسم کے اخراجات معتبر ہوں گے، اور اس سلسلہ میں مختلف خطوں میں آباد لوگوں اور مختلف قبیلوں کے افراد کے مزاج مختلف ہیں۔ [2]

---

[1] (لَهُ زَادٌ) أى نفقة متوسطة ذاهباً وآيباً، (ورَاحِلَةٌ) وهو شِقُّ مَحْمِلٍ لذى رفاهية وضعيف بِنْيَة، أو رأس زَامِلَة لذى قوة وجَلَدٍ، لا عُقْبَة، لعدم القدرة فى جميع السفر حينئذ، وهذا فى حق غير أهل مكة ومَنْ حولها ما دون مسافة القصر، وأما هُمْ فليس من شرط الوجوب عليهم الراحلة لعدم المشقة فى حقهم، فأشبه السعى إلى الجمعة(شرح النقاية ،كتاب الحج)

والحاصل :أن الزاد لا بد منه ولو لمكى كما صرح به غير واحد كصاحب الينابيع والسراج، وما فى الخانية والنهاية من أن المكى يلزمه الحج ولو فقيرا لا زاد له نظر فيه ابن الهمام إلا أن يراد ما إذا كان يمكنه الاكتساب فى الطريق، وأما الراحلة فشرط للآفاقى دون المكى القادر على المشى وقيل شرط مطلقا لأن ما بين مكة وعرفات أربع فراسخ، ولا يقدر كل أحد على مشيها كما فى المحيط وصحح صاحب اللباب فى منسكه الكبير الأول، ونظر فيه شارحه القارى بأن القادر نادر ومبنى الأحكام على الغالب، وحد المكى عندنا من كان داخل المواقيت إلى الحرم كما ذكره الكرمانى، وهو بعيد جدا بل الظاهر ما فى السراج وغيره أنه من بينه وبين مكة أقل من ثلاثة أيام وفى البحر الزاخر واشتراط الراحلة فى حق من بينه وبين مكة ثلاثة أيام فصاعدا أما ما دونه فلا إذا كان قادرا على المشى وتمامه فى شرح اللباب(ردالمحتار، ج٢ص ٤٦٠، كتاب الحج)

[2] (قوله :والناس متفاوتون فى ذلك) قال فى الفتح فليس كل من قدر على ما تيسر من خبز وجبن دون لحم قادرا على الزاد بل ربما يهلك بمداومته ثلاث أيام مرضا إذا كان مترفها معتاد اللحم والأطعمة المترفهة (قوله :لو قدر على غير الراحلة إلخ) قال العلامة الشيخ -رحمه الله- السندى تلميذ المحقق ابن الهمام فى منسكه الكبير واعلم أن مراد الفقهاء من الراحلة المركب من الإبل ذكرا كان أو أنثى كما قاله الجوهرى ثم هل هو شرط بخصوصه أو غيره من الدواب داخل فى حكمه لم أر تعرض الأصحاب لذلك وتعرض له بعض العلماء من الشافعية فقال المحب الطبرى وفى معنى الراحلة كل حمولة اعتيد الحمل عليها فى طريقه أى الحج من برذون أو بغل أو حمار وقال الأذرعى منهم هو صحيح فيمن بينه وبين مكة مراحل يسيرة جرت العادة بالسفر عليها فى مثل تلك المسافة دون المراحل البعيدة كأهل المشرق والمغرب مثلا؛ لأن غير الإبل لا يقوى على قطع المسافات الشاسعة غالبا اهـ .وهو تفصيل حسن جدا ولم أر فى كلام أصحابنا ما يخالفه بل ينبغى أن يكون هذا التفصيل مرادهم اهـ.

(قوله :ولم أره صريحا) قال الشيخ إسماعيل قد رأيت ولله تعالى الحمد فى المجتبى برمز شرح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اگر اخراجات مختلف نوعیّتوں کے ہوں، تو درمیانی درجے کے اخراجات کا اعتبار ہوگا، جس میں نہ تو اعلیٰ درجہ کے اخراجات کو بنیاد بنایا جائے گا، اور نہ ہی بالکل ادنیٰ درجہ کے اخراجات کو۔

پس حج فرض ہونے کے لئے مالی استطاعت حاصل ہونے کے سلسلہ میں حج کے اخراجات ومصارف میں درمیانی اور متوسط درجے کے اخراجات ومصارف کا اعتبار ہے، نہ تو اعلیٰ درجے کے اخراجات کا مہیا ہونا ضروری ہے، جن میں فضول خرچی شامل ہو، اور نہ ہی کمزور درجے کے اخراجات کا ہونا کافی ہے، کہ جو کنجوسی میں داخل ہو۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الصباغي ما هو صريح فيه ولفظه ولو ملك كراء حمار أو كراء بعير عقبة فهو عاجز عن الراحلة اهـ.لكن في ذخيرة العقبى والراحلة قيل الناقة التي تصلح لأن ترحل والمراد هاهنا المركب مطلقا اهـ.وقال الرملي الفقه يقتضي الوجوب في البغل والحمار والفرس إذ هو منوط بالاستطاعة وهي أعم واشتراط ذكر الإبل أو أنثاه لا دليل عليه تأمل اهـ.وينبغي التفصيل كما بحثه السندي في منسكه الكبير وهو الوجوب عند قرب المسافة بخلاف المشرقي والمغربي (قوله :ويعتبر في حق كل إنسان ما يبلغه إلخ) قال منلا علي القاري في شرحه على لباب المناسك فهو إما بركوب زاملة أو شق محمل، وأما المحفة فمن مبتدعات المترفهة فليس لها عبرة اهـ.

أقول :الظاهر أن المراد بالمحفة التخت المعروف في زماننا الذي يحمل على جملين أو بغلين لا المحارة؛ لأنها شق المحمل كما فسره المؤلف، تأمل.ثم رأيت بعض الفضلاء نقل عن الشيخ عبد الله العفيف في شرح منسكه أنه اعترض كلام منلا علي فقال لا يخفى منابذته لما قرروه من أنه يعتبر في حق كل ما يليق بحاله عادة وعرفا إذ كثير من المترفهين لا يقدر على الركوب إلا في المحفة لا سيما عند بعد المسافة فمن كان كذلك ينبغي أن يعتبر في حقه بلا ارتياب وأما لو قدر على غيرها من محمل أو رأس زاملة فلا يعذر ولو كان شريفا أو وجيها أو ذا ثروة اهـ(منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۶، كتاب الحج)

[1] وأما تفسير الزاد، والراحلة فهو أن يملك من المال مقدار ما يبلغه إلى مكة ذاهبا، وجائيا راكبا لا ماشيا بنفقة وسط لا إسراف فيها، ولا تقتير فاضلا عن مسكنه، وخادمه، وفرسه، وسلاحه، وثيابه، وأثاثه، ونفقة عياله، وخدمه، وكسوتهم، وقضاء ديونه(بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۱۲۳، فصل شرائط فرضية الحج)

شروط الزاد وآلة الركوب :ذكر العلماء شروطا في الزاد وآلة الركوب المطلوبين لاستطاعة الحج، هي تفسير وبيان لهذا الشرط، نذكرها فيما يلي:أ -أن الزاد الذي يشترط ملكه هو ما يحتاج إليه في ذهابه وإيابه من مأكول ومشروب وكسوة بنفقة وسط لا إسراف فيها ولا تقتير، فلو كان يستطيع زادا أدنى من الوسط الذي اعتاده لا يعتبر مستطيعا للحج، ويتضمن اشتراط الزاد أيضا ما يحتاج إليه من آلات للطعام والزاد مما لا يستغنى عنه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۷ ص ۳۰، مادة "حج")

مسئلہ نمبر۶ ...... حج کی مالی استطاعت اپنی ملکیت والے مال سے ثابت ہوتی ہے، جو مال اپنی ملکیت میں نہ ہو، بلکہ دوسرے سے قرض لیا ہو، یا کسی دوسرے نے اس مال کو اس کے لئے مالک بنائے بغیر مباح کردیا ہو، یعنی مثلاً یہ اجازت دے دی ہو کہ آپ اگر چاہو، تو اس سے حج کرلو، تو اس سے استطاعت ثابت نہیں ہوتی، اور اس لئے اگر کوئی دوسرا شخص کسی کو حج کے لئے مال ہدیہ وعطیہ کرے، تو اس کا قبول کرنا واجب نہیں۔

البتہ اگر قبول کرلیا، اور اس مال پر جائز ملکیت قائم ہوگئی، تو پھر اس مال کی وجہ سے مالی استطاعت کا حکم حاصل ہوجائے گا، اور دیگر شرائط پائی جانے پر حج فرض ہوجائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر۷...... فقہائے احناف کے نزدیک قربانی کی طرح حج فرض ہونے کے لئے بھی پانچ قسم کے مالوں کا اعتبار کیا جاتا ہے، جو کہ ترتیب وار یہ ہیں:

(۱)...... سونا (۲)...... چاندی (۳)...... روپیہ پیسہ (۴)...... تجارت کا مال (۵)......ضرورت سے زیادہ سامان۔

پس جس مسلمان، عاقل، بالغ مرد یا عورت کی ملکیت میں سونا یا چاندی یا نقدی یا تجارت کا سامان یا ضرورت سے زیادہ سامان میں سے کوئی ایک چیز یا ان پانچوں یا ان میں سے بعض چیزوں کا مجموعہ اتنی مقدار میں ہو کہ جس سے حج کے لئے آمدورفت اور قیام وطعام کے

---

[1] (قوله ولو وهب الأب لابنه إلخ) وكذا عكسه وحيث لا يجب قبوله مع أنه لا يمن أحدهما على الآخر يعلم حكم الأجنبي بالأولى ومراده إفادة أن القادر على الزاد والراحلة لا بد فيها من الملك دون الإباحة والعارية كما قدمناه(رد المحتار ،ج۲،ص ۴۶۱،کتاب الحج)

الأمر الثاني :اختلف العلماء في الزاد ووسائل المواصلة هل يشترط ملكية المكلف لما يحصلها به أو لا يشترط؟

فذهب الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أن ملك ما يحصل به الزاد ووسيلة النقل (مع ملاحظة ما ذكرنا عند المالكية) شرط لتحقق وجوب الحج، وفي هذا يقول ابن قدامة :ولا يلزمه الحج ببذل غيره له، ولا يصير مستطيعا بذلك، سواء كان الباذل قريبا أو أجنبيا، وسواء بذل له الركوب والزاد، أو بذل له مالا "وذهب الشافعي فيما يروى عنه إلى أنه يجب الحج بإباحة الزاد والراحلة إذا كانت الإباحة ممن لا منة له على المباح له، كالوالد إذا بذل الزاد والراحلة لابنه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷ ص ۲۹ ،وص ۳۰، مادة "حج")

مصارف برداشت کئے جاسکیں، اور جن افراد کا نان نفقہ اپنے ذمہ لازم ہے، مثلاً بیوی، بچے واپسی تک اُن کا نان نفقہ بھی ادا کر سکے، تو حج کی مالی استطاعت حاصل ہونے کا حکم لگایا جائے گا، اور دیگر شرائط پائی جانے پر حج فرض ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... جو چیزیں نہ تو سونے کی شکل میں ہوں، اور نہ چاندی کی شکل میں ہوں، نہ روپیہ پیسہ کی شکل میں ہوں، اور نہ ہی تجارت کے مال کی شکل میں ہوں، بلکہ ان چاروں چیزوں کے علاوہ ہوں، خواہ کسی بھی نوعیت کی ہوں، منقولہ یا غیر منقولہ، ان میں اعتبار حاجتِ اصلیہ یعنی بنیادی ضرورت میں استعمال ومشغول ہونے، نہ ہونے کا ہوگا۔

پس جو چیزیں کسی شخص کی حاجتِ اصلیہ اور بنیادی ضروریات میں استعمال ومشغول ہوں گی، حج فرض ہونے کے سلسلہ میں ان کی مالیت کا حساب نہیں لگایا جائے گا، اور جو چیزیں حاجتِ اصلیہ سے زائد ہوں گی، ان کی مالیت کا حساب لگایا جائے گا۔ [2]

---

[1] سبب وجوب الزكاة هو المال النامي الفاضل عن الحاجة والنماء في مال التجارة بالاسترباح وذلك من حيث المالية إلا أن حقيقة النماء مما يتعذر اعتباره فأقيمت التجارة التي هي سبب النماء مع الحول الذي هو زمان النماء مقامه فمتى حال الحول على مال التجارة يكون ناميا فاضلا عن الحاجة تقديرا،إذا ثبت هذا فنقول كل ما كان من أموال التجارة كائنا ما كان من العروض والعقار والمكيل والموزون وغيرها تجب فيه الزكاة إذا بلغ نصاب الذهب أو الفضة وحال عليه الحول وهو ربع عشره،وهذا قول عامة العلماء (تحفة الفقهاء ، ج ۱ ص ۲۷۱، باب زكاة اموال التجارة)

وفي الأصل :إذا كان له دار يسكنها، وعبد يستخدمه وثياب يلبسها، ومتاع يحتاج إليه، لا تثبت به الاستطاعة، وذكر القدوري في شرحه :إذا كان له دار لا يسكنها وعبد لا يستخدمه، فعليه أن يبيعه ويحج به، وكل ذلك يشير إلى اعتبار الفراغ عن الحاجة الأصلية.

وفي القدوري أيضاً :إذا كان له منزل يسكنه، ويمكنه أن يبيع ويشتري بثمنه منزلاً دون منه، ويحج بالفضل لم يلزمه ذلك، لأنه محتاج إلى منزله للسكنى، ولا يعتبر في الحاجة قدر ما لا بد منه، ألا ترى أنه لا يلزمه بيع المنزل والاقتصار على السكنى؟(المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۴۱۸، كتاب المناسك، الفصل الأول :في بيان شرائط الوجوب)

[2] ثم قدر الحاجة ما ذكره الكرخي في مختصره فقال لا بأس بأن يعطى من الزكاة من له مسكن وما يتأثث به في منزله وخادم وفرس وسلاح وثياب البدن وكتب العلم إن كان من أهله فإن كان له فضل عن ذلك ما يبلغ قيمته مائتي درهم حرم عليه أخذ الصدقة لما روى عن الحسن البصري أنه قال كانوا يعطون الزكاة لمن يملك عشرة آلاف درهم من الفرس والسلاح والخدم والدار.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۹ ...... بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جس کے پاس نقد روپیہ یا زیورات وغیرہ حج کرنے کے لائق ہو، تو اس کو حج کی مالی استطاعت حاصل ہو جاتی ہے، لیکن اگر زیورات اور رقم کے علاوہ ضرورت سے زائد فالتو سامان اور جائیداد وغیرہ ہو تو حج کی مالی استطاعت کے لئے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے، کیونکہ حج کی مالی استطاعت حاصل ہونے میں رقم، سونا، چاندی اور تجارت کے سامان کے علاوہ ضرورت سے زیادہ سامان اور جائیداد کو بھی شامل کیا جاتا ہے۔

لہٰذا اگر یہ تمام چیزیں ملا کر حج کی استطاعت کے لئے کافی ہو جائیں تو دیگر شرائط پائی جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۱۰ ...... حج فرض ہونے کے لئے حج کے جن اخراجات کا اعتبار کیا جاتا ہے، اُن میں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وقوله :كانوا، كناية عن أصحاب رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وهذا لأن هذه الأشياء من الحوائج اللازمة التي لا بد للإنسان منها فكان وجودها وعدمها سواء(بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۴۸،فصل شرائط ركن الزكاة)

فقہائے کرام نے حاجتِ اصلیہ کی جو قید لاکر اس کے ساتھ مختلف مثالیں ذکر فرمائی ہیں ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرورت وحاجت کی بنیاد مباح الاستعمال ہونے کے ساتھ ساتھ مشقت پر ہے اور مشقت ایک اضافی چیز ہے۔ اس لئے ضرورت وحاجت کی تعیین میں علاقہ، مقام، احوالِ زمانہ، لوگوں کی قوت برداشت وغیرہ کے لحاظ سے فرق واقع ہو سکتا ہے کسی دور میں وقت دیکھنے کے لئے موجودہ گھڑی ضرورت میں داخل نہیں تھی، ایک زمانے میں روشنی کے لئے معمولی چراغ کافی تھے مگر آج کے دور میں عموماً گھڑی، بلب اور بجلی ضرورت میں داخل ہو چکی ہے، کسی دور میں ہاتھ کے پنکھے گرمی میں ہوا حاصل کرنے کے لئے کافی سمجھے جاتے تھے مگر آج ان کے بجائے بجلی کے پنکھے ضرورت وحاجت میں داخل ہیں (اذا كان يستعمل) لہٰذا حوائج اصلیہ کا تعین ہر زمانہ، علاقہ اور افراد کے حالات کی روشنی میں ہوگا، لیکن چونکہ یہ ایک اجتہادی کام ہے اور حیثیات وحالات سے حکم مختلف ہو جاتا ہے اس لئے ہر شخص کی انفرادی حالت کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا۔

اس سلسلے میں مناسب یہ ہے کہ ہر شخص اپنے حالات اور ضروریات کو سامنے رکھ کر کسی معتبر عالم سے حکم معلوم کر لیا کرے۔ محمد رضوان۔

[1] ثم المراد من الاستطاعة بملك الزاد والراحلة أن يكون عنده مال فاضل عن حوائجه الأصلية قدر ما يشترى أو يكرى به شقّ محمل أو راحلة، وقدر نفقته ونفقة عياله مدة ذهابه ومجيئه من غير سرف ولا تقتير(المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۴۱۸، كتاب المناسك، الفصل الأول :في بيان شرائط الوجوب)

آمدورفت کے اخراجات کے علاوہ حکومت کی طرف سے مقرر شدہ معلمین کی فیس، منیٰ اور مکہ وغیرہ میں رہائش وقیام کے اخراجات، اور جن مختلف ٹیکسز سے بچنا اختیار میں نہ ہو، اس قسم کے سب مصارف داخل ہیں۔

مسئلہ نمبر ۱۱...... حج فرض ہونے کے لئے اتنے مال کا ہونا معتبر ہے کہ مکہ آنے جانے اور وہاں کے قیام اور جن لوگوں کا نان نفقہ اپنے ذمہ لازم ہے، اُن کے نان نفقہ کے لئے کافی ہو، فی نفسہٖ مدینہ منورہ کی آمدورفت اور وہاں کے قیام وطعام کے اخراجات کا انتظام ہونا ضروری نہیں، البتہ اگر کسی کے پاس انتظام ہو تو اس کو مدینہ منورہ اور روضہ پر حاضری سعادت کی بات ہے۔

لیکن یہاں اصل بحث حج فرض ہونے کی مالی حیثیت سے ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۲...... حج کے مصارف اور ضروریات میں دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے تحفے تحائف کے اخراجات شامل نہیں، لہٰذا جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے تحفے تحائف کا انتظام نہ ہو، اس وقت تک حج کی مالی استطاعت حاصل نہیں ہوتی، اس لئے حج فرض نہیں ہوتا، یہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ [۲]

---

[۱] اور اگر حکومت کے قانون کی رو سے مدینہ منورہ کا سفر اور وہاں چند دن قیام ضروری ہو، اور اس کے اخراجات بھی حج درخواست کے ساتھ لازمی طور پر کاٹے اور حاصل کئے جاتے ہوں، تو پھر بامرِ مجبوری اس طرح کے اخراجات بھی معلمین کی فیس وغیرہ کی طرح حج فرض ہونے کی مالی استطاعت میں داخل سمجھے جائیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

[۲] ليس من الحوائج الأصلية ما جرت به العادة المحدثة برسم الهدية للأقارب والأصحاب، فلا يعذر بترك الحج لعجزه عن ذلك كما نبه عليه العمادی فی منسكه، وأقره الشيخ إسماعيل وعزاه بعضهم إلى منسك المحقق ابن أمير حاج، وعزاه السيد أبو السعود إلى مناسك الكرمانی (رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص ۴۶۲، كتاب الحج)

(قوله: وأطلق فی الزاد إلخ) قال ابن العمادی فی منسكه وهاهنا فائدة ينبغی للعامة التنبه لها وهی أن عدم القدرة على ما جرت به العادة المحدثة لكثير من أهل الثروة برسم الهدية للأقارب والأصحاب ليس بعذر مرخص لتأخير الحج فإن هذا ليس من الحوائج الشرعية فمن امتنع من الحج بمجرد ذلك حتى مات فقد مات عاصيا فالحذر من ذلك اهـ قال بعض الفضلاء ونحوه لابن أمير حاج اهـ. (منحة الخالق على هامش البحر الرائق، ج۲ ص ۳۳۶، كتاب الحج)

مسئلہ نمبر۱۳...... اگر سونا؛ چاندی (خواہ زیور کی شکل میں ہو) اور اسی طرح کرنسی موجود تو ہے، مگر وہ آئندہ ضرورت کے استعمال میں خرچ کرنے (مثلاً گھر یا دوکان وغیرہ خریدنے، یا شادی بیاہ میں خرچ کرنے) کے لیے رکھی ہوئی ہے، اور حج کا زمانہ شروع ہوگیا، تو اس رقم کو حج کی مالی استطاعت کے حاصل ہونے میں شمار کیا جائے گا۔ [1]

کیونکہ صرف آئندہ ضرورت میں خرچ کرنے کی نیت کر لینے سے سونا چاندی اور کرنسی، ضرورت وحاجت میں مشغول نہیں کہلاتیں۔

البتہ جن لوگوں کا نان ونفقہ واجب ہے، ان کے حج سے واپسی تک کے اخراجات اور اس زمانے کے اپنے کھانے پینے اور رہنے سہنے اور سفر کے اخراجات کا اعتبار خود حج فرض ہونے کے لئے معتبر ہے، لہٰذا اتنی مقدار کے مستثنیٰ ہونے میں شک نہیں۔

---

[1] وذكر الكرخي أن أبا يوسف قال إذا لم يكن له مسكن، ولا خادم، ولا قوت عياله، وعنده دراهم تبلغه إلى الحج لا ينبغي أن يجعل ذلك في غير الحج فإن فعل أثم؛ لأنه مستطيع لملك الدراهم فلا يعذر في الترك، ولا يتضرر بترك شراء المسكن، والخادم بخلاف بيع المسكن، والخادم، فإنه يتضرر ببيعهما (بدائع الصنائع، ج۲ ص ۱۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

اور یہ مذکورہ حکم حج کے زمانہ کا ہے، اور حج کے زمانہ کی بحث آگے آتی ہے۔

بعض اہلِ علم نے آئندہ پیش آنے والے ضروری یا رواں اخراجات کو حاجاتِ اصلیہ میں مشغول قرار دیا ہے، مگر یہ بات فقہی اصول وقواعدِ احناف کی روشنی میں درست معلوم نہیں ہوتی، کیونکہ فقہائے کرام کے بیان کردہ جزئیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجتِ اصلیہ میں مشغول ہونے کا مطلب ان کے نزدیک یہ ہے کہ وہ مال خود مباح الاستعمال طریقہ پر حاجتِ اصلیہ میں استعمال ومشغول ہو، مثلاً رہائشی مکان، پہننے کے کپڑے، سواری کا جانور یا گاڑی اور گھریلو استعمال کا سامان وغیرہ کہ یہ چیزیں حاجاتِ اصلیہ میں خود یعنی ان کی ذات استعمال ہوتی ہے، برخلاف دراہم ودنانیر کے (روپیہ پیسہ بھی اسی حکم میں ہے) کہ یہ خود یعنی ان کی ذات کسی حاجتِ اصلیہ میں استعمال نہیں ہوتی کیونکہ نہ ان میں رہائش ہوسکتی ہے نہ انہیں بذات خود پہنا جاسکتا، نہ کھایا پیا جاسکتا ہے نہ ان پر سواری ہوسکتی ہے۔

البتہ ان کو خرچ کرکے ان کے عوض ایسی چیزیں ضرور خریدی جاسکتی ہیں جو حاجاتِ اصلیہ میں استعمال ہوں، پس جب تک یہ چیزیں اپنی حالت پر برقرار ہوں خرچ نہ ہوں حاجتِ اصلیہ میں مشغول نہیں کہلائیں گی (ماخوذ از نوادرُ الفقہ جلد اول صفحہ ۳۸۳، بتغیر)

ثم الفضة مال الزكاة كيفما كانت مضروبة أو غير مضروبة أو تبرا أو حليا يحل استعمالها أو لا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اپنے ذمہ جو کسی کا قرض ودَین ہو، اتنی مقدار کا انسان خود مالک نہیں، اس لئے اس قرض کے بقدر مال (نقدی، سونا، چاندی) کو حج کی مالی استطاعت اور حج فرض ہونے میں شامل نہیں کیا جائے گا، جس کا آگے ذکر آتا ہے۔

تاہم اگر کسی شخص نے حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اپنے پاس ضرورت سے زائد مال کو اپنی ضروریات میں استعمال وخرچ کرلیا مثلاً دکان یا گھر خرید لیا اور اس رقم کو اس کی قیمت میں ادا کردیا، یا فی الحال تو ادا نہیں کیا لیکن اس کی قیمت کا ذمہ میں ادا کرنا باقی اور لازم ہوگیا، تو اب اتنی مقدار کو حج کی مالی استطاعت میں شمار نہیں کیا جائے گا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أمسكها للنفقة أو لا نوى التجارة أو لم ينو وكذلك حلية السيف واللجام والسرج والكواكب التي في المصاحف إذا كانت تخلص عند الإذابة(تحفة الفقهاء، ج ا ص ۲۶۴، كتاب الزكاة)

الان الاعداد للتجارة فى الاثمان المطلقة من الذهب والفضة ثابت بأصل الخلقة لانهالاتصلح للانتفاع باعيانها فى دفع الحوائج الاصلية فلاحاجة الى الاعداد من العبدللتجارة بالنية اذالنية للتعيين وهى متعينة للتجارة بأصل الخلقة فلا حاجة الى التعيين بالنية فتجب الزكاة فيهانوى التجارة أولم ينوأصلا أونوى النفقة وأمافيما سوى الأثمان من العروض فانما يكون الاعداد فيها للتجارة بالنية لانها كماتصلح للتجارة تصلح للانتفاع باعيانها بل المقصود الاصلى منها ذلك فلابد من التعيين للتجارة وذلك بالنية (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۱۱، فصل الشرائط التى ترجع الى المال)

(وحليهما) سواء كان للنساء أو لا أو قدر الحاجة أو فوقها أو يمسكها للتجارة أو للنفقة أو للتجمل أو لم ينو شيئا.وقال مالك :المباح الاستعمال لا زكاة فيه وهو أظهر القولين عن الشافعي؛ لأنه مبتذل ومباح فشابه ثياب البذلة ولنا أن السبب كونهما مال نام والنماء موجود وهو الإعداد للتجارة خلقة، والدليل هو المعتبر بخلاف الثياب وحلي المرأة معروف جمعه حلي بالضم والكسر ولا يدخل الجواهر واللؤلؤ وبخلافه في بحث الإيمان (وآنيتهما) جمع إناء(مجمع الانهر، ج ا ص ۲۰۶، ۲۰۷، كتاب الزكاة، نصاب الفضة)

فإذا كان معه دراهم أمسكها بنية صرفها إلى حاجته الأصلية لا تجب الزكاة فيها إذا حال الحول، وهي عنده، لكن اعترضه في البحر بقوله :ويخالفه ما في المعراج في فصل زكاة العروض أن الزكاة تجب في النقد كيفما أمسكه للنماء أو للنفقة، وكذا في البدائع في بحث النماء التقديري. اهـ.قلت :وأقره في النهر والشرنبلالية وشرح المقدسي، وسيصرح به الشارح أيضا، ونحوه قوله في السراج سواء أمسكه للتجارة أو غيرها، وكذا قوله في التتارخانية نوى التجارة أولا......وكذا ما سيأتي في الحج من أنه لو كان له مال، ويخاف العزوبة يلزمه الحج به إذا خرج أهل بلده قبل أن يتزوج، وكذا لو كان يحتاجه لشراء دار أو عبد فليتأمل، والله أعلم(ردالمحتار، ج۲ ص ۲۶۲، ۲۶۳، كتاب الزكاة)

وہ الگ بات ہے کہ بلاضرورت اور حج کی فرضیت سے بچنے کے لئے ایسا کرنا بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک مکروہ یا گناہ والا عمل ہے، بالخصوص جبکہ بلاضرورت ایسا کیا جائے۔

اور اگر حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کا وقت گزرنے اور ختم ہونے کے بعد اُس مال کو مذکورہ یا اس جیسی ضروریات میں استعمال وخرچ کیا، تو پھر اس مال کا حج فرض ہونے میں اعتبار کیا جائے گا۔ [1]

---

[1] (قوله ويعتبر أن يكون مالكا له وقت خروج أهل بلده إلخ) حتى لو تصرف فيه أو اشترى به عروضا أو حيوانا قبل خروج أهل بلده يسقط عنه الحج غير أن ذلك مكروه عند محمد وعند أبي يوسف لا بأس به ولو تصرف فيه بعد خروج أهل بلده لا يسقط عنه الحج ، ويكون دينا في ذمته حتى لو مات لقي الله وعليه الحج (حاشية الشلبي على تبيين الحقائق، ج ۲ ص ۴، كتاب الحج)

وكذا لو كان عنده ما لو اشترى به مسكنا وخادما لا يبقى بعده ما يكفي للحج لا يلزمه خلاصة (الدر المختار)

(قوله لا يلزمه) تبع في عزو ذلك إلى الخلاصة ما في البحر والنهر، والذي رأيته في الخلاصة هكذا وإن لم يكن له مسكن ولا شيء من ذلك وعنده دراهم تبلغ به الحج وتبلغ ثمن مسكن وخادم وطعام وقوت وجب عليه الحج وإن جعلها في غيره أثم اهـ لكن هذا إذا كان وقت خروج أهل بلده كما صرح به في اللباب أما قبله فيشتري به ما شاء لأنه قبل الوجوب كما في مسألة التزوج الآتية وعليه يحمل كلام الشارح فتدبر (رد المحتار على الدر المختار، ج ۲ ص ۴۶۲، كتاب الحج)

ولو لم يكن له مسكن ولا شيء من ذلك، وعنده دراهم تبلغه الحج، وتبلغه من مسكن وخادم وطعام وقوت كان عليه أن يحج، وإن جعلها في غير الحج أثم، فإن كان ذلك قبل شهر الحج وقبل أن يخرج أهل بلده إلى الحج، فهو في سعة من صرفها إلى أي الأصناف التي سمّينا إن شاء (المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج ۲ ص ۴۱۸، كتاب المناسك، الفصل الأول في بيان شرائط الوجوب)

ثم هذه الشرائط التي ذكرنا إنما تعتبر عند خروج أهل بلدة إلى الحج لأن ذلك وقت الوجوب في حقه حتى إنه إذا كان عنده دراهم قبل خروج أهل بلده واشترى بها المسكن والخادم وأثاث البيت ونحو ذلك، فعند خروج أهل بلده لا يجب عليه أن يبيع ذلك ولا يجب الحج عليه، فأما إذا كان له دراهم وقت الخروج مقدار الزاد والراحلة ولم يكن له مسكن ولا خدام ولا زوجة فأراد أن يصرفها إلى هذه الأشياء فإنه يأثم ويجب عليه الحج ويلزمه الخروج معهم (تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج ۱ ص ۳۸۹، ۳۹۰، كتاب المناسك)

(قوله :وقد يقال اعتبار (قوله :كان في سعة من صرفها إلى غيره) أي من شراء مسكن وخادم وتزوج ونحو ذلك لكن إن صرفه على قصد حيلة إسقاط الحج عنه فمكروه عند محمد ولا بأس به عند أبي يوسف شرح اللباب لمنلا علي .(منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۷، ۳۳۸، كتاب الحج)

مسئلہ نمبر ۱۴...... فضول چیزیں جو اپنی ضرورت وحاجت کی نہ ہوں، بلکہ نمود ونمائش کی ہوں، اور اسی طرح وہ تمام چیزیں جو گھروں میں رکھی یا پڑی رہتی ہیں اور استعمال میں نہیں آتیں، وہ ضرورت سے زیادہ ہیں، اس لئے ان کی قیمت بھی حساب میں لگائی جائے گی۔ 1

اسی طرح جو چیزیں استعمال کرنے، پرانی یا خراب ہوجانے کے بعد یا ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے ویسے ہی گھروں میں ایک طرف پڑی رہتی ہیں، اور ان کی عام طور پر ضرورت پیش نہیں آتی اور ان کی طرف مدتوں دھیان بھی نہیں جاتا (مثلاً فالتو مشینری، فرنیچر، غیر ضروری لباس وغیرہ، جو زیرِ استعمال نہ ہو) اس قسم کی تمام چیزیں غیر ضروری ہیں ان کی مالیت کو بھی حج کی مالی استطاعت کے حساب میں شمار کیا جائے گا، اور جو چیز بالکل ناکارہ ہوگئی ہو اور اس کی کچھ بھی مالیت نہ ہو، اس کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۵...... رہائشی مکان، پہننے؛ اوڑھنے کے کپڑے، کھانے پینے کے برتن، ضرورت کی سواری اور گھریلو ضرورت کا سامان؛ جو عام طور پر زیرِ استعمال رہتا ہے، مثلاً پہننے، اوڑھنے، بچھانے کے کپڑے، سلائی اور دھلائی مشین، فریج، ڈیپ فریزر وغیرہ۔

یہ ضرورت وحاجت کے سامان میں داخل ہیں، ان کی وجہ سے انسان شرعاً مالدار نہیں کہلاتا،

---

[1] والذی یظهر مما مر أن ما کان من أثاث المنزل وثیاب البدن وأوانی الاستعمال مما لا بد لأمثالها منه فهو من الحاجة الأصلیة وما زاد علی ذلک من الحلی والأوانی والأمتعة التی یقصد بها الزینة إذا بلغ نصابا تصیر به غنیة، ثم رأیت فی التتارخانیة فی باب صدقة الفطر :سئل الحسن بن علی عمن لها جواهر ولآلی تلبسها فی الأعیاد وتتزین بها للزوج ولیست للتجارة هل علیها صدقة الفطر؟ قال :نعم إذا بلغت نصابا .وسئل عنها عمر الحافظ فقال لا یجب علیها شیء . اهـ(ردالمحتار، ج۲ ص۳۴۸، باب مصرف الزکاة والعشر)

ومحل الصدقات الفقراء وإنما یعتبر فی المسکن والکسوة وأثاث البیت مقدار الکفایة، بدلیل ما روی هشام عن محمد أنه سئل عمن له فضل عن کسوته، أو عن متاع یده بنفسه، أو فضل عن مسکنه قدر مائتی درهم،یعطی من الزکاة؟ قال :لا إذا کان مستغنیاً عنه .یعنی عن فضل الکسوة والمتاع(المحیط البرهانی،ج۲ ص۲۱۵،۲۱۶،کتاب الزکاة،الفصل الثامن)

الحلی مال فاضل عن الحاجة الأصلیة إذ الإعداد للتجمل والتزین دلیل الفضل عن الحاجة الأصلیة فکان نعمة لحصول التنعم به فیلزمه شکرها بإخراج جزء منها للفقراء (بدائع الصنائع، ج۲ ص۱۷، کتاب الزکاة،فصل صفة نصاب الزکاة فی الفضة)

اوران چیزوں کی مالیت کی وجہ سے حج فرض نہیں ہوتا۔ [1]

اسی طرح آلاتِ صنعت وحرفت (مثلاً درزی کی سلائی مشینیں، ترکھان کی آری، رندہ وغیرہ، قصاب کی چھری، ٹوکہ وغیرہ، مزدور کی مزدوری کا سامان، صنعت وکارخانے کی مشینری وغیرہ) اور دوسرے وسائلِ رزق جن کے ذریعے کوئی شخص اپنی روزی کماتا ہے (مثلاً سبزی فروش وغیرہ کی ریڑھی، ترازو) یہ بھی انسان کی حاجتِ اصلیہ میں داخل ہیں، اوران کی وجہ سے بھی انسان مالدار شمار نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] عن عراک، عن أبی هريرة، عن النبی صلی الله عليه وسلم:ليس علی المسلم فی فرسه ولا عبده صدقة (مسند أحمد، رقم الحديث ۷۲۹۵)

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح علی شرط الشيخين.

(قوله كما مر فی الزكاة) أی من بيان ما لا بد منه من الحوائج الأصلية كفرسه وسلاحه وثيابه وعبيد خدمته وآلات حرفته وأثاثه وقضاء ديونه وأصدقته ولو مؤجلة كما فی اللباب وغيره والمراد قضاء ديون العباد ولذا قال فی اللباب أيضا وإن وجد مالا وعليه حج وزكاة يحج به قيل إلا أن يكون المال من جنس ما تجب فيه الزكاة فيصرف إليها .اهـ.(رد المحتار، ج۲ص ۴۶۱، كتاب الحج)

واذا كان للرجل دار وخادم ولا مال له غير ذلک فليس عليه صدقة الفطر؛ لأنه يحل له أخذ الصدقة؛ ولأنه محتاج فإن الدار تسترم والخادم يستنفق ولا بد له منهما فهما يزيدان فی حاجته ولا يغنيانه وقد بينا أن الصدقة لا تجب إلا علی الغنی؛ لأن وجوبها للإغناء كما قال :أغنوهم ولا يخاطب بالإغناء من ليس يغنی فی نفسه(المبسوط للسرخسی، ج۳ص ۱۱۱، باب صدقة الفطر)

وقوله (فاضلا عن مسكنه) قال فی النهاية :حتی لو كان له داران دار يسكنها وأخری لا يسكنها ويؤاجرها أو لا يؤاجرها يعتبر قيمتها فی الغنی حتی لو كانت قيمتها مائتی درهم وجب عليه صدقة الفطر(العناية شرح الهداية، ج۲ ص ۲۸۱، ۲۸۲،كتاب الزكاة،باب صدقة الفطر)

وفی هذه الآية دلالة علی أن من له ثياب الكسوة ذات قيمة كثيرة لا تمنعه إعطاء الزكاة ، ؛ لأن الله تعالی قد أمرنا بإعطاء الزكاة من ظاهر حال مشبه لأحوال الأغنياء (احكام القرآن جصاص ، ج ا ص ۵۶۰، سورة البقرة)

وفی الاجناس رجل به زمانة اشتری حمارا يركبه ويسعی فی حوائجه وقيمته مائتا درهم ، فلا اضحية عليه (خلاصة الفتاویٰ ج۴ص ۳۱۰، كتاب الاضحية، الفصل الثانی فی نصاب الاضحية)

[2] (قوله :وفارغ عن حاجته الأصلية) أشار إلی أنه معطوف علی قوله عن دين (قوله وفسره ابن ملک) أی فسر المشغول بالحاجة الأصلية والأولی فسرها، وذلک حيث قال :وهی ما يدفع الهلاک عن الإنسان تحقيقا كالنفقة ودور السكنی وآلات الحرب والثياب المحتاج إليها لدفع الحر أو البرد أو تقديرا كالدين، فإن المديون محتاج إلی قضائه بما فی يده من النصاب دفعا عن نفسه الحبس الذی هو كالهلاک وكآلات الحرفة وأثاث المنزل ودواب الركوب وكتب العلم لأهلها فإن الجهل عندهم كالهلاک (ردالمحتارعلی الدرالمختار، ج۲، ص ۲۶۲، كتاب الزكاة)

مسئلہ نمبر ۱۷...... کسی کے پاس ضرورت پوری کرنے کا سامان یا مکان وجائیداد وغیرہ موجود ہے، لیکن اس نے بلاضرورت مزید کچھ سامان رکھ رکھا ہے، مثلاً ایک سواری (یعنی گاڑی وغیرہ) سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے، مگر اس نے زیادہ سواریاں (یعنی گاڑیاں وغیرہ) رکھی ہوئی ہیں، یا ایک مکان سے ضرورت پوری ہوجاتی ہے، مگر اس نے ایک سے زیادہ مکان رکھے ہوئے ہیں، تو اس ضرورت سے زیادہ سامان کی مالیت کا حج کی مالی استطاعت حاصل ہونے اور حج فرض ہونے کے لئے مالدار ہونے میں اعتبار کیا جائے گا۔

البتہ اگر ان میں سے کچھ سامان تو اپنی ذاتی ضرورت کے استعمال میں آرہا ہے، اور کچھ سامان (گاڑی وغیرہ) یا جگہ (مکان، دوکان) کو کرایہ پر چلا کر اس سے اپنی روزی کا انتظام کررہا ہے، کہ اگر یہ انتظام نہ ہو، تو اس کے ضروری اخراجات متاثر ہوتے ہیں، تو پھر یہ سامان (گاڑی وغیرہ) اور جگہ (مکان، دوکان) بھی ضرورت وحاجت میں داخل سمجھا جائے گا، اور حج کی مالی استطاعت میں اس کو شمار نہیں کیا جائے گا۔ [1]

---

[1] وذكر ابن شجاع أنه إذا كانت له دار لا يسكنها، ولا يؤاجرها، ومتاع لا يمتهنه، وعبد لا يستخدمه، وجب عليه أن يبيعه، ويحج به، وحرم عليه أخذ الزكاة إذا بلغ نصابا؛ لأنه إذا كان كذلك كان فاضلا عن حاجته كسائر الأموال، وكان مستطيعا فيلزمه فرض الحج فإن أمكنه بيع منزله، وأن يشترى بثمنه منزلا دونه، ويحج بالفضل فهو أفضل لكن لا يجب عليه؛ لأنه محتاج إلى سكناه فلا يعتبر في الحاجة قدر ما لا بد منه كما لا يجب عليه بيع المنزل، والاقتصار على السكنى، وذكر الكرخي أن أبا يوسف قال إذا لم يكن له مسكن، ولا خادم، ولا قوت عياله، وعنده دراهم تبلغه إلى الحج لا ينبغي أن يجعل ذلك في غير الحج فإن فعل أثم؛ لأنه مستطيع لملك الدراهم فلا يعذر في الترك، ولا يتضرر بترك شراء المسكن، والخادم بخلاف بيع المسكن، والخادم، فإنه يتضرر ببيعهما، وقوله " :ولا قوت عياله "مؤول وتأويله :ولا قوت عياله ما يزيد على مقدار الذهاب، والرجوع.

فأما المقدار المحتاج إليه من وقت الذهاب إلى وقت الرجوع فذلك مقدم على الحج لما بينا(بدائع الصنائع، ج۲ص۱۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

وتثبت الاستطاعة بدار لا يسكنها وعبد لا يستخدمه فعليه أن يبيعه ويحج بخلاف ما إذا كان سكنه وهو كبير يفضل عنه حتى يمكنه بيعه والاكتفاء بما دونه ببعض ثمنه ويحج بالفضل فإنه لا يجب بيعه لذلك كما لا يجب بيع مسكنه والاقتصار على السكنى بالإجارة اتفاقا بل إن باع واشترى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷/۱...... اگر کسی کے پاس رہنے کا مکان ہے، لیکن وہ بہت بڑا یا قیمتی ہے، اور رہنے کی ضرورت اس سے چھوٹے یا کم قیمت کے مکان میں پوری ہوسکتی ہے، یا ضرورت میں استعمال ہونے والی گاڑی قیمتی ہے، اور ضرورت اس سے کم قیمت کی گاڑی سے بھی پوری ہوسکتی ہے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی وجہ سے مالی استطاعت والا نہیں کہلاتا اور اس پر حج فرض نہیں ہوتا، اس لئے ایسے شخص پر واجب نہیں ہے کہ وہ قیمتی یا بڑا مکان یا گاڑی فروخت کرے، اور چھوٹا یا کم قیمت کا مکان یا گاڑی خریدے، اور باقی رقم سے حج کرے، البتہ اگر پھر بھی اس کو بیچ کر حج کرے، اور کم قیمت کے مکان یا گاڑی وغیرہ سے اپنی ضرورت پوری کرے، تو افضل ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قدر حاجته وحج بالفضل كان أفضل، ولو لم يكن له مسكن ولا خادم وعنده مال يبلغ ثمن ذلك ولا يبقى بعده قدر ما يحج به فإنه لا يجب عليه الحج؛ لأن هذا المال مشغول بالحاجة الأصلية إليه أشار في الخلاصة وأشار بقوله وما لا بد منه إلى أنه لا بد أن يفضل له مال بقدر رأس مال التجارة بعد الحج إن كان تاجرا وكذا الدهقان والمزارع أما المحترف فلا كذا في الخلاصة ورأس المال يختلف باختلاف الناس والمراد بالعيال من تلزمه نفقته.

قال الشارح ويعتبر في نفقة عياله الوسط من غير تبذير ولا تقتير وقد يقال اعتبار الوسط في نفقة الزوجة مخالف للمفتى به فيها فإن الفتوى اعتبار حالهما والوسط إنما يعتبر فيما إذا كان أحدهما غنيا والآخر فقيرا كما سيأتي في باب النفقات إن شاء الله تعالى(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲ ص ۳۳۸، كتاب الحج)

(قوله فاضلا عن مسكنه وثيابه وفرسه وسلاحه وعبيده للخدمة) لأن هذه الأشياء مستحقة بالحوائج الأصلية والمستحق بها كالمعدوم وكذا كتب العلم إن كان من أهله ويعفى له في كتب الفقه عن نسخة من كل مصنف لا غير، وفي الحديث عن نسختين ولو كان له دار واحدة يسكنها ويفضل عن سكناه منها ما يساوي نصابا وجبت عليه الفطرة وكذا في الثياب والأثاث(الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳، باب صدقة الفطر)

[1] اور ائمۂ ثلاثہ غیر حنفیہ کے نزدیک فاضل حصہ کو فروخت کر کے حج کرنا ضروری ہے۔

فإن أمكنه بيع منزله، وأن يشتري بثمنه منزلا دونه، ويحج بالفضل فهو أفضل لكن لا يجب عليه؛ لأنه محتاج إلى سكناه فلا يعتبر في الحاجة قدر ما لا بد منه كما لا يجب عليه بيع المنزل، والاقتصار على السكنى(بدائع الصنائع، ج۲ ص ۱۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

ويتعلق بذلك فروع نذكر منها:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۸...... اگر کسی کے پاس زرعی زمین ہے، اور اتنی مقدار میں ہے کہ اگر اس کا کچھ حصہ بیچا جائے، تو حج کے اخراجات نکل آتے ہیں، اور پیچھے بھی اتنی زمین باقی رہ جاتی ہے کہ اس کا آسانی گزر بسر ہو جاتا ہے، تو زائد زمین کو بیچ کر حج کرنا فرض ہوگا۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۹...... جو غلہ (گندم، چاول، دال، مکئی، آٹا، چینی وغیرہ) سال بھر کی کھانے پینے کی ضروریات کے لئے رکھا ہوا ہے، تو راجح یہ ہے کہ یہ غلہ حاجتِ اصلیہ میں داخل ہے، اور اس کی وجہ سے انسان حج کی مالی استطاعت کا مالک نہیں بنتا، اور اس پر حج واجب نہیں ہوتا۔ [۲]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أ - من كان له مسكن واسع يفضل عن حاجته، بحيث لو باع الجزء الفاضل عن حاجته من الدار الواسعة لوفى ثمنه للحج يجب عليه البيع عند المالكية والشافعية والحنابلة .ولا يجب عليه بيع الجزء الفاضل عند الحنفية .

ب - كذلك لو كان مسكنه نفيسا يفوق على مثله لو أبدل دارا أدنى لوفى تكاليف الحج يجب عليه عند الثلاثة، ولا يجب عند الحنفية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷ ص۳۲، مادة"حج"خصال الحاجة الأصلية)

[۱] وذكر ابن شجاع أنه إذا كانت له دار لا يسكنها، ولا يؤاجرها، ومتاع لا يمتهنه، وعبد لا يستخدمه، وجب عليه أن يبيعه، ويحج به، وحرم عليه أخذ الزكاة إذا بلغ نصابا؛ لأنه إذا كان كذلك كان فاضلا عن حاجته كسائر الأموال، وكان مستطيعا فيلزمه فرض الحج(بدائع الصنائع، ج۲ص۱۲۳، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

[۲] ويحل لمن له دور وحوانيت تساوى نصبا، وهو محتاج لغلتها لنفقته ونفقة عياله على خلاف فيه ولمن عنده طعام سنة تساوى نصابا لعياله على ما هو الظاهر بخلاف قضاء الدين فإنه يجب عليه بيع قوته إلا قوت يومه كما في القنية من الحبس(البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج۲ص۲۶۳، كتاب الزكاة،باب مصرف الزكاة)

وذكر في الفتاوى فيمن له حوانيت ودور للغلة لكن غلتها لا تكفيه وعياله أنه فقير ويحل له أخذ الصدقة عند محمد، وعند أبي يوسف لا يحل وكذا لو له كرم لا تكفيه غلته؛ ولو عنده طعام للقوت يساوى مائتي درهم، فإن كان كفاية شهر يحل أو كفاية سنة، قيل لا تحل، وقيل يحل؛ لأنه يستحق الصرف إلى الكفاية فيلحق بالعدم، وقد ادخر -عليه الصلاة والسلام- لنسائه قوت سنة، ولو له كسوة الشتاء وهو لا يحتاج إليها في الصيف يحل ذكر هذه الجملة في الفتاوى .اهـ.

وظاهر تعليله للقول الثاني في مسألة الطعام اعتماده.وفي التتارخانية عن التهذيب أنه الصحيح وفيها عن الصغرى له دار يسكنها لكن تزيد على حاجته بأن لا يسكن الكل يحل له أخذ الصدقة في الصحيح وفيها سئل محمد عمن له أرض يزرعها أو حانوت يستغلها أو دار غلتها ثلاث آلاف ولا

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر ۲۰...... اگر کسی نے تجارت (یعنی فروخت کرنے) کی نیت سے (نہ کہ کھانے کی نیت سے) غلہ خرید کر رکھا ہوا ہے، تو یہ کیونکہ تجارت کے مال میں شامل ہے، اس لئے اس کو حج فرض ہونے کی مالی استطاعت کے حساب میں شامل کیا جائے گا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۱...... حج فرض ہونے کی مالی استطاعت کے حساب میں سونے، چاندی، تجارت کے سامان اور غیر ضروری چیزوں کی جو قیمت لگائی جاتی ہے وہ قیمتِ فروخت کے اعتبار سے ہوگی (اور جس قیمت پر کوئی چیز خریدی گئی تھی، اس کا اعتبار نہ ہوگا) چنانچہ فالتو، پرانی اور خراب چیزیں جو گھروں میں رکھی رہتی ہیں، ان کی اس قیمت کا اعتبار ہوگا کہ اگر ان کو فروخت کیا جائے تو کیا قیمت حاصل ہوگی؟ اور اُس مالیت و قیمت کا اعتبار ہوگا جو حج فرض ہونے کی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

تكفي لنفقته ونفقة عياله سنة؟ يحل له أخذ الزكاة وإن كانت قيمتها تبلغ ألوفا وعليه الفتوى وعندهما لا يحل اهـ (ردالمحتار، ج ۲ ص ۳۴۸، كتاب الزكاة، باب مصرف الزكاة والعشر)

وذكر في الفتاویٰ فيمن لہٗ حوانيت ودور الغلة لكن غلتها لاتكفيه ولعياله انهٗ فقير ويحل لهٗ اخذ الصدقة عند محمد وزفر وعند ابی یوسف لایحل وعلیٰ هذا اذا كان لهٗ ارض وكرم لكن غلتهٗ لاتكفيه ولعياله ولو كان عنده طعام للقوت يساوي مائتي درهم فان كان كفاية شهر تحل له الصدقة وان كان كفاية سنة قال بعضهم لاتحل وقال بعضهم تحل لان ذالك مستحق الصرف الى الكفاية والمستحق ملحق بالعدم (بدائع الصنائع ج ۲ ص ۴۸، واما فصل الذی يرجع الى المؤدی اليه)

اور امداد الفتاویٰ میں ہے کہ:

اگر اس کا غلہ سال بھر کے خرچ سے بمقدار نصاب نہیں بچتا تو مانعِ اخذِ زکوٰۃ وموجبِ فطرواضحیہ نہیں

(امداد الفتاویٰ ج۲ص۳۰)

اور یہ حکم مال غیر نامی کا ہے، جیسا کہ غلہ کے الفاظ سے ظاہر ہے (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ ج۲ص۲۴)

لہٰذا بعض حضرات نے اس جزئیہ سے سال بھر کی ضروریات میں خرچ ہونے کے لئے رکھے ہوئے نصاب کے برابر مال نامی کو جو وجوب زکاۃ اور حج وغیرہ کے لئے مانع سمجھا ہے؛ یہ غلط فہمی پر مبنی معلوم ہوتا ہے۔

[1] وفي الأجناس :وإن كان خبازا عنده حنطة قيمتها مائتا درهم يتجر به، أو ملح قيمتها مائتا درهم، أو قصار عنده صابون أو أشنان قيمتها مائتا درهم فعليه الأضحية(المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج۸ ص ۴۵۶، كتاب الأضحية،الفصل الأول في بيان وجوب الأضحية ومن لا تجب)

وان كان خبازا عنده حنطة قيمتها مائتا درهم او ملح قيمته مائتا درهم او قصار عنده اشنان او صابون قيمته مائتا درهم فعليه الاضحية (خلاصة الفتاویٰ ج۴ص ۳۱۰، كتاب الاضحية، الفصل الثاني في نصاب الاضحية)

شرائط کے وقت مشائخ پر لوگوں کے جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کے زمانے میں اُن چیزوں کی ہو۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۳۲...... جس قرض کے ملنے کی توقع وامید ہو، اس کو نقدی میں شمار کیا جائے گا خواہ وہ نقدی کی صورت میں کسی کو دیا ہو یا کوئی چیز فروخت کی ہو اور قیمت وصول کرنا باقی ہو سب کو شامل کر کے حج کی مالی استطاعت کا حساب کیا جائے گا۔ ۲؎

مسئلہ نمبر۳۳...... اگر کوئی مقروض یا مدیون ہے تو پانچ قسم کے مالوں (سونے، چاندی، تجارت کا مال، نقدی اور ضرورت سے زیادہ سامان) کی قیمت لگائے، پھر اس سے قرض

۱؎ وذكر محمد رحمه الله في الرقيات أنه يقوم في البلد الذى حال الحول على المتاع بما يتعارفه أهل ذلك البلد نقداً فيما بينهم، يعنى غالب نقد ذلك البلد، ولا ينظر إلى موضع الشراء، ولا إلى موضع المالك وقت حولان الحول؛ لأن هذا مال وجب تقويمه، فيقوّم بغالب نقد البلد كما فى ضمان المتلفات إلا أنه يعتبر نقد البلد الذى حال الحول فيه على المال؛ لأن الزكاة تصرف إلى فقراء البلدة التى فيها المال بالتقويم ،فنقد ذلك البلد أنفع فى حق الفقراء من حيث الرواج، فيجب اعتباره(المحيط البرهاني، ج۲ص۱۶۳، ۱۶۴، كتاب الزكاة، الفصل الثالث)

۲؎ حدثنا يزيد ، عن هشام ، عن الحسن ، قال : إذا حضر الشهر الذى وقت الرجل أن يؤدى فيه زكاته أدى كل مال له ، وكل ما ابتاع من التجارة ، وكل دين إلا ما كان منه ضمارا لا يرجوه(الاموال للقاسم بن سلام،رقم الحديث ۸۹۲)

(و) اعلم أن الديون عند الإمام ثلاثة :قوى، ومتوسط، وضعيف؛ (فتجب) زكاتها إذا تم نصابا وحال الحول، لكن لا فورا بل (عند قبض أربعين درهما من الدين) القوى كقرض (وبدل مال تجارة) فكلما قبض أربعين درهما يلزمه درهم (و) عند قبض (مائتين منه لغيرها) أى من بدل مال لغير تجارة وهو المتوسط كثمن سائمة وعبيد خدمة ونحوهما مما هو مشغول بحوائجه الأصلية كطعام وشراب وأملاك ،ويعتبر ما مضى من الحول قبل القبض فى الأصح(الدر المختار، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

(قوله :عند الإمام) وعندهما الديون كلها سواء تجب زكاتها، ويؤدى متى قبض شيئا قليلا أو كثيرا إلا دين الكتابة والسعاية والدية فى رواية بحر(ردالمحتار، ج۲ص۳۰۵، كتاب الزكاة، باب زكاة المال)

وسئل على أيضا لو كان لرجل دين على مقر هل تحل له الزكاة؟ فقيل له :هل عليه أضحية؟ قال : لا؛ لأن ماله مستقرض لم يصل إليه وسئل أيضا عن رجل له ديون مؤجلة، أو غير مؤجلة على رجل وهو مقر حتى جاء يوم النحر وليس فى يده شىء وعليه شراء الأضحية هل عليه أن يستقرض ويشترى أضحية؟فقال :لا قيل له :هل يجب على رب الدين أن يسأل المديون إذا غلب على ظنه أنه لو سأله أعطاه ثمن الأضحية، وإن كان مؤجلا؟قال :نعم(البحر الرائق، ج۸ص۲۰۳، كتاب الاضحية،أجرة الجزار هل تأخذ من الأضحية)

وَدَین کو علیٰحدہ کرے، قرض وَدَین نکالنے کے بعد اگر مال اتنی مقدار میں ہے کہ حج کے مصارف برداشت کرسکتا ہے تو حج کی مالی استطاعت سمجھی جائے گی، ورنہ نہیں۔ [1]

ملحوظ رہے کہ جو رقم کسی سے نقد کی شکل میں قرض لی ہو، اور اس کا ادا کرنا باقی ہو، وہ قرض کہلاتی ہے، اور مثلاً جو چیز کسی سے خریدی، اور اس کی قیمت ادا کرنا باقی ہے، تو وہ دَین کہلاتی ہے، مگر اس کی قیمت بھی قرض کا حکم رکھتی ہے، اور قرض کی طرح اس کی قیمت بھی حج کی مالی استطاعت کے حساب سے مستثنیٰ ہوتی ہے۔ [2]

ملازم اور نوکر کی وہ تنخواہ جو اپنے ذمے واجب ولازم ہو چکی ہے، وہ قرض کا حکم رکھتی ہے۔

اسی طرح مکان، دکان کا کرایہ جو ذمہ میں لازم ہو چکا وہ بھی قرض کا حکم رکھتا ہے۔

اور اسی طرح غیر سرکاری اور پرائیویٹ واجبات کی طرح سرکاری ونیم سرکاری واجبات مثلاً فون، بجلی، گیس وغیرہ کے یوٹیلٹی بلز جو اپنے ذمہ واجب ولازم ہو چکے ہیں، اگر چہ ابھی ادا نہ کئے ہوں، وہ بھی قرض کا حکم رکھتے ہیں۔

اس قسم کے قرض وَدَین کی رقوم بھی حج کی مالی استطاعت کے حساب سے مستثنیٰ ہوں گی۔ [3]

---

[1] عن السائب بن يزيد ، قال :سمعت عثمان يقول :هذا شهر زكاتكم ، فمن كان عليه دين فليقضه ، وزكوا بقية أموالكم(مُصنف ابن أبي شيبة، رقم الحديث ١٠٦٥٨)

قال البوصيرى: رواه مسدد موقوفًا بسند صحيح(اتحاف الخيرة المهرة بزوائد المسانيد العشرة،للبوصيرى، ج٣ص ١٩ ،تحت رقم الرواية ٢٠٧٦،باب لا زكاة فى مال حتى يحول عليه الحول ولا على من عليه دين حتى يقضى عنه وما جاء فى العمال وتعجيل الصدقة)

ج -قضاء الدين الذى عليه، لأن الدين من حقوق العباد، وهو من حوائجه الأصلية، فهو آكد، وسواء كان الدين لآدمي أو لحق الله تعالى كزكاة فى ذمته أو كفارات ونحوها فإذا ملك الزاد والحمولة زائدا عما تقدم،على التفصيل المذكور،فقد تحقق فيه الشرط، وإلا بأن اختل شيء مما ذكر لم يجب عليه الحج(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧ ص ٣١،٣٢، مادة"حج"خصال الحاجة الأصلية)

[2] والقرض هو أن يقرض الدراهم والدنانير أو شيئا مثليا يأخذ مثله فى ثانى الحال، والدين هو أن يبيع له شيئا إلى أجل معلوم مدة معلومة كذا فى التتارخانية(الفتاوى الهندية، ج٥ ص ٣٦٦،كتاب الكراهية،الباب السابع والعشرون فى القرض والدين)

[3] وقد عللوا سقوط الزكاة بالدين بأن المديون محتاج إلى هذا المال حاجة أصلية لأن قضاء الدين من الحوائج الأصلية والمال المحتاج إليه حاجة أصلية لا يكون مال الزكاة (ردالمحتار، ج٢ص ٢٦١، كتاب الزكاة)

مسئلہ نمبر ۲۴...... اگر کسی کی ملکیت میں حج کی استطاعت کے بقدر مال ہے، مگر وہ اپنے قبضے میں نہیں ہے، اور حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کیے جانے کا زمانہ شروع ہوگیا، اور اس مال تک رسائی ممکن نہیں، تو اگر اپنے پاس موجود ضرورت سے زیادہ سامان بیچ کر حج کے اخراجات ادا کرسکتا ہو، تو حج کرنے کا حکم ہوگا۔

اور اگر اتنی مقدار میں ضرورت سے زیادہ سامان نہ ہو، تو جب تک مال حاصل نہ ہو، اس وقت تک حج مؤخر کرنے میں حرج نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۵...... حج کا حکم لاگو ہونے کے لئے مرد یا عورت کا شادی شدہ ہونا ضروری نہیں کنوارے بالغ لڑکے، بالغ لڑکی اور بیوہ عورت کو بھی حج کا حکم ہے، جبکہ یہ مالدار ہوں، اور حج فرض ہونے کی دیگر شرائط بھی موجود ہوں۔

مسئلہ نمبر ۲۶...... حج کا حکم لاگو ہونے کے لئے کسی شخص کا برسرِ روزگار ہونا بھی ضروری نہیں، اگر کسی بے روزگار شخص کو حج کی مالی استطاعت حاصل ہے، اور اس میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط موجود ہیں، تو اس پر حج فرض ہے۔

مسئلہ نمبر ۲۷...... اگر کوئی مرد یا عورت مالدار یعنی مالی استطاعت کا مالک نہیں تھا، جس کی وجہ سے اس پر حج فرض نہیں تھا، لیکن اس نے کسی سے قرض لے کر حج کرلیا، یا کسی اور نے اس کو

---

[1] (قوله وابن السبيل) هو المنقطع عن ماله لبعده عنه والسبيل الطريق فكل من يكون مسافرا يسمى ابن السبيل، وهو غنى بمكانه حتى تجب الزكاة فى ماله، ويؤمر بالأداء إذا وصلت إليه يده، وهو فقير يدا حتى تصرف إليه الصدقة فى الحال لحاجته كذا فى الكافى فإن قلت :منقطع الغزاة أو الحج إن لم يكن فى وطنه مال فهو فقير، وإلا فهو ابن السبيل فكيف تكون الأقسام سبعة، قلت :هو فقير إلا أنه زاد عليه بالانقطاع فى عبادة الله -تعالى- فكان مغايرا للفقير المطلق الخالى عن هذا القيد كذا فى النهاية، وفى الظهيرية الاستقراض لابن السبيل خير من قبول الصدقة، وفى فتح القدير :ولا يحل له أن يأخذ أكثر من حاجته وألحق به كل من هو غائب عن ماله، وإن كان فى بلده، ولا يقدر عليه إلا به، وفى المحيط، وإن كان تاجرا له دين على الناس لا يقدر على أخذه، ولا يجد شيئا يحل له أخذ الزكاة؛ لأنه فقير يدا كابن السبيل اهـ.

وهو أولى من جعله غارما كما فى فتح القدير وقد قدمنا فى بحث الفقير تفصيلا له فراجعه(البحر الرائق، ج۲ ص ۲۶۰، باب مصرف الزكاة)

رقم یا ٹکٹ وغیرہ دے کر ثواب کی نیت سے حج کرادیا اور اس نے اپنی طرف سے نیت کر کے حج کرلیا، تو اس طرح حج کرنے سے اس کے حج کا فریضہ ادا ہوجائے گا، اور اس کے بعد اگر یہ شخص خود صاحبِ استطاعت ہوگیا تو دوبارہ حج کرنا فرض نہ ہوگا۔ [۱]

[۱] ولو حج الفقير ثم استغنى لم يحج ثانيا؛ لأن شرط الوجوب التمكن من الوصول إلى موضع الأداء ألا ترى أن المال لا يشترط في حق المكي وفي النوادر أنه يحج ثانيا (مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۶۰، كتاب الحج)

فإن قيل :ليس الفقير من أهل الخطاب بالحج ;لعدم ملك الزاد والراحلة ,ولو حج جاز حجه; كذلك العبد .قيل له :إن الفقير من أهل الخطاب ;لأنه ممن يملك ,والعبد ممن لا يملك ; وإنما سقط الفرض عن الفقير ;لأنه غير واجد لا لأنه ليس ممن يملك ,فإذا وصل إلى مكة فقد استغنى عن الزاد والراحلة وصار بمنزلة سائر الواجدين الواصلين إليها بالزاد والراحلة(أحكام القرآن للجصاص، ج۲ ص ۳۱۱،باب فرض الحج،سورة آل عمران)

وأما الاستطاعة بالمال فشرط أي شرط لوجوب الأداء لا لجوازه فإن الأداء صحيح من الفقير، وإن كان لا يملك شيئا، ولكنها شرط وجوب الأداء فإن السفر الذي يوصله إلى الأداء لا يتهيأ له بدون الزاد والراحلة إلا بحرج عظيم، وهو مدفوع فعرفنا أن المال شرط وجوب الأداء لا أنه سبب. والدليل عليه أن تفسير الاستطاعة ملك الزاد والراحلة، والأداء قبل ملكهما جائز كما ذكرنا لوجود السبب كما يجوز للمسافر أن يصوم قبل الإقامة؛ لأن السبب قد وجد، وكذلك لا يتجدد الوجوب بتجدد الاستطاعة، ولا يضاف إليها كما لا يضاف إلى الوقت، ولا يتجدد بتجدده فعلم أن الاستطاعة شرط كالوقت فصار تأويل الآية -والله أعلم -ولله على الناس المستطيعين حج البيت حقا واجبا بسببه إذا جاء وقت الأداء كذا في التقويم(كشف الأسرار ،ج ۲،ص ۳۵۳،باب بيان اسباب الشرائع، سبب وجوب الحج)

وقوله :فأما الزاد والراحلة جواب عما يقال إن القدرة على الزاد والراحلة شرط للوجوب كقدرة البدن فكان أداء الفقير قبل هذه القدرة أداء قبل الوجوب كأداء العبد والصبي فينبغي أن لا يتأدى به الفرض ولا يقع عن حجة الإسلام فقال اشتراط الزاد والراحلة لليسر يعني اليسر الذي يندفع به الحرج ويخرج به الواجب عن الإمكان البعيد إلى الإمكان العادي لا اليسر الذي به يصير الواجب سمحا سهلا لينا كيسر الزكاة فإن ذلك لا يحصل إلا بأعوان وخدم ومراكب على ما مر بيانه وهي ليست بشرط فلم يجب الأداء على الفقير لعدم القدرة على الزاد والراحلة وصح الأداء منه لوجود أصل القدرة .قال القاضي الإمام أبو زيد -رحمه الله -في الأسرار السبب هو البيت وهو موجود فتوجه الخطاب إذا جاء وقته على من هو أهل الخطاب بالحج والفقير منهم لأنه ملك استطاعة الأداء لكن يلحقه المشقة بلا زاد وراحلة فتأخر الوجوب عنه إلى ملك الزاد والراحلة تيسيرا له وحقا له فلم يمنع ذلك صحة التعجيل كالمسافر يعجل الصوم(كشف الأسرار ، ج۴،ص ۲۸۸ ،باب الامور المعترضة على الاهلية)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۰)...... محرم کا ہونا (عورت کو محرم کے بغیر یا محرم میسر نہ ہونے پر حج کے احکام)

عورت کے حق میں حج فرض ہونے کے لئے شرعی محرم کا ہونا بھی شرط ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ، وَلَا تُسَافِرَنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا مَحْرَمٌ، فَقَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اُكْتُتِبْتُ فِيْ غَزْوَةِ كَذَا وَكَذَا، وَخَرَجَتِ امْرَأَتِيْ حَاجَّةً، قَالَ: اِذْهَبْ فَحُجَّ مَعَ امْرَأَتِكَ (بخاری) [۱]

ترجمہ: کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ ہرگز تنہائی (خلوت) اختیار نہ کرے، اور کوئی عورت بغیر اپنے محرم کے ہرگز سفر نہ کرے، تو ایک آدمی کھڑا ہوا، اور اُس نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! فلاں اور فلاں غزوہ میں میرا نام لکھا جا چکا ہے، اور میری بیوی حج کے لئے نکل چکی ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جاؤ اور اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو (بخاری؛ طبرانی)

ایک دوسری روایت میں حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا تَحُجَّنَّ امْرَأَةٌ إِلَّا وَمَعَهَا ذُوْ مَحْرَمٍ (سنن الدار قطنی، رقم الحديث ۲۴۴۰، كتاب الحج)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وبهذا تبين أن الوقت ليس بسبب للوجوب ولكنه شرط جواز الأداء ووجوب الأداء فيه وكذلك الاستطاعة بالمال ليس بسبب للوجوب فإن هذه عبادة بدنية وإنما كان البيت سببا لوجوبها لأنها عبادة هجرة وزيارة تعظيما لتلك البقعة فلا يصلح المال سببا لوجوبها ولا هو شرط لجواز الأداء أيضا فالأداء من الفقير صحيح وإن كان لا يملك شيئا وإنما المال شرط وجوب الأداء فإن السفر الذي يوصله إلى الأداء لا يتهيأ له بدون الزاد والراحلة إلا بحرج عظيم والحرج مدفوع فعرفنا أن المال شرط وجوب الأداء وهو نظير عدة من أيام أخر في باب الصوم(اصول السرخسی، ج ۱، ص ۱۰۵، فصل في بيان أسباب الشرائع)

[۱] رقم الحديث ۳۰۰۶، كتاب الجهاد والسير، باب من اكتتب في جيش فخرجت امرأته حاجة، أو كان له عذر، هل يؤذن له، واللفظ لهٗ؛ المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۲۲۰۵.

ترجمہ: کوئی عورت ہرگز بھی حج نہ کرے، مگر اُس کے ساتھ اُس کا محرم ہو (دارقطنی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کو حج کا سفر اپنے محرَم کے ساتھ کرنے کا حکم ہے۔

حضرت ابنِ سابط سے مرسلاً روایت ہے کہ:

قَالَ رَجُلٌ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ أَرَأَيْتَ قَوْلَ اللّٰهِ تبَارَكَ وَتَعَالٰى(وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا)مَا السَّبِيْلُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ الَّذِیْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى ؟قَالَ:مِنَ الرِّجَالِ زَادٌ وَرَاحِلَةٌ، وَمِنَ النِّسَآءِ زَادٌ وَرَاحِلَةٌ وَمَحْرَمٌ (اخبار مكة للفاكهى) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس قول کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے کہ "اللہ کے لئے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، اس پر جو اس کی طرف راستہ کی استطاعت رکھتا ہو" اے اللہ کے رسول! راستہ کیا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مَردوں کے لئے سفر کا سامان اور سواری؛ اور عورتوں کے لئے سفر کا سامان اور سواری اور محرم (اخبار مکہ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے حج کے سفر میں محرَم ہونے کی شرط مالی استطاعت کی طرح شرط ہے، اور یہ شرط عورت کے حق میں سبیل میں داخل ہے۔

حضرت یحییٰ بن عباد سے روایت ہے کہ:

كَتَبَتِ امْرَأَةٌ مِنْ أَهْلِ الرَّيِّ إِلٰى إِبْرَاهِيْمَ ، إِنَّهَا مُوْسِرَةٌ وَلَيْسَ لَهَا بَعْلٌ، وَلَا مَحْرَمٌ ، وَلَمْ تَحُجَّ قَطُّ ، فَكَتَبَ إِلَيْهَا إِبْرَاهِيْمُ:إِنَّ هٰذَا مِنَ السَّبِيْلِ الَّذِیْ ، قَالَ اللّٰهُ وَلَيْسَ لَكِ مَحْرَمٌ ، فَلَا تَحُجِّیْ إِلَّا مَعَ بَعْلٍ ، أَوْ مَحْرَمٍ (مصنف ابن ابی شيبة) [2]

---

[1] رقم الحديث ۷۹۸، ج ۱ ص ۳۷۹، الناشر: دارخضر ، بيروت.

[2] رقم الحديث ۱۵۴۰۰ ،كتاب المناسک،باب فی المرأة تخرج مع ذی محرم.

ترجمہ: رَی کے علاقہ کی ایک عورت نے (جلیل القدر تابعی) حضرت ابراہیم نخعی کو لکھا کہ وہ مال دار ہے، لیکن اس کا شوہر نہیں ہے، اور نہ کوئی دوسرا محرم ہے، اور اس نے کبھی حج نہیں کیا؛ تو اس کو حضرت ابراہیم نخعی نے لکھا کہ یہ محرم اس سبیل سے ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے، اور آپ کو محرم میسر نہیں، لہٰذا آپ شوہر یا محرم کے ساتھ ہی حج کرسکتی ہیں (ابنِ ابی شیبہ)

اس روایت سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کے لئے محرَم ہونا سبیل میں داخل ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے حج کی استطاعت میں ذکر فرمایا ہے۔

اس قسم کی احادیث وآثار کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے عورت کے سفرِ حج میں محرَم سے متعلق جو مسائل ذکر فرمائے ہیں، وہ ذکر کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبر ا...... بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک عورت پر حج فرض ہونے کے لئے محرم کا ہونا اسی طرح شرط ہے، جس طرح مالی استطاعت کا ہونا اور مال دار ہونا شرط ہے؛ اس لئے جب تک عورت کو محرم میسر نہ ہو، اس وقت تک عورت پر سرے سے حج فرض ہی نہیں ہوتا، خواہ وہ مالدار ہی کیوں نہ ہو۔

اور ہمارے نزدیک یہی قول راجح ہے، کیونکہ حج فرض ہونے کے لئے جس طرح بدنی اور مالی استطاعت شرط ہے، اسی طرح عورت کے ساتھ محرَم ہونے کی استطاعت بھی شریعت کی طرف سے مقرر ہے، لہٰذا یہ استطاعتِ شرعیہ میں داخل ہے، جیسا کہ کئی روایات وآثار سے بھی محرَم کا سبیل میں سے ہونا معلوم ہوتا ہے۔ [1]

---

[1] چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سفیان ثوری اور اہلِ کوفہ کا اور بہت سے حضرات نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول اس شرط کے بارے میں شرطِ وجوب ہونے کا ذکر کیا ہے، اور بہت سے حنفیہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔

اور شافعیہ، مالکیہ اور حنابلہ کے راجح قول کے مطابق محرم کا ہونا سبیل میں داخل ہے، اور حج واجب ہونے کی شرط ہے، اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک دوسری ثقہ عورتوں کی موجودگی یا دوسری عورت کا محرم اس شرط کے قائم مقام ہوجاتا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور بعض حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اگر عورت میں حج فرض ہونے کی دوسری شرائط پائی جائیں، مثلاً وہ مالی استطاعت کی مالک اور مال دار ہو، اور اس کو محرم میسر نہ ہو، تو اُس پر اگرچہ خود حج پر جانا تو فرض نہیں ہوتا، لیکن اُس پر نفسِ حج فرض ہو جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور متعدد حنفیہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک محرم ہونے کی شرط کو قرآن مجید میں مذکور استطاعت کی تفسیر میں داخل کیا ہے۔

اور ہمارے نزدیک یہی راجح ہے کہ عورت کے لئے محرم کا ہونا زاد وراحلہ کی طرح شرط ہے، اور استطاعتِ شرعیہ کے مفہوم میں داخل ہے "لان المهجور شرعا كالمهجور عادة فصارت غير مستطيعة بغير المحرم" کمامرّ۔

واختلف أهل العلم في المرأة إذا كانت موسرة ولم يكن لها محرم، هل تحج؟فقال بعض أهل العلم: لا يجب عليها الحج لأن المحرم من السبيل لقول الله عز وجل :(من استطاع إليه سبيلا)فقالوا :إذا لم يكن لها محرم فلا تستطيع إليه سبيلا، وهو قول سفيان الثوري، وأهل الكوفة، وقال بعض أهل العلم :إذا كان الطريق آمنا فإنها تخرج مع الناس في الحج، وهو قول مالك، والشافعي(ترمذي، تحت رقم الحديث ١١٦٩ ،باب ما جاء في كراهية أن تسافر المرأة وحدها)

نوع الاشتراط للمحرم: اختلفوا في الزوج أو المحرم هل هو شرط وجوب أو شرط للزوم الأداء بالنفس :ذهب المالكية والشافعية والحنابلة في الراجح عندهم وهو رواية عن أبي حنيفة إلى أن المحرم شرط لوجوب الحج، ويحل محله عند فقده الرفقة المأمونة عند الشافعية والمالكية على الوجه الذي ذكرناه(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج١٧،ص٣٦،مادة"حج")

(فصل) (وشرط لوجوب سعي) لحج أو عمرة (على أنثى محرم) شابة كانت أوعجوزا نصا.قال: المحرم من السبيل، فمن لم يكن لها محرم، لم يلزمها الحج بنفسها ولا بنائبها(مطالب أولي النهى في شرح غاية المنتهى، ج٢، ص ٢٩١ ،فصل شروط وجوب السعي لحج أوعمرة)

فصل (ويشترط لوجوب الحج على المرأة وجود محرمها) نقله الجماعة، وهو المذهب(المبدع في شرح المقنع لابن مفلح، ج٣، ص٩٤، كتاب المناسك،يشترط لوجوب الحج على المرأة وجود محرمها)

وكل الذي أثبتنا في هذا الباب من منع المرأة من السفر مسيرة ثلاثة أيام إلا مع محرم ومن إباحة ما دون ذلك لها من السفر بغير محرم ومن أن المرأة لا يجب عليها فرض الحج إلا بوجودها المحرم مع وجود سائر السبيل الذي يجب بوجودها فرض الحج . قول أبي حنيفة وأبي يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى (شرح معاني الآثار، ج٣، ص٩٣، كتاب مناسك الحج، باب المرأة لا تجد محرما هل يجب عليها فرض الحج أم لا؟)

قلت -هذا مخالف لظاهر الحديث الذي ذكره في الباب الذي بعد هذا وهو قوله عليه السلام لا تسافر المرأة ثلاثا -الحديث وكما شرط جميع العلماء الصحة وان كان لا ذكر لها في الاية وفسر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

پھر اگر محرم میسر نہ آئے، تو اُس پر حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

البيهقي الاستطاعة بالزاد والراحلة بحديث ضعفه هو فيما تقدم فلغيره ان يفسر الاستطاعة في حق المرلة بالمحرم بحديث متفق على صحته وذهب الحسن والنخعي وأبو حنيفة واصحابه واحمد واسحق وأبو ثور إلى ان المحرم أو الزوج من السبيل فان لم تجد هما فلا حج عليها(الجوهر النقي على سنن البيهقي، ج۵،ص ۲۲۵)

ولاجل اشتراط الاستطاعة يشترط عند ابي حنيفة في حق المرأة ان يكون معها زوجها او ذو محرم منها إذا كان بينها وبين مكة ثلاثة مراحل (التفسير المظهري، ج۲،ص ۹۹،سورة آل عمران)

ثم الزوج أو المحرم شرط الوجوب أم شرط الجواز فقد اختلف أصحابنا فيه كما اختلفوا في أمن الطريق، والصحيح أنه شرط الوجوب لما ذكرنا في أمن الطريق، والله أعلم(بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج۲،ص ۱۲۴،كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

وهل ذلک شرط للوجوب، وهو الأظهر (شرح النقاية، ج ۲ ص ۲۴۸،كتاب الحج)

ل مگر ہمارے نزدیک یہ قول دلائل کے لحاظ سے مرجوح ہے، اگرچہ متعدد متاخرین مشائخ حنفیہ نے ابنِ ہمام وغیرہ کی اتباع میں محرم ہونے کی شرط کے امنِ طریق کی طرح وجوبِ اداء ہونے کو ترجیح دی ہے۔

اور متاخرین میں سے بیشتر حضرات اس کی پیروی کرتے رہے ہیں، اور یہ بات فقہی اعتبار سے مسلّم ہے کہ ترجیح قوتِ دلیل کو ہوا کرتی ہے، نہ کہ کثرتِ آراء کو، بالخصوص جبکہ متقدمین میں سے اکثریت بھی قوتِ دلیل کے ساتھ ہو، اور بعض حضرات متاخرین کا اس کے شرطِ اداء ہونے کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف منسوب کرنا راجح معلوم نہ ہوسکا، جیسا کہ امام صاحب کے سابق موقف اور دلیل سے ظاہر ہو چکا۔

وتكلموا في أن سلامة البدن في قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى وأمن الطريق ووجود المحرم للمرأة من شرائط الوجوب أو من شرائط الأداء فعلى قول من يجعلها من شرائط الوجوب إذا مات قبل الحج لا يلزمه الإحجاج بالمال وعلى قول من يجعلها من شرائط الأداء يلزمه الإحجاج بالمال إذا مات قبل الحج (فتاویٰ قاضي خان، ج ۱، ص ۱۹۳، كتاب الحج)

وظاهره أن المحرم شرط الوجوب .وفي الإصلاح وهو الصحيح لكن في الجوهرة أن الصحيح أي المحرم أنه من شرائط الأداء حتى يجب الإيصاء به(مجمع الانهر، ج ۱، ص ۲۶۲، كتاب الحج، شروط الحج)

مع (الزَّوْجِ) المكلف (أَوْ المَحْرَمِ) وهو مَنْ حَرُمَ عليه نكاحها على التأبيد :وهو رضاعاً أو مصاهرة، بشرط أَنْ يكون تقياً، لا فاسقاً ولا مجوسياً (للمَرْأَةِ) ولو عجوزاً.

وهل ذلک شرط للوجوب، وهو الأظهر، أو للأداء ؟ فيه ما مر في أَمْن الطريق من الخلاف، وثمرته تظهر في وجوب الوصية إِذا أدركها الموت وليس لها مَحْرَم ولا زوج، وفي وجوب نفقة المَحْرَم وراحلته عليه إِذا أَبى أَنْ يَحُجَّ معها إِلَّا بهما، وفي وجوب التزوج عليها إِذا لم تجد مَحْرَماً، فَمَنْ قال:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۲...... عورت کے ساتھ حج کے سفر میں شرعی محرم کا ہونا فقہائے احناف کے نزدیک اس وقت ضروری ہے جبکہ عورت اور مکہ کے درمیان تین دن یا اس سے زیادہ کی مسافت ہو۔
چنانچہ حضرت ابواُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: لَا تُسَافِرِ امْرَأَةٌ سَفَرًا ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ أَوْ تَحُجَّ إِلَّا وَمَعَهَا زَوْجُهَا (سنن الدار قطنی، رقم الحدیث ۲۴۴۲، کتاب الحج)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کا یہ فرمان سُنا کہ عورت تین دن کا سفر یا حج نہ کرے، مگر یہ کہ اُس کے ساتھ اُس کا شوہر ہو (دارقطنی)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

إِنَّ الزوج والمَحْرَم شرط أداء قال :بِوُجُوب ذلك، ومَنْ قال :إنه شرط وجوب، لَمْ يَقُلْ بِوُجُوبه (شرح النقاية، ج۲ ص۲۴۸، کتاب الحج)

أى اختلف العلماء -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ -فيه، فقال :وجود المحرم، أو الزوج شرط الأداء ، فعليها أن تتزوج، ونفقة المحرم عليها، وكذا قال القاضى أبو حازم عبد الحميد :هو شرط الأداء فى رواية أبى شجاع عن أبى حفص الكبير، والكرخى عن أبى حنيفة -رَحِمَهُ اللّٰهُ -شرط الوجوب، ذكره فى "المحيط "، وفائدة الخلاف تظهر فى وجوب الوصية، ومن شرائط وجوب الحج عليها خلوها عن العدة، أى عدة كانت، وعند أحمد -رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ :-لا تخرج فى عدتها عن وفاة درجتين، وتخرج فى الطلاق البائن (البناية شرح الهداية، ج۴، ص۱۵۵ ، كتاب الحج، الاستطاعة من شروط وجوب الحج)

(قوله قولان) هما مبنيان على أن وجود الزوج أو المحرم شرط وجوب أم شرط وجوب أداء والذى اختاره فى الفتح أنه مع الصحة وأمن الطريق شرط وجوب الأداء فيجب الإيصاء إن منع المرض، وخوف الطريق أو لم يوجد زوج، ولا محرم، ويجب عليها التزوج عند فقد المحرم، وعلى الأول لا يجب شىء من ذلك كما فى البحر وفى النهر وصحح الأول فى البدائع ورجح الثانى فى النهاية تبعا لقاضى خان واختاره فى الفتح .اهـ(ردالمحتار، ج۲، ص۴۶۵، كتاب الحج)

(قوله :وخروج الزوج والمحرم معها) قال الرملى وفى البدائع والأصح أنه أى المحرم شرط الوجوب اهـ.فقد اختلف التصحيح(منحة الخالق على البحر الرائق، ج۲، ص۳۳۱، كتاب الحج)

ثم قال فى شرح اللباب ثم اختلفوا فى أن المحرم أو الزوج شرط الوجوب أو الأداء كما اختلفوا فى أمن الطريق فصحح قاضى خان وغيره أنه من شرائط الأداء وصحح صاحب البدائع والسروجى أنه من شرائط الوجوب وصنيع المصنف أى صاحب اللباب يشعر بأنه من شرائط الأداء على الأرجح (منحة الخالق على البحر الرائق، ج۲، ص۳۳۹، كتاب الحج،واجبات الحج)

اور حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ سَفَرًا يَكُوْنُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ فَصَاعِدًا إِلَّا وَمَعَهَا أَبُوْهَا، أَوْ أَخُوْهَا، أَوْ زَوْجُهَا، أَوْ اِبْنُهَا، أَوْ ذُوْ مَحْرَمٍ مِّنْهَا (ترمذی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتی ہو حلال نہیں کہ وہ تین دن یا اس سے زیادہ کا سفر اپنے والد یا اپنے بھائی یا اپنے شوہر یا اپنے بیٹے، یا اپنے کسی (دوسرے) محرم کو ساتھ لیے بغیر کرے (ترمذی)

جو عورت حرم سے تین دن سے کم فاصلے کی جگہ پر ہو، اس کو محرم کے بغیر اس جگہ سے حج کا سفر کرنا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی فتنہ لازم نہ آتا ہو۔

اور تین دن کی مسافت اور فاصلہ کی تحدید بہت سے حضرات نے اڑتالیس میل سے کی ہے، اور اسی کو نماز وغیرہ کے اعتبار سے شرعی مسافت قرار دیا ہے۔ [۲]

---

[۱] رقم الحديث ۱۱۶۹، ابواب الرضاع، باب ما جاء في كراهية أن تسافر المرأة وحدها.

[۲] (ومنها المحرم للمرأة) شابة كانت أو عجوزا إذا كانت بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام هكذا في المحيط، وإن كان أقل من ذلك حجت بغير محرم كذا في البدائع (الفتاوى الهندية، ج ۱ ص ۲۱۸، ۲۱۹، كتاب المناسك، الباب الاول)

ولاجل اشتراط الاستطاعة يشترط عند ابى حنيفة فى حق المرأة ان يكون معها زوجها او ذو محرم منها إذا كان بينها وبين مكة ثلاثة مراحل وقال احمد يشترط ذلك مطلقا طال المسافة او قصرت فان لم يكن لها رجل كذلك او كان ولا يخرج معها او كان لا يخرج معها الا بأجرة وهى لا تقدر على الاجرة لا يجب عليها الحج وذلك لانها ممنوعة عن السفر الا ومعها زوجها او ذو محرم منها والمهجور شرعا كالمهجور عادة فصارت غير مستطيعة -وجه قول ابى حنيفة فى اشتراط مسافة ثلاثة ايام حديث ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لا تسافر المرأة ثلاثا الا معها ذو محرم -متفق عليه وفى رواية لمسلم لا يحل لامراة تؤمن بالله واليوم الاخر تسافر مسيرة ثلاث ليال الا ومعها ذو محرم -وفى رواية فوق ثلاث وفى الباب مقيدا بثلاثة ايام حديث ابى هريرة رواه مسلم والطحاوى -وفى رواية للطحاوى فوق ثلاث ليال -وحديث عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده بلفظ ثلاثة ايام رواه الطحاوى -وحديث ابى سعيد الخدرى رواه مسلم والطحاوى بلفظ ثلاثة ايام

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۳...... جس عورت کو اپنا محرم میسر نہ آئے، اور وہ حرم سے شرعی مسافت کے فاصلے پر ہو، اس کو حج کے سفر پر جانا جائز نہیں، خواہ وہ عورت جوان ہو یا بوڑھی۔

اگر کوئی عورت شرعی محرم کے بغیر مذکورہ مقدار یا اس سے زیادہ کا سفر کر کے حج کرے، تو وہ گناہ گار ہوتی ہے، لیکن اگر وہ حج کے فرائض پورے کر لے، تو اس کے حج کا فریضہ ادا ہو جاتا ہے۔ [۱]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فصاعدا -وفي رواية لمسلم بلفظ فوق ثلاث وبلفظ اكثر من ثلاث(التفسير المظهرى، ج۲، ص۹۹، سورة آل عمران)

أناط الفقهاء بالمراحل السفر المثبت للرخص كالقصر فى الصلاة وجمع الصلوات

وقد ذهب الجمهور إلى أن السفر المثبت للرخص ما كان قدر مرحلتين وقدروه بستة عشر فرسخا، أو أربعة برد، أو ثمانية وأربعين ميلا.

قال الدردير :وهي -أى مسافة السفر -باعتبار الزمان مرحلتان أى سير يومين معتدلين .وقال الدسوقي :فالعبرة بالأربعة البرد وقال النووى :وطويل السفر ثمانية وأربعون ميلا هاشمية، قال وهو مرحلتان بسير الأثقال .

وقال المقدسي :يبلغ سفره ذهابا ستة عشر فرسخا تقريبا .وهي يومان .

أما الحنفية فقد نصوا على أن مسافة السفر المثبت للرخص هي ثلاث مراحل، قال ابن عابدين: التقدير بثلاث مراحل قريب من التقدير بثلاثة أيام ، ولا عبرة عند جمهور الحنفية للمسافة، بل العبرة للزمن فقط على المذهب، وقال الحصكفي :ولا اعتبار بالفراسخ على المذهب .

فالمرحلة من حيث المسافة عند الجمهور تساوى أربعة وعشرين ميلا هاشميا، أو بريدين، أو ثمانية فراسخ، وكلها متساوية.

وعند الحنفية المرحلة ستة فراسخ، وقيل خمسة فراسخ، وقيل سبعة فراسخ، والفتوى على الأول (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸، ص۳۲۳، و۳۲۴، ما يناط بالمرحلة من الأحكام الشرعية،مادة "المرحلة")

[۱] (قوله أو كانت عجوزاً شوهاء) قال في القنية: واجمعوا ان العجور لاتسافربغير محرم فلاتخلو برجل شاباً اوشيخا (رد المحتار، ج۶ ص۳۶۸، كتاب الحظر والاباحة، فصل في النظر واللمس)

والمحرم في حق المرأة شرط، شابة كانت أو عجوزاً إذا كان بينها وبين مكة مسيرة ثلاثة أيام (المحيط البرهاني، ج۲، ص۴۱۹، كتاب المناسک، الفصل الأول :في بيان شرائط الوجوب)

ويستوى الجواب بين أن تكون المرأة شابة أو عجوزا في اشتراط المحرم لأنها عورة أيضا.

هذا إذا كان بينها وبين مكة مدة السفر وهي ثلاثة أيام ولياليها فأما إذا كان دون مدة السفر فإنه لا يشترط المحرم (تحفة الفقهاء، ج۱، ص۳۸۸، كتاب المناسک، مسألة الحج)

(قوله مع الكراهة) أى التحريمية للنهى في حديث الصحيحين لا تسافر امرأة ثلاثا إلا ومعها محرم زاد مسلم في رواية أو زوج "ط (ردالمحتار، ج۲، ص۴۶۵، كتاب الحج)

البتہ اگر کوئی عورت حرم شریف سے شرعی مسافت سے کم کے فاصلے پر ہو، تو اس کو محرم کے بغیر حج کے سفر پر جانا جائز ہے، بشرطیکہ کوئی فتنہ لازم نہ آتا ہو۔ [1]

---

[1] اور شافعیہ کے نزدیک اگر دو یا زیادہ ثقہ عورتیں سفر میں ساتھ میسر ہوں، تو وہ محرم کی طرف سے کفایت کر دیتی ہیں، اور مالکیہ کے نزدیک اگر مامون قافلہ میسر ہو، اور عورت کی طرف سے بھی امن ہو، تو پھر فرض حج کے لئے محرم ضروری نہیں۔

ابن سیرین اور حضرت عطاء کا قول بھی اسی طرح سے مروی ہے۔

یہاں اہلِ علم کے لئے یہ بات قابلِ غور ہے کہ عورت کو محرم کے بغیر سفر کرنے کی ممانعت منہی لعینہ کے طور پر ہے، یا منہی لغیرہ کے طور پر؟

اگر منہی لغیرہ کے طور پر ہو، تو جو سفر اجتماعی انداز میں ہو، اور اُس میں متعدد مرد اور عورتیں ہوں، اور کسی نامحرم سے خلوت بھی لازم نہ آئے، جس کی وجہ سے فتنہ سے امن ہو، اور عورت کی طرف سے بھی کسی فتنہ کا اندیشہ نہ ہو، اور وہ سفر بھی ضروری ہو، تو کیا ایسی صورت میں توسّع موجود ہے یا نہیں؟

نیز اگر کسی عورت نے اپنے محرم کے ساتھ حج کے سفر میں جانے کے لئے حج کے اخراجات جمع کرا دیئے، اور پھر اس کا وہ محرم فوت ہو گیا، یا سفر سے معذور ہو گیا، اور جمع کردہ حج کے اخراجات کی واپسی یا حج کے سفر کی معطلی قانونی طور پر مشکل ہے، یا غیر معمولی مالی نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اور حج کا قافلہ ثقہ لوگوں پر مشتمل ہو، اور عورت کی طرف سے بھی کوئی فتنہ لازم نہ آتا ہو، یا ثقہ عورتیں ہمراہ ہوں، تو بندہ کے خیال میں مالکیہ یا شوافع کے قول پر عمل کر لینے کی گنجائش ہے، کیونکہ دوبارہ حج کے اخراجات اور حج کی منظوری اور حج کے سفر کی تیاری وغیرہ اس دور میں قانونی طور پر مشکل ترین مرحلہ بن گیا ہے۔

لا تسافر امرأة ثلاثا إلا ومعها ذو محرم ، وفي لفظ لهما فوق ثلاث، وفي لفظ للبخاري ثلاثة أيام، وفي رواية البزار لا تحج امرأة إلا ومعها ذو محرم ، وفي رواية الدارقطني لا تحجن امرأة إلا ومعها ذو محرم .قال ابن الملك فيه دليل على عدم لزوم الحج عليها إذ لم يكن معها محرم، وبهذا قال أبو حنيفة وأحمد، وقال مالك -رحمه الله تعالى يلزمها إذا كان معها جماعة النساء ، وقال الشافعي -رحمه الله- يلزمها إذا كان معها امرأة ثقة اهـ.وقال الشمني مذهب مالك إذا وجدت المرأة صحبة مأمونة لزمها الحج لأنه سفر مفروض كالهجرة، ومذهب الشافعي إذا وجدت نسوة ثقات فعليها أن تحج معهن، ثم قال واعلم أنه يشترط في المرأة أيضا أن لا تكون معتدة، والمراد بالمحرم من حرم عليه نكاحها على التأبيد :بسبب قرابة أو رضاع أو مصاهرة بشرط أن يكون مكلفا ليس بمجوسي ولا غير مأمون(مرقاة المفاتيح، ج۵، ص ۱۷۴۴، كتاب المناسك)

يشترط أن يصحب المرأة في سفر الحج زوجها أو محرم منها، إذا كانت المسافة بينها وبين مكة ثلاثة أيام، وهي مسيرة القصر في السفر، وإلى هذا ذهب الحنفية والحنابلة.

واستدلوا بحديث ابن عمر أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال :لا تسافر المرأة ثلاثا إلا ومعها ذو محرم.وتوسع الشافعية والمالكية فسوغوا الاستبدال بالمحرم:

ذهب الشافعية إلى أنها إن وجدت نسوة ثقات :اثنتين فأكثر تأمن معهن على نفسها كفى ذلك بدلا عن المحرم أو الزوج بالنسبة لوجوب حجة الإسلام على المرأة .وعندهم "الأصح أنه لا يشترط

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴ ...... اگر کوئی عورت بیوہ ہوگئی، اور اسے اپنے شوہر کے ترکہ میں سے یا شوہر کی ملازمت وغیرہ کے متعلقہ کسی سرکاری وغیر سرکاری ادارہ سے اتنا مال ملا کہ جو حج کے مصارف کے لئے کافی تھا، اور اسی دوران حج کا زمانہ شروع ہوگیا، مگر اس عورت کو حج پر جانے کے لئے کوئی محرَم میسر نہیں، پھر اس نے اگلے سال حج کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اس رقم کو اپنے کھانے پینے کی ضروریات میں خرچ کرلیا، یا اس سے کوئی مکان خرید لیا، اور اب حج کے مصارف کے لئے اس کے پاس مال نہ رہا، تو راجح یہ ہے کہ اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجود محرم لإحداهن، لأن الأطماع تنقطع بجماعتهن .فإن وجدت امرأة واحدة ثقة فلا يجب عليها الحج، لكن يجوز لها أن تحج معها حجة الفريضة أو النذر، بل يجوز لها أن تخرج وحدها لأداء الفرض أو النذر إذا أمنت .وزاد المالكية توسعا فقالوا :المرأة إذا لم تجد المحرم أو الزوج ولو بأجرة تسافر لحج الفرض أو النذر مع الرفقة المأمونة، بشرط أن تكون المرأة بنفسها هي مأمونة أيضا .والرفقة المأمونة جماعة مأمونة من النساء ، أو الرجال الصالحين .قال الدسوقي: وأكثر ما نقله أصحابنا اشتراط النساء ."أما حج النفل فلا يجوز للمرأة السفر له إلا مع الزوج أو المحرم فقط اتفاقا، ولا يجوز لها السفر بغيرهما، بل تأثم به (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۳۵، و۳۶، الشروط الخاصة بالنساء)

عن ابن سيرين ، أنه قال :تخرج في رفقة فيها رجال ونساء (مُصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث۱۵۳۹۸)

عن عطاء قال :تحج مع رفقة فيها رجال ونساء وتتخذ سلما تصعد عليه ، ولا يقربها الكرى(مصنف ابن أبى شيبة، رقم الحديث ۱۵۳۹۹)

[1] البتہ جو حضرات اس کو حج کی ادائیگی واجب ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کر سکے، تو فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا، اور متن کے موقف کے راجح ہونے کی وجہ پیچھے گزر چکی ہے۔

(قوله قولان) هما مبنيان على أن وجود الزوج أو المحرم شرط وجوب أم شرط وجوب أداء والذى اختاره فى الفتح أنه مع الصحة وأمن الطريق شرط وجوب الأداء فيجب الإيصاء إن منع المرض، وخوف الطريق أو لم يوجد زوج، ولا محرم، ويجب عليها التزوج عند فقد المحرم، وعلى الأول لا يجب شىء من ذلك كما فى البحر وفى النهر وصحح الأول فى البدائع ورجح الثانى فى النهاية تبعا لقاضى خان واختاره فى الفتح .اهـ(ردالمحتار، ج۲، ص۴۶۵، كتاب الحج)

(والعبرة لوجوبها) أى العدة المانعة من سفرها (وقت خروج أهل بلدها) وكذا سائر الشروط بحر (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۲، ص۴۶۵، كتاب الحج)

مسئلہ نمبر۵...... جب کسی عورت پر حج فرض ہو جائے تو اپنے شوہر سے اجازت لینا ضروری نہیں (بشرطیکہ اس کے ساتھ جانے کے لئے محرم کا انتظام ہو) اگر ایسی صورت میں شوہر اجازت نہ دے تب بھی حج کرنا ضروری ہے، اور عورت اس صورت میں شوہر کی نافرمانی کرنے کی گناہ گار نہیں، کیونکہ اللہ کے حکم کی مخالفت میں کسی کی اطاعت جائز نہیں۔ [۱]

مسئلہ نمبر۶ ...... جو عورت مال دار ہو، اور اس کو بسرے سے محرم میسر نہ ہو، تو راجح یہ ہے کہ اُس کو حج کرنے کے لئے کسی سے نکاح کرنا ضروری نہیں۔ [۲]

مسئلہ نمبر۷...... شرعی اعتبار سے محرم (شوہر اور اس کے علاوہ) ایسا شخص ہے جس سے زندگی بھر کبھی بھی کسی طرح نکاح صحیح ہونے کا احتمال (Chance) نہ ہو، خواہ نسب یعنی پیدائش کے رشتہ کے اعتبار سے ہو (جیسے نسبی باپ، دادا، بیٹا، پوتا، نواسا، نسبی تایا، نسبی چچا، نسبی ماموں، وغیرہ) یا رضاعت یعنی دودھ کے رشتہ کے اعتبار سے ہو (جیسے دودھ شریک بھائی) یا مصاہرت یعنی سسرالی رشتہ کے اعتبار سے ہو (جیسے داماد اور خسر) [۳]

اور جس شخص سے زندگی میں کسی بھی وقت نکاح کا امکان ہو وہ شرعاً محرم نہیں جیسے دیور، بہنوئی، خالو، پھوپا، تایازاد، پھوپی زاد، خالہ زاد وغیرہ اس قسم کے سب لوگ نامحرم ہیں۔

چند قریبی رشتہ دار جو شرعاً نامحرم شمار ہوتے ہیں، وہ یہ ہیں۔

(۱) چچازاد (۲) پھوپھی زاد (۳) ماموں زاد (۴) خالہ زاد (۵) دیور (۶) جیٹھ

---

[۱] وإذا وجدت محرما يجب عليها الحج ولا يشترط رضا الزوج وإذنه عندنا وقال الشافعي لا بد من إذن الزوج لأن فيه فوات حقه ولكنا نقول إن الحج من الفرائض اللازمة فيكون منافعها مستثناة عن ملك الزوج فأما في التطوع فللزوج حق المنع كما في الصلاة (تحفة الفقهاء، ج ا، ص ۳۸۸، كتاب المناسك، مسألة الحج)

[۲] وإن لم يكن لها محرم أو زوج لا يجب عليها التزوج للحج، كما لا يجب على الفقير اكتساب المال لأجل الحج والزكاة (العناية شرح الهداية، ج۲، ص ۴۲۰، كتاب الحج)

[۳] وتفسيره من لا يحل له نكاحها على التأبيد بسبب قرابة أو رضاع أو مصاهرة ألا ترى أنه يجوز له أن يخلو بها لأنه لا يطمع فيها إذا علم أنها محرمة عليه أبدا فكذلك يسافر بها (المبسوط للسرخسي، ج۴ص ۱۱۱، كتاب المناسك، باب المحصر)

(۷) نندوئی (۸) بہنوئی (۹) پھوپھا (۱۰) خالو (۱۱) شوہر کا بھتیجا (۱۲) شوہر کا بھانجا (۱۳) شوہر کا چچا (۱۴) شوہر کا پھوپھا (۱۵) شوہر کا ماموں (۱۶) شوہر کا خالو، وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب لوگ شرعی اعتبار سے نامحرم ہیں۔ [1]

منہ بولے بھائی یا منہ بولے بیٹے، یا منہ بولے باپ وغیرہ کی حیثیت شرعاً محرم ہونے کی نہیں ہے، صرف منہ سے کسی کو بھائی، بیٹا، یا باپ وغیرہ کہہ دینے، بنا لینے یا سمجھ لینے سے اجنبی شخص حقیقی محرم نہیں بن جاتا۔

پس منہ بولے بھائی، بیٹے اور باپ وغیرہ کو محرم تصور کر کے اس کے ہمراہ سفر کو جائز سمجھنا درست نہیں۔

یہی حکم لے پالک بیٹے کا بھی ہے، لہٰذا جو عورتیں کسی دوسرے کے چھوٹی عمر کے بچہ کو لے کر پال لیتی ہیں اور جوان ہو جانے کے بعد اس کو اپنا محرم تصور کرتی ہیں، اس سے وہ محرم نہیں بن جاتا، کیونکہ کسی بچہ کی صرف پرورش کر دینے کی وجہ سے اس سے محرم کا رشتہ پیدا نہیں ہو جاتا، خواہ بچپن میں اس کی ہر طرح کی خدمت کیوں نہ کی ہو۔

البتہ اگر کسی عورت نے اس بچہ کو دو سال کی عمر کے اندر اندر اپنی چھاتی سے دودھ پلا دیا تھا، تو پھر وہ بچہ رضاعی (یعنی دودھ کے رشتہ کا) بیٹا بن گیا تھا، لہٰذا اس پر رضاعی (دودھ کے رشتہ کی) اولاد کے احکام جاری ہوں گے، اور کوئی فتنہ لازم نہ آئے، تو بوقتِ ضرورت اس کے

---

[1] والمحرم الزوج، ومن لا يجوز مناكحتها على التأبيد بقرابة أو رضاع أو مصاهرة كذا في الخلاصة ويشترط أن يكون مأمونا عاقلا بالغا حرا كان أو عبدا كافرا كان أو مسلما هكذا في فتاوى قاضي خان والمجوسي إذا كان يعتقد إباحة مناكحتها لا يسافر معها كذا في محيط السرخسي والمراهق كالبالغ وعبد المرأة ليس بمحرم لها كذا في الجوهرة النيرة ولا عبرة للصبي الذي لا يحتلم والمجنون الذي لا يفيق كذا في محيط السرخسي وتجب عليها النفقة والراحلة في مالها للمحرم ليحج بها، وعند وجود المحرم كان عليها أن تحج حجة الإسلام، وإن لم يأذن لها زوجها، وفي النافلة لا تخرج بغير إذن الزوج، وإن لم يكن لها محرم لا يجب عليها أن تتزوج للحج كذا في فتاوى قاضي خان(الفتاوى الهندية، ج ١ ص ٢١٩، كتاب المناسك، الباب الاول)

ساتھ سفر کی گنجائش ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... جو لڑکا ابھی بالغ نہیں ہوا، لیکن بالغ ہونے کے قریب ہے، مثلاً بارہ سال کے لگ بھگ عمر ہے، تو وہ عورت کے ساتھ محرَم کی ضرورت پوری کرنے کے لئے معتبر ہو جائے گا، اگر یہ لڑکا کسی عورت کا محرَم ہو، تو اس کے ساتھ عورت کو سفر کرنا جائز ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۹...... بعض عورتیں شرعی محرم کے بغیر حج کے سفر کا گناہ تو کرتی ہی ہیں لیکن اوپر سے ایک اور گناہ جھوٹ بولنے کا بھی کرتی ہیں مثلاً حکومت کی طرف سے جو آج کل حج درخواست کے کاغذات اور فارم ہوتے ہیں ان میں محرَم کی وضاحت بھی درج کرنی ہوتی ہے، اب بعض عورتوں کے ساتھ ان کا اپنا شرعی محرم تو ہوتا نہیں لیکن خانہ پوری کرنے کے لئے کسی اور شخص کو جو حج پر جا رہا ہوتا ہے اپنا محرم لکھ دیتی ہیں جو کہ جھوٹ میں داخل ہے اور جھوٹ خواہ زبانی ہو یا تحریری بہرحال گناہ ہے۔

پھر اس معاملہ میں صرف ایک جھوٹ پر ہی اکتفا نہیں ہوتا بلکہ اس کے نتیجہ میں بسا اوقات کئی

---

[1] وَأما التَّحرِيم بِسَبَب الرَّضَاع فَنَقُول كل من يحرم من الْفرق السَّبع بِسَبَب الْقَرَابَة يحرم بِسَبَب الرَّضَاع قَالَ الله تَعَالَى (وأمهاتكم اللَّاتِي أرضعنكم وأخواتكم من الرضَاعَة) وَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَام يحرم من الرَّضَاع مَا يحرم من النّسَب وَكَذَا كل من يحرم بالصهرية من الْفرق الْأَرْبَع بِالنّسَبِ يحرم بِالرّضَاعِ حَتَّى يحرم على الواطىء أم الْمَوْطُوءَة وبنتها من جِهَة الرَّضَاع وَتحرم الْمَوْطُوءَة على أَب الواطىء وَابْنه من جِهَة الرَّضَاع وَيحرم مَوْطُوءَة أَب الرَّضَاع على ابْنه من الرَّضَاع وَيحرم مَوْطُوءَة ابْن الرَّضَاع على أَب الرَّضَاع لما روينَا من الحَدِيث (تحفة الفقهاء، ج ۲، ص ۱۲۴، كتاب النكاح)

وعند جمهور العلماء من الصحابة والتابعين وعلماء الأمصار :إلى الآن لا تثبت إلا برضاع من له دون سنتين، وعند أبي حنيفة :بسنتين ونصف، وعند زفر :بثلاث سنين، وعن مالك :بسنتين وأيام (عمدة القارى، ج ۲۰ ص ۸۵، كتاب النكاح، باب الاكفاء فى الدين)

[2] (عاقل والمراهق كبالغ) جوهرة (الدر المختار مع رد المحتار، ج ۲ ص ۴۶۴، كتاب الحج)

ذهب الحنفية والشافعية وهو الظاهر من مذهب المالكية إلى اعتبار المراهق كالبالغ الذى لا يجوز للمرأة السفر إلا برفقته إن كان من محارمها.

وخالف فى ذلك الحنابلة فاشترطوا أن يكون المحرم بالغا عاقلا، قال ابن قدامة :قيل لأحمد فيكون الصبى محرما؟ قال :لا حتى يحتلم، لأنه لا يقوم بنفسه فكيف يخرج مع امرأة وذلك لأن المقصود بالمحرم حفظ المرأة ولا يحصل إلا من البالغ العاقل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۶ ص ۳۴۰، مادة "مراهقة")

مقامات پر زبانی جھوٹ بولنے کی نوبت آتی ہے، اور اس طرح گناہ در گناہ ہوتا چلا جاتا ہے۔
لہٰذا حج جیسی مقدس عبادت کو انجام دیتے ہوئے اس غلط بیانی اور جھوٹ سے پرہیز لازم ہے۔

اسی طرح بعض مرد حضرات کا بھی حال ہے کہ وہ اپنی رشتہ دار غیر محرم یا اجنبی کسی عورت کو جس کے ساتھ اپنا کوئی محرم نہیں ہوتا اپنا محرم بنا لیتے ہیں اور کاغذوں میں اس کو اپنی محرم بنا کر اس کے ساتھ حج کا سفر کرتے ہیں، جو سخت گناہ ہے، جھوٹ بولنا ویسے بھی گناہ ہے اور حج جیسی عبادت میں یہ حرکت اور زیادہ نازیبا ہے۔

لہٰذا اجنبی عورت کو اپنی محرم ظاہر نہ کیا جائے، بھلے ہی کوئی ناراض ہو۔

سارا جہاں ناراض ہو پرواہ نہ چاہئے — پیشِ نظر تو بس مرضی جاناں نا نہ چاہئے

مسئلہ نمبر ۱۰...... بعض عورتیں اعتراض کے طور پر کہتی ہیں کہ دنیا کی وہ ہزاروں عورتیں جن کا کوئی محرم نہیں کیا وہ حج نہ کریں اور حج کے بغیر محروم رہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ جب تک عورت کو حج کے سفر کے لیے شرعی محرم میسر نہ ہو اس وقت تک عورت پر حج فرض ہی نہیں ہوتا۔

پھر پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے، اپنا شوق پورا کرنا مقصد ہے یا اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کرنا؟

جب اللہ تعالیٰ کا حکم اس طرح بغیر محرم کے سفر کرنے کا نہیں تو پھر پریشان کیوں ہوتی ہیں۔

دراصل خرابی یہاں سے پیدا ہوتی ہے کہ بہت سی خواتین یا مرد حضرات صرف اپنے شوق اور جذبے کے پورا کرنے کو عبادت یا دین سمجھ لیتے ہیں، اور اس کی خاطر شریعت کے بتلائے ہوئے طریقے اور شرائط و پابندیوں کو چھوڑ یا توڑ دیتے ہیں۔

حالانکہ اس طرح کرنے سے کوئی عمل عبادت نہیں بن جاتا، کیونکہ عبادت کے لیے شریعت کی طرف سے کچھ شرائط اور پابندیاں مقرر کی گئی ہیں، اُن کے مطابق انجام دینے سے ہی کوئی

عمل عبادت بنتا ہے اور اُن پابندیوں کو توڑنے اور شرائط کی خلاف ورزی کرنے سے وہ عمل عبادت کے زُمرے سے نکل کر گناہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

اگر بالفرض کسی عورت کو ساری عمر ایسا محرم نہ ملا جس کے ساتھ حج کے سفر پر جا سکے تو حج نہ کرنے کا گناہ نہ ہوگا۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۱...... جو انسان نہ مرد ہو اور نہ عورت، بلکہ خنثیٰ ہو (یعنی حقیقی نہ کہ بناوٹی اور مصنوعی ہیجڑا) تو فقہائے کرام نے اس پر حج فرض ہونے کے احکام عورتوں والے بیان فرمائے ہیں، کہ اس کے ساتھ بھی سفر میں محرم ضروری ہے۔ [۲]

(۱۱)...... عدت میں نہ ہونا (عورت کے عدت میں ہونے پر حج کا حکم)

عورت پر حج فرض ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ جس وقت حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کا زمانہ ہو، اُس وقت وہ شوہر کی طلاق یا وفات کی عدت میں نہ ہو۔

عورت کو عدت کے زمانہ میں حج کا سفر کرنا جائز نہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں

---

[۱] البتہ بعض ان فقہاء کے نزدیک جو محرم ہونے کی شرط کو شرطِ وجوب کے بجائے شرطِ اداء قرار دیتے ہیں، حج کی مالی استطاعت رکھنے والی عورت کو مرنے سے پہلے یہ وصیت واجب اور ضروری ہے کہ اگر میں حج نہ کرسکوں اور فوت ہو جاؤں تو میری طرف سے میرا حج بدل کرا دیا جائے۔

عورت کے فوت ہونے کے بعد وصیت کی شرائط کے مطابق وارثوں کے ذمہ اس وصیت کا پورا کرنا لازم ہوگا اور اگر وہ وارث باوجود کوئی شرعی عذر نہ ہونے کے اس کی وصیت پوری نہ کریں گے تو وہ گناہ گار ہوں گے، وصیت کرنے والی ایسی صورت میں حج نہ کرنے کے مؤاخذہ اور پکڑ سے بری ہو جائے گی، البتہ اگر وصیت کئے بغیر فوت ہوگئی تو پھر اس کا گناہ ہوگا۔

[۲] فإن قلت :كيف حكم الخنثى في هذه الأشياء .

قلت :يشترط في حقه ما يشترط في المرأة احتياطاً في المحرمات (البناية شرح الهداية، ج۴، ص۲۷۵، كتاب الحج، فصل في بيان مسائل شتى من أفعال الحج)

حجه وإحرامه: ذهب جمهور الفقهاء إلى أن الخنثى كالأنثى في شروط وجوب الحج، وفي لبس المخيط، والقرب من البيت، والرمل في الطواف، والاضطباع، والرمل بين الميلين في السعي، والوقوف، والتقديم من مزدلفة، ولا يحج إلا مع ذي محرم لا مع جماعة رجال فقط، ولا مع نساء فقط، إلا أن يكونوا من محارمه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۰، ص۲۶، مادة "خنثىٰ")

عورتوں کو عدت کے زمانے میں گھر سے باہر نکلنے سے منع فرمایا ہے۔ ۱

جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُمَرَ وَعُثْمَانَ رَدَّا نِسْوَةً حَاجَّاتٍ وَمُعْتَمِرَاتٍ ، حَتّٰى اِعْتَدَدْنَ فِيْ بُيُوْتِهِنَّ (مصنف ابنِ ابی شیبة) ۲

ترجمہ: حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہما نے حج اور عمرہ کرنے والی چند عورتوں کو واپس فرمادیا، جب تک کہ وہ اپنی عدت اپنے گھروں میں پوری نہ کرلیں (مصنف ابنِ ابی شیبہ)

اس قسم کی اور بھی روایات ہیں۔ ۳

جن کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے عدت کی حالت میں عورت کو حج کے سفر سے منع فرمایا ہے۔

اب اس شرط سے متعلق چند ضروری احکام ومسائل ذکر کیے جاتے ہیں۔

مسئلہ نمبرا...... اگر کسی عورت میں حج کی مالی استطاعت کے اعتبار سے مالدار وغیرہ ہونے کی شرط ایسے وقت میں پائی گئی کہ اس وقت وہ عدت میں تھی، تو بہت سے فقہائے کرام کے نزدیک اس پر سرے سے حج فرض نہیں ہوتا، جس طرح سے کہ محرم میسر نہ آنے کی صورت میں حج فرض نہیں ہوتا، اور ہمارے نزدیک یہی موقف راجح ہے۔

---

۱ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُبَيِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُودُ اللَّهِ وَمَنْ يَتَعَدَّ حُدُودَ اللَّهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ (سورة الطلاق، رقم الآية ۱)

۲ رقم الحديث ۱۴۸۶۷، كتاب المناسك، باب من كره لها ان تحج فى عدتها.

۳ عن مجاهد ، عن سعيد بن المسيب ؛ أن عمر رد نسوة حاجات ، أو معتمرات ، خرجن فى عدتهن(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۱۴۸۶۵، باب من كره لها ان تحج فى عدتها)

عن سعيد بن المسيب ، قال :المتوفى عنها ، والمطلقة ثلاثا ، لا تحج ، ولا تعتمر ، ولا تلبس مجسدا(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۱۴۸۶۶، باب من كره لها ان تحج فى عدتها)

لہٰذا اگر بعد میں وہ عورت حج نہ کر سکے، یا حج پر قدرت حاصل نہ رہے، تو اس کو حجِ بدل کرانا یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا واجب نہیں ہوتا۔

البتہ عدت ختم ہونے کے بعد اگر اُس عورت میں حج فرض ہونے کی سب شرائط پائی جائیں، تو اُس پر حج فرض ہو جائے گا۔ [1]

---

[1] جمہور فقہائے کرام کے نزدیک عدمِ عدت کی شرط، شرطِ وجوب میں داخل ہے، اور حنفیہ کا اس سلسلہ میں محرم کی شرط کی طرح اختلاف ہے، اور متعدد متاخرینِ حنفیہ نے اس کو شرطِ اداء قرار دیا ہے، مگر ہمارے نزدیک اس کا شرطِ وجوب ہونا راجح ہے، کیونکہ جس طرح عورت کو محرم کے بغیر سفر شرعاً منع ہے، اسی طرح عدت میں بھی سفر بلکہ اس سے بڑھ کر خروج منع ہے، اگرچہ محرم کے ساتھ ہو، اس حیثیت سے عورت کے عدت میں نہ ہونے کی شرط محرم ہونے کی شرط سے بھی زیادہ سخت ہوئی، اور عدت میں نہ ہونے کی شرط عورت کے حق میں استطاعتِ شرعیہ کے مفہوم میں داخل ہوئی۔

لأن العدة لما منعت أصل الخروج فلأن تمنع من خروج مديد وهو الخروج من السفر أولى (بدائع الصنائع، ج۳، ص۲۰۶، كتاب الطلاق، الرجعة، فصل في أحكام العدة)

وتأثير فقد المحرم في المنع من السفر كتأثير العدة، فإذا منعت من الخروج لسفر الحج بسبب العدة فكذلك بسبب فقدان المحرم (البناية شرح الهداية، ج۴، ص۱۵۲، كتاب الحج، اشتراط الزوج أو المحرم للمرأة في الحج)

ثم اختلف الحنفية في عدم العدة :هل هو شرط وجوب أو شرط أداء ، والأظهر أنه شرط للزوم الأداء بالنفس .أما عند الجمهور فهو شرط للوجوب(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص۳۸، عدم العدة، مادة"حج")

والشرط الثاني أن لا تكون معتدة من طلاق بائن أو رجعي أو عن وفاة لأن الحج مما يمكن أداؤه في وقت آخر فأما العدة فيجب قضاؤها في هذا الوقت خاصة والله تعالى يقول (لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن) (تحفة الفقهاء، ج۱، ص۳۸۸، كتاب المناسك، مسألة الحج)

الخروج في حال العدة حرام عليها (تحفة الفقهاء، ج۲، ص۲۵۰، كتاب الطلاق، باب ما يجب على المعتدة)

لو كانت معتدة لم يكن لها أن تخرج للحج، وتأثير فقد المحرم في المنع من السفر كتأثير العدة فإذا منعت من الخروج لسفر الحج بسبب العدة فكذلك بسبب فقد المحرم(المبسوط للسرخسي، ج۴ص۱۱۱، كتاب المناسك، باب المحصر)

لو كانت معتدة لم يكن لها أن تخرج للحج، وتأثير فقد المحرم في المنع من السفر كتأثير العدة، فإذا منعت من الخروج لسفر الحج بسبب العدة فكذلك بسبب فقدان المحرم(البناية شرح الهداية، ج۴ص۱۵۲، كتاب الحج)

ومن شرائط وجوب الحج عليها خلوها عن العدة، أي عدة كانت(البناية شرح الهداية، ج۴ص۱۵۵، كتاب الحج)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کے نزدیک اگر عورت میں حج فرض ہونے کی دیگر شرائط پائی جائیں، مگر وہ اس وقت عدت میں ہو، تو اُس پر حج تو فرض ہوجاتا ہے، لیکن اس عورت کو خود حج پر جانا فرض نہیں ہوتا، اب اگر عدت کے بعد وہ مالدار نہ بھی رہے، تب بھی اس پر واجب ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح خود حج کرے، یا وہ کسی کے ذریعہ سے حجِ بدل کرائے یا فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والثاني :أن لا تكون معتدة عن طلاق أو وفاة؛ لأن الله تعالى نهى المعتدات بقوله عز وجل :(لا تخرجوهن من بيوتهن ولا يخرجن) (الطلاق ١).

وروى عن عبد الله بن عمر -رضى الله عنه -أنه رد المعتدات من ذى الحليفة.

وروى عن عبد الله بن مسعود -رضى الله عنه -أنه ردهن من الجحفة.

ولأن الحج يمكن أداؤه فى وقت آخر فأما العدة فإنها إنما يجب قضاؤها فى هذا الوقت خاصة فكان الجمع بين الأمرين أولى (بدائع الصنائع، ج٢، ١٢٤، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

[1] بعض متاخرین مشائخ حنفیہ نے عدم عدت کے شرطِ وجوبِ اداء ہونے کو اظہر قرار دیا ہے، مگر ہم یہ واضح کرچکے ہیں کہ عدت کی حالت میں عورت کو خروج وسفر شرعاً منع ہے، اور شریعت کا حکم ہونے کی وجہ سے اس کے بغیر استطاعتِ شرعیہ متحقق نہیں ہوتی، لہٰذا اگر کسی عورت میں ایسے وقت حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں کہ جب وہ عدت میں ہو، تو ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس پر محرم میسر نہ ہونے کی طرح سرے سے حج فرض نہیں ہوگا، اور عدت کے بعد اگر اس میں حج فرض ہونے کی شرائط نہ پائی جائیں، تو کسی سے حجِ بدل کرانا یا حجِ بدل کی وصیت کرنا بھی ضروری نہیں ہوگا۔ محمد رضوان۔

(و) مع (عدم عدة عليها مطلقا) أية عدة كانت ابن مالك (والعبرة لوجوبها) أى العدة المانعة من سفرها (وقت خروج أهل بلدها) وكذا سائر الشروط بحر(الدر المختار)

(قوله ومع عدم عدة إلخ) أى فلا يجب عليها الحج إذا وجدت كما فى شرح المجمع واللباب قال شارحه وهو مشعر بانه شرط الوجوب، وذكر ابن أمير حاج أنه شرط الأداء وهو الأظهر...... (قوله وكذا سائر الشرائط) أى يعتبر وجودها فى ذلك الوقت(رد المحتار على الدر المختار، ج٢ص ٤٦٥، كتاب الحج)

والاستطاعة استفعالة من الطوع وذلك وجود ما يصير به الفعل متأتيا وهى عند المحققين اسم للمعانى التى بها يتمكن الانسان مما يريده من إحداث الفعل وهى أربعة أشياء :بنية مخصوصة للفاعل.وتصور للفعل، ومادة قابلة لتأثيره، وآلة إن كان الفعل آليا كالكتابة فإن الكاتب يحتاج إلى هذه الاربعة فى إيجاده للكتابة، وكذلك يقال فلان غير مستطيع للكتابة إذا فقد واحدا من هذه الاربعة فصاعدا، ويضاده العجز وهو أن لا يجد أحد هذه الاربعة فصاعدا، ومتى وجد هذه الاربعة كلها فمستطيع مطلقا ومتى فقدها فعاجز مطلقا، ومتى وجد بعضها دون بعض فمستطيع من وجه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگر حج پر جانے کا زمانہ شروع ہوگیا، اور اس وقت کسی عورت میں حج فرض ہونے کی سب شرائط پائی گئیں، پھر بعد میں اس عورت کے شوہر کا انتقال ہوگیا، یا اس کو طلاق ہوگئی، اور اس کی عدت شروع ہوگئی، تو اس پر دیگر شرائط پائی جانے کی صورت میں بالاتفاق حج فرض ہوجائے گا، کیونکہ حج فرض ہونے کی شرائط پائی جانے کے وقت وہ عدت میں نہیں تھی۔

مسئلہ نمبر ۲...... حنفیہ کے نزدیک عورت خواہ شوہر کے فوت ہونے کی عدت میں ہو، یا اس کو شوہر نے طلاق دے دی ہو، دونوں صورتوں میں عدت کے اندر حج کا سفر کرنا منع ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۳...... اگر کوئی عورت بیوہ ہوگئی، اور اسے اپنے شوہر کے فوت ہونے کے نتیجہ میں اس کے ترکہ میں سے یا کسی سرکاری وغیر سرکاری ادارہ سے اتنا مال ملا، یا کسی نے یا چند لوگوں نے بیوہ اور ضرورت مند سمجھتے ہوئے زکاۃ، صدقہ یا عطیہ کے مال سے اس کی اتنی مقدار میں مدد کی کہ وہ مال حج کے مصارف کے لئے کافی تھا، اور اسی دوران حج کا زمانہ شروع ہوگیا، مگر یہ عورت عدت میں ہے، جس کی وجہ سے حج کے سفر سے قاصر ہے، پھر اس نے اگلے سال حج کا زمانہ شروع ہونے سے پہلے اس رقم کو اپنے کھانے پینے کی ضروریات میں خرچ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عاجز من وجه، ولان يوصف بالعجز أولى.والاستطاعة أخص من القدرة، قال (لا يستطيعون نصر أنفسهم -فما استطاعوا من قيام من استطاع إليه سبيلا)فإنه يحتاج إلى هذه الاربعة، وقوله عليه السلام "الاستطاعة الزاد والراحلة "فإنه بيان ما يحتاج إليه من الالة وخصه بالذكر دون الاخر إذ كان معلوما من حيث العقل ومقتضى الشرع أن التكليف من دون تلك الاخر لا يصح(المفردات في غريب القرآن للاصفهاني، ج ا ص ۵۳۰، مادة طوع)

لا يجب عليها الحج وذلك لانها ممنوعة عن السفر الا ومعها زوجها او ذو محرم منها والمهجور شرعا كالمهجور عادة فصارت غير مستطيعة (التفسير المظهرى، ج۲ ص۹۷، تحت آيت ۹۷ من سورة آل عمران)

[1] (ومنها عدم قيام العدة فى حق المرأة) عدة وفاة كانت أو عدة طلاق، والطلاق بائن أو رجعى هكذا فى شرح الطحاوى فلا تخرج المرأة إلى الحج فى عدة طلاق أو موت(الفتاوى الهندية، ج ا ص ۲۱۹ ، كتاب المناسك، الباب الاول)

(قوله أية عدة كانت) أى سواء كانت عدة وفاة أو طلاق بائن أو رجعى ح(رد المحتار على الدر المختار، ج۲، ص ۴۶۵، كتاب الحج)

کرلیا، یا اس سے کوئی مکان خرید لیا، اور اب حج کے مصارف کے لئے اس کے پاس مال نہ رہا، تو ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس پر سرے سے حج فرض نہیں ہوگا، لہٰذا خود حج نہ کرسکنے کی صورت میں نہ تو دوسرے سے حجِ بدل کرانا ضروری ہوگا، اور نہ فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کوئی عورت عدت کی حالت میں حج کا سفر کرکے حج کرلے، تو اس کا حج صحیح ہوجاتا ہے، لیکن وہ گناہ گار ہوتی ہے۔ [2]

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کسی عورت نے حج کا سفر شروع کردیا تھا، اور پھر اس درمیان اس پر عدت واجب ہوگئی، تو حنفیہ کے نزدیک یہ تفصیل ہے کہ اگر حج کے سفر میں عورت کے ساتھ اس کا شوہر ہو، اور شوہر نے راستے میں طلاقِ رجعی دے دی، تو طلاقِ رجعی میں کیونکہ نکاح قائم ہوتا ہے، اس لئے وہ اس حال میں شوہر کے ساتھ سفر جاری رکھ سکتی ہے، اور حج کے اعمال پورے کرسکتی ہے، اور شوہر کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ طلاق سے رجوع کرلے۔ [3]

اور اگر شوہر نے طلاقِ بائن دی ہو (جس میں نکاح ٹوٹ جاتا ہے، اور شوہر کو رجوع کا حق نہیں رہتا) یا شوہر کے فوت ہونے کی وجہ سے اس عورت پر عدت واجب ہوگئی ہو، تو جس جگہ اس پر عدت شروع ہوئی، وہاں سے اگر اپنا گھر مدتِ مسافت سے کم کے فاصلہ پر ہے، تو اسے اپنے گھر لوٹ آنا چاہئے، اور وہیں عدت پوری کرنی چاہئے، اور اگر گھر مدتِ مسافت سے زیادہ کے فاصلہ پر ہے، اور حرم مسافتِ سفر سے کم کے فاصلہ پر ہے، تو اسے حرم یعنی مکہ مکرمہ چلے جانا چاہئے، اور اگر دونوں طرف کا فاصلہ مدتِ مسافت سے کم پر ہے، تو اسے گھر

---

[1] البتہ جو حضرات عدمِ عدت کو حج کی ادائیگی واجب ہونے کی شرط قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک مندرجہ بالا صورت میں اس پر حج فرض ہوجائے گا، اور اس کو کسی بھی طرح سے حج ادا کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، اور خود حج نہ کرسکے، اور نہ کسی سے حجِ بدل کراسکے، تو فوت ہونے سے پہلے حجِ بدل کی وصیت کرنا واجب ہوگا۔

[2] فروع: لو خالفت المرأة وخرجت للحج في العدة صح حجها، وكانت آثمة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷ ص۳۸، مادة "حج")

[3] یعنی عورت کو مثلاً زبان سے یہ کہہ دے کہ میں نے طلاق سے رجوع کرلیا، یا آپ کو نکاح میں واپس لوٹا لیا وغیرہ۔

واپس لوٹ کرآنے یا حرم یعنی مکہ مکرمہ جانے کا اختیار ہے، اور اگر گھر اور حرم شریف دونوں کا فاصلہ مسافتِ سفر یا اس سے زیادہ کا ہے، اور وہ کسی شہر وآبادی میں ہو، جہاں اس کو اپنی عزت اور جان مال کا خطرہ نہ ہو، تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک اسے وہیں عدت گزارنی چاہئے، اگرچہ اس کے ساتھ اس کا محرم کیوں نہ موجود ہو، اور اگر وہاں اس کو اپنی عزت اور جان مال کا خطرہ ہو، تو کسی قریب ترین اطمینان بخش جگہ جا کر عدت پوری کرنی چاہئے، اور صاحبین (یعنی امام ابویوسف اور امام محمد رحمہما اللہ) کے نزدیک مذکورہ صورت میں اگر محرم ساتھ ہو، تو اسے وہاں سے نکلنا اور سفر کرنا جائز ہے، اور اگر محرم ساتھ نہ ہو، تو پھر ان تینوں حضرات کے نزدیک وہاں سے نکلنا اور سفر کرنا جائز نہیں۔

اور حنفیہ کے نزدیک اس عورت نے اگر حج یا عمرہ کا احرام باندھ لیا تھا، تو وہ عدت کی وجہ سے مُحصَر کے حکم میں ہوگی، لہٰذا اس کے حلال ہونے کا طریقہ وہی ہوگا، جو مُحصَر کا ہے۔ [1]

اور اگر عورت کے ساتھ حج کے سفر میں شوہر کے علاوہ کوئی اور محرم (مثلاً والد، بیٹا، بھائی وغیرہ) تھا، اور وہ فوت ہوگیا، تو حنفیہ کے نزدیک اس عورت کے لئے گھر لوٹنے یا آگے جانے میں وہی تفصیل ہوگی، جو پیچھے ذکر کی گئی۔

---

[1] وإن لزمتها بعد الخروج إلى السفر، وهي مسافرة فإن كان الطلاق رجعيا لا يفارقها زوجها؛ لأن الطلاق الرجعي لا يزيل الزوجية، والأفضل أن يراجعها، وإن كانت بائنا، أو كانت معتدة عن وفاة، فإن كان إلى منزلها أقل من مدة سفر، وإلى مكة مدة سفر فإنها تعود إلى منزلها؛ لأنه ليس فيه إنشاء سفر فصار كأنها في بلدها، وإن كان إلى مكة أقل من مدة سفر، وإلى منزلها مدة سفر مضت إلى مكة؛ لأنها لا تحتاج إلى المحرم في أقل من مدة السفر، وإن كان من الجانبين أقل من مدة السفر فهي بالخيار إن شاء ت مضت، وإن شاء ت رجعت إلى منزلها فإن كان من الجانبين مدة سفر فإن كانت في المصر، فليس لها أن تخرج حتى تنقضي عدتها في قول أبي حنيفة، وإن وجدت محرما، وعند أبي يوسف، ومحمد لها أن تخرج إذا وجدت محرما، وليس لها أن تخرج بلا محرم بلا خلاف، وإن كان ذلك في المفازة أو في بعض القرى بحيث لا تأمن على نفسها ومالها، فلها أن تمضي فتدخل موضع الأمن ثم لا تخرج منه في قول أبي حنيفة سواء وجدت محرما أو لا، وعندهما :تخرج إذا وجدت محرما، وهذه من مسائل (كتاب الطلاق) ونذكرها بدلائلها في فصول العدة إن شاء الله تعالى(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۲۴، كتاب الحج، فصل شرائط فرضية الحج)

یہ تفصیل تو حنفیہ کے نزدیک تھی، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اگر حج کرنے کے لئے اپنے شہر سے نکلنے اور سفر شروع ہونے کے بعد عورت پر عدت واجب ہوئی، اور اس نے احرام نہیں باندھا، تو اس کو لوٹ کر آنے کا بھی اختیار ہے، اور سفر جاری رکھنے کا بھی اختیار ہے، کیونکہ سفر شروع ہونے کے بعد بعض اوقات واپسی میں عظیم مشقت پیش آتی ہے۔ [1]

---

[1] بالخصوص آج کے دور میں قانونی تقاضوں کو نظر انداز کر کے واپسی مشکل ہو جاتی ہے، بلکہ بعض اوقات ناممکن سی ہو جاتی ہے، اور خلاف ورزی پر حبس وقتل وغیرہ کے خطرات لاحق ہوتے ہیں۔

آج کل حج کی درخواستیں اور حج کے اخراجات سفر شروع ہونے سے پہلے سرکاری طور پر حاصل کر لئے جاتے ہیں، اور با آسانی واپس نہیں ملتے، اور اگر ملتے ہیں، تو غیر معمولی رقم کی کٹوتی کر لی جاتی ہے، اب اگر کوئی عورت سفر کے اخراجات جمع کرا چکی ہے، پھر اس پر عدت واجب ہو جائے، تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا کیا حکم ہے؟ اس کی تصریح نہیں ملی، لیکن شافعیہ کی اس مسئلہ کی تعلیل سے اس حالت میں سفر کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

ولو خرجت من منزله ففارقت المصر أو لم تفارقه إلا أنها قد فارقت منزله بإذنه للخروج إلى الحج ثم مات عنها أو طلقها كان لها أن تمضى فى وجهها وتقيم فيه مقام الحاج ولا تزيد فيه وتعود مع الحاج فتكمل بقية عدتها فى منزله إلا أن يكون أذن لها فى هذا أن تقيم بمكة أو فى بلد غيرها إذا قضت الحج فتكون هذه كالنقلة وتقيم فى ذلك البلد(كتاب الام للشافعى، ج۵ ص ۲۴۴، ابواب متفرقة فى النكاح والطلاق وغيرهم)

وإن خرجت فمات زوجها فى الطريق رجعت ان كانت لم تفارق البنيان، فإن فارقت البنيان فلها الخيار بين الرجوع والتمام لانها صارت فى موضع أذن لها فيه وهو السفر، فأشبه ما لو كانت قد بعدت.

وقال أحمد وأصحابه :يجب عليها أن ترجع ان كانت قريبة لانها فى حكم الاقامة وان تباعدت مضت(المجموع شرح المهذب، ج۱۸ ص ۱۷۲، كتاب العدد،اب مقام المعتدة والمكان الذى تعتد فيه)

وقال الشافعية.........وإن أذن الزوج لزوجته فى سفر حج، أو عمرة، أو تجارة، أو استحلال مظلمة، أو نحو ذلك كسفر لحاجتها، ثم وجبت عليها العدة، فإن كانت لم تفارق عمران البلد فإنه يجب عليها الرجوع فى الأصح؛ لأنها لم تشرع فى السفر.

وإن فارقت عمران البلد ووجبت العدة فى أثناء الطريق فلها الرجوع ولها المضى فى السفر؛ لأن فى قطعها عن السفر مشقة، لا سيما إذا بعدت عن البلد، أو خافت الانقطاع عن الرفقة، والأفضل الرجوع .وإذا اختارت المضى ومضت لمقصدها أو بلغته فإنها ترجع بعد قضاء حاجتها دون تقيد بمدة السفر وهى ثلاثة أيام .ويجب الرجوع بعد قضاء الحاجة لتعتد ما بقى من العدة فى مسكنها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۲ ص ۱۴۲، مادة"رجوع"رجوع المعتدة إلى منزل العدة)

اور اگر عورت کے حج کا احرام باندھنے کے بعد اس پر عدت واجب ہوئی، تو شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ حکم ہے کہ حج میں اگر اتنا وقت ہو (اور اس کے لئے ممکن بھی ہو) کہ وہ وہاں عدت پوری کر کے حج کر سکتی ہے، تو اسے چاہئے کہ پہلے وہیں ٹھہر کر عدت پوری کرے، اور عدت پوری کر کے حج کے لئے نکلے، لیکن اگر وقت اتنا تنگ ہو کہ عدت گزارنے کی صورت میں اس کا حج فوت ہو جائے گا (خواہ وقت تنگ ہونے کی وجہ سے یا قانونی تقاضوں کی وجہ سے) تو اس کو نہ صرف یہ کہ حج کرنا جائز ہے، بلکہ اس پر حج کرنا واجب ہے، کیونکہ ایک طرف تو اس پر عدت واجب ہے، اور دوسری طرف احرام باندھنے کی وجہ سے حج بھی واجب ہو چکا ہے، اور دونوں کا وقت تنگ ہے، اس لئے اس چیز کو ترجیح ہوگی، جو پہلے واجب ہوا ہے، اور وہ حج ہے، جو کہ عدت شروع ہونے سے پہلے احرام کی وجہ سے واجب ہو چکا ہے، اور حج کی تاکید بہت زیادہ ہے، کیونکہ وہ اسلام کا اہم رکن ہے، جبکہ عدت کا یہ درجہ نہیں ہے، اور حج کے بعد میں ادا کرنے کا مکلّف کرنے میں حرجِ عظیم پایا جاتا ہے، کیونکہ دوبارہ بآسانی حج کرنے کے انتظامات میں غیر معمولی مشکلات پائی جاتی ہیں۔ [1] 14

---

[1] (فصل)إذا أحرمت بالحج ثم وجبت عليها العدة، فان لم يخش فوات الحج إذا قعدت للعدة لزمها أن تقعد للعدة ثم تحج، لانه يمكن الجمع بين الحقين فلم يجزإسقاط أحدهما بالآخر فإن خشيت فوات الحج وجب عليها المضى فى الحج لانهما استويا فى الوجوب وتضيق الوقت والحج أسبق فقدم(المجموع شرح المهذب،جز،١٨،ص ١٧٠،كتاب العدد،اب مقام المعتدة والمكان الذى تعتد فيه)

وان مات زوجها بعد احرامها بحج الفرض أو بحج أذن لها فيزوجها نظرت -فإن كان وقت الحج متسعا لا تخاف فوته ولا فوت الرفقة لزمها الاعتداد فى منزلها، لانه أمكن الجمع بين الحقين فلم يجز اسقاط أحدهما.

وان خشيت فوات الحج لزمها المضى فيه.وبهذا قال أحمد.

وقال أبو حنيفة يلزمها المقام وان فاتها الحج لانها معتدة فلم يجز لها أن تنشىء سفرا كما لو أحرمت بعد وجوب العدة عليها.دليلنا أنهما عبادتان استويا فى الوجوب وضيق الوقت فوجب تقديم الاسبق منهما، كما لو كانت العدة أسبق، ولان الحج آكد لانه أحد أركان الاسلام والمشقة بتفويته تعظم، فوجب تقديمه كما لو مات زوجها بعد أن بعد سفرها إليه(المجموع شرح المهذب،ج١٨،ص ١٧٣،كتاب العدد،اب مقام المعتدة والمكان الذى تعتد فيه)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور یہ بات ظاہر ہے کہ آج کل باہر کے ممالک سے حج کا سفر کرنے والوں کے لئے قانونی تقاضوں کی وجہ سے درمیان میں کسی بھی جگہ ٹھہرنا یا واپس آنا اختیار میں نہیں ہوتا، اور دوبارہ حج کا سفر کرنا اور اس کے اخراجات برداشت کرنا بھی آسان نہیں ہوتا، ایسی صورت میں اگر کوئی عورت حج کا سفر شروع کرچکی ہو، یا حج کا احرام باندھ چکی ہو، اور پھر اس پر عدت واجب ہوجائے، تو ہمارے نزدیک حنابلہ وشافعیہ اور بالخصوص شافعیہ کے قول کے مطابق عمل کر لینا درست ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۱۴)......شرائط کا زمانۂ حج میں پایا جانا (حج فرض ہونے کے وقت کے احکام)

حج فرض ہونے کے لئے مخصوص وقت کا ہونا بھی ضروری ہے۔

جو شرائط حج کے فرض ہونے کی ہیں، مثلاً مالدار ہونا وغیرہ، اُن کے کسی بھی وقت پائے جانے سے حج فرض نہیں ہوتا، بلکہ اُن شرائط کا مخصوص وقت میں پایا جانا ضروری ہے۔

لہٰذا مخصوص وقت میں حج کی استطاعت کا ہونا بھی حج فرض ہونے کی شرائط میں داخل ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

فأما إذا أحرمت بالحج غير معتدة ، ثم طرأت عليها العدة فى الإحرام بوفاة زوج أو طلاق ، فعليها المضى فى إحرامها ، ولا تكون العدة مانعة لها لتقدم الإحرام عليها (الحاوى فى فقه الشافعى - للماوردى، ج۴ص ۳۶۴، كتاب الحج، باب حصر العبد المحرم)

وإن مات زوجها بعد إحرامها بحج الفرض، أو بحج أذن لها زوجها فيه، نظرت؛ فإن كان وقت الحج متسعا، لا تخاف فوته، ولا فوت الرفقة، لزمها الاعتداد فى منزلها؛ لأنه أمكن الجمع بين الحقين، فلم يجز إسقاط أحدهما، وإن خشيت فوات الحج، لزمها المضى فيه .وبهذا قال الشافعى.

وقال أبو حنيفة :يلزمها المقام وإن فاتها الحج؛ لأنها معتدة، فلم يجز لها أن تنشىء سفرا، كما لو أحرمت بعد وجوب العدة عليها .ولنا، أنهما عبادتان استويا فى الوجوب، وضيق الوقت، فوجب تقديم الأسبق منهما، كما لو كانت العدة أسبق؛ ولأن الحج آكد؛ لأنه أحد أركان الإسلام، والمشقة بتفويته تعظم، فوجب تقديمه كما لو مات زوجها بعد أن بعد سفرها إليه(المغنى لابنِ قدامة، ج۸ص ۱۶۸ ، كتاب الحج)

اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمَاتٌ (سورة البقرة، رقم الآية ۱۹۷)

ترجمہ: حج کے چند مہینے ہیں جو (مشہور و) معلوم ہیں (سورہ بقرہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ سے روایت ہے کہ:

أَشْهُرُ الْحَجِّ: شَوَّالٌ، وَذُو الْقَعْدَةِ، وَعَشْرٌ مِّنْ ذِي الْحَجَّةِ (بخاری) [1]

ترجمہ: حج کے مہینے یہ ہیں: شوال اور ذوالقعدہ اور ذی الحجہ کے دس دن (بخاری)

نو دس ذی الحجہ کی درمیانی شب کے آخر (یعنی صبح صادق یا طلوعِ فجر) تک چونکہ حج کے سب سے بڑے فریضے وقوفِ عرفہ کا وقت ہوتا ہے، اس لئے ذی الحجہ کی دس تاریخ تک حج کا وقت ہوتا ہے۔

پس حج کے فرض ہونے کی شرائط جب حج کے مہینے شروع ہونے کے بعد پائی جائیں، اور وہ شخص اس عرصہ میں جا کر حج کرنے پر قادر ہو، تو اس پر حج فرض ہوگا۔

البتہ جو شخص مکہ مکرمہ سے دُور اور فاصلے پر ہو، یا کسی دوسرے ملک میں ہو، اُس کے لئے اُس وقت کا اعتبار کیا جائے گا، جب وہاں سے عادتاً سفر کر کے حج کے مناسک ادا کرنا ممکن ہو۔

اس تمہید کے بعد اس شرط سے متعلق اہم مسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ا...... حج فرض ہونے کے لئے، حج فرض ہونے کی شرائط کا مخصوص وقت میں پایا جانا ضروری ہے، کہ اس وقت میں اس کو حج کا سفر ممکن ہو۔

اگر کسی میں حج کے فرض ہونے کی شرائط کسی دوسرے وقت میں تو پائی گئیں، مگر حج کے وقت میں نہیں پائی گئیں، مثلاً کسی دوسرے وقت میں مالدار ہوا، لیکن حج کے وقت میں وہ مال موجود نہ رہا، بلکہ پہلے ہی خرچ ہو گیا، تو اس پر حج فرض نہیں ہوگا، جیسا کہ نماز کے وقت کا معاملہ ہے

---

[1] ج۲ص ۱۴۱، كتاب الحج، باب قول الله تعالى الحج أشهر معلومات، دار طوق النجاة، بيروت، واللفظ لهٔ، مستدرك حاكم، رقم الحديث ۳۰۹۲، سنن دارقطني، رقم الحديث ۲۴۵۲.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرط البخاري ومسلم.

کہ نماز وقت سے پہلے فرض وواجب نہیں ہوا کرتی۔ ؎

؎ إمكان السير أن تكمل شرائط الحج فى المكلف والوقت متسع يمكنه الذهاب للحج.
وهذا شرط لأصل الوجوب عند الحنفية والمالكية والشافعية، وشرط للأداء عند الحنابلة.
وعبر الحنفية عن هذا الشرط بالوقت. وجعله بعضهم شرطا مفردا من شرائط وجوب الحج.
وفسروا هذا الشرط بأنه أشهر الحج، أو وقت خروج أهل بلده إن كانوا يخرجون قبلها، فلا يجب الحج إلا على القادر فيها، أو فى وقت خروجهم. وفسر غيرهم إمكان السير بوقت الخروج للحج
واستدل الجمهور على أن إمكان السير شرط لوجوب الحج بالآتى:
أ -أن إمكان السير من لواحق الاستطاعة وهى شرط لوجوب الحج
ب -أن ذلك بمنزلة دخول وقت الوجوب، كدخول وقت الصلاة، فإنها لا تجب قبل وقتها، إلا أن ذلك يختلف باختلاف البلدان، فيعتبر وقت الوجوب فى حق كل شخص عند خروج أهل بلده، فالتقييد بأشهر الحج فى الآية إنما هو بالنسبة إلى أهل أم القرى ومن حولها، وللإشعار بأن الأفضل أن لا يقع الإحرام فيما قبلها على مقتضى قواعد الحنفية من أن الإحرام شرط، خلافا للشافعية من أنه لا يجوز الإحرام قبل الأشهر لكونه ركنا.
واستدل الحنابلة على أن إمكان السير شرط للزوم أداء الحج بنفسه بأنه يتعذر الأداء دون القضاء، كالمرض المرجو برؤه، وعدم الزاد والراحلة يتعذر معه الجميع (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص٣٤وص٣٥، مادة"حج"الخصلة الرابعة :إمكان السير)
(قوله :والوقت) قال الرملى سيذكره أيضا فى شرائط الصحة ولا شك أن من لم يدرك وقت الحج لم يجب عليه وأنه لا يصح إلا فى وقته المخصوص فكان شرطا للوجوب وشرطا للصحة تأمل اهـ.
وفى لباب المناسك السابع الوقت وهو أشهر الحج أو وقت خروج أهل بلده إن كانوا يخرجون قبلها فلا يجب إلا على القادر فيها أو فى وقت خروجهم فإن ملكه أى المال قبل الوقت فله صرفه حيث شاء ولا حج عليه وإن ملكه فيه فليس له صرفه إلى غير الحج فلو صرفه لم يسقط الوجوب عنه ولو أسلم كافر وبلغ صبى أو أفاق مجنون أو عتق عبد قبل الوقت فخافوا الموت وهم موسرون قيل ليس عليهم الإيصاء بالحج وقيل يجب فإن أوصوا به فعلى الأول لا يصح وصح على الثانى والخلاف مبنى على أن الوقت شرط الوجوب أو الأداء قولان اهـ.
قال شارحه منلا على هما روايتان عن أبى حنيفة وأبى يوسف وزفر ورجح ابن الهمام القول بأنه شرط الوجوب ونسب صاحب المجمع صحة الإيصاء إلى الإمام وصاحبه وخلافها إلى زفر معللا بأنهم كانوا أهل الوجوب وقت الوصية فيصح إيصاؤهم بأن يحج عنهم فى وقته لعجزهم عنه ويؤيده ما فى الخانية لو بلغ الصبى فحضره الوفاة وأوصى بأن يحج عنه حجة الإسلام جازت وصيته عندنا ويحج فجعل المذهب الجواز وهو لا ينافى جعل الوقت من شرائط الوجوب على المشهور المرجح خلاف ما فهم المصنف ويبنى عليه صحة الإيصاء وعدمها اهـ.
قلت فعلى هذا فثمرة الخلاف فى أن الوقت شرط للوجوب أو للأداء لا تظهر فى صحة الوصية وعدمها وإنما تظهر فى وجوب الإيصاء أو الإحجاج عنه وعدم ذلك فلا يجب على المشهور ويجب على خلافه، تأمل(منحة الخالق على البحر الرائق، ج٢، ص ٣٣١، كتاب الحج)

مسئلہ نمبر۲...... جو شخص جس علاقہ میں رہائش پذیر ہو، اُس علاقہ سے جب لوگ حج کے لئے جاتے ہوں یا حکومت کی طرف سے حج کی درخواستیں وصول کی جاتی ہوں (خواہ حج کے مہینوں میں، یا اس سے پہلے) اُس وقت حج فرض ہونے کی شرائط پائی جانے کا اعتبار ہوگا، اور یہی زمانہ حج فرض ہونے کا زمانہ کہلائے گا۔ [1]

---

[1] والوقت أى القدرة فى أشهر الحج أو فى وقت خروج أهل بلده على ما يأتى(ردالمحتار، ج۲، ص۴۵۸، كتاب الحج)

(قوله وقت) ظرف متعلق بمحذوف خبر العبرة أى ثابتة وقت خروج أهل بلدها، ولو قبل أشهر الحج لبعد المسافة ط (قوله وكذا سائر الشرائط) أى يعتبر وجودها فى ذلك الوقت.

(تتمة)ذكر صاحب اللباب فى منسكه الكبير أن من الشرائط إمكان السير وهو أن يبقى وقت يمكنه الذهاب فيه إلى الحج على السير المعتاد فإن احتاج إلى أن يقطع كل يوم أو فى بعض الأيام أكثر من مرحلة لا يجب الحج اهـ.وذكر شارح اللباب أن منها أن يتمكن من أداء المكتوبات فى أوقاتها قال الكرمانى :لأنه لا يليق بالحكمة إيجاب فرض على وجه يفوت به فرض آخر اهـ وتمامه هناك(رد المحتار، ج۲،ص،۴۶۵،۴۶۶،كتاب الحج)

وقد قدمنا أن من الشرائط الوقت أعنى أن يكون مالكا لما ذكر فى أشهر الحج حتى لو ملك ما به الاستطاعة قبلها كان فى سعة من صرفها إلى غيره وأفاد هذا قيدا فى صيرورته دينا افتقر هو أن يكون مالكا فى أشهر الحج فلم يحج والأولى أن يقال إذا كان قادرا وقت خروج أهل بلده إن كانوا يخرجون قبل أشهر الحج لبعد المسافة أو كان قادرا فى أشهر الحج إن كانوا يخرجون فيها ولم يحج حتى افتقر تقرر دينا وإن ملك فى غيرها وصرفها إلى غيره لا شىء عليه كذا فى فتح القدير (البحرالرائق، ج۲، ص۳۳۸، كتاب الحج، واجبات الحج)

ثم هذه الشرائط التى ذكرنا إنما تعتبر عند خروج أهل بلدة إلى الحج لأن ذلك وقت الوجوب فى حقه حتى إنه إذا كان عنده دراهم قبل خروج أهل بلده واشترى بها المسكن والخادم وأثاث البيت ونحو ذلك،فعند خروج أهل بلده لا يجب عليه أن يبيع ذلك ولا يجب الحج عليه،فأما إذا كان له دراهم وقت الخروج مقدار الزاد والراحلة ولم يكن له مسكن ولا خدام ولا زوجة فأراد أن يصرفها إلى هذه الأشياء فإنه يأثم ويجب عليه الحج ويلزمه الخروج معهم(تحفة الفقهاء للسمرقندى، ج۱ ص۳۸۹، ۳۹۰، كتاب المناسك)

ثم ما ذكرنا من الشرائط لوجوب الحج من الزاد، والراحلة، وغير ذلك يعتبر، وجودها، وقت خروج أهل بلده حتى لو ملك الزاد، والراحلة فى أول السنة قبل أشهر الحج، وقبل أن يخرج أهل بلده إلى مكة فهو فى سعة من صرف ذلك إلى حيث أحب؛ لأنه لا يلزمه التأهب للحج قبل خروج أهل بلده؛ لأنه لم يجب عليه الحج قبله، ومن لا حج عليه لا يلزمه التأهب للحج فكان بسبيل من التصرف فى ماله كيف شاء ، وإذا صرف ماله ثم خرج أهل بلده لا يجب عليه الحج فأما إذا جاء ،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳...... اگر حج پر جانے یا حکومت کی طرف سے حج پر جانے کی درخواستیں وصول کئے جانے کا وقت تو شروع ہوگیا، مگر ختم نہیں ہوا، اور اس وقت کسی پر حج فرض ہوا، مثلاً کسی کے پاس اتنا مال آ گیا، جو حج کے مصارف کے لئے کافی ہے، تو قواعد سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر حج فرض ہو جائے گا، اور اگر اس کے برعکس کسی پر وقت شروع ہوتے وقت تو حج فرض تھا، مثلاً حج کے مصارف کے لئے مال تھا، لیکن وقت ختم ہونے سے پہلے وہ صاحبِ استطاعت نہ رہا، مثلاً اس کا مال جاتا رہا، یا خرچ ہوگیا، تو قواعد کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر حج فرض نہ ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کسی شخص پر حج فرض ہو جائے لیکن اس کے والدین فرض حج کی اجازت نہ دیں تب بھی حج پر جانا ضروری ہے، فرض حج کی ادائیگی کے لئے والدین کی اجازت ضروری نہیں۔

البتہ نفلی حج والدین کی اجازت کے بغیر نہیں کرنا چاہئے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقت الخروج، والمال في يده فليس له أن يصرفه إلى غيره على قول من يقول بالوجوب على الفور؛ لأنه إذا جاء وقت خروج أهل بلده فقد وجب عليه الحج لوجود الاستطاعة فيلزمه التأهب للحج، فلا يجوز له صرفه إلى غيره كالمسافر إذا كان معه ماء للطهارة.

وقد قرب الوقت لا يجوز له استهلاكه في غير الطهارة، فإن صرفه إلى غير الحج أثم، وعليه الحج، والله تعالى أعلم(بدائع الصنائع ، ج۲ ص ۱۲۵ ، كتاب الحج،فصل شرائط فرضية الحج)

وهذا كله إذا وُجد الشرط عند تأهبِ أهل بلده، إذ به يصير قادراً على الحج، فلو ملك مالاً قبله وأنفقه حيث شاء ، جاز ولا يجب عليه الحج، لأنه لا يلزمه التأهب في الحال (شرح النقاية، ج۲ ص ۲۴۸ ، كتاب الحج)

[1] فقہائے کرام سے صراحتاً اس مسئلہ کا ذکر نہ مل سکا، لیکن عبادات میں جہاں کہیں فقہائے کرام نے وقت کو شرطِ وجوب قرار دیا ہے، وہاں اسی قاعدہ کا اعتبار فرمایا ہے، مثلاً نماز، روزہ، قربانی کے اوقات وغیرہ۔

أ -أن إمكان السير من لواحق الاستطاعة وهي شرط لوجوب الحج

ب -أن ذلك بمنزلة دخول وقت الوجوب، كدخول وقت الصلاة، فإنها لا تجب قبل وقتها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷ ، ص ۳۵ ،مادة"حج"الخصلة الرابعة :إمكان السير)

[2] في شرح السنة :هذا في جهاد التطوع لا يخرج إلا بإذن الوالدين إذا كانا مسلمين، فإن كان الجهاد فرضا متعينا فلا حاجة إلى إذنهما وإن منعاه عصاهما وخرج، وإن كانا كافرين فيخرج بدون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۵...... جس شخص میں حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، اور وہ حج نہ کرے، اور پھر اُن میں سے کوئی شرط جاتی رہے، تو تب بھی اس پر حج فرض رہتا ہے۔

مثلاً ایک شخص کے پاس اتنا مال موجود تھا کہ اس پر حج فرض ہوگیا تھا، لیکن اس نے حج نہیں کیا اور پھر یہ شخص غریب ہوگیا تو اس کے ذمہ حج باقی رہے گا، اور اس کو کسی بھی جائز طریقے سے حج کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہوگا، یا حجِ بدل کرانا ضروری ہوگا، اور حجِ بدل کا بیان آگے آتا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

إذنهما فرضا كان الجهاد، أو تطوعا، وكذلك لا يخرج إلى شيء من التطوعات كالحج والعمرة والزيارة، ولا يصوم التطوع إذا كره الوالدان المسلمان، أو أحدهما إلا بإذنهما قال ابن الهمام :لأن طاعة كل منهما فرض عليه، والجهاد لم يتعين عليه(مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ٢٤٧٢، كتاب الجهاد)

(قوله حج الفرض أولى من طاعة الوالدين) لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق سبحانه وتعالى لكن هذا إذا لم يضيعا بسفره لما قدمه أول الحج أنه يكره بلا إذن ممن يجب استئذانه أي كأحد الأبوين المحتاج إلى خدمته، وقدمنا أن الأجداد والجدات كالأبوين عند فقدهما (قوله بخلاف النفل) أي فإن طاعتهما أولى منه مطلقا كما قدمناه عن البحر عن الملتقط(رد المحتار على الدر المختار، ج٢ ص ٦٢١، كتاب الحج)

ويكره الخروج إلى الحج إذا كره أحد أبويه إن كان الوالد محتاجا إلى خدمة الولد وإن كان مستغنيا عن خدمته فلا بأس (الفتاوى الهندية، ج ١ ص ٢٢٠، كتاب المناسك، الباب الاول)

[۱] لو ملكه مسلما فلم يحج حتى افتقر حيث يتقرر الحج في ذمته دينا عليه كذا في فتح القدير ولو حج ثم ارتد ثم أسلم لزمه أخرى إذا استطاع كذا في السراجية(الفتاوىٰ الهندية، ج ١ ص ٢١٧، كتاب المناسك، الباب الاول)

قال في الإحياء :من استطاع الحج ولم يحج حتى أفلس فعليه الخروج إلى الحج وإن عجز للإفلاس عليه أن يكتسب قدر الزاد فإن عجز فعليه أن يسأل الزكاة والصدقة ويحج فإن لم يفعل ومات مات عاصيا اهـ .ومعلوم أن النسك باق على أصله إذ لا يتضيق إلا بوجود مسوغ ذلك فمرادهم بما ذكر استقرار الوجوب أخذا مما يأتي وحينئذ فالأوفق بكلامهم في الدين عدم وجوب سؤال الصدقة ونحوها وعدم وجوب الكسب عليه لأجله ما لم يتضيق أي بخوف العضب أو الموت اهـ .شرح م ر(فتوحات الوهاب بتوضيح شرح منهج الطلاب المعروف بحاشية الجمل على شرح المنهج، ج٢ ص ٣٧٩، كتاب الحج)

حج فرض ہونے کی شرائط کا خلاصہ

پیچھے جو حج فرض ہونے کی شرائط بیان کی گئیں، اُن کا خلاصہ یہ نکلا کہ:

''جس مسلمان، عاقل، بالغ، آزاد غیر معذور کی ملکیت میں حج پر جانے یا حج کی درخواستیں وصول کئے جانے کے وقت اس کی اصلی اور بنیادی ضروریات سے زائد اور فاضل اتنا مال ہو کہ جس سے وہ بیت اللہ وعرفات تک آنے جانے اور وہاں کے قیام وطعام کا خرچ برداشت کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور واپسی تک اپنے اُن اہل وعیال ومتعلقین کے خرچ کا انتظام بھی کر سکے جن کا نان ونفقہ اس کے ذمہ واجب ہے اور راستہ بھی مامون (امن والا) ہو اور حکومت وغیرہ کی طرف سے کوئی رُکاوٹ نہ ہو، تو ایسے ہر مسلمان پر زندگی میں ایک مرتبہ حج فرض ہے''

عورت کے لئے چونکہ بغیر محرم کے اور عدت میں سفر کرنا شرعاً جائز نہیں اس لئے وہ حج ادا کرنے پر اس وقت قادر سمجھی جائے گی جبکہ اس کے ساتھ شوہر یا کوئی شرعی محرم حج کرنے والا ہو، خواہ محرم اپنے خرچ سے حج کر رہا ہو یا یہ عورت اس کے سفر کا خرچ بھی برداشت کرے، اور وہ عورت عدت میں بھی نہ ہو۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

حج صحیح ہونے کی شرائط

پھر جب کوئی حج کرے، تو اُس کا حج صحیح ہونے کے لئے بھی کچھ شرائط کا پایا جانا ضروری ہے، جن کو مشائخ احناف نے شرائطِ صحتِ اداء سے تعبیر فرمایا ہے۔

ان شرائط کا مطلب یہ ہے کہ جب تک یہ شرائط نہ پائی جائیں، اگر چہ شرائطِ وجوب پائی جائیں، تو حج کی ادائیگی صحیح ودرست نہیں کہلاتی۔

ملحوظ رہے کہ ان شرائط میں سے بعض شرائطِ وجوب میں بھی داخل ہیں، مشائخِ احناف نے حج کے صحیح ہونے کی جو شرائط بیان فرمائی ہیں، اُن کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(۱)...... اسلام (یعنی اسلام کی حالت میں حج کرنا، اگر کسی غیر مسلم نے حج کیا، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۲)...... احرام (یعنی حج احرام کے ساتھ کرنا، اگر کسی نے احرام کے بغیر حج کیا، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۳)...... زمان (یعنی حج کے ارکان ومناسک مخصوص زمانے میں ادا کرنا، اگر کسی نے حج کے زمانے کے علاوہ کسی اور وقت میں وقوفِ عرفہ وغیرہ کیا، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۴)...... مکان (یعنی حج کے ارکان ومناسک اُن کے مخصوص ومقررہ مقامات پر ادا کرنا، اگر کسی نے حج کے مناسک ادا کیے جانے والی جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ میں طواف، سعی اور وقوف وغیرہ کیا، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۵)...... تمیز (یعنی حج کرنے والے کو اپنے عمل کا شعور ہو، تا کہ اس کی طرف سے حج کی نیت معتبر ہوجائے، اگر کسی بے شعور شخص نے خود سے حج کیا تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۶)...... عقل (یعنی حج کرنے والا صاحبِ عقل ہو، پاگل ومجنون نہ ہو، اگر کسی مجنون وپاگل نے حج کیا، تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۷)...... صاحبِ قدرت کا خود حج کے مناسک ادا کرنا (یعنی جب تک قدرت ہو، خود حج کے ارکان ومناسک ادا کرے، صاحبِ قدرت شخص اگر کسی دوسرے کو نائب بنا کر اپنا حج یا حج کے مناسک ادا کرائے گا تو اس کا حج صحیح نہیں ہوگا)

(۸)...... جماع وصحبت نہ کرنا (یعنی وقوفِ عرفہ جو کہ حج کا رُکنِ اعظم ہے، اُس سے پہلے حج کے احرام میں جماع وصحبت نہ کرے، ورنہ حج صحیح نہیں ہوگا)

(۹)...... اسی سال کے احرام میں حج کرنا (یعنی حج کے جس سال میں حج کا احرام باندھا ہے، اسی سال حج کرے، ورنہ حج صحیح نہیں ہوگا) [۱]

مذکورہ شرائط صرف مشائخِ احناف کی تصریح کے مطابق ذکر کی گئی ہیں، دیگر فقہائے کرام کا ان میں سے بعض شرائط میں اختلاف ہے، جس کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[۱] النوع الثالث :شرائط صحة الأداء وهي تسعة :الإسلام والإحرام، والزمان، والمكان، والتمييز، والعقل ومباشرة الأفعال إلا بعذر وعدم الجماع والأداء من عام الإحرام(ردالمحتار، ج ۲، ص ۴۵۸، كتاب الحج)

حج کے فرض واقع ہونے کی شرائط

مشائخِ احناف نے حج کے بطورِ فرض ادا ہونے کی بھی کچھ شرائط بیان فرمائی ہیں، جن کو انہوں نے شرائطِ وقوعِ حج عن الفرض سے تعبیر فرمایا ہے کہ ان شرائط کے پائے جانے سے ادا شدہ حج، فرض حج کی ادائیگی میں شمار کیا جاتا ہے، ورنہ وہ حج فرض کی ادائیگی میں شمار نہیں کیا جاتا۔

ان میں سے بعض شرائط چونکہ وجوبِ حج کی بھی شرائط ہیں، جن پر کلام پہلے گزر چکا ہے، اس لئے یہاں ان کی تفصیل ذکر نہیں کی جائے گی۔

مشائخِ احناف نے حج کے بطورِ فرض واقع ہونے کی جو شرائط بیان فرمائی ہیں، اُن کا خلاصہ درجِ ذیل ہے:

(۱)...... اسلام (یعنی اگر کسی نے اسلام لانے سے پہلے حج کیا، تو اس سے اس کے حج کا فرض ادا نہیں ہوگا، اور مسلمان ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا)

(۲)...... اسلام پر باقی رہنا (یعنی حج کرنے کے بعد مَرتے دَم تک اسلام پر قائم رہے، اگر خدانخواستہ کوئی حج کرنے کے بعد دائرۂ اسلام سے خارج ومرتد ہوجائے، تو اس کے حج کا فریضہ کالعدم ہوجاتا ہے)

(۳)...... عقل (یعنی اگر کسی نے جنون وپاگل پنے کی حالت میں حج کیا، تو اس سے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور صحت مند ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے پر دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا)

(۴)...... آزاد ہونا (یعنی اگر کسی غلام وباندی نے آزاد ہونے سے پہلے حج کیا، تو اس کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور آزاد ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے کی صورت میں اس پر دوبارہ حج فرض ہوگا)

(۵)...... بلوغ (یعنی اگر کسی نے نابالغ ہونے کی حالت میں حج کیا، تو اس سے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور بالغ ہونے کے بعد صاحبِ استطاعت ہونے پر اس کو دوبارہ حج کرنا فرض ہوگا)

(۶)...... اگر قدرت ہو تو خود حج ادا کرنا (یعنی اگر صحیح وتندرست ہے، اور کوئی شرعی رُکاوٹ نہیں تو خود جا کر حج ادا کرے، ایسی صورت میں کسی اور کا اس کی طرف سے حج کرنا فرض حج نہیں بنے گا، بلکہ نفل حج بنے گا)

(۷)...... حج کو فاسد نہ کرنا (یعنی کوئی ایسا عمل نہ کرنا کہ جس سے حج فاسد ہوجاتا ہے، مثلاً حج کا احرام باندھنے کے بعد وقوفِ عرفہ سے پہلے جماع نہ کرنا، ورنہ حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا)

(۸)...... نفل حج کی نیت نہ کرنا (یعنی اگر کوئی نفل حج کی نیت سے حج کرے، اور اس نے اپنا فرض حج ادا نہ کیا ہو، تو اس کے نفل کی نیت سے حج کرنے سے اس کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا)

(۹)...... دوسرے کی طرف سے حج کی نیت نہ کرنا (یعنی اگر کسی نے اپنی طرف سے حج کی نیت نہیں کی، بلکہ کسی اور کی طرف سے نیت کرکے حج کیا، تو اس سے اس حج کرنے والے کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا) [۱]

ملحوظ رہے کہ مذکورہ شرائط اجمالی درجہ میں وہ ہیں کہ جو مشائخِ احناف نے ذکر فرمائی ہیں، دیگر فقہائے کرام کا ان میں سے بعض شرائط میں اختلاف بھی ہے، جس کا یہاں ذکر نہیں کیا گیا۔

وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

---

[۱] النوع الرابع :شرائط وقوع الحج عن الفرض وهي تسعة أيضا :الإسلام، وبقاؤه إلى الموت، والعقل، والحرية والبلوغ والأداء بنفسه إن قدر، وعدم نية النفل، وعدم الإفساد، وعدم النية عن الغير (ردالمحتار، ج۲، ص۴۵۸، كتاب الحج)

فرض حج نہ کرنے اور اس میں ٹال مٹول کے بہانے

بہت سے لوگوں پر حج فرض ہو چکا ہوتا ہے، اور ان میں حج فرض ہونے کی شرائط مکمل طور پر پائی جاتی ہیں، لیکن وہ حج کرنے میں بہت غفلت اور لاپرواہی کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اس بارے میں بے شمار حیلے، بہانے اور مختلف تاویلیں پیش کر کے جان چرانے کی کوشش کرتے ہیں، اور پھر اسی حال میں حج کئے بغیر بہت سے لوگ فوت بھی ہو جاتے ہیں۔

خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جب کسی شخص میں حج فرض ہونے کی سب شرائط پائی جائیں، تو بعض فقہاء کے نزدیک اس پر فوراً اسی سال حج کرنا فرض ہو جاتا ہے جس کے بعد بغیر شرعی عذر کے تاخیر یا ٹال مٹول کرنے سے انسان گناہ گار ہوتا ہے۔

اور بعض فقہاء کے نزدیک اگرچہ فوراً اسی سال حج کرنا تو ضروری نہیں ہوتا، اور تاخیر کرنے میں گناہ نہیں ہوتا، البتہ ان کے نزدیک اسی سال حج کرنا افضل ضرور ہے، لیکن اس بات پر وہ بھی متفق ہیں کہ اگر حج فرض ہونے کے بعد تاخیر کی اور خدانخواستہ حج کرنے سے پہلے فوت ہو گیا تو پھر یہ شخص سخت گناہ گار ہوتا ہے۔

اور موت کے وقت کا کسی کو علم نہیں کہ کس وقت آ جائے، اور موت کا خطرہ ہر وقت سر پر لگا ہوا ہے، اور موت کا خطرہ نہ ہو، تو تب بھی یہ خطرہ تو ہر وقت موجود ہے کہ آئندہ اس کے پاس مال نہ رہے، یا کوئی اور عذر پیش آ جائے، اور پھر حج کی ادائیگی دشوار ہو جائے۔

لہٰذا حج فرض ہونے کے بعد جتنی جلدی ممکن ہو، حج کا فریضہ ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ [1]

---

[1] (وعنه) أي عن ابن عباس (قال: قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم- من أراد الحج فليعجل) بتشديد الجيم قال الطيبي رحمه الله أي من قدر على الحج فليغتنم الفرصة وقيل أمر استحباب اهـ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ اگر کوئی شخص حج فرض ہونے کے بعد اسی سال حج نہیں کرتا اور بلاشرعی عذر کے تاخیر کرتا ہے، لیکن بہرحال اگلے سال یا اس کے بعد حج کرلیتا ہے تو حج کا فریضہ ذمہ سے اُتر جاتا ہے، اوراس کا حج ادا ہوجاتا ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والأصح عندنا أن الحج واجب على الفور، وهو قول أبي يوسف ومالك رحمهما الله، وعن أبي حنيفة -رحمه الله- ما يدل عليه وهو ما روى ابن شجاع عنه أن الرجل يجد ما يحج به وقصد التزوج أنه يحج به، وقال محمد -رحمه الله- وهو رواية عن أبي حنيفة، وقول الشافعي أنه على التراخي إلا أن يظن فواته لو أخره لأن الحج وقته العمر نظرا إلى ظاهر الحال في بقاء الإنسان، فكان كالصلاة في وقتها يجوز تأخيره إلى آخر العمر كما يجوز تأخيرها إلى آخر وقتها، إلا أن جواز تأخيره مشروط عند محمد بأن لا يفوت يعني لو مات ولم يحج أثم، ولأبي يوسف أن الحج في وقت معين من السنة والموت فيها ليس بنادر، فيضيق عليه للاحتياط لا لانقطاع التوسع بالكلية، فلو حج في العام الثاني كان مؤديا باتفاقهما، ولو مات قبل العام الثاني كان آثما باتفاقهما، وثمرة الخلاف بينهما إنما تظهر في حق تفسيق المؤخر ورد شهادته عند من يقول بالفور وعدم ذلك عند من يقول بالتراخي، كذا حققه الشمني(مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۷۴۹، كتاب المناسك)

وأما كيفية وجوبه، فنقول: ذكر الحسن الكرخي رحمه الله أنه يجب على الفور ولا يجوز التأخير عن أول أوقات الإمكان، وهذا قول أبي يوسف روى عنه بشر والمعلى، قال شيخ الإسلام رحمه الله: وهو قول أبي حنيفة رحمه الله في أصح الروايتين.

وقال محمد: يجب على التراخي، وهو قول الشافعي.

محمد احتج بتأخير رسول الله عليه السلام الحج من غير عذر، بيانه: فيما روى أن فرضية الحج نزلت في سنة ثلاث من الهجرة ورسول الله حج سنة عشر، وما كان به عذر. وأبو يوسف يحمل ذلك على العذر التأخير بعذر جائز(المحيط البرهاني في الفقه النعماني، ج۲ ص ۴۲۰، كتاب المناسك، الفصل الثاني في بيان ركن الحج وكيفية وجوبه)

ويجب على الفور. قال -عليه الصلاة والسلام-: من ملك زادا يبلغه إلى بيت الله تعالى ولم يحج فلا عليه أن يموت يهوديا أو نصرانيا. وعن أبي حنيفة ما يدل عليه، فإنه قال: من كان عنده ما يحج به ويريد التزوج يبدأ بالحج، ولأن الموت في السنة غير نادر، بخلاف وقت الصلاة فإن الموت فيه نادر، ولهذا كان التعجيل أفضل إجماعا(الاختيار لتعليل المختار، ج۱ ص ۱۳۹، كتاب الحج)

[۱] واختلف في وجوبه على الفور، والتراخي، ذكر الكرخي: أنه على الفور حتى يأثم بالتأخير عن أول أوقات الامكان، وهي السنة الاولىٰ عند استجماع شرائط الوجوب، وذكر أبو سهل الزجاجيُ الخلاف في المسألة بين أبي يوسف، ومحمد فقال في قول أبي يوسف: يجب على الفور، وفي قول محمد: على التراخي، وهو قول الشافعي. وروى عن أبي حنيفة مثلُ قول أبي يوسف، وروى عنه مثل قول محمد.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ:مَنْ أَرَادَ الْحَجَّ فَلْيَتَعَجَّلْ (سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۱۷۳۲، كتاب المناسك، باب التجارة فی الحج)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کا ارادہ کرے، تو اس کو جلدی کرنی چاہیئے (ابوداؤد)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجه قول محمد: أن الله تعالىٰ فرض الحج فی وقت مطلقاً؛ لأن قوله تعالىٰ "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا" مطلق عن الوقت ثم بين، وقت الحج بقوله (عزوجل) "اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ مَّعْلُوْمٰتٌ "أی: وقت الحج أشهر معلومات فصار المفروض هو الحج فی أشهر الحج مطلقاً من العمر فتقييده بالفور تقييد المطلق، ولا يجوز الا بدليل. وروى أن فتح مكة كان لسنة ثمان من الهجرة، وحج رسول الله صلى الله عليه وسلم فی سنة العشر، ولو كان وجوبه على الفور لما احتمل التأخير منه، والدليل عليه: أنه لو أدى فی السنة الثانية أو الثالثة يكون مؤديا لا قاضيا، ولو كان، واجباً على الفور. وقد فات الفور فقد فات وقته فينبغی أن يكون قاضيا لامؤديا كما لو فاتت صلاة الظهر عن وقتها، وصوم رمضان عن وقته.

ولهما :أن الأمر بالحج فی وقته مطلق يحتمل الفور، ويحتمل التراخی، والحمل على الفور أحوط؛ لأنه اذا حمل عليه يأتی بالفعل على الفور ظاهراً وغالباً خوفاً من الاثم بالتأخير،فان اريد به الفور فقد اتى بما امر به فامن الضرر، وان اريد به التراخی لايضره الفعل على الفور بل ينفعه، لمسارعته الخير، ولوحمل على التراخی ربما لايأتی به على الفور، بل يؤخر الى السنة الثانية، والثالثة فتلحقه المضرة ان اريد به الفور، وان كان لايلحقه ان اريد به التراخی، فكان الحمل على الفور حملا على احوط الوجهين فكان اولى، وهذاقول امام الهدى الشيخ ابی منصور الماتريدی فی كل امر مطلق عن الوقت انه يحمل على الفور لكن عملا لااعتقادا على طريق التعيين ان المراد منه الفور اوالتراخی بل يعتقد ان ماارادالله تعالىٰ به من الفور، والتراخی فهو حق، وروينا عن النبی صلى الله عليه وسلم انه قال:(من ملك زادا وراحلة تبلغه الى بيت الله الحرام فلم يحج فلاعليه ان يموت يهوديا اونصرانيا) ألحق الوعيد بمن اخر الحج عن اول اوقات الامكان، لانه قال ،من ملك كذا فلم يحج، والفاء للتعقيب بلافصل ای لم يحج عقيب ملك الزاد، والراحلة بلافصل، واما طريق عامة المشايخ فان للحج وقتا معينا من السنة يفوت عن تلك السنة بفوات ذلك الوقت، فلواخره عن السنة الاولى وقد يعيش الى السنة الثانية، وقد لايعيش فكان التاخير عن السنة الاولىٰ تفويتا له للحال،لانه لايمكنه الاداء للحال الى ان يجيئ،وقت الحج من السنة الثانية،وفی ادراكه السنة الثانية شك،فلايرتفع الفوات الثابت للحال بالشك، والتفويت حرام.واما قوله:ان الوجوب فی الوقت ثبت مطلقا عن الفور فمسلم لكن المطلق يحتمل الفور، ويحتمل التراخی،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: تَعَجَّلُوْا إِلَی الْحَجِّ یَعْنِیْ: الْفَرِیْضَۃَ، فَإِنَّ أَحَدَکُمْ لَا یَدْرِیْ مَا یَعْرِضُ لَہٗ (مسند احمد، رقم الحدیث ۲۸۶۷) ؎۱

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم حج (کا فریضہ ادا) کرنے میں جلدی کرو، کیونکہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اُس کو کیا عارضہ پیش آجائے (مسند احمد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ أَرَادَ أَنْ یَحُجَّ، فَلْیَتَعَجَّلْ فَإِنَّہٗ قَدْ تَضِلُّ الضَّالَّۃُ، وَیَمْرَضُ الْمَرِیْضُ، وَتَکُوْنُ الْحَاجَۃُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۱۸۳۳) ؎۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والحمل على الفور اولىٰ لما بينا، ويجوز تقييد المطلق عند قيام الدليل، واما تاخير رسول الله صلى الله عليه وسلم الحج عن اول اوقات الامكان فقد قيل انه كان لعذر له، ولا كلام في حال العذر يدل على انه لاخلاف في ان التعجيل افضل، والرسول صلى الله عليه وسلم لايترك الافضل الا لعذر على ان المانع من التاخير هو احتمال الفوات، ولم يكن في تاخير ذالك فوات لعلمه من طريق الوحي انه يحج قبل موته قال الله تعالىٰ: لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق لتدخلن المسجد الحرام ان شاء الله امنين، والثنيا للتيمن ، والتبرك او لما ان الله تعالىٰ خاطب الجماعة. وقد علم ان بعضهم يموت قبل الدخول ،واما قوله لو ادى في السنة الثانية كان مؤديا لا قاضيا فانما كان كذالك، لان اثر الوجوب على الفور عملا في احتمال الاثم بالتاخير عن اول الوقت في الامكان لافي اخراج السنة الثانية ،والثالثة من ان يكون ، وقتا للواجب كما في باب الصلاة، وهذا ،لان وجوب التعجيل انما كان تحرزا عن الفوات اذا عاش الى السنة الثانية، والثالثة فقد زال احتمال الفوات فحصل الاداء في وقته كمافي باب الصلاة، والله اعلم (بدائع الصنائع، ج۲ ص ۱۱۹، ۱۲۰، كتاب الحج، فصل كيفية فرض الحج)

؎۱ في حاشية مسند احمد: حديث حسن.

؎۲ في حاشية مسند احمد: حديث حسن.

15 ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو حج کرنے کا ارادہ کرے، تو اُسے جلدی کرنی چاہئے، کیونکہ کبھی گُم ہونے والی چیز (مثلاً دولت اور رقم) گُم ہو جاتی ہے، اور مریض بیمار ہو جاتا ہے، اور کوئی حاجت پیش آ جاتی ہے (مسند احمد)

اگرچہ مذکورہ احادیث میں اصولی طور پر حج فرض ہو جانے کے بعد تاخیر اور ٹال مٹول کرنے کے وہ تمام حیلے بہانے آ گئے جو آج کل لوگ پیش کیا کرتے ہیں، لیکن کیونکہ عام لوگوں کے شبہات اس طرح دور نہیں ہوتے، اور مختلف لوگوں کے اپنے اپنے اور الگ الگ حیلے بہانے ہوتے ہیں، اس لئے آگے لوگوں کی طرف سے حجِ فرض میں تاخیر اور ٹال مٹول کرنے کے چند رائج حیلوں اور بہانوں پر روشنی ڈالی جا رہی ہے۔

کیا حج بڑھاپے میں کرنے کا کام ہے؟

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج بڑھاپے کی عمر میں کرنے کا کام ہے، لہٰذا جوانی میں یا جب تک عمر کا ایک بڑا حصہ نہ گزر جائے اس وقت تک حج کرنے کی ضرورت نہیں۔

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ حج کا عمر کے کسی خاص حصہ سے تعلق نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق حج فرض ہونے کی شرائط اور حج کی استطاعت سے ہے کہ جب حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، یہ فریضہ ذمہ میں لازم ہو جاتا ہے، جس طرح نماز اور روزہ وغیرہ کا معاملہ ہے کہ عاقل بالغ مسلمان پر نماز فرض ہو جاتی ہے، اور اگر انسان زکاۃ کے نصاب کا مالک ہو تو سال بعد زکاۃ بھی فرض ہو جاتی ہے، اسی طرح بالغ ہونے کے بعد جب بھی حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، حج کا فریضہ ذمہ میں لازم ہو جاتا ہے۔

اور غور کیا جائے تو حج کا اصل مزہ جوانی ہی میں ہے، ایک تو اس وجہ سے کہ حج میں جسمانی محنت اور مشقت پیش آتی ہے، بلکہ حج کے احکام اسی وقت ذوق وشوق اور زندہ دلی کے ساتھ ٹھیک ٹھیک طریقہ پر انجام دیئے جا سکتے ہیں جبکہ انسان اس کا متحمل ہو اور انسانی قویٰ

اوراعضاء مضبوط ہوں اور یہ بات عام طور پر جوانی میں ہی انسان کو حاصل ہوتی ہے نہ کہ بڑھاپے میں۔

اور بڑھاپے میں بھی اگرچہ انسان حج کر ہی لیتا ہے لیکن بہت سے کاموں کو ذوق وشوق کے ساتھ کرنے کی صرف حسرت ہی دل میں رہ جاتی ہے، اور بعض اوقات ٹھیک ٹھیک احکام کی ادائیگی بھی نہیں ہو پاتی۔

دوسرے اس وجہ سے کہ حدیث شریف میں جوانی کی عبادت کو بہت اہمیت دی گئی ہے۔ [1]

ایک حدیث میں ہے کہ جن مخصوص لوگوں کو قیامت کے دن عرش کا سایہ نصیب ہوگا، اُن میں ایک وہ نوجوان ہے جو اپنے رب تعالیٰ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو۔ [2]

---

[1] عن عقبة بن عامر، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :عجب الله من شاب ليس له صبوة (الترغيب فى فضائل الأعمال وثواب ذلك، لابن شاهين، رقم الحديث ۲۳۱، باب فضل عبادة الشاب على ذوى الأسنان)

عن موسى بن جابان، عن أنس، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :فضل الشاب العابد الذى تعبد فى شبابه على الشيخ الذى تعبد بعدما كبرت سنه، قال :يقول الله :للشاب المؤمن بقدرى، الراضى بكتابى القانع برزقى، التارك شهوته من أجلى، أنت عندى كبعض ملائكتى، وللشاب التارك لحرمات الله العامل بطاعة الله كل أجر سبعين صديقا، وفضل الشاب المتعبد على الشيخ الذى تعبد بعدما كبرت سنه كفضل المرسلين على سائر النبيين "(الترغيب فى فضائل الأعمال وثواب ذلك، لابن شاهين، رقم الحديث ۲۲۹،باب فضل عبادة الشاب على ذوى الأسنان)

عن أبى حبان، عن أبى الأحوص، عن عبد الله بن مسعود، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :إن أحب الخلائق إلى الله شاب حدث السن، جميل فى صورة حسنة، جعل شبابه وجمالهِ فى عبادة الله، فذاك الذى يباهى به الرحمن ملائكته، يقول :هذا عبدى حقا (الترغيب فى فضائل الأعمال وثواب ذلك، لابن شاهين، رقم الحديث ۲۳۰،باب فضل عبادة الشاب على ذوى الأسنان)

[2] عن أبى هريرة، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال " :سبعة يظلهم الله فى ظله، يوم لا ظل إلا ظله :الإمام العادل، وشاب نشأ فى عبادة ربه، ورجل قلبه معلق فى المساجد، ورجلان تحابا فى الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه، ورجل طلبته امرأة ذات منصب وجمال، فقال :إنى أخاف الله، ورجل تصدق، أخفى حتى لا تعلم شماله ما تنفق يمينه، ورجل ذكر الله خاليا ففاضت عيناه "(بخارى، رقم الحديث ٦٦٠، باب من جلس فى المسجد ينتظر الصلاة وفضل المساجد)

تیسرے اس وجہ سے کہ اگر اخلاص اور نیک نیتی کے ساتھ صحیح طریقہ پر حج کیا جائے تو تجربہ اور مشاہدہ یہ ہے کہ وہ انسان کے دل ودماغ میں ایک خاص انقلاب پیدا کرتا ہے، جس سے انسان کے دل میں نرمی، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خصوصی تعلق اور آخرت کی فکر پیدا ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں انسان کے لئے گناہوں، جرائم اور بدعنوانیوں سے بچنا آسان ہوجاتا ہے اور دل ودماغ کی اس تبدیلی کی ضرورت بڑھاپے کی بنسبت جوانی میں زیادہ ہوتی ہے۔

کیونکہ جوانی میں نفس وشیطان کا غلبہ اور گناہوں کی خواہش زیادہ ہوتی ہے۔

مشہور ہے کہ جوانی دیوانی ہوتی ہے۔

جبکہ بڑھاپے میں خواہشات کمزور ہوجاتی ہیں۔

در جوانی توبہ کردن شیوۂ پیغمبری وقت پیری گرگِ ظالم می شود پرہیزگار

کہ بڑھاپے میں تو ظالم بھیڑیا بھی پرہیزگار بن جاتا ہے، پیغمبروں کا شیوہ یہ ہے کہ جوانی میں ظلم اور گناہ سے توبہ کی جائے۔

پس اگر حج کی برکت سے جوانی میں ہی کسی کو ہدایت مل جائے تو پھر آنے والی زندگی میں خیر کی امید زیادہ ہوتی ہے اور بڑھاپے تک کے لمبے عرصہ کی زندگی کا رخ اچھائی کی طرف مڑ جاتا ہے، اور ایک لمبے عرصے تک انسان گناہوں کے وبال وعذاب سے محفوظ رہ کر جنت کا مستحق ہوجاتا ہے۔

لہٰذا حج فرض ہوجانے کے بعد جوانی ہی میں بڑھاپے کا انتظار کئے بغیر جلد از جلد شوق وذوق کے ساتھ حج کا فریضہ سرانجام دینا چاہئے۔

حج سے پہلے نماز روزہ کا بہانہ

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج پر اس وقت جانا چاہئے کہ جب نماز روزے کے پابند ہوجائیں اور وہ اسی خیال میں ایک عرصہ گزار دیتے ہیں، نہ انہیں نماز روزے کی پابندی کی سعادت

حاصل ہوتی ہے اور نہ ہی حج کرنے کی توفیق حاصل ہوتی۔

ان لوگوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ اوّل تو ان کو نماز روزے کی پابندی سے کس نے منع کیا ہے جو پابندی نہیں کرتے، کیا ابھی نماز روزہ فرض نہیں ہوا؟ اور اگر فرض ہو چکا ہے تو پھر کیا رکاوٹ ہے؟ آج ہی سے اس کی پابندی شروع کردیجئے پھر حج نہ کرنے کا کیا عذر ہوگا؟

دوسرے حج علیحدہ سے فرض ہے اور نماز، روزہ علیحدہ سے فرض ہیں، ایک کی وجہ سے دوسرے کو چھوڑنا کہاں کی عقل مندی ہے؟

پس جو عبادت جس وقت فرض ہو جائے، اس کو اسی وقت انجام دینا چاہئے، اور اگر ایک سے زیادہ عبادتیں فرض ہو چکی ہیں، تو اپنے اپنے وقت پر ان سب کو انجام دینا چاہئے، اور اگر کسی کو ایک عبادت کی توفیق نہیں ہوتی، تو اس کی وجہ سے دوسری عبادت کے فریضہ کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔

ایک عبادت کی وجہ سے دوسری عبادت کو چھوڑنا بلکہ دونوں کو ہی چھوڑ دینا یہ تو ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص کو پیاس بھی لگی ہوئی ہو اور بھوک بھی، اور پانی اور کھانے دونوں چیزوں کا بندوبست بھی ہو، لیکن وہ شخص نہ پانی پیئے اور نہ ہی کھانا کھائے، اور جب بھوک کا علاج بتایا جائے کہ کھانا کھاؤ تو وہ جواب میں کہے کہ پہلے پانی پی لیں پھر کھانا کھائیں گے، لیکن پانی بھی نوش نہیں کرتا۔

ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو یہی کہا جائے گا کہ آپ کو پانی پینے سے کس نے منع کیا ہے؟ اور اگر آپ پانی نہیں پیتے تب بھی کھانے کی ضرورت اپنی جگہ ہے اور پانی کی ضرورت اپنی جگہ؟

بس اس مثال سے واضح ہوا کہ اصل بات یہ ہے کہ حج کرنا نہیں چاہتے ورنہ تو نماز روزے کا آج ہی سے پابند ہونا نہ تو اپنے اختیار سے باہر ہے اور نہ ہی حج کا فرض ہونا نماز روزے کی پابندی پر موقوف ہے۔ [1]

---

[1] وہ الگ بات ہے کہ حجِ مبرور کی فضیلت اس پر موقوف ہو، مگر فرضیت کا اس سے تعلق نہیں۔ محمد رضوان۔

حج کے بعد گناہ نہ ہو جانے کا بہانہ

بعض لوگ حج فرض ہونے کے باوجود اس لئے حج پر نہیں جاتے کہ حج کے بعد پھر کوئی گناہ نہ ہو جائے، لہٰذا سوچتے ہیں کہ پہلے ہر قسم کے گناہوں سے فارغ ہو جائیں اور پھر زندگی کے آخری دنوں میں حج کریں گے تاکہ بعد میں پھر کوئی گناہ نہ کریں۔

یاد رکھئے کہ یہ بھی نفس وشیطان کا بہانہ ہے، کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ زندگی کے کتنے ایام باقی ہیں اور کب موت آجائے۔

اس کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان ہر وقت کو اپنی زندگی کے آخری ایام سمجھے، اور اگر خدانخواستہ زندگی کے آخری ایام کا انتظار کرتے کرتے حج کیے بغیر موت آگئی تو پھر کیا ہوگا؟

پھر یہ بھی ظاہر ہے کہ حج کر لینے کے بعد گناہ کرنے کا اختیار اور خواہش بالکل ختم نہیں ہو جاتی بلکہ وہ تو مرتے دم تک برقرار رہتی ہے اور حج کرنے کے بعد بھی گناہ سے بچنے کے لئے اپنے اختیار کو استعمال کرنا پڑتا ہے، ورنہ کتنے لوگ ایسے ہیں کہ آخری عمر میں بھی حج کر کے گناہوں سے نہیں بچتے۔

پس حج کے بعد بھی اپنے آپ کو گناہ سے بچانے کے لئے اپنے ارادہ اور اختیار کو استعمال کرنا پڑتا ہے، وہ ارادہ اور اختیار اللہ تعالیٰ نے آج بھی دیا ہوا ہے اس کو استعمال کیجئے اور آج ہی سے گناہوں کو چھوڑ دیجئے اور سچی و پکی توبہ کر کے حج کے لئے تشریف لے جایئے، کیونکہ گناہوں سے بچنا اور گناہوں سے توبہ کرنا تو حج سے پہلے بھی ضروری ہے۔

اور اگر بالفرض آج گناہ نہیں چھوڑتے تب بھی اس کے انتظار میں حج کو مؤخر نہ کیجئے، کیا معلوم کہ اللہ تعالیٰ حج کے فریضہ کی برکت سے گناہ چھوڑنے کی ہمت عطا فرما دیں اور اگر بعد میں بھی گناہ نہیں چھوٹے تب بھی حج ادا کرنے سے کم از کم ایک بڑے (حج نہ کرنے کے) گناہ سے تو چھٹکارا حاصل ہو ہی جائے گا، اور آخرت میں حجِ فرض ادا نہ کرنے کا سوال نہ ہوگا،

اگرچہ حجِ مبرور کی سعادت حاصل نہ ہو۔

یہ کہاں کی عقلمندی ہے کہ نہ دوسرے گناہ چھوڑیں اور اس سے بڑھ کر مزید گناہوں کا ذخیرہ جمع کرتے چلے جائیں۔

پہلے کچھ کھا، کما لیں؟

بعض لوگ حج کے بارے میں یہ بہانہ کرتے ہیں کہ یہ وقت کھانے کمانے کا ہے، پہلے کچھ کھا کما لیں پھر حج کریں گے۔

یہ بھی نفس وشیطان کا دھوکہ ہے۔

حج فرض ہونے کی شرائط پائے جانے کے بعد کھانے کمانے کا عذر بے کار ہے، حج میں بھی تو کھانے کی اجازت ہوتی ہے، کھانے پینے کی پابندی نہیں ہوتی، جہاں تک کمانے کا تعلق ہے تو یاد رکھیے کہ یہ مال اللہ تعالیٰ کی دَین اور عطاء ہے، لہٰذا اس کے حقوق ادا کرنا ضروری ہے، اور حج کی وجہ سے تو مال میں برکت ہوتی ہے، تو حج کمائی کرنے کے بھی خلاف نہ ہوا، اور آخری درجہ میں حج روح کی غذا اور آخرت کی کمائی ہے، اور جسم و دنیا فانی اور آخرت و روح باقی ہے، لہٰذا باقی کے لیے فانی سے زیادہ غذا اور کمائی کی ضرورت ہے۔

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حج سے پہلے کاروبار میں دھوکہ، فریب، جھوٹ، سود، رشوت، کم تولنا، کم ناپنا، نقلی اور جعلی چیز کو اصلی بتا کر بیچنا جیسے گناہ اگر حج کے بعد کئے جائیں تو بڑی بدنامی ہوگی، لوگ کہیں گے حاجی صاحب ہو کر ایسا کام کرتے ہیں اس لئے وہ جوانی میں حج نہیں کرتے۔

اور سمجھتے ہیں کہ جب بوڑھے ہو جائیں گے تو حج کرنے جائیں گے تاکہ واپس آنے کے بعد حج کی نیک نامی باقی رہے، حالانکہ حج کا مقصد دنیا میں نیک نامی نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی ادائیگی اور اس کی رضا کا حصول ہے، لہٰذا اس قسم کے لوگوں کو چاہئے کہ مذکورہ گناہوں سے

توبہ کریں اور صحت وجوانی میں حج کریں۔

گھر میں حج کا ماحول نہیں؟

بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ حج فرض ہونے کے باوجود ٹال مٹول کرتے رہتے ہیں اور جب حج کی بات آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہمارے گھر میں حج کا ماحول نہیں ہے، اور جب تک ماحول نہ ہو، حج کرنے کا فائدہ کیا؟

مگر! یہ بہانہ آخرت میں نہ چل سکے گا اور خدانخواستہ حج کیے بغیر موت آ گئی تو اللہ کے عذاب سے نہ بچا سکے گا۔

حج فرض ہونے کے لیے گھر میں حج کا ماحول ہونا ضروری نہیں، بغیر ماحول ہوئے بھی حج فرض ہونے کی شرائط پائے جانے پر حج فرض ہو جاتا ہے؛ دوسرے حج کا ماحول بنانے کے لیے مسلمان ہونا کافی ہے، اور ہر مسلمان کا ماحول حج کا ہونا چاہیے، اور اگر نہیں ہے اور کوئی حج کے لئے اِس کو ضروری قرار دیتا ہے تو حج فرض ہونے پر اسے فی الفور اپنا ماحول حج کا بنانا چاہئے۔

بہر حال گھر کا ماحول خراب ہونا حج فرض ہونے میں مانع نہیں ہے؟ اور گھر کا ماحول شریعت کے مطابق بنانا ہر مسلمان کے لئے ہمہ وقت حج سے پہلے اور حج کے بعد ضروری ہے۔

مصروفیت کا بہانہ

بعض لوگ حج فرض ہونے کے بعد اپنی مصروفیت کو بہانہ بنا کر حج پر جانے سے محروم رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ابھی فارغ نہیں ہیں، جب فراغت وفرصت ہو جائے گی تب حج کو جائیں گے۔

حالانکہ یہ عذر بھی قابلِ قبول نہیں، آخر دنیا کے کام وکاج کے لئے بھی وقت نکالنا ہی پڑتا ہے، تو کیا دین ہی کا کام ایسا ہے کہ اس کا انسان کے پاس وقت نہ ہو۔

پھر اس قسم کی باتیں اور بہانے کرنے والے ہر سال تمام بچوں اور گھر والوں کے ساتھ بمع ملازمین دُور دراز سیر وتفریح کے لیے اور گھومنے، پھرنے جاتے ہیں، بعض دوسرے ملکوں کا بھی چکر لگاتے ہیں، لیکن حج کے لئے نہیں جاتے، اور حج کے لئے وقت نہ ہونے کا بہانہ کرتے ہیں۔

جبکہ دنیا میں آنے کا مقصد ہی شریعت کے احکام کو پورا کرنا ہے، تو جب شریعت کے احکام پورے نہ کئے جن میں حج بھی داخل ہے تو ایسی زندگی اور عمر کا کیا فائدہ؟

لہٰذا جس مقصد کے لئے دنیا میں آنا ہوا ہے، اس کو پورا کرنا چاہیے۔

پہلے والدین کو حج کرانا

بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک اولاد اپنے ماں باپ کو حج نہ کرالے یا ماں باپ خود حج نہ کرلیں اس وقت تک اولاد حج نہیں کرسکتی، اس لئے پہلے وہ والدین کو حج کرانے کی فکر کرتے ہیں، اور خود حج کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، جبکہ والدین پر شرعاً حج فرض نہیں ہوتا، مگر والدین کو حج کرانے کے انتظار میں اولاد اپنا حج فرض ادا نہیں کرتی، یہ بھی غلط طریقہ ہے۔

شرعی اعتبار سے اولاد پر ماں باپ کو حج کرانا فرض نہیں۔ اگر اولاد پر حج فرض ہوجائے تو پہلے وہ اپنا حج کرے پھر اگر اللہ تعالیٰ مزید استطاعت دیں تو والدین کو بھی حج کرانے کی سعادت حاصل کرلیں، مگر والدین کو حج کرانے کی خاطر اپنا فرض حج مؤخر کرنا یا خطرہ میں ڈالنا غلط ہے۔

گھر کے سربراہ کا پہلے حج کرنا

بعض گھرانوں میں یہ رواج دیکھنے میں آیا کہ جب تک گھر کا بڑا فرد حج نہ کرلے اس وقت تک اُس گھر کے چھوٹے افراد باوجود اُن پر حج فرض ہوجانے کے، حج کرنا ضروری نہیں سمجھتے، بلکہ بعض گھرانوں میں اس کو ایک عیب سمجھا جاتا ہے کہ چھوٹا بڑے سے پہلے حج کر

آئے۔

حالانکہ دوسری عبادتوں یعنی نماز، روزے اور زکاۃ وغیرہ کی طرح حج بھی ایک ایسا فریضہ ہے جو ہر عاقل، بالغ شخص پر اپنی شرائط کے ساتھ انفرادی طور سے عائد ہوتا ہے، خواہ کسی دوسرے نے حج کیا ہو، یا نہ کیا ہو۔

بہر حال اگر گھر کے کسی چھوٹے فرد میں حج فرض ہونے کی شرائط موجود ہیں، تو اس پر خود حج کرنا فرض ہے۔

اگر گھر کے بڑے فرد اور سربراہ میں حج فرض ہونے کی شرائط موجود نہ ہوں، یا موجود تو ہوں لیکن وہ حج نہ کرے، تو نہ اس سے گھر کے چھوٹی عمر کے حج کے نصاب کے مالک افراد کا فریضہ ساقط ہوتا ہے، اور نہ اسے بڑے کے حج نہ کرنے کی وجہ سے اپنے فرض حج میں ٹال مٹول کرنے اور خطرہ میں ڈالنے کا کوئی جواز پیدا ہوتا ہے۔

بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کا عذر

بعض لوگ وہ ہیں جن پر حج فرض ہے اور وہ خود حج کر سکتے ہیں البتہ اپنی بیوی یا والدہ کو حج پر لے جانے کی استطاعت نہیں رکھتے، لیکن وہ بیوی یا والدہ کے اصرار کی وجہ سے یا اپنی مرضی سے اس انتظار میں رہتے ہیں کہ جب بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے قابل ہوں گے، اس وقت بیوی یا والدہ کے ساتھ حج کرنے جائیں گے۔

پھر اسی حال میں بعض اوقات تو حج سے پہلے ہی کوئی ایسا عارضہ پیش آجاتا ہے کہ حج پر جانے سے محروم ہو جاتے ہیں، یا اسی حال میں موت واقع ہو جاتی ہے۔

حالانکہ بیوی یا والدہ کو ساتھ لے جانے کے انتظار میں فرض حج میں ٹال مٹول کرنا اور فرض حج کو خطرہ میں ڈالنا درست نہیں اور بیوی یا والدہ کو بھی اپنی وجہ سے شوہر یا بیٹے کو فرض حج ادا کرنے سے روکنا درست نہیں۔

شوہر یا بیٹے کو چاہیے کہ جب اس پر حج فرض ہو جائے تو اس وقت وہ خود حج ادا کرے پھر بعد میں اللہ تعالیٰ توفیق دیں تو بیوی یا والدہ کو بھی حج کرادے۔

اپنی شادی کا بہانہ

بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جب تک انسان کی شادی نہ ہو جائے اس وقت تک حج فرض نہیں ہوتا خواہ کوئی عاقل بالغ ہو گیا ہو اور کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔

یہ کم علمی کی بات ہے کیونکہ حج فرض ہونے کا شادی بیاہ سے تعلق نہیں۔

لہٰذا اگر کسی شخص میں حج فرض ہونے کی شرائط پائی جائیں، لیکن وہ غیر شادی شدہ ہو تب بھی اس پر حج فرض ہے۔

اولاً تو اگر کوئی سنت کے مطابق نکاح کا بندوبست کرے تو نکاح بھی جلدی ہو سکتا ہے اور خدانخواستہ بغیر حج کیے فوت ہو گیا تو آخرت میں مؤاخذہ کا اندیشہ ہے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ حج کے بجائے وہ پیسہ شادی بیاہ کے فضول اخراجات کی نظر ہو جاتا ہے، اور پھر دوبارہ توفیق نہیں ہوتی، دوسرے کسی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ اپنی شادی تک زندہ بھی رہ سکے گا یا نہیں اور تیسرے اگر خدانخواستہ شادی اور حج دونوں سے پہلے ہی دنیا سے رخصت ہو گیا تو اس کی مثال ایسی ہوگی۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم　　　نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

لہٰذا حج فرض ہونے کے بعد جلدی کرنی چاہیے اور شادی کے انتظار کے بہانے حج کو مؤخر یا متاثر نہیں کرنا چاہیے۔

بچیوں کی شادی کا مسئلہ

کچھ لوگ یہ تاویل پیش کیا کرتے ہیں کہ بھائی! پہلے ہی سیانی بچیاں گھر بیٹھی ہیں پہلے ان کی شادی کے فرض سے سبکدوش ہو جائیں، باقی چیزیں بعد کی ہیں، بچیوں کی شادی سے فراغت

کے بعد حج کا پروگرام بنائیں گے؛ جبکہ بچیوں کا ابھی نہ نکاح ہوا ہے نہ سامنے کوئی رشتہ ہے اور کچھ معلوم نہیں کہ کب ان کا نکاح ہوگا، یا اگر نکاح ہو بھی گیا تو بھی رُخصتی باقی ہے۔

حالانکہ شرعاً یہ بھی فرض حج کی تاخیر اور حج کو خطرہ میں ڈالنے کے لئے عذر نہیں ہے۔

اول تو یہاں بھی شریعت نے شادی بیاہ کے لئے مروّجہ اخراجات ضروری قرار نہیں دیئے، بلکہ آج کل کے کئی مروّجہ اخراجات گناہ ہیں، دوسرے ان اخراجات کے باعث حج کے فریضے کو مؤخر کرنا درست نہیں، اور تیسرے بعض اوقات یہ پیسہ شادی بیاہ کی خرافات کی نظر ہو کر حج سے محرومی کا باعث بن جاتا ہے، اور پھر عمر بھر توفیق نہیں ہوتی۔

اس لئے بچیوں کے نکاح کے انتظار میں فرض حج کو مؤخر یا متاثر کرنا درست نہیں، بچیوں کی حفاظت کا تسلی بخش انتظام یا ان کی سنت کے مطابق سادگی کے ساتھ نکاح و رُخصتی کر کے حج کے لئے جانا چاہئے۔

بچوں کو کس کے حوالے کریں؟

بعض لوگ خصوصاً عورتیں یہ بہانہ بناتی ہیں کہ ابھی بچے چھوٹے ہیں، انہیں اکیلا چھوڑ کر کیسے حج پر جائیں؟

یہ بھی ایک بہانہ ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ان کو اگر کسی دوسری جگہ کا سفر پیش آجائے یا کسی مرض کی وجہ سے ہسپتال جانا پڑے یا کسی شادی بیاہ وغیرہ کی وجہ سے کسی لمبے سفر پر جانے کی ضرورت سمجھی جائے (جو کہ شرعاً ضروری بھی نہیں) تو اس وقت چھوٹے بچوں کا کچھ نہ کچھ انتظام کر لیا جاتا ہے۔

جب دنیا کی خاطر انتظام ہو سکتا ہے تو حج جو کہ عبادت اور آخرت کا کام ہے اس کے لئے بھی انتظام ہو سکتا ہے۔

دوسرے آجکل پہلے زمانے کی طرح حج کے لئے زیادہ عرصہ بھی خرچ نہیں ہوتا، مختصر وقت

میں آمدورفت ہو جاتی ہے، اور چند دنوں کے لئے بچوں کا انتظام مشکل کام نہیں۔
اس لیے بچوں کی حفاظت کا مناسب بندوبست کر کے حج ادا کرنے کی فکر کرنی چاہئے۔
البتہ اگر واقعتاً بچوں کی حفاظت کا مناسب انتظام نہ ہو سکے جس کی وجہ سے ان کے ضائع ہونے کا اندیشہ ہو اور ساتھ لے جانا بھی مشکل ہو تو پھر مناسب بندوبست ہونے تک تاخیر کرنے میں اُمید ہے کہ ان شاء اللہ کوئی حرج نہ ہوگا۔

کاروبار اور پیشہ کس کے حوالے کریں؟

کچھ کاروباری اور امیر ترین لوگ یہ عذر پیش کیا کرتے ہیں کہ چونکہ بچے ابھی چھوٹے ہیں اور کاروبار کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں ہے۔
اس لئے بچے جب بڑے ہو جائیں گے اور کاروبار سنبھال لیں گے، یا کوئی مناسب نگران مل جائے گا، تو ہم پھر حج پر جائیں گے۔
یہ بھی نفس کا بہانہ اور حج کرنے سے جی چرانا ہے، نہ معلوم کب بچے بڑے ہوں اور کب وہ کاروبار سنبھالیں، اور کب مناسب نگران ملے؟
اگر خدانخواستہ بچوں کا پہلے ہی انتقال ہوگیا یا بڑے میاں کا وقت پہلے ہی آ گیا یا اور کوئی عذر پیش آ گیا تو پھر حج کا کیا ہوگا؟
بہرحال حج فرض ہونے کے بعد کسی قابلِ اعتماد شخص کو کاروبار سپرد کر کے حج کے لئے جانا چاہئے، اور اگر کوئی بھروسہ کا آدمی نہ ملے اور اللہ تعالیٰ نے حیثیت دی ہو تو کاروبار موقوف کر کے حج کے لئے جانا چاہئے۔
آخر دنیائے فانی کی خاطر بھی تو کسی ذمہ دار کو نگران بنا کر یا کام کاج چھوڑ کر سفر کرتے ہی ہیں، پھر دین کو ہی اتنا کمزور کام کیوں سمجھتے ہیں، جبکہ دنیا میں آنا ہی دین کی خاطر ہوا ہے۔
ملازمت پیشہ لوگوں کے لئے بھی یہی تفصیل ہے کہ انہیں بھی چھٹی وغیرہ لے کر اپنے فریضہ کو

پورا کرنا چاہئے، اور جس طرح دنیا کی ضرورت کے لئے چھٹی کا بندوبست کرتے ہیں، حجِ بیت اللہ کے لئے بھی چھٹی کا بندوبست کرنا چاہئے، اور دنیا کی خاطر نہ بھی کریں تب بھی آخرت کی خاطر تو کرنا ہی چاہئے۔

حج کے بجائے عمرے کرنا

بعض لوگوں پر حج فرض ہو جاتا ہے، ان کے پاس مال و دولت کا ڈھیر جمع رہتا ہے، لیکن یہ لوگ حج کا فریضہ ادا نہیں کرتے، بلکہ اس کے بجائے عمروں پر عمرے کرتے رہتے ہیں۔

حالانکہ جس شخص پر حج فرض ہو جائے اس کو حج کرنا چاہئے، عمرہ بھی اپنی جگہ کارِ خیر ہے مگر یہ حج کا متبادل نہیں۔

اس لیے عمرہ کا اتنا اہتمام کرنا اور اس کے مقابلے میں فرضیت کے باوجود حج کرنے کا اہتمام نہ کرنا غلط طرزِ عمل ہے۔

خلاصہ یہ کہ جس شخص پر شرعی اصولوں کی روشنی میں حج فرض ہو چکا ہو، اُسے جلد از جلد یہ فریضہ ادا کرنا چاہیئے، اور نفسانی، شیطانی و رواجی حیلوں اور بہانوں سے بچنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو شرعی احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، اور نفس و شیطان کے حیلوں اور چال بازیوں سے محفوظ فرمائیں۔ آمین

عمرہ کی شرعی حیثیت

قرآن وسنت میں حج کے علاوہ عمرہ کی بھی فضیلت وترغیب بلکہ تاکید آئی ہے۔

اس لئے اُمت کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ حج کے علاوہ عمرہ کرنا بھی عبادت ہے۔

لیکن کیا عمرہ کرنا بھی حج کی طرح زندگی میں ایک مرتبہ فرض ہے، یا پھر سنت ومستحب ہے؟

اس سلسلہ میں فقہائے کرام میں اختلافِ رائے پایا جاتا ہے۔

بعض فقہائے کرام تو زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کے فرض ہونے کے قائل ہیں، اور فقہائے احناف کے نزدیک عمرہ، حج کی طرح کا فریضہ تو نہیں ہے، کیونکہ قرآن وسنت میں جس طرح حج کی تاکید اور فرضیت کا ذکر آیا ہے، اس طرح کی تاکید اور فرضیت کا ذکر عمرہ کے متعلق نہیں آیا؛ البتہ بعض احادیث میں عمرہ کی تاکید وفضیلت آئی ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی عمرہ فرمایا ہے، اس لئے راجح یہ ہے کہ زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا واجب یا سنتِ مؤکدہ ہے، اور سنتِ مؤکدہ کا درجہ اگرچہ واجب سے کم ہوتا ہے، لیکن واجب کے قریب ہوتا ہے، اس لئے سنتِ مؤکدہ اور واجب کے قول میں کوئی زیادہ فرق نہیں، تاکید دونوں قولوں میں کم وبیش موجود ہے۔

اور اگر حج کے سفر میں ایک مرتبہ عمرہ بھی کرلیا جائے، خواہ حج سے پہلے تمتع یا قران کی شکل میں، یا حج سے فراغت کے بعد، تو بھی اس حکم پر عمل ہوجاتا ہے، اور پھر ایک مرتبہ کے بعد مزید عمرے کرنا نفل درجہ کا عمل کہلاتا ہے۔ [1]

---

[1] (والعمرة) فی العمر (مرة سنة مؤكدة) على المذهب وصحح فی الجوهرة وجوبها .قلنا المأمور به فی الآية الإتمام وذلک بعد الشروع وبه نقول (وهی إحرام وطواف وسعی) وحلق أو تقصير (الدرالمختار)

مطلب أحكام العمرة (قوله والعمرة فی العمر مرة سنة مؤكدة) أی إذا أتی بها مرة فقد

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر احرام باندھ کر عمرہ شروع کردیا جائے، تو پھر اس کو پورا کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَأَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ (سورة البقرة، آية ۱۹۶)

ترجمہ: اور تم حج کو اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو (سورہ بقرہ)

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حج کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا ضروری ہے، اسی طرح

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أقام السنة غير مقيد بوقت غير ما ثبت النهى عنها فيه إلا أنها فى رمضان أفضل هذا إذا أفردها فلا ينافيه أن القران أفضل لأن ذلك أمر يرجع إلى الحج لا العمرة.

فالحاصل :أن من أراد الإتيان بالعمرة على وجه أفضل فيه فبأن يقرن معه عمرة فتح، فلا يكره الإكثار منها خلافا لمالك، بل يستحب على ما عليه الجمهور وقد قيل سبع أسابيع من الأطوفة كعمرة شرح اللباب (قوله وصحيح فى الجوهرة وجوبها) قال فى البحر واختاره فى البدائع وقال إنه مذهب أصحابنا، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا لا ينافى الوجوب .اهـ.

والظاهر من الرواية السنية فإن محمدا نص على أن العمرة تطوع اهـ ومال إلى ذلك فى الفتح وقال بعد سوق الأدلة تعارض مقتضيات الوجوب والنفل، فلا تثبت ويبقى مجرد فعله -عليه الصلاة والسلام -وأصحابه والتابعين، وذلك يوجب السنة فقلنا بها (قوله قلنا المأمور إلخ) جواب عن سؤال مقدر أورده فى غاية البيان دليلا على الوجوب، ثم أجاب عنه بما ذكره الشارح، ثم هذا مبنى على أن المراد بالإتمام تتميم ذاتهما أى تتميم أفعالهما أما إذا أريد به إكمال الوصف وعليه ما نقله فى البحر من أن الصحابة فسرت الإتمام بأن يحرم بهما من دويرة أهله، ومن الأماكن القاصية فلا حاجة إلى الجواب للاتفاق على أن الإتمام بهذا المعنى غير واجب فالأمر فيه للندب إجماعا فلا يدل على وجوب العمرة فافهم(ردالمحتار، ج۲ص ۴۷۲، مطلب فى احكام العمرة)

(أما) الأول فقد اختلف فيها قال أصحابنا :إنها واجبة كصدقة الفطر والأضحية والوتر، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا الإطلاق لا ينافى الواجب وقال الشافعى :إنها فريضة.وقال بعضهم :هى تطوع (بدائع الصنائع، ج۲، ص ۲۲۶، كتاب الحج، العمرة)

ذهب المالكية وأكثر الحنفية إلى أن العمرة سنة مؤكدة فى العمر مرة واحدة وذهب بعض الحنفية إلى أنها واجبة فى العمر مرة واحدة على اصطلاح الحنفية فى الواجب والأظهر عند الشافعية وهو المذهب عند الحنابلة أن العمرة فرض فى العمر مرة واحدة، ونص أحمد على أن العمرة لا تجب على المكى؛ لأن أركان العمرة معظمها الطواف بالبيت وهم يفعلونه فأجزأ عنهم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰، ص۳۱۴، مادة "عمرة")

عمرہ کو شروع کرنے کے بعد اس کو پورا کرنا بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ (ابوداؤد) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا (ابوداؤد)

حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

دَخَلْتُ أَنَا وَعُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ الْمَسْجِدَ، فَإِذَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا، جَالِسٌ إِلٰى حُجْرَةِ عَائِشَةَ ثُمَّ قَالَ: كَمْ اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ؟ قَالَ: أَرْبَعًا (بخاری) [3]

ترجمہ: میں اور عروہ بن زبیر مسجد میں داخل ہوئے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے قریب تشریف فرما تھے، پھر انہوں نے سوال کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے کئے؟ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ چار (بخاری)

حضرت قتادہ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ رَدُّوْهُ، وَمِنَ الْقَابِلِ عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةً فِيْ ذِى الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهٖ (بخاری) [4]

---

[1] وأتموا الحج والعمرة لله أى اجعلوهما تامين إذا تصديتم لأدائهما لوجه الله تعالى فلا دلالة فى الآية على أكثر من وجوب الإتمام بعد الشروع فيهما وهو متفق عليه بين الحنفية والشافعية رضى الله تعالى عنهم، فإن إفساد الحج والعمرة مطلقا يوجب المضى فى بقية الأفعال والقضاء، ولا تدل على وجوب الأصل(روح المعانى فى تفسير القرآن، ج ١ ص ٤٧٥، سورة البقرة)

[2] رقم الحديث ١٩٨٦، كتاب المناسك، باب العمرة.

[3] رقم الحديث ٤٢٥٣، كتاب المغازى، باب عمرة القضاء.

[4] رقم الحديث ١٧٧٩، ابواب العمرة، باب: كم اعتمر النبى صلى الله عليه وسلم.

قال ابن التين هذا أراه وهما لأن التى ردوه فيها هى عمرة الحديبية وأما التى من قابل فلم يردوه منها قلت لا وهم فى ذلك لأن كلا منهما كان من الحديبية ويحتمل أن يكون قوله عمرة الحديبية يتعلق بقوله حيث ردوه(فتح البارى لابن حجر، ج٣ص ٦٠٢، قوله باب كم اعتمر النبى ﷺ)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ فرمایا، جب آپ کو مشرکین نے واپس لوٹا دیا، اور اگلے سال عمرہ حدیبیہ فرمایا، اور ایک عمرہ ذوالقعدہ میں کیا، اور ایک عمرہ حج کے ساتھ کیا (بخاری)

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، كُلُّهُنَّ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، إِلَّا الَّتِيْ كَانَتْ مَعَ حَجَّتِهٖ ،عُمْرَةً مِنَ الْحُدَيْبِيَةِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مِّنَ الْعَامِ الْمُقْبِلِ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مِنَ الْجِعْرَانَةِ، حَيْثُ قَسَمَ غَنَائِمَ حُنَيْنٍ فِيْ ذِي الْقَعْدَةِ، وَعُمْرَةً مَعَ حَجَّتِهٖ (بخاری، رقم الحديث ۴۱۴۸، كتاب المغازی، باب غزوة الحديبية)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے، سارے کے سارے ذوالقعدہ کے مہینے میں کئے، سوائے اس عمرے کے جو آپ نے اپنے حج کے ساتھ کیا، ایک عمرہ حدیبیہ (مقام) سے کیا ذی القعدہ کے مہینے میں، اور ایک عمرہ اگلے سال ذی القعدہ کے مہینے میں کیا، اور ایک عمرہ جعرانہ (مقام) سے کیا، جس وقت آپ نے غزوۂ حنین کے مالِ غنیمت کو تقسیم فرمایا ذی القعدہ میں، اور ایک عمرہ اپنے حج کے ساتھ کیا (بخاری)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِعْتَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْبَعَ عُمَرٍ ،عُمْرَةَ الْحُدَيْبِيَةِ، وَعُمْرَةَ الْقَضَاءِ، وَالثَّالِثَةَ مِنَ الْجِعْرَانَةِ، وَالرَّابِعَةَ الَّتِيْ مَعَ حَجَّتِهٖ

(مسند احمد) [1]

---

[1] رقم الحديث ۲۹۵۴، واللفظ لهٗ، ابو داوٗد، رقم الحديث ۱۹۹۳ ،باب العمرة.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط البخاری، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عكرمة، فمن رجال البخاری.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے فرمائے، ایک عمرہ حدیبیہ، اور ایک عمرہ قضاء، اور تیسرا عمرہ جعرانہ سے کیا، اور چوتھا اپنے حج کے ساتھ کیا (مسند احمد، ابوداؤد)

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ، وَاعْتَمَرَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ وَاعْتَمَرَ قَبْلَ أَنْ يَّحُجَّ، فَقَالَتْ عَائِشَةُ: لَقَدْ عَلِمَ أَنَّهُ اِعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ بِعُمْرَتِهِ الَّتِيْ حَجَّ فِيْهَا (مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۶۲۹) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج سے پہلے عمرہ کیا، اور پھر حج سے پہلے عمرہ کیا، اور پھر حج سے پہلے عمرہ کیا (یعنی حج سے پہلے تین عمرے کیے) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ انہیں معلوم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس عمرے کے ساتھ، جس میں حج کیا (مجموعی طور پر) چار عمرے کیے ہیں (مسند احمد)

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ:

اِعْتَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَ عُمَرٍ (مسند احمد، رقم الحديث ٦٦٨٥) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین عمرے کیے (مسند احمد)

یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے عمرے کے علاوہ تین عمرے کیے۔

جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِعْتَمَرَ أَرْبَعَ عُمَرٍ، وَحَجَّ حَجَّةً وَّاحِدَةً، قَرَنَ مَعَهَا إِحْدٰى عُمَرِهِ الْأَرْبَعِ (الآثار لابی یوسف) [3]

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح لغيره.

[2] فی حاشية مسند احمد: حسن لغيره.

[3] رقم الحديث ۴۸۶، باب القران، وما يجب عليه من الطواف والسعي.

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کئے، اور ایک حج کیا، ان چار عمروں میں سے ایک عمرہ حج کے ساتھ کیا (آثار لابی یوسف)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: أَوْصِنِيْ، قَالَ: تَعْبُدُ اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِي الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمُ شَهْرَ رَمَضَانَ، وَتَحُجُّ الْبَيْتَ وَتَعْتَمِرُ، وَتَسْمَعُ وَتُطِيْعُ (مستدرک حاکم، ج ۱ ص ۱۱۶، رقم الحديث ۱۶۵، کتاب الایمان) [۱]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے عرض کیا کہ مجھے کوئی وصیت فرما دیجئے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ اللہ کی عبادت کریں، اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کریں، اور نماز قائم کریں، اور زکاۃ ادا کریں، اور رمضان کے مہینے کے روزے رکھیں، اور بیت اللہ کا حج اور عمرہ کریں، اور آپ (دین کی بات) سنیں، اور اطاعت کریں (حاکم)

اس حدیث میں عمرہ کو حج اور دوسرے اہم اعمال کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، جس سے عمرہ کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوئی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ خَرَجَ حَاجًّا فَمَاتَ كُتِبَ لَهٗ أَجْرُ الْحَاجِّ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ مُعْتَمِرًا فَمَاتَ كُتِبَ لَهٗ أَجْرُ الْمُعْتَمِرِ إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ، وَمَنْ خَرَجَ غَازِيًا فَمَاتَ كُتِبَ لَهٗ أَجْرُ

---

[۱] قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط الشيخين، فإن رواته عن آخرهم ثقات ولم يخرجاه توقيا لما.

وقال الذهبي في التلخيص: على شرطهما.

الْغَازِي إِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المعجم الأوسط للطبراني) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص حج کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہو جائے، اس کے لئے قیامت تک حج کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص عمرہ کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہو جائے، اس کے لیے قیامت تک عمرہ کا ثواب لکھا جائے گا اور جو شخص جہاد کے لئے جائے پھر (راستہ میں) فوت ہو جائے اس کے لئے قیامت تک مجاہد کا ثواب لکھا جائے گا (طبرانی، ابو یعلیٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اخلاص کے ساتھ حج یا عمرہ کے سفر پر جائے، اور پھر وہ فوت ہو جائے، تو وہ تا قیامت حج وعمرہ کے ثواب کو پاتا رہے گا، جس سے حج کی فضیلت کے ساتھ ساتھ عمرہ کی فضیلت بھی ظاہر ہوئی۔ [۲]

---

[۱] رقم الحديث ۵۳۲۱، ج۵ ص ۲۸۲، باب الميم؛ مسند ابی یعلیٰ الموصلی، رقم الحديث ۶۳۵۷.

قال الهيثمی:

رواه أبو يعلى وفيه ابن إسحاق وهو مدلس، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۹۴۵۶)

وقال الالبانی:

قلت :وقد وجدت له إسنادا آخر عن الليثي، فقال يحيى بن صاعد في "مجلسان من الأمالي (ق۲/۵۱) "حدثنا عمرو بن علي قال :أخبرنا أبو معاوية الضرير قال: حدثنا هلال بن ميمون الفلسطيني عن عطاء بن يزيد الليثي به .وأخرجه أبو نعيم في "أخبار أصبهان(۲/۲۱) "من طريق ابن صاعد به، لكنه قال " :الواسطي "بدل "الفلسطيني "، وهو خطأ من الناسخ أو الطابع .قلت :وهذا إسناد جيد رجاله كلهم ثقات رجال الشيخين غير هلال بن ميمون الفلسطيني، وثقه ابن معين وابن حبان، وقال النسائي :ليس به بأس .وأما أبو حاتم فقال " :ليس بالقوی، يكتب حديثه (سلسلة الأحاديث الصحيحة وشيء من فقهها وفوائدها، تحت رقم الحديث ۲۵۵۳)

[۲] (وعن أبي هريرة قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم -من خرج حاجا أو معتمرا أو غازيا) أی قاصدا للغزو، (ثم مات فی طريقه) أی قبل العمل (كتب الله له أجر الغازی والحاج والمعتمر) لقوله تعالى :(ومن يخرج من بيته مهاجرا إلى الله ورسوله ثم يدركه الموت فقد وقع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَفْدُ اللّٰہِ ثَلَاثَۃٌ اَلْغَازِیُ وَ الْحَاجُّ وَالْمُعْتَمِرُ (سنن نسائی) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے وفد تین ہیں، ایک غازی (یعنی اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والا) دوسرے حج کرنے والا، تیسرے عمرہ کرنے والا (نسائی؛ ابنِ حبان)

اللہ تعالیٰ کے وفد ہونے سے مراد، اللہ کے نزدیک ان کا قابلِ اکرام اور قابلِ تعظیم ہونا ہے، جس سے عمرہ کی فضیلت بھی معلوم ہوئی۔ [۲]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أجره على الله) قيل فمن قال إن من وجب عليه الحج وأخره ثم قصد بعد زمان فمات فى الطريق كان عاصيا، فقد خالف هذا النص، وذكره الطيبى وفيه بحث، إذ ليس نص فى الحديث على مطلوبه فإنه مطلق، فيحمل على ما إذا خرج حاجا فى أول ما وجب عليه وخرج أهل بلده للحج، أو على ما إذا تأخر لحدوث عارض من مرض أو حبس أو عدم أمن فى الطريق ثم خرج فمات فإنه يموت مطيعا، وأما إذا تأخر من غير عذر حتى فاته الحج فإنه يكون عاصيا بلا خلاف عندنا، على اختلاف فى أن وجوب الحج على الفور أو التراخى، والصحيح هو الأول ومع هذا يمكن أن نقول له أجر الحاج فى الجملة فإن الله لا يضيع أجر من أحسن عملا، ولا مانع من أن يكون عاصيا من وجه، ومطيعا من وجه، والله ولى التوفيق. ثم رأيت ابن حجر اعترض عليه بأن هذا من سوء أدبه على إمامه الشافعى وأهل مذهبه، وعلى مالك وغيره من بقية علماء السلف وفضلاء الخلف رحمهم الله تعالى (رواه البيهقى فى شعب الإيمان) (مرقاةُ المفاتيح، ج۵ ص ۱۷۵۵، كتاب المناسك)

[۱] رقم الحديث ۲۶۲۵، كتاب مناسك الحج، باب فضل الحج، السنن الكبرىٰ للنسائى، رقم الحديث ۳۵۹۱، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۳۶۹۲، مستدرك حاكم، رقم الحديث ۱۲۱۱.

قال الحاكم: هذا حديث صحيح على شرط مسلم، ولم يخرجاه.

قال شعيب الارنؤوط: حديث صحيح، إسناده على شرط مسلم، رجاله رجال الشيخين غير مَخْرَمَة بن بكير بن عبد الله بن الأشج، فمن رجال مسلم (حاشية ابنِ حبان)

[۲] (وعنه) أى عن أبى هريرة (قال سمعت رسول الله -صلى الله عليه وسلم- يقول: وفد الله ثلاثة) أى ثلاثة أشخاص أو أجناس، (الغازى) أى المجاهد مع الكفار لإعلاء الدين، (والحاج والمعتمر) المتميزون عن سائر المسلمين بتحمل المشاق البدنية، والمالية، ومفارقة الأهلين، وفى النهاية الوفد القوم يجتمعون ويردون البلاد، أو يقصدون الرؤساء للزيارة، أو استرفادا وغير ذلك، والحاصل أنهم قوم معظمون عند الكرماء، ومكرمون عند العظماء، تعطى مطالبهم وتقضى مآربهم (مرقاة المفاتيح، ج۵ ص ۱۷۵۵، كتاب المناسك)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ عَلَى النِّسَاءِ جِهَادٌ؟ قَالَ: نَعَمْ، عَلَيْهِنَّ جِهَادٌ، لَا قِتَالَ فِيْهِ: اَلْحَجُّ وَالْعُمْرَةُ (ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک ان پر ایسا جہاد ہے، کہ جس میں قتال نہیں (اور وہ) حج اور عمرہ ہے (ابنِ ماجہ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جِهَادُ الْكَبِيْرِ، وَالصَّغِيْرِ، وَالضَّعِيْفِ، وَالْمَرْأَةِ: اَلْحَجُّ، وَالْعُمْرَةُ (سنن نسائی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بوڑھے اور بچے اور ضعیف اور عورت کا جہاد حج اور عمرہ کرنا ہے (نسائی)

ان احادیث سے حج کے ساتھ عمرہ کی اہمیت وفضیلت معلوم ہوئی کہ ان دونوں اعمال کو عورتوں اور ضعیفوں کا جہاد قرار دیا گیا ہے۔

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ مَّشٰى اِلٰى صَلَاةٍ مَكْتُوْبَةٍ وَهُوَ مُتَطَهِّرٌ كَانَ لَهٗ كَاَجْرِ الْحَاجِّ الْمُحْرِمِ، وَمَنْ مَّشٰى اِلٰى سُبْحَةِ الضُّحٰى كَانَ لَهٗ كَاَجْرِ الْمُعْتَمِرِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۳۰۴) [3]

---

[1] رقم الحديث ۲۹۰۱، كتاب المناسك، باب الحج، جهاد النساء، واللفظ لهٗ، مسند احمد، رقم الحديث ۲۴۴۶۳.
فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح .

[2] رقم الحديث ۲۶۲۶، كتاب مناسك الحج، باب فضل الحج، واللفظ له، المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحديث ۸۷۵۱.
قال المنذری: رواه النسائی بإسناد حسن (الترغيب والترهيب، ج۲ ص۱۰۵)

[3] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن.

ترجمہ: جو شخص فرض نماز کی طرف پاکی کی حالت میں چلا، تو اس کو احرام کی حالت میں حج کرنے والے کی طرح کا اجر حاصل ہوتا ہے، اور جو شخص چاشت کی نماز کے لئے چلا، تو اس کو عمرہ کرنے والے کی طرح کا اجر حاصل ہوتا ہے (مسند احمد)

اس حدیث میں فرض نماز کے لئے جانے کا اجر حاجی کی طرح، اور چاشت کی نماز کے لئے جانے کا اجر عمرہ کی طرح بیان کیا گیا ہے۔

اسی طرح احادیث میں مدینہ منورہ شہر کی مسجدِ قباء میں نماز پڑھنے کا اجر عمرہ کے برابر قرار دیا گیا ہے۔ [1]

اور چاشت کی نماز اور اسی طرح مسجد قباء میں نماز پڑھنا فرض درجے کا عمل نہیں ہے۔

جس سے بعض فقہائے کرام نے یہ استدلال کیا ہے کہ عمرہ فرض سے نیچے کے درجے کا عمل ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْعُمْرَةِ أَوَاجِبَةٌ هِيَ؟ قَالَ: لَا، وَأَنْ تَعْتَمِرُوْا هُوَ أَفْضَلُ (ترمذی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ کیا وہ واجب

---

[1] عن عبد الحميد بن جعفر، قال :حدثنا أبو الأبرد، مولى بنى خطمة، أنه سمع أسيد بن ظهير الأنصارى، وكان من أصحاب النبى صلى الله عليه وسلم يحدث، عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :الصلاة فى مسجد قباء كعمرة، وفى الباب عن سهل بن حنيف، حديث أسيد حديث حسن صحيح(ترمذى،رقم الحديث ۳۲۴، باب ما جاء فى الصلاة فى مسجد قباء)

[2] رقم الحديث ۹۳۱ ،ابواب الحج، باب ما جاء فى العمرة أواجبة هى أم لا؟

قال الترمذى: هذا حديث حسن صحيح .وهو قول بعض أهل العلم قالوا :العمرة ليست بواجبة، وكان يقال :هما حجان الحج الأكبر يوم النحر، والحج الأصغر العمرة .وقال الشافعى " :العمرة سنة، لا نعلم أحدا رخص فى تركها، وليس فيها شىء ثابت بأنها تطوع، وقد روى عن النبى صلى الله عليه وسلم بإسناد وهو ضعيف، لا تقوم بمثله الحجة، وقد بلغنا عن ابن عباس أنه كان يوجبها : كله كلام الشافعى.

ہے؟ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں، البتہ تم عمرہ کرو، تو بہت فضیلت کا باعث ہے (ترمذی)

اس حدیث کی سند پر بعض محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن بہر حال عمرہ کے فرض سے کم درجہ کا عمل ہونے کی تائید کئی احادیث وروایات سے ہوتی ہے۔

حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ:

اَلْحَجُّ جِهَادٌ، وَالْعُمْرَةُ تَطَوُّعٌ (ابنِ ماجه) [1]

ترجمہ: حج جہاد ہے، اور عمرہ تطوع (یعنی فرض سے نیچے کے درجے کا) عمل ہے (ابنِ ماجہ)

اس حدیث کی سند پر بھی محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن اس کی تائید ایک اور مرسل حدیث اور گزشتہ حدیث سے ہوتی ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۹۸۹، كتاب المناسک، باب العمرة.

[2] حدثنا جرير، عن معاوية بن إسحاق، عن أبي صالح ماهان، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الحج جهاد، والعمرة تطوع(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الحديث ۱۳۸۲۷، باب من قال العمرة تطوع)

م د س: عبد الرحمن بن قيس، أبو صالح الحنفى الكوفى أخو طليق بن قيس.

وزعم إسحاق بن راهويه أن أبا صالح الحنفى هو ماهان الحنفى، وأنكر ذلک النسائي وغيره.

روى عن: حذيفة بن اليمان، وسعد بن أبى وقاص، وأخيه طليق بن قيس الحنفى، وعبد الله بن عباس، وعبد الله بن مسعود، وعلى بن أبى طالب (د س) وأبيه قيس الحنفى، وأبى سعيد الخدرى (سى)وأبى مسعود البدرى، وأبى هريرة (سى)وعائشة.

روى عنه: إسماعيل بن أبى خالد، وإسماعيل بن سالم، وأبو بشر بيان بن بشر، وسعيد بن مسروق الثورى، وضرار بن مرة أبو سنان الشيبانى (سى) وعمار الدهنى، وعمرو بن مرة، وأبو عون محمد بن عبيد الله الثقفى (م د س) ومعاوية بن إسحاق بن طلحة بن عبيد الله، وميسرة بن حبيب النهدى، وهارون بن سعد الجعفى.

قال إسحاق بن منصور، عن يحيى بن معين: أبو صالح الحنفى ثقة.

وذكره ابن حبان فى كتاب "الثقات"

روى له مسلم، وأبو داود، والنسائى(تهذيب الكمال، ج۱۷ ص ۳۶۰ تا ۳۶۲)

اس قسم کی احادیث وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عمرہ فرض سے نیچے کے درجہ کا عمل ہے، جو کہ واجب یا سنت ہے۔

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ، اور جلیل القدر تابعین حضرت مجاہد، حضرت سعید بن جبیر، حضرت عطاء، حضرت مسروق، حضرت حسن اور حضرت ابنِ سیرین رحمہم اللہ سے عمرہ کا واجب ہونا مروی ہے۔ [۱]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور جلیل القدر تابعین حضرت امام شعبی اور حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ سے عمرہ کا سنت ہونا مروی ہے۔ [۲]

اور حضرت حماد رحمہ اللہ سے اس کے واجب ہونے میں اختلاف کا قول مروی ہے۔ [۳]

بہرحال زندگی میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا واجب ہے، یا سنت، یہ فقہی اختلاف تو اپنی جگہ ہے۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ عمرہ بھی عظیم الشان عمل ہے، اور ا[illegible] رجہ سے بعض آثار میں عمرہ کو حج

---

[۱] عن نافع ، عن ابن عمر ، قال :ليس من خلق الله تعالى أحد إلا وعليه حجة وعمرة واجبتان(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الرواية١٣٨٣٥ ،باب من كان يرى العمرة فريضة)
عن ليث ، عن عطاء ، وطاووس ، ومجاهد ؛ قالوا :واجبة(ايضاً، رقم الرواية١٣٨٣٤)
عن عبد الملك ، قال :سئل سعيد بن جبير عن العمرة ، واجبة هى ؟ قال :نعم(ايضاً، رقم الرواية١٣٨٣٦)
عن ابن جريج ، قال :سئل سعيد بن جبير ، وعلى بن حسين ، عن العمرة ، أواجبة هى ؟ فتلوا هذه الآية :(وأتموا الحج والعمرة)(ايضاً، رقم الرواية١٣٨٣٧)
عن أبى إسحاق ، عن مسروق ، قال :أمرتم بإقامة الحج والعمرة (ايضاً، رقم الرواية١٣٨٤١)
عن يونس ، عن الحسن ، ومحمد ، قالا :العمرة واجبة(ايضاً، رقم الرواية١٣٨٤٣)

[۲] عن أبى معشر ، عن إبراهيم ، قال :قال عبد الله :الحج فريضة ، والعمرة تطوع(مصنف ابن ابى شيبة،رقم الرواية ١٣٨٢٨ ، باب من قال العمرة تطوع)
عن عبد الملك ، عن الشعبى ، قال :هى تطوع(ايضاً،رقم الرواية ١٣٨٢٩)
عن مغيرة ، عن إبراهيم ، قال :العمرة سنة ، وليست بفريضة (ايضاً،رقم الرواية ١٣٨٣١)

[۳] عن شعبة ، قال :سألت حمادا عن العمرة ، واجبة هى ؟ قال :قد اختلف فيها(مصنف ابن ابى شيبة،رقم الرواية ١٣٨٣٠ ، باب من قال العمرة تطوع)

اصغر قرار دیا گیا ہے۔ [1]

اس تمہید وتفصیل کے بعد اب عمرہ سے متعلق چند ضروری احکام ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... عمرہ واجب یا سنت ہے، اور عمرہ کے سنت یا واجب ہونے کے لئے وہی شرائط ہیں، جو حج فرض ہونے کی شرائط ہیں، یعنی مسلمان ہونا، عاقل ہونا، بالغ ہونا، آزاد ہونا، اور بدنی ومالی استطاعت کا ہونا، اور عورت کے لئے محرم کا ہونا، اور عدت کا نہ ہونا، وغیرہ۔

جب کسی شخص میں یہ شرائط پائی جائیں، اور اس نے اس سے پہلے عمرہ نہ کیا ہو، خواہ الگ سے یا حج کے ساتھ، تو اس کو عمرہ کرنا سنتِ مؤکدہ یا واجب ہوتا ہے۔ [2]

---

[1] عن عكرمة ، عن ابن عباس ، قال :العمرة ، الحجة الصغرى(مصنف ابنِ ابى شيبة،رقم الرواية ۱۳۸۳۹ ،باب من كان يرى العمرة فريضة)

عن منصور ، عن مجاهد ، قال :كان يقال :العمرة هى الحجة الصغرى(ايضاً،رقم الرواية ۱۳۸۴۵)

عن منصور ، عن مجاهد ، قال :العمرة الحج الأصغر(ايضاً،رقم الرواية ۱۳۸۴۷)

حدثنا سفيان ، عن أبى إسحاق ، قال :سألت عبد الله بن شداد عن الحج الأكبر ؟ فقال :الحج الأكبر يوم النحر ، والحج الأصغر العمرة(ايضاً،رقم الرواية ۱۳۸۴۴)

[2] (وأما) شرائط وجوبها فهى شرائط وجوب الحج؛ لأن الواجب ملحق بالفرض فى حق الأحكام، وقد ذكرنا ذلك فى فصل الحج (بدائع الصنائع، ج۲، ص۲۲۷، شرائط وجوب العمرة)

شروط فرضية العمرة عند القائلين بفرضيتها هى شروط فرضية الحج، وكذا على القول بوجوبها وسنيتها .فيشترط لفرضية العمرة :العقل والإسلام، والبلوغ والحرية، والاستطاعة، والاستطاعة شرط لفرضية العمرة فقط، لكن لا يتوقف عليها سقوط الفرض عند من يقول بفرضية العمرة أو وجوبها، فلو اعتمر من لم تتوفر فيه شروط الاستطاعة صحت عمرته وسقط الفرض عنه.

وتتلخص الاستطاعة فى ملك الزاد والقدرة على آلة الركوب، وذلك بالنسبة للرجال والنساء .

وتختص النساء بشرطين آخرين وهما :مصاحبة الزوج أو المحرم، وعدم العدة.

ويجزء عند الشافعية رفقة نساء ثقات عوضا عن المحرم أو الزوج فى سفر الفرض.

أما البلوغ والحرية فهما شرطان لوجوب العمرة وإجزائها عن الفرض، فلو اعتمر الصبى أو العبد صحت عمرتهما، ولم يسقط فرضها عنهما عند البلوغ أو العتق.

وأما العقل والإسلام :فهما شرطان لوجوب العمرة وصحتها، فلا تجب العمرة على كافر، ولا مجنون ولا تصح منهما، لكن يجوز أن يحرم بالعمرة عن المجنون وليه ويؤدى المناسك عنه، ويجنبه محظورات الإحرام وهكذا، لكن لا يصلى عنه ركعتى الإحرام أو الطواف، بل تسقطان عنه عند الحنفية والمالكية، أما عند الشافعية فيصليهما عنه، وهو ظاهر كلام الحنابلة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰ص۳۲۳،شروط فرضية العمرة،مادة"عمرة")

مسئلہ نمبر۳...... عمرہ تین طرح سے ادا کیا جاتا ہے، ایک تنہا عمرہ، جسے عربی زبان میں عمرۂ مُفردہ کہا جاتا ہے۔

دوسرے حجِ تمتع کے ساتھ عمرہ، جس میں پہلے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، اور عمرہ سے فارغ ہوکر حلال ہوکر پھر اسی سال حج کیا جاتا ہے۔

تیسرے حجِ قِران کے ساتھ عمرہ، جس میں ایک احرام کے ساتھ پہلے عمرہ اور پھر حج ادا کیا جاتا ہے۔

ان میں سے جس طریقہ کے ساتھ بھی عمرہ کرلیا جائے، تو اس سے عمرہ کے سنت یا واجب ہونے کا حکم پورا ہوجاتا ہے۔ [1]

---

[1] تتأدى العمرة على ثلاثة أوجه، وهي:

أ) إفراد العمرة :وذلك بأن يحرم بالعمرة أى :ينويها ويلبى -دون أن يتبعها بحج -في أشهر الحج، أو يحج ثم يعتمر بعد الحج، أو يأتى بأعمال العمرة فى غير أشهر الحج فهذه كلها إفراد للعمرة.

ب) التمتع :وهو أن يحرم بالعمرة فى أشهر الحج ويأتى بأعمالها ويتحلل، ثم يحج، فيكون متمتعا ويجب عليه هدى التمتع بالشروط المقررة للتمتع.(ر :تمتع ف ٦ وحج ف ٣٧)

ج) القران :وهو أن يحرم بالعمرة والحج معا فى إحرام واحد، فيأتى بأفعالهما مجتمعين، وتدخل أفعال العمرة فى الحج عند الجمهور ،ويجزئه لهما طواف واحد وسعى واحد عندهم، ويظل محرما حتى يتحلل بأعمال يوم النحر فى الحج.

ومذهب الحنفية :أن القارن يطوف طوافين ويسعى سعيين طواف وسعى لعمرته، ثم طواف وسعى لحجه، ولا يتحلل بعد أفعال العمرة، بل يظل محرما أيضا حتى يتحلل تحلل الحج (ر :قران، وحج ف ٣٧ ب)

وكيفما أدى العمرة على أى وجه من هذه الوجوه تجزء عنه، ويتأدى فرضها عند القائلين بفرضيتها كما تتأدى سنيتها على القول بسنيتها.

قال ابن قدامة فى المغنى :وتجزء عمرة المتمتع وعمرة القارن، والعمرة من أدنى الحل عن العمرة الواجبة، ولا نعلم فى إجزاء عمرة التمتع خلافا، كذلك قال ابن عمر رضى الله عنهما وعطاء وطاوس ومجاهد، ولا نعلم عن غيرهم خلافهم .وروى عن أحمد أن عمرة القارن لا تجزء، وهو اختيار أبى بكر، وعن أحمد :أن العمرة من أدنى الحل لا تجزء عن العمرة الواجبة، وقال :إنما هى من أربعة أميال،واحتج على أن عمرة القارن لا تجزء بأن عائشة رضى الله عنها حين حاضت أعمرها من التنعيم فلو كانت عمرتها فى قرانها أجزأتها لما أعمرها بعدها.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳...... عمرہ کی ادائیگی کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں، اور کوئی مکروہ وقت بھی نہیں، دن رات میں جب چاہیں ادا کر سکتے ہیں، اور رمضان میں عمرہ کرنا افضل ہے۔

حضرت اِمِ معقل رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: عُمْرَةٌ فِيْ رَمَضَانَ تَعْدِلُ حَجَّةً (ترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان میں عمرہ کرنا حج کے برابر (فضیلت رکھتا) ہے (ترمذی)

اس قسم کے مضمون کی اور روایات بھی ہیں۔ [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

واستدل ابن قدامة بقول الصبى بن معبد :إنى وجدت الحج والعمرة مكتوبين على فأهللت بهما، فقال عمر :هديت لسنة نبيک وهذا يدل على أنه أحرم بهما يعتقد أداء ما كتبه الله عليه منهما والخروج عن عهدتهما، فصوبه عمر، وقال :هديت لسنة نبيک وبحديث عائشة رضى الله تعالى عنها أن النبى صلى الله عليه وسلم :قال لها لما جمعت بين الحج والعمرة :يجزء عنک طوافک بالصفا والمروة عن حجک وعمرتک ، وقال ابن قدامة :وإنما أعمرها النبى صلى الله عليه وسلم من التنعيم قصدا لتطييب قلبها وإجابة مسألتها، لا؛ لأنها كانت واجبة عليها، ثم إن لم تكن أجزأتها عمرة القران فقد أجزأتها العمرة من أدنى الحل، وهو أحد ما قصدنا الدلالة عليه،؛ ولأن الواجب عمرة واحدة وقد أتى بها صحيحة فتجزئه كعمرة المتمتع؛ ولأن عمرة القارن أحد نسكى القران فأجزأت كالحج، والحج من مكة يجزء فى حق المتمتع، فالعمرة من أدنى الحل فى حق المفرد - للعمرة -أولى(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠ص ٣١٥تا٣١٧،وجوه أداء العمرة،مادة"عمرة")

[1] رقم الحديث ٩٣٩، ابواب الحج، باب ماجاء فى عمرة رمضان.

قال الترمذى:وفى الباب عن ابن عباس، وجابر، وأبى هريرة، وأنس، ووهب بن خنبش " :ويقال: هرم بن خنبش "، قال :بيان، وجابر، عن الشعبى، عن وهب بن خنبش، وقال داود الأودى :عن الشعبى، عن هرم بن خنبش، ووهب أصح، وحديث أم معقل حديث حسن غريب من هذا الوجه، وقال أحمد وإسحاق :قد ثبت عن النبى صلى الله عليه وسلم أن عمرة فى رمضان تعدل حجة، قال إسحاق :معنى هذا الحديث مثل ما روى عن النبى صلى الله عليه وسلم أنه قال " :من قرأ :قل هو الله أحد فقد قرأ ثلث القرآن(ترمذى)

[2] أخبرنى عطاء ، قال :سمعت ابن عباس يخبرنا قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لامرأة من الأنصار :إذا كان رمضان فاعتمرى فيه، فإن عمرة فيه تعدل حجة(نسائى،رقم الحديث ٢١١٠) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمرہ کے حج کے برابر ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ اس عمرہ سے فرض حج ادا ہو جائے گا، بلکہ مطلب یہ ہے کہ عمرہ کے ساتھ رمضانُ المبارک کی فضیلت شامل ہو جانے کی وجہ سے ثواب میں حج کے برابر ہو جاتا ہے۔ [۱]

البتہ حنفیہ کے نزدیک سال کے صرف پانچ دنوں میں تنہا عمرہ کرنا مکروہ ہے، یعنی یومِ عرفہ سے لے کر تیرہ ذی الحجہ تک، کیونکہ یہ حج کے مخصوص دن ہیں۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ عن وهب بن خنبش، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :عمرة في رمضان، تعدل حجة (ابنِ ماجه،رقم الحديث ٢٩٩١، واللفظ لهٗ؛ مسند احمد، رقم الحديث ١٧٥٩٩)

عن جابر، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :عمرة في رمضان، تعدل حجة (ابنِ ماجه،رقم الحديث ٢٩٩٥)

[۱] فالحاصل أنه أعلمها أن العمرة في رمضان تعدل الحجة في الثواب لا أنها تقوم مقامها في إسقاط الفرض للإجماع على أن الاعتمار لا يجزء عن حج الفرض (فتح الباري لابن حجر، ج٣، ص ٦٠٤، تحت رقم الحديث ١٧٨٢، قوله باب عمرة في رمضان)

ملحوظ رہے کہ کسی بھی عمل کی جو فضیلت ہوتی ہے، وہ اس کی ذات کے اعتبار سے اور اس عمل کو اخلاص کے ساتھ اور ٹھیک ٹھیک انجام دینے کی صورت میں ہوتی ہے، وہ فضیلت نہ تو دوسرے عمل کے تقابل کے اعتبار سے ہوتی اور نہ ہی اس عمل کو بغیر اخلاص اور غلط طریقہ پر کرنے کی صورت میں ہوتی، یہی معاملہ رمضان میں عمرے کا بھی ہے۔

جب غریب اور مستحق لوگ تعاون کے زیادہ محتاج ہوں (جیسا کہ آج کل اکثر جگہ ایسا ہے) تو اِن غریبوں کا تعاون کرنا اس رقم کو بار بار کے نفلی حج وعمرے میں خرچ کرنے سے افضل ہوگا، جس کی تفصیل آگے تحقیقی مسائل کے ضمن میں آتی ہے۔

[۲] اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق یومِ عرفہ یعنی نو ذی الحجہ کے زوال سے پہلے تک عمرہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ اس سے پہلے حج کا عملی طور پر وقت شروع نہیں ہوتا، اور پہلا فرض وقوفِ عرفہ ہی ہے، جس کا وقت نو ذی الحجہ کے زوال سے شروع ہوتا ہے۔

والعمرة لا تفوت وهي جائزة في جميع السنة إلا خمسة أيام يكره فيها فعلها وهي يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق "لما روى عن عائشة رضي الله تعالى عنها أنها كانت تكره العمرة في هذه الأيام الخمسة ولأن هذه الأيام أيام الحج فكانت متعينة له وعن أبي يوسف رحمه الله أنها لا تكره في يوم عرفة قبل الزوال لأن دخول وقت ركن الحج بعد الزوال لا قبله والأظهر من المذهب ما ذكرناه ولكن مع هذا لو أداها في هذه الأيام صح ويبقى محرما بها فيها لأن الكراهة لغيرها وهو تعظيم أمر الحج وتخليص وقته له فيصح الشروع(الهداية في شرح بداية المبتدى، ج ١ ص ١٧٨، باب الفوات)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور حنفیہ کے علاوہ دیگر جمہور فقہائے کرام یعنی مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک ان پانچ دنوں میں بھی عمرہ کرنا مکروہ نہیں ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... حنفیہ کے نزدیک عمرہ کے لئے احرام شرط ہے، اور عمرہ کا رکن طواف ہے، اور سعی اور حلق یا قصر واجب ہے۔

اور بعض دیگر فقہائے کرام کے نزدیک عمرہ کے تین ارکان ہیں، ایک احرام، دوسرے طواف،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ان پانچ دنوں میں عمرۂ مفردہ کے مکروہ ہونے پر حنفیہ کا استدلال درج ذیل آثار سے ہے۔

عن عائشة رضى الله عنها قالت " :حلت العمرة فى السنة كلها إلا فى أربعة أيام :يوم عرفة ويوم النحر ويومان بعد ذلك "وهذا موقوف وهو محمول عندنا على من كان مشتغلا بالحج فلا يدخل العمرة عليه ولا يعتمر حتى يكمل عمل الحج كله، فقد أمر عمر بن الخطاب رضى الله عنه أبا أيوب الأنصارى وهبار بن الأسود حين فات كل واحد منهما الحج بأن يتحلل بعمل عمرة ,قال الشافعى :وأعظم الأيام حرمة أولاها أن ينسك فيها لله عز وجل(سنن البيهقى، رقم الرواية ۸۷۴۱)

عن عائشة ، قالت :حلت العمرة الدهر ، إلا ثلاثة أيام ؛ يوم النحر ، ويومين من أيام التشريق(مصنف ابنِ ابى شيبة، رقم الرواية ۱۲۸۷۰،باب فى العمرة ، من قال :فى كل شهر ، ومن قال :متى ما شئت ؟)

عن ليث ، عن طاوس ؛ أنه سئل عن العمرة ؟ فقال :إذا مضت أيام التشريق ، فاعتمر متى شئت إلى قابل(ايضاً، رقم الرواية ۱۲۸۷۱)

[1] اتفقوا على أن ميقات العمرة الزمانى هو جميع العام، فيصح أن تفعل فى جميع السنة، وينعقد إحرامها، وذلك لعدم المخصص لها بوقت دون وقت وكذلك قرروا أنها أفضل فى شهر رمضان منها فى غيره .وعبر الحنفية بقولهم " :تندب فى رمضان "، لقوله صلى الله عليه وسلم :عمرة فى رمضان تقضى حجة .متفق عليه.

ثم اختلفوا فى أوقات يكره فيها الإحرام بالعمرة أو لا يكره .وهى:

أ -يوم عرفة ويوم النحر وأيام التشريق :ذهب المالكية والشافعية والحنابلة إلى عدم الكراهة فيها، لكن قال الرملى الشافعى " :وهى فى يوم عرفة والعيد وأيام التشريق ليست كفضلها فى غيرها؛ لأن الأفضل فعل الحج فيها ."

واستدلوا لعدم الكراهة بأن الأصل عدم الكراهة، ولا دليل عليها.

وذهب الحنفية إلى أن العمرة تكره تحريما يوم عرفة وأربعة أيام بعده، حتى يجب الدم على من فعلها فى ذلك عندهم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ ص ۱۴۴،الميقات الزمانى للإحرام بالعمرة،مادة "احرام")

تیسرے سعی، اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک حلق یا قصر بھی رکن میں داخل ہے۔ ۱؎

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ
وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

۱؎ ذهب جمهور الفقهاء إلى أن أركان العمرة ثلاثة هي :الإحرام والطواف والسعي، وهو مذهب المالكية والحنابلة ، وقال بركنيتها الشافعية، وزادوا ركنا رابعا هو :الحلق
ومذهب الحنفية أن الإحرام شرط للعمرة، وركنها واحد هو :الطواف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰ص۳۱۸،أركان العمرة،مادة"عمرة")
يجب في العمرة أمران :الأول :السعي بين الصفا والمروة عند الحنفية والحنابلة، وقال غيرهم :هو ركن.الثاني :الحلق أو التقصير عند الحنفية والمالكية، والحنابلة، وقال الشافعية في الراجح عندهم :إنه ركن.والقدر الواجب هو حلق شعر جميع الرأس أو تقصيره عند المالكية، والحنابلة، وربع الرأس على الأقل عند الحنفية، وثلاث شعرات على الأقل عند الشافعية.
والحلق للرجال أفضل في العمرة إلا للمتمتع، فالتقصير له أفضل، لكي يبقى شعرا يأخذه في الحج. والسنة للنساء التقصير فقط، ويكره الحلق في حقهن؛ لأنه مثلة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۰ص۳۲۳ و ۳۲۴،واجبات العمرة،مادة"عمرة")

حج وعمرہ کی نذر ومنت ماننے کے احکام

اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندہ پر حج کے فرض اور عمرہ کے واجب یا سنت ہونے کی شرائط تو تفصیل کے ساتھ پیچھے ذکر کردی گئی ہیں۔

اور بعض اوقات حج یا عمرہ بندہ کے خود اپنے اوپر نذر ومنت مان کر واجب کر لینے سے بھی لازم ہوجاتا ہے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ أُخْتِيْ قَدْ نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاقْضِ اللّٰهَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَآءِ (بخاری) [1]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے آپ سے عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر (ومنت) مانی تھی، اور وہ فوت ہوگئی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ کی بہن پر قرض ہوتا تو کیا آپ اسے ادا کرتے؟ اُس آدمی نے کہا کہ بے شک؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (یہ حج کی نذر ومنت اللہ کا حق ہے) آپ اللہ کے حق کو ادا کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (اپنے حق کی) ادائیگی کے (دوسروں سے) زیادہ مستحق ہیں (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ حج کی نذر ومنت ماننے سے حج انسان پر لازم ہوجاتا ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال قرض ودَین سے بیان فرمائی ہے، اور قرض ودَین کی ادائیگی ظاہر ہے کہ لازم ہوا کرتی ہے۔

---

[1] رقم الحديث ٦٦٩٩، كتاب الايمان والنذور، باب من مات وعليه نذر.

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ فِيْ سَفَرٍ إِذْ مَرَّ بِامْرَأَةٍ نَاشِرَةٍ شَعَرَهَا فَقَالَ: مَا هٰذَا؟ فَقِيْلَ: فُلَانَةُ لِامْرَأَةٍ مِنْ قُرَيْشٍ، نَذَرَتْ أَنْ تَحُجَّ نَاشِرَةً شَعَرَهَا، قَالَ: مُرُوْهَا فَلْتَخْتَمِرْ (المعجم الكبير للطبراني) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں تھے، آپ کا گزر ایک عورت کے قریب سے ہوا، جس نے اپنے بال کھولے اور پھیلائے ہوئے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کیا گیا کہ قریش کی فلاں عورت ہے، جس نے یہ نذر ومنت مانی ہے کہ وہ اپنے بال کھول کر اور پھیلا کر حج کرے گی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُس عورت کو حکم دو کہ وہ اپنے بال ڈھک لے (طبرانی؛ بزار)

حضرت عمرو بن شعیب کی سند سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَدْرَكَ رَجُلَيْنِ وَهُمَا مُقْتَرِنَانِ، يَمْشِيَانِ إِلَى الْبَيْتِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَالُ الْقِرَانِ؟ قَالَا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، نَذَرْنَا أَنْ نَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ مُقْتَرِنَيْنِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ هٰذَا نَذْرًا، فَقَطَعَ قِرَانَهُمَا، قَالَ سُرَيْجٌ فِيْ حَدِيْثِهٖ: إِنَّمَا النَّذْرُ مَا ابْتُغِيَ بِهٖ وَجْهُ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ (مسند احمد، رقم الحديث ۶۷۱۴) [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۱۸۷۲، ج ۱۱ ص ۳۲۰؛ كشف الاستار عن زوائد البزار للهيثمي، تحت رقم الحديث ۱۳۴۸، باب لا نذر في معصية.

قال الهيثمي:

رواه البزار، وفيه يحيى بن أبي يحيى، وهو غير الذي في الميزان، فإن هذا روى عنه الفضل بن سهل الأعرج، وروى هو عن زيد بن الحباب، وبقية رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۶۹۵۵، باب لا نذر في معصية إنما النذر ما ابتغى به وجه الله)

[2] في حاشية مسند احمد: حديث حسن.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو آدمیوں کو اس حال میں پایا کہ ان دونوں نے ایک دوسرے کو باہم (رسی سے) باندھ رکھا تھا، اور بیت اللہ کی طرف چل رہے تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (ان کے آپس میں) باندھنے کی کیا وجہ ہے؟ تو ان دونوں نے کہا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے یہ نذر ومنت مانی تھی کہ ہم بیت اللہ کی طرف ایک دوسرے کو ساتھ باندھ کر جائیں گے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ نذر ومنت نہیں ہے، تو ان دونوں (آدمیوں) نے اپنی رسی کو کاٹ لیا، حضرت سُریج (راوی) نے اس حدیث میں فرمایا کہ نذر ومنت تو اس عمل کے ذریعے سے ہوتی ہے، جس سے اللہ عزوجل کی رضا حاصل کی جائے (مسند احمد)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ حج کی نذر ومنت ماننا تو درست ہے، کیونکہ وہ عبادت کا کام ہے، لیکن اس کے ساتھ کسی گناہ کی یا ایسی فضول چیز کی قید لگانا معتبر نہیں، کہ جس میں کوئی ثواب نہ ہو، اور بلاوجہ کی مشقت ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأٰى شَيْخًا يُهَادٰى بَيْنَ ابْنَيْهِ، قَالَ: مَا بَالُ هٰذَا؟ قَالُوْا: نَذَرَ أَنْ يَّمْشِيَ، قَالَ: إِنَّ اللّٰهَ عَنْ تَعْذِيْبِ هٰذَا نَفْسَهٗ لَغَنِيٌّ، وَأَمَرَهٗ أَنْ يَّرْكَبَ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو دیکھا کہ وہ اپنے دو بیٹوں کے

---

[1] رقم الحديث ۱۸۶۵، كتاب جزاء الصيد، باب من نذر المشى إلى الكعبة؛ مسند احمد، رقم الحديث ۱۳۸۶۶؛ ترمذی، رقم الحديث ۱۵۳۶.

فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

وقال الترمذی: وفی الباب عن أبی هريرة، وعقبة بن عامر، وابن عباس :حديث أنس حديث حسن صحيح غريب من هذا الوجه .والعمل على هذا عند بعض أهل العلم، وقالوا :إذا نذرت امرأة أن تمشى فلتركب ولتهد شاة (حواله بالا)

سہارے جارہا ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو کیا ہوگیا؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اس نے پیدل چل کر حج کرنے کی نذر ومنت مانی تھی (اور پیدل چلنے کی قدرت نہیں، اس لئے دو آدمیوں کے سہارے جارہا ہے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ اس شخص کے اپنے آپ کو عذاب (وتکلیف) دینے سے بے نیاز ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سوار ہونے کا حکم فرمایا (بخاری؛ مسند احمد)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ عُقْبَةَ بْنَ عَامِرٍ سَأَلَ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: إِنَّ أُخْتَهُ نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ إِلَى الْبَيْتِ، وَشَكَا إِلَيْهِ ضَعْفَهَا، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْ نَذْرِ أُخْتِكَ، فَلْتَرْكَبْ وَلْتُهْدِ بَدَنَةً

(مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۳۴، واللفظ لهٗ؛ ابو داؤد، رقم الحديث ۳۳۰۳) [1]

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اُن کی بہن نے یہ نذر ومنت مانی تھی کہ وہ بیت اللہ کی طرف پیدل جائے گی، اور حضرت عقبہ نے اُن کی کمزوری کی شکایت کی، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ آپ کی بہن کی نذر ومنت سے بے نیاز ہے، اُسے چاہئے کہ وہ سوار ہو کر حج کرے، اور ایک بدنہ (قربانی کا بڑا جانور) ذبح کرے (مسند احمد)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

أَنَّ أُخْتَ عُقْبَةَ، نَذَرَتْ أَنْ تَمْشِيَ، إِلَى الْبَيْتِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنْ نَذْرِ أُخْتِكَ لِتَرْكَبْ، وَلْتُهْدِ هَدْيًا

(سنن الدارمي، رقم الحديث ۲۳۸۰، كتاب النذور والايمان، باب في كفارة النذر) [2]

---

[1] في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط البخاري، عكرمة من رجاله، وباقي السند على شرطهما.

[2] في حاشية سنن الدارمي: إسناده صحيح.

ترجمہ: حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی بہن نے یہ نذر ومنت مانی تھی کہ وہ بیتُ اللہ کی طرف پیدل جائے گی، تو رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ آپ کی بہن کی نذر ومنت سے بے نیاز ہے، اُسے چاہئے کہ وہ سوار ہوجائے (اور پھر حج کرے) اور ایک ہدی (اونٹ یا گائے یا بکری) ذبح کرے (دارمی)

جلیلُ القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

مَنْ نَذَرَ أَنْ يَحُجَّ مَاشِيًا، ثُمَّ عَجَزَ فَلْيَرْكَبْ، وَلْيَحُجَّ، وَلْيَنْحَرْ بَدَنَةً وَجَاءَ عَنْهُ فِيْ حَدِيْثٍ آخَرَ وَيُهْدِيْ هَدْيًا (مؤطا امام محمد) [1]

ترجمہ: جس شخص نے یہ نذر ومنت مانی کہ وہ پیدل حج کرے گا، پھر وہ (پیدل حج کرنے سے) عاجز ہوگیا، تو اُسے چاہئے کہ وہ سوار ہوجائے، اور حج کرے، اور ایک بدنہ (اونٹ یا گائے) ذبح کرے، اور دوسری حدیث میں یہ آیا ہے کہ ایک ہدی (اونٹ یا گائے یا بکری) ذبح کرے (موطا)

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

فِيْ رَجُلٍ نَذَرَ أَنْ يَّحُجَّ مَاشِيًا ، قَالَ: يَمْشِيْ حَتّٰى إِذَا أَعْيَا رَكِبَ ، وَأَهْدٰى (مصنف ابن ابی شیبة) [2]

ترجمہ: جس آدمی نے پیدل حج کرنے کی نذر ومنت مانی، تو وہ پیدل چلے، یہاں تک کہ جب وہ تھک جائے تو سوار ہوجائے، اور ایک ہدی ذبح کرے (ابن ابی شیبہ)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کرنے کے بعد امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۷۴۷، کتاب الایمان والنذور، باب: من جعل علی نفسه المشی ثم عجز.

[2] رقم الحدیث ۱۲۷۵۵، کتاب المناسک، الرجل یجعل علیه المشی إلی بیت الله، فیمشی بعض الطریق ثم یعجز.

فَبِهٰذَا نَأْخُذُ، يَكُوْنُ الْهَدْىُ مَكَانَ الْمَشْيِ، وَهُوَ قَوْلُ أَبِىْ حَنِيْفَةَ وَالْعَامَّةِ مِنْ فُقَهَائِنَا (موطا امام محمد) [1]

ترجمہ: ہم اسی روایت کو لیتے ہیں، پیدل چلنے کی جگہ (یعنی پیدل چلنے کی نذر ومنت ماننے کے بدلہ میں) ہدی (یعنی اونٹ یا گائے یا بکری کی قربانی) ہوجائے گی، اور یہی امام ابوحنیفہ اور ہمارے عام فقہاء کا قول ہے (موطا)

ملحوظ رہے کہ بعض روایات میں پیدل حج کی نذر ومنت ماننے کے بعد پیدل حج نہ چل سکنے کی صورت میں بدنہ کا ذکر ہے، اور بدنہ بڑی قربانی یعنی اونٹ اور گائے کو کہا جاتا ہے، اور بعض روایات میں ہدی کا ذکر ہے، اور ہدی ہراُس جانور کو کہا جاتا ہے، جس کی قربانی جائز ہے، جس میں اونٹ، گائے بھی داخل ہے، اور بکری، بھیڑ، دنبہ بھی؛ لہٰذا اگر کوئی بدنہ یعنی بڑا جانور ذبح کرے، تو وہ بھی جائز ہے، اور اگر کوئی چھوٹا جانور یعنی بکری وغیرہ ذبح کرے تو وہ بھی جائز ہے۔ [2]

---

[1] تحت رقم الحديث ۷۴۷، كتاب الايمان والنذور، باب :من جعل على نفسه المشى ثم عجز.

[2] ثم إطلاق الركوب فى الروايتين محمول على علمه بعجزها عن المشى بدليل ما فى الرواية الأخرى لأبى داود عن ابن عباس -رضى الله عنهما -أن أخت عقبة بن عامر نذرت أن تحج ماشية وإنها لا تطيق المشى، فقال النبى -صلى الله عليه وسلم :-إن الله لغنى عن مشى أختك، فلتركب ولتهد بدنة إلا أنه عمل بإطلاق الهدى من غير تعيين بدنة لقوة روايتها (فتح القدير لابن الهمام، ج۳، ص ۱۷۲، كتاب الحج، باب الجنايات، مسائل منثورة)

اور مشی کی نذر کی خلاف ورزی کی صورت میں جو ہدی کی شکل میں اراقۃِ دَم کو واجب کیا گیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کی نذر میں گویا کہ مشی نُسک کے درجہ میں آجاتی ہے۔

فنظرنا فى ذلك فرأينا الحج فيه الطواف بالبيت والوقوف بعرفة وبجمع .وكان الطواف منه ما يفعله الرجل فى حال إحرامه وهو طواف الزيارة .ومنه ما يفعله بعد أن يحل من إحرامه ,وهو طواف الصدر .وكان ذلك كله من أسباب الحج قد أريد أن يفعله الرجل ماشيا وكان من فعله راكبا مقصرا وجعل عليه الدم .هذا إذا كان فعله لا من علة .وإن كان فعله من علة ,فإن الناس مختلفون فى ذلك .فقال بعضهم :لا شىء عليه وممن قال بذلك أبو حنيفة وأبو يوسف ومحمد رحمهم الله تعالى وقال بعضهم :عليه دم وهذا هو النظر -عندنا -لأن العلل إنما تسقط الآثام فى انتهاك الحرمات ,ولا تسقط الكفارات (شرح معانى الآثار، ج۳، ص ۱۳۱، كتاب الأيمان والنذور،باب :الرجل يوجب على نفسه المشى إلى بيت الله)

حج کا سفر پیدل کرنا بھی جائز ہے، اور سوار ہو کر بھی؛ البتہ اس میں اہلِ علم کا اختلاف ہے کہ پیدل حج کا سفر کرنا افضل ہے، یا سوار ہو کر؟ [1]

احادیث وروایات اور ان کی ضروری تشریح کے بعد حج وعمرہ کی نذر ومنت سے متعلق احکام ومسائل ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر ۱...... حج وعمرہ کی نذر ومنت ماننا درست ہے، خواہ حج وعمرہ کی نذر ومنت غیر مشروط ہو، یا مشروط ہو۔

اور جب حج وعمرہ یا ان میں سے کسی ایک کی زبان سے نذر ومنت مان لی جائے، تو اس کا پورا کرنا ضروری ہوجاتا ہے، فرق اتنا ہے کہ اگر مشروط نذر ومنت ہو، تو اس شرط کے پائے جانے پر نذر ومنت کا پورا کرنا ضروری ہوجاتا ہے، شرط کے بغیر ضروری نہیں ہوتا۔ [2]

---

[1] الركوب في سفر الحج والركوب فيه والمشي سواء في الإباحة، والكلام في الأفضلية، فقال قوم :الركوب أفضل اتباعا للنبي صلى الله عليه وسلم ولفضل النفقة فإن النفقة فيه كالنفقة في سبيل الله سبعمائة ضعف، كما أخرجه أحمد من حديث بريدة، وصحح جماعة أن المشي أفضل وبه قال إسحاق لأنه أشد على النفس (عمدة القاري، ج۹، ص ۱۳۰، كتاب الحج، باب قول الله تعالى "يأتوك رجالا وعلى كل ضامر يأتين من كل فج عميق ليشهدوا منافع لهم")

[2] البتہ اگر کسی نے ایسے الفاظ ادا کئے، جو صرف ارادہ کے اظہار پر دلالت کرتے تھے، التزامِ نذر پر دلالت نہیں کرتے تھے، مثلاً یہ کہا کہ میرا حج کرنے کا ارادہ ہے، یا میں حج کروں گا، تو اس سے نذر ومنت منعقد نہیں ہوتی۔

ثم الحج كما هو واجب بإيجاب الله تعالى ابتداء على من استجمع شرائط الوجوب -وهو حجة الإسلام -فقد يجب بإيجاب الله تعالى لكن بناؤه على وجود سبب الوجوب من العبد وهو النذر بأن يقول لله على حجة لأن النذر من أسباب الوجوب في العبادات والقرب المقصودة قال النبي -صلى الله عليه وسلم :-من نذر أن يطيع الله فليطعه وكذا لو قال على حجة فهذا.وقوله :لله على حجة سواء ؛ لأن الحج لا يكون إلا لله تعالى، وسواء كان النذر مطلقا أو معلقا بشرط بأن قال :إن فعلت كذا فلله على أن أحج حتى يلزمه الوفاء به إذا وجد الشرط، ولا يخرج عنه بالكفارة في ظاهر الرواية عن أبي حنيفة، وسنذكر إن شاء الله تعالى المسألة في كتاب النذر (بدائع الصنائع ، ج۲، ص ۲۲۳، كتاب الحج، فصل سبب وجوب الحج)

إذا نذر الحج فإنه يصير فرضا أيضا ومن فروعه ما في الخلاصة رجل قال لله على مائة حجة لزمته كلها، ولو قال أنا أحج لا حج عليه، ولو قال إذا دخلت الدار فأنا أحج يلزمه عند الشرط،ولو قال المريض إن عافاني الله تعالى من مرضي هذا فعلي حجة فبرء لزمته حجة وإن لم يقل على حجة لله؛ لأن الحجة لا تكون إلا لله (البحر الرائق، ج۲، ص ۳۳۴، كتاب الحج)

ومن نذر عمرة فأداها من التنعيم خرج عن موجب نذره (المبسوط للسرخسي، ج۳۰، ص ۱۶۱، كتاب اختلاف أبي حنيفة وابن أبي ليلى)

مسئلہ نمبر۲...... جو شخص پیدل حج یا عمرہ کرنے کی نذر ومنت مانے، تو اس کی یہ نذر ومنت منعقد ومعتبر ہو جاتی ہے، اور اگر حج وعمرہ کا نام لیے بغیر بیتُ اللہ کی طرف پیدل چلنے کی نذر ومنت مانے تو یہ نذر ومنت بھی منعقد ومعتبر ہو جاتی ہے، اور اس پر حج یا عمرہ میں سے کوئی ایک چیز لازم ہو جاتی ہے، کیونکہ بیتُ اللہ کی طرف پیدل چلنے کی نذر ومنت سے شرعاً وعُرفاً حج یا عمرہ کا احرام باندھنا مراد ہوا کرتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر۳...... جس شخص نے پیدل حج یا عمرہ کرنے یا بیتُ اللہ کی طرف پیدل چلنے کی نذر ومنت مانی، تو اس پر پیدل چلنا ضروری ہو جائے گا، پھر اگر وہ مکمل سفر یا کچھ سفر پیدل کرنے سے معذور ہے، اور اُس نے سوار ہو کر حج یا عمرہ کا سفر طے کیا، تو اس کی نذر ومنت پوری ہو جائے گی، لیکن اُس پر پیدل سفر نہ کرنے کی وجہ سے اونٹ، گائے یا بکری میں سے کسی ایک

---

[1] نذر المشي إلى بيت الله الحرام:

من نذر المشي إلى بيت الله الحرام لزمه المشي إليه في حج أو عمرة، قال هذا أبو عبيد، والأوزاعي، والليث بن سعد، وابن المنذر وإليه ذهب الحنفية، والمالكية، والشافعية، والحنابلة، وقال ابن قدامة :لا نعلم فيه خلافا.

واستدلوا بما ورد عن أبي هريرة -رضي الله عنه -أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :لا تشد الرحال إلا إلى ثلاثة مساجد :مسجدي هذا، ومسجد الحرام، ومسجد الأقصى كما استدلوا بأن قول الناذر :على المشي إلى بيت الله تعالى أو إلى الكعبة أو نحو ذلك، هو كناية عن التزام الإحرام، يستعمله الناذرون لالتزام الإحرام بطريق الكناية، من غير أن يعقل فيه وجه الكناية، بمنزلة قول القائل :لله علي أن أضرب بثوبي حطيم الكعبة، إذ هو كناية التزام الصدقة، والإحرام يكون بالحج أو بالعمرة، فيلزم الناذر أحدهما، بخلاف سائر الألفاظ فما جرت عادتهم بالتزام الإحرام بها، والمعتبر في الباب عرفهم وعادتهم، ولا عرف هناك، فيلزمه ذلك ماشيا؛ لأنه التزم المشي، وفيه زيادة قربة، فجاز التزامه بالنذر، كصفة التتابع في الصيام وقالوا :إن الناذر قد التزم المشي إلى بيت الله الحرام، وجعله وصفا للعبادة، فيلزمه المشي كما لو نذر أن يصلي قائما واستدلوا كذلك بأن من نذر المشي إلى بيت الله الحرام لا يجزئه المشي إليه إلا في حج أو عمرة، وذلك لأن المشي المعهود في الشرع هو المشي في حج أو عمرة، فإذا أطلق الناذر المشي إليه حمل على المعهود في الشرع، ويلزمه المشي فيه لنذره وإن نذر المشي إلى بيت الله الحرام نذر في طاعة الله تعالى، فيلزم الناذر الوفاء، لما ورد عن عائشة -رضي الله عنها -أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :من نذر أن يطيع الله فليطعه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰، ص ۱۹۵ وص ۱۹۶، نذر المشي إلى بيت الله الحرام)

جانور کی شکل میں دَم لازم ہوگا۔

اور اگر اس نے بلا عذر سوار ہو کر سفر طے کیا، تب بھی حنفیہ کے نزدیک اس کی نذر و منت پوری ہو جائے گی، لیکن اس پر دم پھر بھی لازم ہوگا۔ [1]

---

[1] حنفیہ کے نزدیک عذر اور بلا عذر کی تفصیل کے بغیر مطلقاً دم لازم ہے، جبکہ اکثر سفر سوار ہو کر کیا جائے، اور اقل کی صورت میں درمیانی درجہ کی بکری کی قیمت نکال کر پیدل چلنے کی مقدار کے بقدر قیمت کا تصدُّق واجب ہوگا۔

(نذر الحج ماشيا)قال -رحمه الله -(ومن أوجب حجا ماشيا لا يركب حتى يطوف للركن) أى من أوجب على نفسه بالنذر أن يحج ماشيا لا يجوز له أن يركب حتى يطوف طواف الركن ، وهو طواف الزيارة ؛ لأنه التزم الحج على صفة الكمال ؛ لأن المشي أشق على البدن فيجب عليه الإيفاء بما التزم كما لو نذر أن يصوم متتابعا ولا يقال :كيف يجب عليه المشي بالنذر وهو من شرطه أن يكون له نظير في الشرع وهذا لا نظير له ؛ لأنا نقول :لا بل له نظير ؛ لأن أهل مكة ومن حولها لا يشترط في حقهم الراحلة بل يجب المشي على كل من قدر منهم على المشي ، ولو ركب أراق دما ؛ لأنه أدخل فيه النقص ، وكذا إذا ركب في أكثره ، وإن ركب الأقل يجب عليه بحسابه من الدم وبطواف الزيارة ينتهي الإحرام فيمشي إليه ، وطواف الصدر للتوديع وليس بأصل في الحج حتى لا يجب على من لا يودع ولم يذكر في المختصر من أين يبتدء المشي قيل :يمشي من الميقات والأصح أنه يمشي من بيته ؛ لأنه هو المراد في العرف ، وهو أملك(تبيين الحقائق، ج۲ ص۹۳، كتاب الحج، مسائل منثورة)

وأفاد بقوله لا يركب أنه لو ركب لزمه الجزاء لترك الواجب فإذا ترك في الكل أو في الأكثر يلزمه الدم، وفي الأقل يلزمه التصدق بقدره من قيمة الشاة الوسط، ومقتضى الأصل أن لا يخرج عن عهدة النذر إذا ركب كما لو نذر الصوم متتابعا فقطع التتابع، ولكن ثبت ذلك نصا في الحج فوجب العمل به (البحرالرائق، ج۳، ص ۸۱، كتاب الحج، مسائل منثورة في الحج والعمرة)

حكم من عجز عن المشي المنذور إلى بيت الله الحرام:

اختلف الفقهاء فيما يجب على من عجز عن المشي المنذور إلى بيت الله الحرام .وذلك على ثلاثة مذاهب:

المذهب الأول :يرى أصحابه أن من عجز عن المشي المنذور فركب وهو في طريقه إلى بيت الله الحرام فإنه يلزمه دم، وهو رأى الحنفية والمالكية والشافعية في الأظهر ورواية عن أحمد، وروى عن علي -رضي الله عنه -وأفتى به عطاء ، ولهم في ذلك تفصيل :فقد ذهب الحنفية إلى أن له أن يركب وإن لم يكن عاجزا عن المشي، ويذبح لركوبه شاة استحسانا، وقال مالك :من لزمه المشي إلى مكة فخرج ماشيا فعجز في مشيه فليركب فيما عجز، فإذا استراح نزل وعرف أماكن ركوبه من الأرض، ثم يعود ثانية فيمشي أماكن ركوبه، ولا يجزئه أن يمشي عدة أيام ركوبه، إذ قد يركب مواضع ركوبه أولا، وليس عليه في رجوعه ثانية إن كان قويا أن يمشي الطريق كله، ولكن يمشي ما ركب فقط، ويهرق دما لتفريق مشيه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۴...... جس شخص نے حرم یا اس کے کسی حصہ وجزء (مثلاً حرم، بیتُ اللہ، کعبہ، مسجدِ حرام، صفا، مروہ، مسجدِ خیف، منیٰ وغیرہ) کی طرف چلنے کی نذر ومنت مانی، تو امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک یہ نذر ومنت منعقد ومعتبر ہوجائے گی، اور اس پر حج وعمرہ لازم ہوجائے گا؛ کیونکہ پورا حرم حج وعمرہ کے نُسک کا محل ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وذهب الشافعية إلى أن من ركب لعذر أجزأه حجه عن نذره وعليه دم في الأظهر، والمراد بالعذر أن تلحقه مشقة ظاهرة، كنظيره في العجز عن القيام في الصلاة، والعجز عن صوم رمضان بالمرض، وقيد البلقيني وجوب الدم بما إذا ركب بعد إحرامه مطلقا أو قبله وبعد مجاوزة الميقات مشيا، وإلا فلا؛ إذ لا خلل في النسك يوجب دما، وإن ركب بلا عذر أجزأه على المشهور وعليه دم مع عصيانه واستدلوا بما روى عن ابن عباس -رضي الله عنهما -أن أخت عقبة بن عامر نذرت أن تمشي إلى الكعبة، فقال رسول الله -صلى الله عليه وسلم " :إن الله لغني عن مشيها، لتركب ولتهد بدنة "وفي رواية أخرى :أن أخت عقبة بن عامر نذرت أن تمشي إلى البيت، وأنها لا تطيق ذلك، فأمرها النبي -صلى الله عليه وسلم -أن تركب وتهدي هديا وبما روى عن علي -رضي الله عنه -أنه قال :فيمن نذر أن يمشي إلى البيت " :يمشي، فإذا أعيي ركب ويهدى جزورا وبأن من نذر المشي إلى بيت الله الحرام إذا ركب فإنه يكون قد أخل بواجب في الإحرام فلزمه هديه كتارك الإحرام من الميقات.

المذهب الثاني :يرى أنه لا يلزمه شيء، وهو القياس عند الحنفية ومقابل الأظهر عند الشافعية، وحكاه ابن رشد "الحفيد "عن بعض العلماء واستدلوا بقوله تعالى :لا يكلف الله نفسا إلا وسعها وبأن من نذر المشي إلى بيت الله الحرام قد عجز عما التزمه بالنذر، وهو المشي، فله أن يركب ولا شيء عليه، قياسا على ما لو نذر الصلاة قائما فصلى من قعود لعجزه .وقال الحنفية في وجه القياس عندهم :إن من شرط صحة النذر أن يكون المنذور به قربة مقصودة ولا قربة في نفس المشي .

المذهب الثالث :يرى أن عليه كفارة يمين إذا ركب، وهو المذهب عند الحنابلة.واستدلوا بما ورد عن عقبة بن عامر -رضي الله عنه " -أن أخته نذرت أن تمشي حافية غير مختمرة إلى الكعبة، فسأل النبي -صلى الله عليه وسلم -فقال:إن الله لا يصنع بشقاء أختك شيئا، فلتركب ولتختمر ولتصم ثلاثة أيام "وفي حديث ابن عباس " :ولتكفر عن يمينها وبما روى عن عقبة بن عامر أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم -قال :كفارة النذر كفارة اليمين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠، ص ١٩٦ الى ص١٩٨ ،حكم من عجز عن المشي المنذور إلى بيت الله الحرام)

[1] نذر المشي إلى بلد الله الحرام أو بقعة منها.

من نذر المشي إلى بلد الله الحرام، أو إلى بقعة منها :كالصفا والمروة، أو مقام إبراهيم أو أبي قبيس أو نحو ذلك من المواضع التي تقع في بلد الله الحرام، فقد اختلف الفقهاء فيما يلزمه بهذا النذر على مذاهب ثلاثة:

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اور حنفیہ کے نزدیک اگر کعبہ یا مکہ یا بیتُ اللہ کی طرف چلنے کی نذر ومنت مانی، تو اس کی یہ نذر ومنت منعقد ومعتبر ہوجائے گی، اور اس پر حج یا عمرہ میں سے کسی ایک کا کرنا واجب ہوجائے گا، کیونکہ عرف میں ان مقامات کی طرف چلنے سے حج وعمرہ کرنا مراد ہوا کرتا ہے۔

اور حرم کے دوسرے حصوں مثلاً صفا، مروہ، مسجدِ خیف وغیرہ کی طرف چلنے کی نذر ومنت مانی، تو منعقد ومعتبر نہیں ہوگی، کیونکہ عرف میں ان مقامات کی طرف چلنے سے حج وعمرہ کرنا مراد نہیں لیا جایا کرتا۔

اور اگر حرم یا مسجدِ حرام کی طرف چلنے کی نذر ومنت مانی، تو حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک یہ نذر ومنت منعقد ومعتبر ہوجائے گی، اور پیدل حج یا عمرہ کوئی ایک چیز لازم ہوجائے گی، کیونکہ حرم یا مسجدِ حرام کی طرف چلنے سے عُرف میں حج یا عمرہ کرنا مراد ہوا کرتا ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک یہ نذر ومنت منعقد ومعتبر نہیں ہوگی، کیونکہ اُن کے نزدیک ان الفاظ سے عُرف میں حج وعمرہ کرنا مراد نہیں ہوا کرتا۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المذهب الأول :يرى أصحابه أن من نذر المشي إلى بلد الله الحرام أو إلى بقعة منها، فإنه يلزمه بهذا الحج والعمرة ماشيا، وهو المذهب عند الشافعية والحنابلة.

واستدلوا بأن من نذر المشي إلى الحرم أو إلى موضع منه، شبيه بمن نذر المشي إلى البيت الحرام؛ لأن الحرم كله محل للنسک، ولذلک صح إحرام المكي بالحج منه وأن من نذر المشي إلى الحرم أو جزء منه إنما لزمه المشي إليه في حج أو عمرة؛ لأنه التزم جعله وصفا للعبادة، كما لو نذر الصلاة قائما وأن المشي إلى البلد الحرام أو إلى موضع منه يقصد منه في الشرع المشي إليه في حج أو عمرة، فيحمل النذر على المعهود الشرعي، ويلغى ما يخالفه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰، ص ۱۹۸،وص ۱۹۹، نذر المشي إلى بلد الله الحرام أو بقعة منها)

[1] متعدد مشائخ احناف نے صاحبین کے قول کو استحسان پر اور امام صاحب کے قول کو قیاس پر مبنی قرار دیا ہے، اور ہمارے نزدیک صاحبین کا قول فتوے کے لحاظ سے اولیٰ ہے، کیونکہ حرم یا مسجدِ حرام کا اطلاق بیتُ اللہ اور کعبہ پر بھی کیا جاتا ہے، اور اس کے برعکس بھی، اور مسجدِ حرام، کعبہ کی فناء کے درجہ میں ہے، اور حرم، مکہ کی فناء کے درجہ میں ہے، لہٰذا جس طرح مکہ کے لفظ سے نذر ومنت معتبر ہوجاتی ہے، اسی طرح حرم یا مسجدِ حرام کے لفظ سے بھی معتبر ہونی چاہئے، اور عوام میں بھی کثرت سے حرم یا مسجدِ حرام بول کر کعبہ اور بیتُ اللہ کا مراد لیا جانا آج کل معروف ہے۔

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر ۵...... اگر کسی نے مکہ یا کعبہ وبیت اللہ کی طرف جانے یا سفر کرنے کے الفاظ کے ساتھ نذر ومنت مانی، تو بعض فقہائے کرام کے نزدیک ان الفاظ سے نذر ومنت معتبر ومنعقد نہیں ہوگی، کیونکہ ان الفاظ سے عرف ورواج میں حج وعمرہ کا التزام مراد نہیں لیا جایا کرتا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

چنانچہ حج وعمرہ کرنے کے لئے جانے کو بکثرت سفرِ حرمین شریفین سے تعبیر کیا جاتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صاحبین کے امام صاحب سے اختلاف کی بناء عُرف کی تبدیلی ہے، کہ امام صاحب کے بعد صاحبین کے دور میں عُرف تبدیل ہونے کی وجہ سے امام صاحب سے اُن کا اختلاف ہوا۔

ثم المسجد الحرام بمنزلة الفناء للكعبة والحرم بمنزلة الفناء لمكة (المبسوط للسرخسي جلد ۴، باب النذر)

لهما في ذلك طريقان احدهما أن منىٰ من فناء مكة فانهٔ من الحرم قال الله تعالىٰ :"هدياً بالغ الكعبة" سماه باسم الكعبة لكونه تبعاً لها لما ان الهدايا والضحايا لا تنحر بمكة بل منىٰ دل ذلك علىٰ انه في حكمها او في فنائها (كفاية شرح الهداية مع فتح القدير جلد ۲ صفحه ۲۵، باب صلاة الجمعة)

واختلفوا فيما إذا قال :لله علي المشي إلى الحرم أو إلى المسجد الحرام قال أبو حنيفة لا يلزمه شيء ، وقال صاحباه :يلزمه أحد النسكين .والوجه في ذلك أن يحمل على أنه تعورف بعد أبي حنيفة إيجاب النسك بهما فقالا به كما تعورف بالمشي إلى الكعبة ويرتفع الخلاف، وإلا فالوجه الذي ذكر لهما متضائل وهو أن الحرم والمسجد الحرام يشتمل على الكعبة فذكر المشتمل ذكر للمشمول وهو الكعبة، ولو صرح بقوله لله علي المشي إلى الكعبة لزمه، فكذا ذكر المشتمل لأن إيجاب اللفظ لتعارف عينه فيه، وليس عين المشي إلى الحرم عينه وهو وجه أبي حنيفة (فتح القدير لابن الهمام، ج۵، ص ۱۸۴، كتاب الايمان، باب اليمين في الحج والصلاة والصوم)

المذهب الثاني :ذهب إليه الحنفية، ويرون أن من نذر المشي إلى الصفا والمروة أو مسجد الخيف أو غيره من المساجد التي تقع في الحرم، فإنه لا يصح نذره بلا خلاف في المذهب، وإن ذكر الكعبة أو مكة أو بيت الله تعالى، صح نذره ولزمه حجة أو عمرة ماشيا، وإن ذكر الحرم أو المسجد الحرام لم يصح نذره ولم يلزمه شيء عند أبي حنيفة، ولزمه حج أو عمرة ماشيا عند الصاحبين واستدلوا على صحة نذر المشي إلى الكعبة أو مكة أو بيت الله تعالى، ولزوم مشي الناذر إلى ذلك في حج أو عمرة، بما سبق الاستدلال به لمذهبهم في "نذر المشي إلى بيت الله الحرام ."

واستدل لما ذهب إليه أبو حنيفة من عدم صحة النذر بالمشي إلى المسجد الحرام أو الحرم بأن مقتضى القياس أن لا يجب شيء بإيجاب المشي المضاف إلى مكان ما؛ لأن المشي ليس بقربة مقصودة؛ إذ هو مجرد انتقال من مكان إلى مكان، فليس في نفسه قربة، ولهذا لا يجب بسائر الألفاظ، إلا أنا أوجبنا على الناذر الإحرام في لفظ المشي إلى بيت الله أو الكعبة أو مكة للعرف؛ إذ

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

البتہ اگر کہیں عرف میں ان الفاظ سے حج وعمرہ کا التزام مراد لیا جاتا ہو، جیسا کہ آج کل ہمارے عرف میں یہی مراد لیا جایا کرتا ہے، تو پھر ان الفاظ سے بھی نذر ومنت منعقد ومعتبر

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جرى عرف الناس على استعمال هذه الألفاظ كناية عن التزام الإحرام، ولم يتعارفوا على استعمال غيرها من الألفاظ، فيقال :مشى إلى مكة والكعبة وبيت الله، ولا يقال :مشى إلى الحرم أو المسجد الحرام، والكناية يتبع فيها عين اللفظ لا المعنى، بخلاف المجاز فإنه يراعى فيه المعنى اللازم المشهور فى محل الحقيقة؛ لأن الكناية ثابتة بالاصطلاح كالأسماء الموضوعة، فيتبع فيها العرف واستعمال اللفظ، بخلاف المجاز ووجه ما ذهب إليه الصاحبان من صحة النذر بالمشى إلى المسجد الحرام أو إلى الحرم، ولزوم مشى الناذر إلى ذلك فى حج أو عمرة أن من نذر المشى إلى الحرم أو إلى المسجد الحرام هو بمثابة من نذر المشى إلى بيت الله أو مكة، لأن الحرم يشتمل على البيت وعلى مكة، فلزم الناذر المشى إلى ذلك فى حج أو عمرة ووجه ما ذهب إليه الحنفية من عدم صحة النذر بالمشى إلى الصفا والمروة أو مسجد الخيف أن من نذر المشى إلى الصفا والمروة أو مسجد الخيف ونحو ذلك من المواضع لا يلزمه شىء بخلاف من نذر المشى إلى مكة أو الكعبة أو بيت الله، حيث يلزمه الحج أو العمرة ماشيا؛ وذلك لأن كل واحد من هذه الألفاظ (الكعبة، مكة، وبيت الله) يستعمل عند استعمال الآخر، فيقال :فلان مشى إلى بيت الله، وإلى الكعبة، وإلى مكة، ولا يقال :مشى إلى الصفا والمروة، ولهذا فلا يلزم بنذر المشى إلى هذه شىء ويضاف إلى ذلك أن من نذر المشى إلى الصفا والمروة أو مسجد الخيف أو نحو ذلك من المواضع، قد أوجب على نفسه التحول من مكان إلى مكان آخر، وذلك ليس بقربة مقصودة؛ لأنه لا قربة فى نفس المشى، وإنما القربة فى الإحرام، وهو ليس بمذكور، ولا يصح النذر بما ليس بقربة .

المذهب الثالث :يرى من ذهب إليه أن من نذر المشى إلى مكة أو المسجد الحرام أو الحجر لزمه المشى إلى ذلك فى حج أو عمرة، بخلاف من نذر المشى إلى الصفا والمروة، أو منى أو عرفة، أو مزدلفة أو ذى طوى، أو الحرم أو جبال الحرم فلا يلزمه شىء ، وهو قول لمالك، وابن القاسم، وقال ابن حبيب :إن قال :على المشى إلى الحجر أو إلى الحطيم أو زمزم، لم يلزمه شىء من ذلك عند ابن القاسم واستدلوا :بأن من نذر المشى إلى مكة أو إلى المسجد الحرام أو الكعبة إنما لزمه المشى إلى ذلك فى حج أو عمرة؛ لأن ذلك يحتوى على البيت الحرام، والبيت لا يؤتى إليه إلا فى حج أو عمرة، بخلاف غير ذلك من المواضع :كمنى أو عرفة أو ذى طوى أو مزدلفة أو نحوها، فلا يلزم الناذر بالمشى إليها شىء ؛ لأنه ليس بها بيت يحج إليه أو يزار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰، ص ۱۹۸ تاص ۲۰۰ ، نذر المشى إلى بلد الله الحرام أو بقعة منها)

ہوجائے گی، اور حج وعمرہ میں سے کوئی ایک لازم ہوجائے گا۔ ل

مسئلہ نمبر۷ ...... اگر کسی نے حج کرنے کی نذر ومنت مانی، اور اس پر حج کی شرائط پائی جانے کی وجہ سے حج بھی فرض تھا، تو حنفیہ کے نزدیک اس کی نذر ومنت کی وجہ سے اس پر الگ سے حج فرض نہیں ہوگا، بلکہ جو حج شریعت کی طرف سے فرض ہے، وہی حج کرنا فرض ہوگا، اور جب یہ فرض حج کرلے گا، تو نذر والا حج کرنا اس پر الگ سے واجب نہیں ہوگا۔ ۲

ل ملحوظ رہے کہ فقہائے احناف نے مشی اور ذہاب کے الفاظ میں فرق کیا ہے، اور ذہاب کے الفاظ سے نذر منعقد نہ ہونے کو عرف کی وجہ سے غیر معتبر قرار دیا ہے؛ جبکہ ہمارے آج کل کے عرف میں چلنے اور جانے میں کوئی خاص فرق نہیں کیا جاتا، بلکہ عام طور پر سواریوں پر سفر رائج ہونے کی وجہ سے چلنے کے بجائے جانے کے الفاظ رائج ہیں، اور اس کے برعکس چلنے یا پیدل جانے کے الفاظ عموماً رائج نہیں، اس لئے جس طرح چلنے کے الفاظ سے نذر منعقد ہوجاتی ہے، اسی طرح ہمارے عرف کے پیشِ نظر جانے کے الفاظ سے بھی منعقد ہوجانی چاہئے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد رضوان۔

وقد ذكرنا أنه ثمان فصول في ثلاث يلزم بلا خلاف في المشي إلى بيت الله تعالى أو الكعبة أو مكة، وفي ثلاث لا يلزمه شيء بالاتفاق، وهو إذا نذر الذهاب إلى مكة، أو السفر إلى مكة، أو الركوب وفي فصلين خلاف، وهو ما إذا نذر المشي إلى الحرم أو المسجد الحرام .كان أبو حنيفة -رحمه الله تعالى -يأخذ فيهما بالقياس، وهما بالاستحسان (المبسوط للسرخسي، ج۸، ص۱۳۸، كتاب الايمان)

قال -رحمه الله -(بخلاف الخروج أو الذهاب إلى بيت الله تعالى أو المشي إلى الحرم أو الصفا والمروة) أي بخلاف ما إذا قال على الخروج أو الذهاب إلى بيت الله تعالى أو على المشي إلى الحرم أو إلى الصفا والمروة حيث لا يلزمه شيء بهذه العبارة وكذا إذا قال على المشي إلى المسجد الحرام لا يلزمه شيء لأن التزام الحج أو العمرة بهذه العبارات غير متعارف واللزوم للعرف ولا يمكن إيجابه باعتبار حقيقة اللفظ فامتنع أصلا وهذا على إطلاقه قول أبي حنيفة -رحمه الله -وقالا في قوله على المشي إلى الحرم أو إلى المسجد الحرام عليه حجة أو عمرة لأن الحرم والمسجد الحرام شامل للبيت فصار ذكره كذكره بخلاف الصفا والمروة لأنهما منفصلان عنه وجوابه ما ذكرنا أن المعتبر فيه العرف وليس فيه عرف ولا مدخل للقياس فيه ولهذا لا يلزمه بلفظة الذهاب والخروج وإن قال إلى بيت الله تعالى (تبيين الحقائق، ج۳، ص۱۵۳، كتاب الايمان، باب اليمين في البيع والشراء والتزوج والصوم والصلاة وغيرها)

۲ جبکہ دیگر فقہائے کرام کی آراء اس میں مختلف ہیں۔

اختلف الفقهاء فيما يجب على من نذر أن يحج من عامه وعليه حجة الإسلام، وذلك على مذاهب ثلاثة:

المذهب الأول :يرى أصحابه أنه لا يلزمه شيء غير هذه الحجة؛ إذ تجزئه عن حجة الإسلام وعن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷...... اگر کوئی طواف کی نذر و منت مانے، تو راجح یہ ہے کہ یہ نذر و منت منعقد و معتبر ہو جاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

نذره، ولا يجب عليه حج آخر، روى هذا عن ابن عباس -رضي الله عنهما -وهو قول عكرمة، وإليه ذهب الحنفية، وهو رواية عن أحمد قدمها الحنابلة، وهو قول عند المالكية إذا نوى نذره وفريضته، واستدلوا بما روى عكرمة عن ابن عباس -رضي الله عنهما -أنه قال في رجل نذر أن يحج ولم يكن حج الفريضة " :يجزء لهما جميعا ولأن من نذر الحج قد نذر عبادة في وقت معين، وقد أتى بها فيه، فتجزء عن نذره وعن فرضه، كما لو قال :لله علي أن أصوم رمضان.

المذهب الثاني :يرى أصحابه أنه يلزمه أن يبدأ بحجة الإسلام، ثم يحج لنذره بعد ذلك، روى هذا عن ابن عمر وأنس -رضي الله عنهم -وعروة بن الزبير، وهو قول عند المالكية إذا نوى نذره وفريضته، وهو رواية عن أحمد، وهو مذهب الشافعية إن نوى غير الفرض فإن نوى الفرض أو أطلق لم ينعقد نذره واستدل الشافعية بأنه إن نوى الفرض بنذره فإنه لا ينعقد كما لو نذر الصلاة المكتوبة أو صوم رمضان، وكذلك إن أطلق؛ إذ لا ينعقد نسك محتمل وقالوا :إن الحج المنذور وحجة الإسلام عبادتان تجبان بسببين مختلفين، فلم تسقط إحداهما بالأخرى، كما لو نذر حجتين.

المذهب الثالث :يرى المالكية أن من نذر الحج من عام النذر وعليه حجة الإسلام، ونوى أداء نذره وفريضته، أجزأه لنذره لا لفرضه، وعليه قضاء الفريضة قابلا، وهو مذهب المدونة، ولو أحرم ولم ينو فرضا ولا نذرا انصرف للفرض كمن أحرم بحج ولم ينو فرضا ولا نفلا فإنه ينصرف إلى الحج (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۰، ص ۲۰۱ وص ۲۰۲، نذر حج البيت هذا العام ممن عليه حجة الإسلام)

[1] ملحوظ رہے کہ بعض اہلِ علم حضرات نے طواف کی نذر کو غیر معتبر قرار دیا ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ طواف عبادتِ مقصودہ نہیں، بلکہ اصل مقصود بیت اللہ کی تعظیم ہے؛ مگر یہ بات راجح نہیں ہے، کیونکہ اوّلاً تو طواف عبادتِ مقصودہ ہے، اور اسی وجہ سے صرف طواف بھی عبادت کے طور پر مشروع ہے، اگرچہ اس کے ساتھ سعی اور عمرہ وحج شامل نہ ہو، دوسرے خود حج اور عمرہ بھی بیت اللہ کی تعظیم کے طور پر ثابت ہے، مگر اُس کی نذر بالاتفاق منعقد ہو جاتی ہے، بلکہ احرام جو کہ حج یا عمرہ کے لئے ہی شرط ہے، خود سے عبادتِ مقصودہ نہیں، اُس کی نذر بھی منعقد ہو جاتی ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور اس سے بڑھ کر بیت اللہ کی طرف مشی کی نذر سے جو حج یا عمرہ کوئی ایک لازم ہوتا ہے، اس کی وجہ بھی التزامِ احرام کا مراد ہونا، اور پھر اس کے نتیجہ میں حج یا عمرہ کا وجوب ہے۔

لزوم الحجة أو العمرة ثبت تعظيما للبقعة (بدائع الصنائع، ج۲، ص۱٦٦، كتاب الحج، فصل بيان مكان الإحرام)

تیسرے فقہائے کرام نے گھسٹ کر طواف کی نذر کو معتبر قرار دیا ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے؛ جس سے معلوم ہوا کہ اس شرط کے بغیر طواف کی نذر بدرجہ اولیٰ معتبر ہو جاتی ہے، کیونکہ طواف میں گھسٹنا عبادت نہیں، اس لئے گھسٹنے کی قید لغو ہو جاتی ہے،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور اگر کسی نے یہ نذر و منت مانی کہ وہ گھسٹ کر طواف کرے گا، تو اس نذر و منت کی وجہ سے اُس پر چل کر طواف کرنا لازم ہوجائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور اصل نذر لازم ہوجاتی ہے۔

وفي الخانية ولو قال :على الطواف بالبيت والسعي بين الصفا والمروة أو على أن أقرأ القرآن إن فعلت كذا لا يلزمه شيء .اهـ.

قلت :وهو مشكل فإن القراءة عبادة مقصودة ومن جنسها واجب، وكذا الطواف فإنه عبادة مقصودة أيضا ثم رأيت في لباب المناسك قال في باب أنواع الأطوفة :الخامس طواف النذر وهو واجب ولا يختص بوقت فهذا صريح في صحة النذر به (ردالمحتار، ج٣، ص٧٣٨، كتاب الايمان)

أنواع الطواف:

يتنوع الطواف بحسب سبب مشروعيته إلى سبعة أنواع، وهي:

طواف القدوم، طواف الزيارة، طواف الوداع، طواف العمرة، طواف النذر، طواف تحية المسجد الحرام، طواف التطوع .كذا عدها الحنفية والمالكية والحنابلة.

وعدها الشافعية ستة :طواف القدوم، طواف الركن، طواف الوداع، طواف ما يتحلل به في الفوات، طواف النذر، طواف التطوع .... خامسا :طواف النذر :وهو واجب، ولا يختص بوقت إذا لم يعين الناذر في نذره للطواف وقتا. والتفصيل في مصطلح :(نذر) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٩، ص١٢١تاص١٢٣ ملخصاً، مادة "طواف")

[1] ولو نذر طوافا زحفا لزمه ماشيا ولو شرع متنفلا زحفا فمشيه أفضل (الدرالمختار)

(قوله والمشي فيه إلخ) فلو تركه بلا عذر أعاده وإلا فعليه دم لأن المشي واجب عندنا على هذا نص المشايخ وهو كلام محمد، وما في الخانية من أنه أفضل تساهل أو محمول على النافلة لا يقال بل ينبغي في النافلة أن تجب صدقة لأنه إذا شرع فيه وجب فوجب المشي لأن الفرض أن شروعه لم يكن بصفة المشي، والشروع إنما يوجب ما شرع فيه كذا في الفتح (قوله لزمه ماشيا).

قال صاحب اللباب في منسكه الكبير ثم إن طافه زحفا أعاده كذا في الأصل، وذكر القاضي في شرح مختصر الطحاوي أنه يجزيه لأنه أدى ما أوجب على نفسه وتمامه في شرح اللباب (ردالمحتار، ج٢، ص٤٦٨، و ٤٦٩، كتاب الحج)

ولو أوجب على نفسه أن يطوف بالبيت زحفا، وهو قادر على المشي عليه أن يطوف ماشيا؛ لأنه نذر إيقاع العبادة على وجه غير مشروع فلغت الجهة، وبقي النذر بأصل العبادة كما إذا نذر أن يطوف للحج على غير طهارة فإن طاف زحفا أعاد إن كان بمكة، وإن رجع إلى أهله فعليه دم؛ لأنه ترك الواجب كذا ذكر في الأصل، وذكر القاضي في شرحه مختصر الطحاوي أنه إذا طاف زحفا أجزأه؛ لأنه أدى ما أوجب على نفسه فيجزئه كمن نذر أن يصلي ركعتين في الأرض المغصوبة أو يصوم يوم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۸...... اگر کسی نے احرام باندھنے کی نذر و منت مانی، تو اس کی یہ نذر و منت معتبر ومنعقد ہو جاتی ہے، اور اُسے اس نذر و منت کے نتیجہ میں احرام باندھ کر حج یا عمرہ میں سے کوئی ایک عمل کرنا ضروری ہو جاتا ہے، کیونکہ احرام حج یا عمرہ کے لئے ہی باندھا جاتا ہے، اور احرام سے نکلنے کا شرعی اختیاری طریقہ یہی ہے کہ حج یا عمرہ کوئی ایک عمل کیا جائے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۹...... اگر کسی نے مدینہ منورہ یا بیتُ المقدس یا مسجدِ نبوی یا مسجدِ اقصیٰ کی طرف جانے کی نذر و منت مانی، تو حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک اس پر کچھ لازم نہیں ہوگا۔

اور حنابلہ کے نزدیک اس پر یہ نذر و منت لازم ہو جائے گی۔ [۲]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النحر أنه يجب عليه أن يصلي في موضع آخر ويصوم يوما آخر، ولو صلى في الأرض المغصوبة، وصام يوم النحر أجزأه، وخرج عن عهدة النذر كذا هذا، وعلى هذا أيضا يخرج ما إذا طاف محمولا أنه إن كان لعذر جاز، ولا شيء عليه، وإن كان لغير عذر جاز، ويلزمه الدم؛ لأن الطواف ماشيا، واجب عند القدرة على المشي، وترك الواجب من غير عذر يوجب الدم (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۱۳۰، كتاب الحج، فصل شرط وواجبات طواف الزيارة)

[۱] ولو قال :لله على إحرام :أو قال على إحرام صح وعليه حجة أو عمرة، والتعيين إليه (بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج ۲، ص ۲۲۳، كتاب الحج، فصل سبب وجوب الحج)

نذر بالإحرام فإنه يلزمه أن يحرم بأحد النسكين (تبيين الحقائق، ج ۲، ص ۷۳، كتاب الحج، باب : مجاوزة الميقات بغير إحرام)

[۲] اختلف الفقهاء فيمن نذر المشي إلى المدينة المنورة وبيت المقدس أو المشي إلى مسجديهما على أقوال:

فذهب الحنفية والشافعية إلى أنه لا يلزمه شيء ، واستدل الحنفية بأن من نذر المشي إلى مسجد المدينة أو المسجد الأقصى فقد أوجب على نفسه التحول من مكان إلى مكان، وذلك ليس بقربة مقصودة لأنه لا قربة في المشي، ولا يصح النذر بما ليس بقربة .

وقال المالكية :يلغو نذر مشي وذهاب ومسير للمدينة أو إيلياء فلا يلزم ذهابه لهما لا ماشيا ولا راكبا، ومحل عدم لزوم الإتيان لا ماشيا ولا راكبا للبلدين إن لم ينو أو ينذر صلاة بمسجديهما أو يسمهما -أي المسجدين لا البلدين -فإن نوى صلاة فيهما أو سماهما لزمه الإتيان فيركب ولا يلزمه المشي .

وقال الحنابلة :من نذر المشي إلى مسجد المدينة المنورة أو المسجد الأقصى لزمه ذلك، ويلزمه بهذا النذر أن يصلي في الموضع الذي أتاه ركعتين؛ لأن القصد بالنذر القربة والطاعة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

1 **مسئلہ نمبر ۱۰**...... اگر کوئی شخص اپنی حج وعمرہ کی مانی ہوئی نذر ومنت کو پورا کرنے سے پہلے فوت ہوگیا، تو اگر وہ اُس سال حج کا وقت پانے سے پہلے فوت ہوگیا، تو حنفیہ اور شافعیہ کے نزدیک اور مالکیہ کی مشہور روایت کے مطابق اس کی یہ نذر ومنت ساقط ہوجائے گی؛ مگر یہ کہ وہ اس کی وصیت کرکے فوت ہو، تو پھر اس کی وصیت کو پورا کرنا وارثوں پر اس کے تہائی ترکہ سے لازم ہوجائے گا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وتحصيل هذا إنما يكون بالصلاة؛ لأن المساجد غير المسجد الحرام إنما تقصد للصلاة، فتضمن ذلك نذره.

واستدلوا بأن مسجد النبى -صلى الله عليه وسلم -أو المسجد الأقصى من المساجد الثلاثة التى لا تشد الرحال إلا إليها؛ لاشتراكها فى عظم الفضيلة وزيادة ثواب الصلاة فيها عن غيرها من المساجد، فيلزم المشى إليهما بالنذر كالمسجد الحرام (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۰، ص ۲۰۱، نذر المشى إلى المدينة المنورة وبيت المقدس أو مسجديهما)

[1] الموت قبل فعل الطاعة المنذورة :من نذر طاعة لله تعالى ومات قبل فعلها، إما أن يكون ما نذره حجا أو صياما أو اعتكافا أو صلاة أو صدقة، أو غيرها، وتفصيل ذلك فيما يلى :أولا :موت من نذر الحج قبل أدائه :من نذر الحج ومات قبل أدائه، إما أن يكون موته قبل تمكنه من أداء الحج، أو بعد تمكنه من أدائه ولم يؤده .

أ -موت من نذر الحج قبل تمكنه من أدائه.

اختلف الفقهاء فى حكم من مات قبل تمكنه من أداء الحج الذى وجب عليه بالنذر، بأن مات قبل حج الناس من سنة الوجوب، وذلك على اتجاهين :الاتجاه الأول :يرى أصحابه أن من لم يتمكن من أداء الحج الواجب عليه بالنذر حتى مات فإنه يسقط عنه، ولا يؤدى عنه إلا إذا أوصى به، فإن وصى به حج عنه من ثلث ماله، ولا تجب على الوارث أو الولى أن يأمر بالحج عنه بماله (أى بمال الوارث أو الولى) . قال به :ابن سيرين، وحماد بن أبى سليمان، وحميد الطويل، والشعبى، وعثمان البتى، وإبراهيم النخعى، وإليه ذهب الحنفية، والمالكية على المشهور، والشافعية واستدلوا بأن من وجب عليه الحج بالنذر قد مات قبل التمكن من الأداء، فسقط عنه ما وجب عليه، كما لو هلك النصاب قبل التمكن من إخراج الزكاة منه وبأن الحج عبادة بدنية، فتسقط بموت من وجبت عليه كالصلاة وبأن الحج عبادة، وكل ما كان كذلك فلا بد فيه من الاختيار، وذلك فى الإيصاء دون الوراثة، لأنها جبرية، والإيصاء تبرع ابتداء ، ولأن الحج فعل مكلف به، وقد سقطت الأفعال بالموت، فصار الحج كأنه سقط فى حق الدنيا، فكانت الوصية بما يحج به عنه تبرعا، وهذه الوصية تعتبر من الثلث.

الاتجاه الثانى :يرى من ذهب إليه أن من نذر الحج ولم يتمكن من أدائه حتى مات، فإنه يخرج من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراگراس نے نذر و منت ماننے کے بعد حج کا وقت پالیا تھا، اور پھر اس نے حج نہیں کیا، اور وہ وصیت کئے بغیر فوت ہو گیا، تو بھی حنفیہ کے نزدیک اس کی نذر و منت ساقط ہو جائے گی۔ اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہ نذر و منت ساقط نہیں ہوگی۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

جميع ماله ما يحج به عنه، إن لم يوجد من يتطوع بالحج عنه، سواء أوصى بذلك أو لم يوص به، روى هذا عن ابن عباس، وأبي هريرة -رضي الله عنهم، وهو قول سعيد بن جبير، وعطاء، وطاوس، والضحاك، والحسن البصري، والثوري، والأوزاعي، وعبد الرحمن بن أبي ليلى، وإسحاق، وإليه ذهب الحنابلة واستدلوا بقوله تعالى :من بعد وصية يوصي بها أو دين وبما ورد عن ابن عباس -رضي الله عنهما -قال :أتى رجل النبي -صلى الله عليه وسلم -فقال له :إن أختي نذرت أن تحج وإنها ماتت، فقال النبي -صلى الله عليه وسلم :لو كان عليها دين أكنت قاضيه؟ قال :نعم، قال : فاقض الله فهو أحق بالقضاء وبما ورد عن ابن عباس -رضي الله عنهما -أن امرأة من جهينة جاء ت إلى النبي -صلى الله عليه وسلم -فقالت :إن أمي نذرت أن تحج، فلم تحج حتى ماتت، أفأحج عنها؟ قال :نعم حجي عنها، أرأيت لو كان على أمك دين أكنت قاضيته؟ اقضوا الله، فالله أحق بالوفاء وقالوا :إن الحج الذي وجب على هذا الناذر، حتى استقر عليه تدخله النيابة، فلا يسقط بموته كالدين الذي وجب عليه، وبأن هذا الحج المنذور دين استقر في ذمة الناذر ويجب الوفاء به فكان من جميع ما ترك كدين الآدمي (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٤٠، ص ٢١١، و ص٢١٢، الموت قبل فعل الطاعة المنذورة)

[1] موت من نذر الحج بعد تمكنه من أدائه ولم يؤده حتى مات.

اختلف الفقهاء في حكم من مات بعد أن تمكن من أداء الحج الذي أوجبه على نفسه بالنذر، إلا أنه لم يؤده حتى مات، وذلك على مذهبين :المذهب الأول :يرى أصحابه أن من مات بعد التمكن من أداء الحج الواجب عليه بالنذر، فإنه يقضى عنه من تركته، بأن يخرج من جميع ماله ما يؤدى به ذلك عنه، سواء أوصى به أو لم يوص، ولا يسقط عنه بموته، روى هذا عن ابن عباس، وأبي هريرة -رضي الله عنهم -، وقال به الحسن البصري، وطاوس، والثوري، والأوزاعي، والضحاك، وعبد الرحمن بن أبي ليلى، وإسحاق، وسعيد بن المسيب، وعطاء، وسعيد بن جبير، وإليه ذهب الشافعية، ويرون أن الميت إن لم يخلف مالا يحج منه النذر، فلا يلزم الوارث الحج عنه، لكن يستحب له أداؤه عنه، فإن حج عنه الوارث بنفسه أو استأجر من يحج عنه أجزأ عن الحج الواجب على الميت، وإلى هذا المذهب ذهب الحنابلة واستدلوا بقوله تعالى :من بعد وصية يوصي بها أو دين وبما ورد عن ابن عباس -رضي الله عنهما -استفتى سعد بن عبادة الأنصاري رسول الله -صلى الله عليه وسلم -في نذر كان على أمه، توفيت قبل أن تقضيه، فأفتاه أن يقضيه وبما روى عن ابن عباس -رضي الله عنهما -أن امرأة من جهينة جاء ت إلى النبي -صلى الله عليه وسلم -فقالت: "إن أمي نذرت أن تحج، فلم تحج حتى ماتت، أفأحج عنها؟ قال :نعم حجي عنها، أرأيت لو كان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حج وعمرہ کی نذر ومنت کے احکام کا بیان مکمل ہوا

اب حجِ بدل اور دوسرے کی طرف سے حج وعمرہ کا حکم بیان کیا جاتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

علی أمک دین أکنت قاضیته؟ اقضوا الله فالله أحق بالوفاء "وبما ورد عن ابن عباس -رضی الله عنهما -أن رجلا أتی النبی -صلی الله علیه وسلم -فقال :إن أختی نذرت أن تحج، وإنها ماتت، فقال النبی -صلی الله علیه وسلم " :لو کان علیها دین أکنت قاضیه؟ قال :نعم، قال :فاقض الله فهو أحق بالقضاء "وبما روی عن ابن عباس -رضی الله عنهما " :أن امرأة أتته فقالت :إن أمی ماتت وعلیها حج، أفأحج عنها؟ فقال :هل کان علی أمک دین؟ قالت :نعم، قال فما صنعت؟ قالت :قضیته عنها، قال :فالله خیر غرمائک، حجی عن أمک "وبما روی عن ابن عباس -رضی الله عنه -أنه قال " :إذا مات وعلیه نذر قضی عنه ولیه "

وقالوا :إن الحج الذی أوجبه الناذر علی نفسه حق لزمه فی حال الحیاة واستقر علیه، وهو مما تدخله النیابة، فلم یسقط بموت من وجب علیه کدین الآدمی.

واستدلوا کذلک بأن هذا الحج الذی استقر فی ذمة الناذر دین یجب الوفاء به، فکان من رأس مال ترکته، کدین الآدمی.

المذهب الثانی :یری من ذهب إلیه أن من مات بعد أن تمکن من الحج الواجب علیه بالنذر ولم یؤده حتی مات، فإنه یسقط عنه بموته، إلا أن یوصی بأدائه عنه، فإن أوصی به حج عنه من ثلث ماله، ولا یجب علی ولیه أن یأمر بالحج عنه من مال نفسه، قال به الشعبی، والنخعی، وابن سیرین، وحماد بن أبی سلیمان، وحمید الطویل، وداود بن أبی هند، وعثمان البتی، وإلیه ذهب الحنفیة، والمالکیة واستدلوا بما روی نافع عن ابن عمر -رضی الله عنهما -أنه کان یقول " :لا یصلی أحد عن أحد، ولا یصوم أحد عن أحد، ولا یحج أحد عن أحد، قال عبد الله :ولو کنت أنا أفعل ذلک لتصدقت وأهدیت "وبأن الحج عبادة بدنیة فتسقط بموت من وجبت علیه کالصلاة وبأن النیة شرط إجزاء العبادة، لیتحقق أداء المکلف لها اختیارا منه، فیظهر اختیاره الطاعة من اختیاره المعصیة، الذی هو المقصود من التکلیف، وفعل الوارث من غیر أمر المبتلی بالأمر والنهی لا یحقق اختیاره، بل إنه لما مات من غیر فعل ولا أمر فقد تحقق عصیانه، بخروجه من دار التکلیف بغیر امتثال لما کلف به، وهذا یقرر علیه موجب العصیان، فلیس فعل الوارث الفعل المأمور به، فلا یسقط به الواجب کما لو تبرع به حال حیاته، ومن ثم فإن المقصود من حقوق الله تعالی إنما هی الأفعال، لأنها التی تظهر الطاعة والامتثال، وقد سقطت الأفعال کلها بالموت، لتعذر ظهور طاعته بها فی دار التکلیف، فکان الإیصاء بالمال الذی هو متعلق الأفعال تبرعا من المیت ابتداء فیعتبر من الثلث (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج ۴۰، ص ۲۱۲ تا ۲۱۵، موت من نذر الحج بعد تمکنه من أدائه ولم یؤده حتی مات)

حجِ بدل اور دوسرے کی طرف سے حج وعمرہ کا حکم

شرعی اعتبار سے بعض اوقات مخصوص شرائط کے ساتھ دوسرے مسلمان کی طرف سے بھی حج یا عمرہ کرنا جائز ہے۔

پہلے اس سلسلہ میں چند احادیث وروایات ملاحظہ فرمائیں، جس کے بعد اس سلسلہ میں ان شاءاللہ تعالیٰ مسائل واحکام ذکر کئے جائیں گے۔

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ امْرَأَةً مِنْ خَثْعَمَ، قَالَتْ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ، عَلَيْهِ فَرِيْضَةُ اللّٰهِ فِي الْحَجِّ، وَهُوَ لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّسْتَوِيَ عَلٰى ظَهْرِ بَعِيْرِهٖ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَحُجِّيْ عَنْهُ (مسلم) [1]

ترجمہ: خثعم قبیلہ کی ایک عورت نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے والد بہت بوڑھے ہیں، ان پر اللہ کا فریضہ حج لازم ہے، اور وہ اپنی سواری کی پیٹھ پر صحیح طرح بیٹھنے کی طاقت نہیں رکھتے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ ان کی طرف سے حج کرلیں (مسلم)

اور نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

إِنَّ فَرِيْضَةَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي الْحَجِّ عَلٰى عِبَادِهٖ أَدْرَكَتْ أَبِيْ شَيْخًا كَبِيْرًا، لَا يَسْتَطِيْعُ أَنْ يَّرْكَبَ إِلَّا مُعْتَرِضًا، أَفَأَحُجُّ عَنْهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، حُجِّيْ عَنْهُ، فَإِنَّهٗ لَوْ كَانَ عَلَيْهِ دَيْنٌ قَضَيْتِيْهِ؟ (سنن نسائی) [2]

---

[1] رقم الحديث ۱۳۳۵ "۴۰۸" كتاب الحج، باب الحج عن العاجز لزمانة وهرم ونحوهما، أو للموت.

[2] رقم الحديث ۵۳۸۹، كتاب آداب القضاة، باب الحكم بالتشبيه والتمثيل.

ترجمہ: اللہ عزوجل کی طرف سے حج کا فریضہ (یعنی حج کے فریضے کا زمانہ) اس کے بندوں پر آچکا ہے، جس نے میرے باپ کو بڑھاپے کی حالت میں پالیا ہے، جو کہ سواری پر چوڑائی میں ہی سوار ہو سکتے ہیں (یعنی لیٹ کر سوار ہو سکتے ہیں، بیٹھ کر نہیں) تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرلوں؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک آپ اُن کی طرف سے حج کرلیں، اگر اُن پر قرض ہوتا، تو آپ اس کو بھی ادا کرتیں (نسائی)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَجُلاً سَأَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبِیْ اَدْرَکَہُ الْحَجُّ وَھُوَ شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَایَثْبُتُ عَلٰی رَاحِلَتِہٖ فَاِنْ شَدَدْتُہٗ خَشِیْتُ اَنْ یَّمُوْتَ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ قَالَ اَرَأَیْتَ لَوْ کَانَ عَلَیْہِ دَیْنٌ فَقَضَیْتَہٗ اَکَانَ مُجْزِئًا قَالَ نَعَمْ قَالَ فَحُجَّ عَنْ اَبِیْکَ (نسائی) [1]

ترجمہ: ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میرے والد کو حج نے پالیا ہے (یعنی ان پر حج فرض ہو چکا ہے)، اور وہ عمر رسیدہ بزرگ ہیں، جو سواری پر صحیح طرح بیٹھ بھی نہیں سکتے، اور اگر میں انہیں (سواری پر رسی وغیرہ سے) باندھ کر بٹھاؤں تو ان کے فوت ہونے کا خوف ہے، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتا ہوں؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے کہ اگر ان پر کوئی قرض ہوتا تو کیا آپ اس کو ادا کرتے، تو کیا ان کی طرف سے ادائیگی نہ ہو جاتی؟

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۴۰، کتاب مناسک الحج، تشبیہ قضاء الحج بقضاء الدین.

وھذہ قصۃ اخری، ومن وحد بینھا وبین حدیث الخثعمی فقد ابعد وتکلف (فتح الباری لابن حجر، ج۴ ص ۶۹، کتاب الحج، باب حج المرأۃ عن الرجل)

اس شخص نے عرض کیا کہ بے شک اس کی ادائیگی تو ہو جاتی، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پس (اسی طرح) آپ اپنے والد کی طرف سے حج کرلیں (وہ بھی قرض کی طرح ادا ہو جائے گا) (نسائی)

اور حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ مِنْ خَثْعَمٍ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اَبِیْ اَدْرَکَہُ الْاِسْلَامُ وَھُوَ شَیْخٌ کَبِیْرٌ لَایَسْتَطِیْعُ رُکُوْبَ الرَّحْلِ وَالْحَجُّ مَکْتُوْبٌ عَلَیْہِ اَفَاَحُجُّ عَنْہُ قَالَ اَنْتَ اَکْبَرُ وَلَدِہٖ قَالَ نَعَمْ قَالَ اَرَأَیْتَ لَوْ کَانَ عَلٰی اَبِیْکَ دَیْنٌ فَقَضَیْتَہٗ عَنْہُ اَکَانَ ذٰلِکَ یُجْزِئُ عَنْہُ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَاحْجُجْ عَنْہُ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: قبیلۂ خثعم کا ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے والد کو اسلام (یا اسلام کے رکن یعنی حج) نے پالیا ہے، اور وہ عمر رسیدہ بزرگ ہیں جو سواری پر سوار ہونے کی طاقت نہیں رکھتے، اور حج ان پر فرض ہو چکا ہے، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتا ہوں؟

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ ان کی اولاد میں بڑے ہیں، اس شخص نے عرض کیا کہ جی ہاں! تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟ کہ اگر آپ کے والد پر قرض ہوتا، پھر آپ اسے ادا کر دیتے تو کیا آپ کے اس عمل سے وہ قرض ادا ہو جاتا؟

اس شخص نے عرض کیا کہ بے شک، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (اسی طرح) آپ اپنے والد کی طرف سے حج کرلیں (مسند احمد)

---

[1] رقم الحدیث ۱۶۱۲۵، سنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۳۶۰۴، سنن دارمی، رقم الحدیث ۱۸۷۸.

فی حاشیة احمد: حدیث صحیح دون قوله" :أنت أكبر ولده"

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ معذور شخص کی طرف سے حجِ بدل کرنا جائز ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَمِعَ رَجُلًا يَقُوْلُ: لَبَّيْکَ عَنْ شُبْرُمَةَ، قَالَ: مَنْ شُبْرُمَةُ؟ قَالَ: أَخٌ لِيْ - أَوْ قَرِيْبٌ لِيْ - قَالَ: حَجَجْتَ عَنْ نَفْسِکَ؟ قَالَ: لَا، قَالَ: حُجَّ عَنْ نَفْسِکَ ثُمَّ حُجَّ عَنْ شُبْرُمَةَ

(ابو داؤد) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اے اللہ! شبرمہ کی طرف سے لبیک، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شبرمہ کون ہے؟

اُس نے عرض کیا کہ میرا بھائی ہے یا (یہ کہا کہ) کہ میرا عزیز ہے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا آپ نے اپنا حج کرلیا ہے؟ اُس نے عرض کیا کہ نہیں؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے اپنا حج کیجئے، پھر آپ شبرمہ کی طرف سے حج کیجئے (ابوداؤد)

مطلب یہ تھا کہ اپنا حج چھوڑ کر دوسرے کی طرف سے حج کرنا مناسب طریقہ نہیں ہے، لہٰذا

---

[1] قال ابن الملک وفيه دليل على وجوب الحج على الزمن، والشيخ العاجز عن الحج بنفسه، وهو قول الشافعي -رحمه الله -اهـ، يعني خلافا لأبي حنيفة.

قال ابن الهمام رحمه الله يعني إذا لم يسبق الوجوب حالة الشيخوخة بأن لم يملک ما يوصله إلا بعدها، وظاهر الرواية عنهما يجب الحج عليه، إذا ملک الزاد والراحلة ومؤنة من يرفعه ويضعه ويقوده إلى المناسک، وهو رواية الحسن عن أبي حنيفة.

وإذا عجز وجب عليه الإحجاج للزومه الأصل وهو الحج بالبدن، فيجب عليه البدل وهو الإحجاج وجه قولهما حديث الخثعمية إن فريضة الحج أدركت أبي وهو شيخ كبير لا يستمسک على الراحلة أفأحج عنه قال أرأيت لو كان على أبيک دين فقضيته عنه أكان يجزء عنه، قالت نعم قال فدين الله أحق ولنا قوله تعالى :(من استطاع إليه سبيلا) قيد الإيجاب به، والعجز لازم مع هذه الأمور لا الاستطاعة، (أفاحج عنه) اى أيصح من أن أكون نائبة عنه فاحج عنه (قال نعم) دل على أن حج المرأة يصح عن الرجل، وقيل لا يصح لأن المرأة تلبس في الإحرام ما لا يلبسه الرجل(مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۷۴۳، كتاب المناسک)

[2] رقم الحديث ۱۸۱۱، كتاب المناسک، باب الرجل يحج عن غيره.

پہلے اپنا حج کیجیے، پھر دوسرے کی طرف سے حج کیجیے۔ [۱]

حضرت ابورزین عقیلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّـهُ أَتَـى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، إِنَّ أَبِيْ شَيْخٌ كَبِيْرٌ لَا يَسْتَطِيْعُ الْحَجَّ، وَلَا الْعُمْرَةَ، وَلَا الظَّعْنَ، قَالَ: حُجَّ عَنْ أَبِيْكَ وَاعْتَمِرْ (ترمذی) [۲]

ترجمہ: وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میرے والد بہت بوڑھے ہیں جو حج اور عمرہ کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے اور نہ سفر کرسکتے ہیں (اگر میں ان کی طرف سے حج وعمرہ کرلوں تو اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے والد کی طرف سے حج کرو اور عمرہ کرو (ترمذی)

اس سے معلوم ہوا کہ دوسرے کو ثواب پہنچانے کے لئے بھی حج وعمرہ کرنا جائز ہے، خواہ وہ زندہ ہی ہو۔ [۳]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَتٰى رَجُلٌ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَهُ: إِنَّ أُخْتِيْ قَدْ نَذَرَتْ

---

[۱] قال الطيبي -رحمه الله :دل على أن الصرورة لا يحج عن غيره، وإليه ذهب الأوزاعي والشافعي وأحمد لأن إحرامه عن غيره ينقلب عن نفسه، وذهب مالك والثوري وأصحاب أبي حنيفة رحمهم الله إلى أنه يحج اهـ.إلا أنه يغيره فيحمل الأمر على الندب والعمل بالأولى(مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۷۵۲، كتاب المناسك)

[۲] رقم الحديث ۹۳۰، ابواب الحج، باب ما جاء في الحج عن الشيخ الكبير، والميت.
قال الترمذي: هذا حديث حسن صحيح وإنما ذكرت العمرة عن النبي صلى الله عليه وسلم في هذا الحديث أن يعتمر الرجل عن غيره وأبو رزين العقيلي :اسمه لقيط بن عامر.

[۳] وعن حديث أبي رزين بأنه -عليه الصلاة والسلام -إنما أمره بأن يحج ويعتمر عن أبيه وحجه واعتماره عن أبيه ليس بواجب، مع أن قول أبي رزين لا يستطيع الحج ولا العمرة يقتضي عدم وجوبهما على أبيه، فيكون الأمر في حديث أبي رزين للاستحباب، كذا ذكره الشمني (مرقاة المفاتيح، ج۵ص ۱۷۵۱، كتاب المناسك)

أَنْ تَحُجَّ، وَإِنَّهَا مَاتَتْ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ كَانَ عَلَيْهَا دَيْنٌ أَكُنْتَ قَاضِيَهُ قَالَ: نَعَمْ، قَالَ: فَاقْضِ اللّٰهَ، فَهُوَ أَحَقُّ بِالْقَضَاءِ (بخاری) [۱]

ترجمہ: ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپ سے عرض کیا کہ میری بہن نے حج کرنے کی نذر (ومنت) مانی تھی، اور وہ فوت ہوگئی ہے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر آپ کی بہن پر قرض ہوتا تو کیا آپ اسے ادا کرتے، اُس آدمی نے کہا کہ بے شک؛ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (یہ حج کی نذر اللہ کا حق ہے) آپ اللہ کے حق کو ادا کیجئے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو (اپنے حق کی) ادائیگی کے (دوسروں سے) زیادہ مستحق ہیں (بخاری)

اس قسم کی احادیث سے جمہور فقہائے کرام نے دوسرے کی طرف سے بطورِ نیابت اور بطور ایصالِ ثواب کے حج وعمرہ کرنے کے جائز ہونے پر استدلال کیا ہے۔

اب دوسرے کی طرف سے حج وعمرہ کرنے کے متعلق اہم مسائل ملاحظہ فرمائیں:

مسئلہ نمبر ۱...... جب کسی شخص پر حج فرض ہوگیا، اور وہ خود حج کرنے سے معذور ہو، تو جمہور فقہائے کرام کے نزدیک بعض شرائط کے ساتھ دوسرے کو اس کی طرف سے حج کرنا جائز ہوتا ہے، جس کو عربی میں ''حج عن الغیر'' اور ہمارے آج کل کے عرف اور بول چال میں حجِ بدل کہا جاتا ہے۔ [۲]

---

[۱] رقم الحديث ۶۶۹۹، كتاب الايمان والنذور، باب من مات وعليه نذر.

[۲] أخبرنا مالك أخبرنا أيوب السختياني عن ابن سيرين :أن رجلا كان جعل عليه أن لا يبلغ أحد من ولده الحلب فيحلب فيشرب ويستقيه إلا حج وحج به قال :فبلغ رجل من ولده الذى قال وقد كبر الشيخ فجاء ابنه إلى النبى صلى الله عليه و سلم فأخبره الخبر فقال إن أبى قد كبر وهو لا يستطيع الحج أفأحج عنه ؟ قال :نعم .

قال محمد :وبهذا نأخذ لا بأس بالحج عن الميت وعن المرأة والرجل إذا بلغا من الكبر ما لا يستطيعان أن يحجا .وهو قول أبى حنيفة والعامة من فقهائنا رحمهم الله تعالى .وقال مالك بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۳...... جس شخص پر حج فرض یا واجب ہو، اور پھر وہ حج نہ کرے، اور وہ آئندہ کے لئے حج کرنے سے عاجز ہو جائے، تو اس کو حنفیہ کے نزدیک دوسرے کے ذریعے سے حج کرانا یا فوت ہونے سے پہلے دوسرے کے ذریعے حج کرانے کی وصیت کرنا واجب ہے، خواہ وہ حجۃ الاسلام یعنی فرض حج ہو، یا واجب القضاء ہو، یا نذر و منت کے نتیجے میں واجب شدہ حج ہو۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ انس :لا أرى أن يحج أحد عن أحد (موطأ محمد، ج۲، ص۳۵۵، باب الحج عن الميت أو عن الشيخ الكبير)

ذهب الجمهور (الحنفية والشافعية والحنابلة) إلى مشروعية الحج عن الغير.

وقابليته للنيابة، وذهب مالك على المعتمد في مذهبه إلى أن الحج لا يقبل النيابة لا عن الحي ولا عن الميت، معذورا أو غير معذور .وقالوا :إن الأفضل أن يتطوع عنه وليه بغير الحج، كأن يهدي أو يتصدق عنه، أو يدعو له، أو يعتق.استدل الجمهور على مشروعية حج الإنسان عن غيره بالسنة الثابتة المشهورة، وبالعقل.أما السنة :فمنها حديث ابن عباس رضي الله عنه قال :جاء ت امرأة من خثعم عام حجة الوداع، قالت :يا رسول الله :إن فريضة الله على عباده في الحج أدركت أبي شيخا كبيرا لا يستطيع أن يستوي على الراحلة، فهل يقضي عنه أن أحج عنه؟ قال :نعم وعن ابن عباس أيضا :أن امرأة من جهينة جاء ت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت :إن أمي نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت أفأحج عنها؟ قال صلى الله عليه وسلم :نعم حجي عنها، أرأيت لو كان على أمك دين أكنت قاضيته؟ . .اقضوا الله، فالله أحق بالوفاء.وأما العقل، فقال الكمال بن الهمام :وكان مقتضى القياس أن لا تجري النيابة في الحج، لتضمنه المشقتين البدنية والمالية، والأولى لم تقم بالآمر، لكنه تعالى رخص في إسقاطه بتحمل المشقة الأخرى، أعني إخراج المال عند العجز المستمر إلى الموت، رحمة وفضلا، وذلك بأن يدفع نفقة الحج إلى من يحج عنه، بخلاف حال القدرة فإنه لم يعذره لأن تركه ليس إلا لمجرد إيثار راحة نفسه على أمر ربه، وهو بهذا يستحق العقاب، لا التخفيف في طريق الإسقاط، وإنما شرط دوامه (أي العذر) إلى الموت لأن الحج فرض العمر.وقال ابن قدامة :هذه عبادة تجب بإفسادها الكفارة، فجاز أن يقوم غير فعله فيها مقام فعله، كالصوم إذا عجز عنه افتدى بخلاف الصلاة ،وأخذ المالكية بالأصل، وهو عدم جريان النيابة في العبادة البدنية، كالصوم (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص ۷۲ وص ۷۳، الحج عن الغير، مشروعية الحج عن الغير)

۱ أولا -شروط وجوب الإحجاج:

يتضمن ذلك شروط الأصيل المحجوج عنه لحجة الفرض .يشترط لوجوب الإحجاج عن المكلف عند الجمهور -خلافا للمالكية :-العجز عن أداء الحج الواجب عليه.

ويشمل ذلك ما يلي:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳...... جب کسی زندہ شخص کی طرف سے حجِ بدل کیا جائے تو ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حجِ بدل کیا جارہا ہے، اس پر حج فرض بھی ہو چکا ہو، اور وہ خود حج کرنے سے عاجز بھی ہو۔

اگر کوئی شخص غریب ہے، جو کہ حج کی مالی استطاعت نہیں رکھتا، اور اس پر زندگی میں ابھی تک سرے سے حج فرض ہی نہیں ہوا، تو اس کی طرف سے کسی دوسرے کو بھیج کر حجِ بدل کرانا کافی نہیں ہے، اور اس صورت میں دوسرے کے حج کرنے سے اس کے حج کا فریضہ ادا نہیں ہوگا، اور اگر ایسا غریب شخص بعد میں صاحبِ استطاعت اور مالدار ہو جائے، تو اس پر خود حج کرنا ضروری ہوگا۔

اسی طرح اگر کوئی شخص حج کی مالی استطاعت تو رکھتا ہے، لیکن وہ خود جا کر حج کرنے پر قادر ہے، اور اس کو خود حج ادا کرنے میں کوئی شرعی عذر نہیں ہے، تو اس کو خود حج کرنا ضروری ہے،

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كل من وجب عليه الحج وهو قادر على الحج بنفسه وحضره الموت يجب عليه الوصية بالإحجاج عنه عند الحنفية .سواء حجة الإسلام، أو النذر، أو القضاء .

ولم يوقف الشافعية وجوب الإحجاج عنه على الوصية إجراء للحج مجرى الديون.

أما المالكية :فلا يوجبون عليه الوصية، ولا يسقط عنه الفرض بأداء الغير عنه -كما هو أصل مذهبهم الذى عرفناه -لكن إذا أوصى نفذت وصيته، وإن لم يوص لم يرسل من يحج عنه.

من توفرت فيه سائر شروط وجوب الحج واختل شىء من شروط الأداء بالنفس، يجب عليه أن يحج عن نفسه، أو يوصى بالإحجاج عنه إذا لم يرسل من يحج عنه.

من توفرت فيه شروط وجوب الحج بنفسه فلم يحج حتى عجز عن الأداء بنفسه يجب عليه أن يحج عنه فى حال حياته، أو يوصى بالإحجاج عنه بعد موته(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷ ص ۴۳،وص ۴۷، مادة "حج"الحج عن الغير)

اگر کسی پر حج فرض ہوگیا، اور وہ اُسی سال حج کے سفر پر چلا، مگر راستہ میں حج کرنے سے پہلے ہی فوت ہوگیا، تو عندالاحناف اُس پر حجِ بدل کی وصیت واجب نہیں، کیونکہ اُس نے حج فرض ہونے کے بعد اُس کی ادائیگی میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی نہیں کی۔

وجوب الإيصاء إنما يتعلق بمن لم يحج بعد الوجوب إذا لم يخرج إلى الحج حتى مات، فأما من وجب عليه الحج فحج من عامه فمات فى الطريق لا يجب عليه الإيصاء بالحج، لأنه لم يؤخر بعد الإيجاب، ذكره المصنف فى التجنيس (فتح القدير لابن الهمام، ج۲، ص۴۱۷، كتاب الحج)

اور اس حال میں دوسرے کا اس کی طرف سے حجِ بدل کرنا معتبر اور کافی نہیں۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴...... جس شخص کی طرف سے حجِ بدل کرایا جائے، اس کے لئے کیونکہ یہ ضروری ہے کہ وہ خود حج کرنے سے عاجز ہو۔

اور عاجز ہونا یا تو وفات ہونے سے ثابت ہوتا ہے کہ جس پر حج فرض تھا، اس نے حج نہیں کیا، اور اسی حال میں وہ وفات پا گیا، تو اس کے وفات پا جانے کی وجہ سے ثابت ہو گیا کہ اب وہ خود حج کرنے سے عاجز ہو چکا ہے۔

اور یا زندہ ہوتے ہوئے دائمی معذور ہونے کی وجہ سے عاجز ہونا ثابت ہوتا ہے، یعنی جس شخص پر حج فرض ہے، وہ زندہ تو ہے، لیکن اُس کو حج کرنے سے ایسا عذر لاحق ہو گیا ہے کہ جس کے تادمِ حیات ختم ہونے کا بظاہر امکان نہیں ہے، مثلاً بہت زیادہ بوڑھا ہونے کی وجہ سے چلنے پھرنے کے قابل نہیں رہا۔ [2]

---

[1] شرائط جواز النيابة فى الحج عن الحى: الشرط الأول: أن يكون المحجوج عنه عاجزا عن أداء الحج بنفسه، وله مال يستنيب منه فإذا كان قادرا على الأداء بنفسه، بأن كان صحيح البدن وله مال. فإنه لا يجوز حج غيره عنه لأنه إذا كان قادرا على الأداء ببدنه وله مال يحج به، فالفرض يتعلق ببدنه لا بماله، بل المال يكون شرطا، وإذا تعلق الفرض ببدنه لا تجزى فيه النيابة كالعبادات البدنية المحضة. وكذا لو كان فقيرا صحيح البدن لا يجوز حج غيره عنه؛ لأن المال من شرائط الوجوب فإذا لم يكن له مال لا يجب عليه أصلا، فلا ينوب عنه غيره فى أداء الواجب ولا واجب (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۳۲، شرائط جواز النيابة فى الحج عن الحى، الشرط الاول)

وأما شرائط جواز النيابة فمنها: أن يكون المحجوج عنه عاجزا عن أداء الحج بنفسه وله مال فإن كان قادرا على الأداء بنفسه بأن كان صحيح البدن وله مال لا يجوز حج غيره عنه؛ لأنه إذا كان قادرا على الأداء ببدنه وله مال، فالفرض يتعلق ببدنه لا بماله، بل المال يكون شرطا وإذا تعلق الفرض ببدنه لا تجزء فيه النيابة كالعبادات البدنية المحضة. وكذا لو كان فقيرا صحيح البدن لا يجوز حج غيره عنه؛ لأن المال من شرائط الوجوب فإذا لم يكن له مال لا يجب عليه أصلا فلا ينوب عنه غيره فى أداء الواجب ولا واجب (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۱۲، ۲۱۳، كتاب الحج)

[2] اگر عذر ومرض دائمی نہ ہو، بلکہ ایسا ہو کہ جس کے زائل ہونے کا بظاہر امکان ہے، اور پھر ایسے مریض ومعذور کی طرف سے اس عذر ومرض کی حالت میں حجِ بدل کیا جائے، تو حنفیہ کے نزدیک یہ حجِ بدل موقوف رہتا ہے، اگر فوت ہونے تک یہ عذر ومرض باقی رہے، تو حجِ بدل معتبر ہو جاتا ہے، اور زائل ہو جائے تو معتبر نہیں ہوتا، جیسا کہ دائمی عذر ومرض کا معاملہ ہے۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۵...... اگر کسی زندہ معذور ومریض شخص کی طرف سے حجِ بدل کرانے کے بعد اُس کا عذر ومرض زائل ہوگیا، اور وہ خود حج کرنے کے قابل ہوگیا، تو حنفیہ کے نزدیک بہر حال اس کی طرف سے کیا ہوا حجِ بدل معتبر نہیں رہے گا، بلکہ اس کو خود اپنا حج کرنا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ويتحقق العجز بالموت، أو بالحبس، والمنع، والمرض الذى لا يرجى زواله كالزمانة والفالج، والعمى والعرج، والهرم الذى لا يقدر صاحبه على الاستمساك، وعدم أمن الطريق، وعدم المحرم بالنسبة للمرأة، إذا استمرت هذه الآفات إلى الموت (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص ۷۳ و ص ۷۴، الحج عن الغير، شروط الحج الفرض عن الغير)

باب الحج عن الغير ولا يجوز إلا عن الميت أو عن العاجز بنفسه عجزا مستمرا إلى الموت(الدرالمختار مع ردالمحتار، ج ۱ ص ۱۷۰، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

ومنها :العجز المستدام من وقت الإحجاج إلى وقت الموت، فإن زال قبل الموت لم يجز حج غيره عنه؛ لأن جواز حج الغير عن الغير ثبت بخلاف القياس لضرورة العجز الذى لا يرجى زواله فيتقيد الجواز به، وعلى هذا يخرج المريض أو المحبوس إذا أحج عنه أن جوازه موقوف إن مات -وهو مريض أو محبوس -جاز وإن زال المرض أو الحبس قبل الموت لم يجز (بدائع الصنائع، ج۲، ص۲۱۳، كتاب الحج، فصل واجبات الحج)

(سئل) في المعذور الذى لا يرجى برؤه إذا أمر بأن يحج عنه غيره وحج عنه فهل سقط الفرض عنه استمر ذلك العذر أم لا؟

(الجواب) : إذا كان لا يرجى برؤه يسقط الفرض عنه استمر العذر أو لا وإن كان يرجى برؤه يشترط عجزه إلى موته كما في البحر وغيره خلافا لما في فتح القدير من اشتراط دوام العجز إلى الموت بلا تفصيل (العقود الدرية فى تنقيح الفتاوى الحامدية لابن عابدين، ج ۱، ص۱۵، كتاب الحج)

وهل يجوز للمريض الذى يرجى برؤه أن يستنيب من يحج عنه؟ اختلف الفقهاء فى ذلك:

فذهب الشافعية، والحنابلة إلى أن من يرجى زوال مرضه، والمحبوس ونحوه ليس له أن يستنيب ، فإن فعل لم يجزئه وإن لم يبرأ؛ لأنه يرجو القدرة على الحج بنفسه فلم يكن له الاستنابة ولا تجزئه إن فعل كالفقير.

كما أن النص إنما ورد فى الحج عن الشيخ الكبير وهو ممن لا يرجى منه الحج بنفسه، فلا يقاس عليه إلا من كان مثله.

فعلى هذا :إذا استناب من يرجو القدرة على الحج بنفسه، ثم صار ميئوسا من برئه فعليه أن يحج عن نفسه مرة أخرى؛ لأنه استناب فى حال لا تجوز له الاستنابة فيها فأشبه الصحيح .

وذهب الحنفية إلى أن الجواز موقوف إن مات وهو مريض أو محبوس جاز، وإن زال المرض أو الحبس قبل الموت لم يجز(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص ۳۳،و ص۳۴، شرائط جواز النيابة فى الحج عن الحى، الشرط الثانى)

ضروری ہوجائے گا۔ ؂۱

؂۱ البتہ حنابلہ کے نزدیک اور ایک قول کے مطابق شوافع کے نزدیک جب مریض حجِ بدل کیے جاچکنے کے بعد صحت یاب ہوجائے، تو اس کو دوبارہ حج کرنا ضروری نہیں ہوتا، بلکہ اس کی طرف سے کیا ہوا حجِ بدل برقرار رہتا ہے، کیونکہ مریض ومعذور کے ذمہ جو حکم تھا، وہ اس نے پورا کردیا، اور آئندہ کے حالات پر انسان کو قدرت ودسترس حاصل نہیں ہوا کرتی، لہٰذا وہ آئندہ کے حالات کا مکلف نہیں ہے، لیکن اگر نائب کے احرام شروع کرنے سے پہلے اصیل صحت یاب ہوجائے، تو پھر نیابت درست نہیں، کیونکہ احرام شروع کرنے سے پہلے اصیل کے صحت یاب ہوجانے سے ظاہر ہوگیا کہ وہ خود حج کرنے سے عاجز نہیں ہے، بندہ کے نزدیک یہ موقف معتدل اور مناسب اور دلیل کے اعتبار سے قابلِ ترجیح ہے۔

اور اگر احرام شروع کرنے کے بعد اور حج کے اتمام سے پہلے اصیل صحت یاب ہوجائے، تو حنابلہ کے ایک قول کے مطابق حجِ بدل صحیح ومعتبر ہوجاتا ہے، اور اصیل پر دوبارہ حج فرض نہیں ہوتا۔ محمد رضوان۔

الشرط الثاني :العجز المستدام من وقت الإحجاج إلى وقت الموت، بأن يموت على مرضه فإذا عوفي المريض بعد أن حج عنه، فإما أن يكون عوفي بعد حج النائب، وإما أن يكون عوفي قبل فراغ النائب من الحج، وإما أن يكون عوفي قبل إحرام النائب .

الحالة الأولى :إذا عوفي المريض بعد ما حج عنه :فقد ذهب الحنابلة وهو قول عند الشافعية إلى أنه لا يجب عليه حج آخر، وهذا قول إسحاق لأنه أتى بما أمر به فخرج من العهدة كما لو لم يبرأ . ولأنه قد أدى حجة الإسلام بأمر الشارع فلم يلزمه حج ثان كما لو حج بنفسه .والمعتبر لجواز الاستنابة اليأس ظاهرا.

وذهب الحنفية والشافعية في الأصح، وابن المنذر إلى أنه يلزمه حج ثان ولم يجز حج غيره عنه لأن هذا بدل إياس فإذا برأ تبين أنه لم يكن ميئوسا منه، فلزمه الأصل، كالآيسة إذا اعتدت بالشهور ثم حاضت لا تجزئها تلك العدة .كما أن جواز حج الغير عن الغير ثبت بخلاف القياس لضرورة العجز الذي لا يرجى زواله فيتقيد الجواز به.

الحالة الثانية :إذا عوفي قبل فراغ النائب من الحج:المذهب عند الحنابلة أنه يجزئه كالمتمتع إذا شرع في الصيام ثم قدر على الهدي، والمكفر إذا قدر على الأصل بعد الشروع في البدل، وفي قول عندهم أنه لا يجزئه، قال ابن قدامة :ينبغي ألا يجزئه الحج؛ لأنه قدر على الأصل قبل تمام البدل فلزمه كالصغيرة ومن ارتفع حيضها إذا حاضتا قبل إتمام عدتهما بالشهور، وكالمتيمم إذا رأى الماء في صلاته.

الحالة الثالثة :إذا عوفي قبل إحرام النائب :لم يجزئه بحال .لقدرته على المبدل قبل الشروع في البدل . النيابة عن المريض الذي يرجى برؤه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص۳۲،وص۳۴، شرائط جواز النيابة في الحج عن الحي، الشرط الثاني)

وضابط العذر الذي تصح معه النيابة هو العجز الدائم إلى الموت، وذلك كالشيخ الفاني والزمن والمريض الذي لا يرجى برؤه .فهؤلاء إذا وجدوا مالا يلزمهم الاستنابة في الحج عنهم.

ومن أحج عن نفسه للعذر الدائم، ثم زال العذر قبل الموت، فعند الحنفية لم يجز حج غيره عنه،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷ ...... اگر کسی ایسے شخص کی طرف سے حج کیا جائے، جس پر اگرچہ حج تو فرض ہے، مگر وہ خود حج کرنے سے معذور نہیں ہے، تو اس کی طرف سے دوسرے کا یہ حج کرنا نفل درجہ میں واقع ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے اس کا فرض حج ادا نہیں ہوتا۔ [1]

اسی طرح اگر کسی غیر معذور نے (جو خود حج کرنے کے قابل تھا) اپنی طرف سے حجِ بدل کرایا، اور پھر وہ معذور ہو گیا، اور خود حج کرنے کے قابل نہیں رہا، تب بھی اس کا حج فرض ادا نہیں ہوگا، کیونکہ حجِ بدل کے لئے یہ شرط ہے کہ حجِ بدل کرانے کے وقت وہ خود حج کرنے سے معذور ہو، اور مذکورہ دونوں صورتوں میں حجِ بدل کے وقت وہ خود حج کرنے

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وعليه الحج؛ لأن جواز الحج عن الغير ثبت بخلاف القياس، لضرورة العجز الذى لا يرجى زواله، فيتقيد الجواز به.

وعند الحنابلة يجزء حج الغير، ويسقط عنه الفرض؛ لأنه أتى بما أمر به فخرج من العهدة، كما لو لم يبرأ .لكن ذلك مقيد بما إذا عوفى بعد فراغ النائب من الحج، فإذا عوفى قبل فراغ النائب فينبغى أن لا يجزئه الحج؛ لأنه قدر على الأصل قبل تمام البدل، ويحتمل أن يجزئه، وإن برأ قبل إحرام النائب لم يجزئه بحال .وللشافعية قولان بالإجزاء وعدمه والمريض الذى يرجى زوال مرضه والمحبوس ونحوه إذا أحج عنه فعند الحنفية هذا الحج موقوف .إن مات المحجوج عنه وهو مريض أو محبوس جاز الحج، وإن زال المرض أو الحبس قبل الموت لم يجز .وعند الحنابلة وفى قول للشافعية :ليس له أن يستنيب أصلا؛ لأنه لم ييأس من الحج بنفسه، فلا تجوز فيه النيابة كالصحيح، فإن خالف وأحج عن نفسه، لم يجزئه ولو لم يبرأ؛ لأنه يرجو القدرة على الحج بنفسه فلم يكن به الاستنابة، وعليه أن يحج عن نفسه مرة أخرى، وفى القول الثانى للشافعية أنه يجزئه إذا مات؛ لأنه لما مات تبينا أنه كان مأيوسا منه .

والمشهور عند المالكية أنه لا تجوز النيابة فى الحج مطلقا .وقيل تصح النيابة فى الحج لغير المستطيع، قال الباجى :تجوز النيابة للمعضوب كالزمن والهرم.

وقال أشهب :إن آجر صحيح من يحج عنه لزمه للخلاف .وسواء فيما مر فى المذاهب حج الفريضة وحج النذر .والعمرة فى ذلك كالحج (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۳۳۵، وص۳۳۶، مادة "اداء" النيابة فى أداء العبادات)

[1] وإن أحج رجلاً، وهو صحيح أجزأه عن التطوع؛ لأن فرض الحج يتأدى بالإحجاج حالة العذر، وكل عبادة جاز أداء فرضها بجهة حالة العذر جاز أداء نفلها بتلك الجهة فى غير حالة العذر كالصلاة قاعداً وراكباً (المحيط البرهانى، ج۲، ص۴۷۷، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

سے معذور نہیں تھا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۷...... دوسرے کے ذریعہ سے حج بدل کرانے کے لئے یہ ضروری ہے کہ جس کی طرف سے حج بدل کیا جارہا ہے اگر وہ زندہ ہے تو اس نے اپنے حج بدل کا حکم کیا ہو، کیونکہ دوسرے کے عمل کی نیابت اصیل کے حکم کے بغیر ثابت نہیں ہوتی، یعنی دوسرا شخص کسی کا نائب اس کی طرف سے حکم دیئے اور امر کئے یا اس سے اجازت حاصل کئے بغیر نہیں بنتا۔ [2]

البتہ جب کسی پر حج فرض ہو، اور وہ اس فریضے کو ادا کئے بغیر اور حجِ بدل کی وصیت کیے بغیر فوت ہوجائے، تو حنفیہ کے نزدیک اس کے وارثوں کو اس کی طرف سے بغیر وصیت کے بھی حجِ بدل کرنا اور کرانا درست ہوجاتا ہے، کیونکہ وارث کو اپنے مورِث کی دلالۃً نیابت اور اس کی طرف سے حج کی اجازت حاصل ہوتی ہے۔ [3]

اور امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ کے نزدیک جب کسی شخص پر حج فرض ہو، اور وہ وصیت کیے بغیر فوت ہوجائے، تو اس کی وصیت کے بغیر وارث اور اجنبی ہر ایک مسلمان کو اس کا حجِ بدل کرنا صحیح ہوجاتا ہے، کیونکہ احادیث میں حجِ بدل کی مثال دَین اور قرض سے دی گئی

---

[1] ولو حج الصحيح قبل العجز ثم عجز لم يجزه (البناية شرح الهداية، ج۴، ص ۴۷۱، كتاب الحج، باب الحج عن الغير، شروط جواز الحج عن الغير)

(سئل) فی امرأة كانت تستطيع الحج ثم عميت فهل يسقط الفرض عنها بإحجاج الغير عنها

(الجواب) : إذا طرأ العمى على الاستطاعة يجب عليها الإحجاج فی الحال أو الإيصاء فی المال من مناسک ملا علی القاری (العقود الدرية فی تنقيح الفتاوى الحامدية لابن عابدين، ج ۱، ص ۱۵، كتاب الحج)

[2] الشرط الثالث:

لا يجوز الحج عن الغير بغير أمره؛ لأن جوازه بطريق النيابة عنه، والنيابة لا تثبت إلا بالأمر.

وهذا بالاتفاق بالنسبة للحی، أما الميت ففيه خلاف، وينظر التفصيل فی مصطلح (حج ف) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۳۴، شرائط جواز النيابة فی الحج عن الحی، الشرط الثالث، مادة "نيابة")

[3] ومنها :الأمر بالحج فلا يجوز حج الغير عنه بغير أمره؛ لأن جوازه بطريق النيابة عنه، والنيابة لا تثبت إلا بالأمر إلا الوارث يحج عن مورثه بغير أمره، فإنه يجوز إن شاء الله تعالى بالنص، ولوجود الأمر هناک دلالة على ما نذكر -إن شاء الله تعالى (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۱۳، كتاب الحج)

ہے، اور فوت ہونے کے بعد میت کا دَین وقرض بغیر وصیت کے بھی وارثوں کو ادا کرنے کا حکم ہوتا ہے، اور اگر وارث کے علاوہ کوئی اور تبرعاً ادا کردے، تب بھی ادا ہو جاتا ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... حج بدل کے لئے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ جس کی طرف سے

---

[1] ثالثا :شروط صحة الحج الواجب عن الغير:

أ -يشترط أن يأمر الأصيل بالحج عنه، باتفاق العلماء بالنسبة للحي.

أما الميت فلا يجوز حج الغير عنه بدون وصيته عند الحنفية والمالكية.

واستثنى الحنفية، إذا حج أو أحج عن مورثه بغير إذنه فإنه يجزيه، وتبرأ ذمة الميت إن شاء الله تعالى، مستدلين بحديث الخثعمية، فإنه لم يفصل في حق السائل هل أوصى أو لم يوص، وهو وارث.

وذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه :من مات وعليه حج وجب الإحجاج عنه من جميع تركته، سواء أوصى به أم لا، كما تقضى منها ديونه سواء أوصى بها أم لا .فلو لم يكن له تركة استحب لوارثه أن يحج عنه، فإن حج عنه بنفسه أو أرسل من حج عنه سقط الحج عن الميت، ولو حج عنه أجنبي جاز، وإن لم يأذن له الوارث كما يقضي دينه بغير إذن الوارث.

ومأخذهم تشبيه النبي صلى الله عليه وسلم الحج بالدين، فأجروا على قضاء الحج أحكام الديون.

فإذا مات والحج في ذمته يجب الإحجاج عنه من رأس المال ولو لم يوص، وهو مقدم على وفاء الديون، عند الشافعية.

وقال الحنابلة :من ضاق ماله وكان عليه دين يحاص نفقة الحج من الدين، ويؤخذ للحج حصته فيحج بها من حيث تبلغ (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص ۷۵ ، الحج عن الغير، شروط صحة الحج الواجب عن الغير،مادة "حج")

(فرع :للورثة أو الأجنبي إسقاط فرض الحج عن الميت من غير التركة وإن لم يوص) بذلك أو لم يأذن الوارث للأجنبي فيه كقضاء دينه وتقدم الفرق بينه وبين نظيره في الصوم في بابه (ولو حج عنه الوارث أو الأجنبي (تطوعا بلا وصية لم يصح) لعدم وجوبه على الميت (أسنى المطالب في شرح روض الطالب لزكريا بن محمد بن زكريا الأنصاري الشافعي، ج۳، ص ۶۰، كتاب الوصايا، فصل الوصية بحج التطوع)

(ومن وجب عليه الحج) لاجتماع الشروط السابقة (فتوفي قبله فرط) في الحج بأن أخره لغير عذر (أو لم يفرط) كالتأخير لمرض يرجى برؤه أو لحبس أو أسر أو نحوه (أخرج عنه من جميع ماله حجة وعمرة ولو لم يوص به) لحديث ابن عباس أن امرأة قالت :يا رسول الله إن أمي نذرت أن تحج فلم تحج حتى ماتت أفأحج عنها؟ قال :نعم حجي عنها أرأيت لو كان على أمك دين أكنت قاضيته؟ اقضوا الله فالله أحق بالوفاء رواه البخاري؛ ولأنه حق استقر عليه فلم يسقط بموته ولهذا كان من جميع ماله؛ لأنه -صلى الله عليه وسلم -شبهه بالدين فوجب مساواته له ولا فرق بين الواجب بأصل الشرع أو إيجابه على نفسه (كشاف القناع عن متن الإقناع للبهوتي الحنبلي، ج۲، ص۳۹۳، كتاب الحج، فصل في الاستطاعة)

حجِ بدل کیا جارہا ہے، حج کے ضروری تمام یا اکثر اخراجات اُسی شخص کے مال میں سے کیے جائیں، جس کا حجِ بدل کیا جارہا ہے۔

البتہ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک اگر کوئی اجنبی شخص بھی اپنا مال تبرعاً خرچ کر کے میت کی طرف سے حجِ بدل کرے، تو صحیح ہے، اوراس سے میت کا فرض حج ادا ہوجاتا ہے، خواہ مَرنے والے نے وصیت بھی نہ کی ہو، اور ترکہ بھی نہ چھوڑا ہو، جیسا کہ میت کی طرف سے تبرعاً قرض ودَین کی ادائیگی کا معاملہ ہے۔ ل

ل آج کل دین سے عام غفلت کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اپنے اوپر حج فرض ہونے کا علم نہیں ہوتا، یا علم ہونے کے باوجود غفلت کرتے ہیں، اور حج فرض ادا کئے بغیر اور اسی طرح وصیت کئے بغیر فوت ہوجاتے ہیں، بعد میں کسی وارث یا کسی دور پرے کے رشتہ دار یا دوست احباب یا کسی شاگرد وغیرہ کو اس کے حجِ بدل کا خیال پیدا ہوتا ہے، اوراس وقت میت کے ترکہ کا مال بھی نہیں ہوتا، ایسی صورت میں شافعیہ اور حنابلہ کے قول کے پیشِ نظر حجِ بدل کرنے میں جو احتیاط ہے، وہ مخفی نہیں۔

وفی فتح القدیر واعلم أن شرط الإجزاء کون أکثر النفقة من مال الآمر (البحرالرائق، ج۳، ص ٦٦، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر)

ب -أن تکون نفقة الحج من مال الآمر کلها أو أکثرها عند الحنفیة، سوی دم القران والتمتع، فهما علی الحاج عندهم .لکن إذا تبرع الوارث بالحج عن مورثه تبرأ ذمة المیت إن لم یکن أوصی بالإحجاج عنه إن شاء الله.

أما الشافعیة والحنابلة فقد أجازوا أن یتبرع بالحج عن غیر المیت مطلقا، کما یجوز أن یتبرع بقضاء دینه.

وأما المالکیة فالأمر عندهم فی هاتین المسألتین

تابع للوصیة، ولتنفیذها بعقد الإجارة، أو لتبرع النائب، لا لإسقاط الفریضة عن المیت.

وأما الحی المعضوب :إذا بذل له المال أو الطاعة فلا یلزمه قبول ذلک للإحجاج عن نفسه عند الحنفیة والمالکیة والحنابلة.

وقال الشافعیة :لو بذل له ولده أو أجنبی مالا للأجرة لم یجب قبوله فی الأصح .ولو وجد مالا أقل من أجرة المثل ورضی به الأجیر لزمه الاستئجار، لأنه مستطیع، والمنة فیه لیست کالمنة فی المال. ولو لم یجد أجرة وبذل له ولده الطاعة بأن یذهب هو بنفسه للحج عنه وجب علیه قبوله، وهو الإذن له فی ذلک، لأن المنة فی ذلک لیست کالمنة فی المال .لحصول الاستطاعة، وکذا الأجنبی فی الأصح.ویشترط للزوم قبول طاعتهم أربعة شروط :أن یثق بالبازل، وأن لا یکون علیه حج ولو نذرا، وأن یکون ممن یصح منهم حجة الإسلام، وأن لا یکونا معضوبین (الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۷، ص ۷۵ ،وص ۷٦، الحج عن الغیر، شروط صحة الحج الواجب عن الغیر،مادة "حج")

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۹...... حجِ بدل کے لئے حنفیہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اگر کسی فوت شُدہ کی طرف سے حجِ بدل کیا جا رہا ہے، تو اُس کے وطن سے حجِ بدل کرایا جائے، بشرطیکہ فوت شدہ شخص کے ترکہ کے تہائی حصہ سے حج کے اخراجات پورے ہو جائیں؛ اور اگر اس کے ترکہ کے تہائی حصہ سے اخراجات پورے نہ ہوں، تو اس مقام سے حجِ بدل کرایا جائے، جہاں سے ترکہ کے تہائی حصہ سے اخراجات پورے ہو جائیں، خواہ وہ جدہ یا مکہ سے ہی پورے ہوتے ہوں تا کہ ترکہ کے جو دیگر حقوق ہیں، مثلاً وارثوں کو میراث ملنا، وہ فوت نہ ہوں۔

اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک فوت شدہ شخص کا کل ترکہ بھی اگر حجِ بدل میں خرچ ہو جائے، تو اس کو خرچ کیا جائے گا، کیونکہ حج کی ادائیگی فوت شدہ شخص کا واجبی دَین ہے، اس لئے اس کا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ومنها :أن يكون حج المأمور بمال المحجوج عنه، فإن تطوع الحاج عنه بمال نفسه لم يجز عنه حتى يحج بماله.

وكذا إذا كان أوصى أن يحج عنه بماله ومات، فتطوع عنه وارثه بمال نفسه؛ لأن الفرض تعلق بماله فإذا لم يحج بماله لم يسقط عنه الفرض؛ ولأن مذهب محمد أن نفس الحج يقع للحاج، وإنما للمحجوج عنه ثواب النفقة، فإذا لم ينفق من ماله فلا شيء له رأسا(بدائع الصنائع، ج۲ص ۲۱۳، كتاب الحج)

ويصح الاستنابة عن الميت من الوارث والأجنبى كقضاء الدين وللأخبار السابقة (لا فى تطوع لم يوص به) إذ لا اضطرار إلى الاستنابة فيه بخلاف ما إذا أوصى به وقيل تصح من الوارث وإن لم يوص به نقله الأصل فى الوصية عن السرخسى بعد نقله المنع عن العراقيين (ويجب على من عليه قضاء دينه) من وارث ووصى وحاكم إذا خلف الميت تركة (أن يستنيب عنه) فى الحج (عند استقراره عليه) وإن لم يوص به لخبر مسلم السابق ولخبر الصحيحين أن رجلا جاء إلى النبى -صلى الله عليه وسلم -فقال يا رسول الله إن أختى نذرت أن تحج وماتت قبل أن تحج أفأحج عنها؟ فقال :لو كان على أختك دين أكنت قاضيه؟ قال :نعم قال فاقضوا حق الله فهو أحق القضاء فإن لم يخلف تركة استحب للوارث أن يحج عنه فإن حج هو أو أجنبى عنه بنفسه أو باستئجار سقط الحج عنه كما سيأتى فى الوصية (أسنى المطالب فى شرح روض الطالب لزكريا بن محمد بن زكريا الأنصارى الشافعى، ج ۱، ص ۴۵۰، كتاب الحج والعمرة)

(ويسقط) الحج عن الميت (بحج أجنبى عنه ولو بلا إذن) وليه؛ لأنه -صلى الله عليه وسلم -شبهه بالدين بخلاف من حج عن حى بلا إذنه كدفع زكاة مال غيره بغير إذنه (كشاف القناع عن متن الإقناع للبهوتى الحنبلى، ج ۲، ص ۳۹۳، كتاب الحج، فصل فى الاستطاعة)

تعلق انسانوں کے دَین وقرض کی طرح پورے مال سے وابستہ ہوگا۔ ۱؎

مسئلہ نمبر۱۰...... اگر کسی شخص پر حج فرض ہوجائے لیکن حج فرض ہونے کے بعد وہ خود حج ادا کرنے سے دائمی قاصر ومعذور ہوجائے اور اتنا مال نہ ہو کہ جس سے کسی کو بھیج کر حجِ بدل کرا سکے، تو اس کو بھی گزشتہ مسئلہ کی طرح مکہ یا اس کے قرب وجوار میں موجود شخص سے حج بدل کرانا جائز ہے۔

مسئلہ نمبر۱۱...... اگر کسی شخص پر حج فرض نہیں تھا، اور اس نے فوت ہونے سے پہلے اپنی طرف سے حج کی وصیت کی، تو اس کے فوت ہونے کے بعد اس کے وارثوں کو اس کی طرف سے وصیت کے مطابق حج کرانا جائز ہے۔ ۲؎

۱؎ البتہ شافعیہ کے نزدیک حجِ بدل کی ادائیگی اس کے وطن سے کرانے کے بجائے اس کے وطن کی طرف والی میقات سے کرائی جائے گی، کیونکہ اُس پر حج میقات سے واجب ہوا تھا۔

ج -يشترط أن يحج عنه من وطنه إن اتسع ثلث التركة، وإن لم يتسع يحج عنه من حيث يبلغ عند الحنفية والمالكية وعند الشافعية والحنابلة يعتبر اتساع جميع مال الميت، لأنه دين واجب، فكان من رأس المال كدين الآدمي .لكن عند الشافعية يجب قضاؤه عنه من الميقات لأن الحج يجب من الميقات، وقال الحنابلة :الحج على الميت من بلده فوجب أن ينوب عنه منه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۱۷، ص ۷۶، الحج عن الغير، شروط صحة الحج الواجب عن الغير،مادة "حج")

وعلى كل حال :يجب أداء الحج عن الميت إذا ترك، سواء وصّى أو لم يوص، وعلم وارثه بذلك.

قال رحمه الله :(من كل ماله بعد موته وإن لم يوص به) (شرح زاد المستقنع للشنقيطي حنبلي، كتاب الوصايا،إخراج الواجب من مال الميت وإن لم يوص به)

۲؎ اور حنفیہ کے نزدیک نفل حج کی یہ وصیت بھی فوت شدہ شخص کے تہائی ترکہ سے پوری کی جائے گی۔

ب- النيابة عن الميت في حج التطوع :يجوز عند الحنفية والحنابلة والمالكية مع الكراهة الاستنابة في حج تطوع لم يوص به الميت، وكذا التطوع عنه بلا استنابة.وذهب الشافعية إلى أنه لا تجوز الاستنابة فيه.أما إذا أوصى الميت بحج التطوع عنه فيرى الحنفية والمالكية والحنابلة وفي الأصح عند الشافعية جواز الاستنابة، وفي قول عند الشافعية منع الاستنابة فيه لأنه إنما جاز الاستنابة في الفرض للضرورة، ولا يجوز في النفل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص۴۵ وص۴۶، النيابة عن الميت في حج التطوع،مادة "نيابة")

ولو أوصى بوصيته إن كانت موافقة لوصايا أهل الخير والصلاح نحو الوصية بالحج أو للمساكين أو شيء من الأبواب التي يتقرب بها إلى الله تعالى يجوز استحسانا وينفذ من ثلث ماله(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۶۰، كتاب الحجر،الباب الثاني، الفصل الاول)

مسئلہ نمبر ۱۲...... حجِ بدل کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جو حجِ بدل کا عمل انجام دے رہا ہے، وہ احرام کے وقت یہ نیت کرے کہ وہ فلاں شخص کی طرف سے حج ادا کر رہا ہے، اور اگر وہ اس شخص کا نام بھول گیا، تو اپنے ذہن میں اس شخص کا تصور کر کے نیت کرنا بھی معتبر ہو جاتا ہے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۳...... جس شخص سے حجِ بدل کرایا جائے، اس کے اندر حج کی اہلیت ضروری ہے، جو مسلمان اور عاقل ہونے سے ثابت ہوتی ہے، لہٰذا حجِ بدل ایسے شخص سے ہی کرانا معتبر ہے کہ جو مسلمان ہونے کے ساتھ عاقل بھی ہو، کافر اور مجنون و پاگل کا حجِ بدل کرنا درست و معتبر نہیں۔ [۲]

---

[۱] ومنها :نية المحجوج عنه عند الإحرام؛ لأن النائب يحج عنه لا عن نفسه، فلا بد من نيته، والأفضل أن يقول بلسانه لبيك عن فلان كما إذا حج عن نفسه (بدائع الصنائع، ج ۲ ص ۲۱۳، كتاب الحج)

الشرط الرابع :النية عن المحجوج عنه عند الإحرام :ذهب الفقهاء إلى أنه يشترط النية عن المحجوج عنه عند الإحرام؛ لأن النائب يحج عنه لا عن نفسه، فلا بد من نيته، والأفضل أن يقول بلسانه :لبيك عن فلان، كما إذا حج عن نفسه.

ويكفي أن ينوي النائب عن المستنيب وإن لم يسمه لفظا .وإن نسي اسمه ونسبه نوى من دفع إليه المال ليحج عنه.وقال الشافعية :لا تكفي نية المستنيب في الحج؛ لأن العبادة في الحج فعل النائب فوجبت النية منه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۳۴، شرائط جواز النيابة في الحج عن الحي، الشرط الرابع)

د -النية :أي نية الحاج المأمور أداء الحج عن الأصيل.

بأن ينوي بقلبه ويقول بلسانه (والتلفظ أفضل) : أحرمت بالحج عن فلان، ولبيك بحجة عن فلان. وإن اكتفى بنية القلب كفى ذلك، اتفاقا .ولو نسي اسمه ونوى أن يكون الحج عن الشخص المقصود أن يحج عنه يصح، ويقع الحج عن الأصيل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۷، ص ۷۶، الحج عن الغير، شروط صحة الحج الواجب عن الغير)

[۲] اور شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک نائب کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ پہلے اپنا حجۃ الاسلام یعنی حج فرض ادا کر چکا ہو۔

ثانيا :شروط النائب عن غيره في الحج :اشترط الشافعية والحنابلة لإجزاء الحج الفرض عن الأصيل أن يكون النائب قد حج حجة الإسلام عن نفسه أولا، وإلا كانت الحجة عن نفسه، ولم تجزء عن الأصيل، وهو قول الأوزاعي وإسحاق بن راهويه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۴۳...... دوسرے کی طرف سے حجِ بدل کرنا مرد اور عورت دونوں کے لئے جائز ہے، یعنی یہ بھی جائز ہے کہ مرد کا حجِ بدل مرد کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ عورت کا حجِ بدل عورت کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ مرد کا حجِ بدل عورت کرے، اور یہ بھی جائز ہے کہ عورت کا حجِ بدل مرد کرے۔

البتہ بعض حضرات کے نزدیک مرد کا حجِ بدل عورت سے کرانا مکروہ ونامناسب ہے، کیونکہ عورت کے احرام وحج میں مرد کے مقابلہ میں ایک قسم کا نقصان پایا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

واكتفى الحنفية بأهلية المأمور لصحة الحج، بأن يكون مسلما عاقلا، فأجازوا أن يكون المأمور لم يحج عن نفسه حجة الإسلام (وهو المسمى صرورة)وأجازوا حج العبد، والمراهق عن غيرهم، وتصح هذه الحجة البدلية وتبرأ ذمة الأصيل، مع الكراهة التنزيهية بالنسبة للآمر، والكراهة التحريمية بالنسبة للمأمور إن كان تحقق وجوب الحج عليه .ونحو ذلك عند المالكية في الحج عن الميت يصح على القول بوجوب الحج على التراخي عندهم، أما على وجوبه على الفور فيحرم الحج عنه.

استدل الأولون :بما أخرج أبو داود وابن ماجه عن ابن عباس رضي الله عنهما أن النبي صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول :لبيك عن شبرمة .قال :من شبرمة؟ قال :أخ لي، أو قريب لي .قال: حججت عن نفسك؟ قال :لا .قال :حج عن نفسك، ثم حج عن شبرمة.

واستدل الحنفية بإطلاق حديث الخثعمية السابق، فإنه صلى الله عليه وسلم قال لها :حجي عن أبيك من غير استخبارها عن حجها لنفسها قبل ذلك، وترك الاستفصال يتنزل منزلة عموم المقال (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٧٤ وص ٧٥، الحج عن الغير، شروط النائب عن غيره في الحج)

[1] نيابة المرأة في الحج:

تجوز النيابة في الحج بالشروط السابقة، سواء كان النائب رجلا أو امرأة، وهذا في قول عامة أهل العلم.

ويرى الحنفية أنه يجوز مع الكراهة وهو قول الحسن بن صالح.

أما الجواز، فلحديث الخثعمية، وأما الكراهة، فلأنه يدخل في حجها ضرب نقصان؛ لأن المرأة لا تستوفي سنن الحج، فإنها لا ترمل في الطواف وفي السعي بين الصفا والمروة، ولا تحلق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٤٢، ص ٣٥، نيابة المرأة في الحج،مادة "نيابة")

دل على أن حج المرلة يصح عن الرجل، وقيل لا يصح لأن المرأة تلبس في الإحرام ما لا يلبسه الرجل(مرقاة المفاتيح، ج٥ ص ١٧٤٣، كتاب المناسك)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۵...... جس شخص نے اپنا حج نہیں کیا، خواہ اُس پر حج فرض ہو چکا ہو، یا حج فرض نہ ہوا ہو، اُس کو بعض فقہائے کرام نے عربی میں ''صرورہ'' کا نام دیا ہے۔ [1]

حنفیہ کے نزدیک جو شخص دوسرے کی طرف سے حجِ بدل کرے، اُس کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ حج بدل کرنے والا پہلے اپنا حج کر چکا ہو، لہٰذا ان کے نزدیک صرورہ کا حجِ بدل کرنا بھی معتبر ہے؛ البتہ اگر اس نے اپنا حج نہیں کیا، اور اس پر حج فرض بھی ہے، تو پھر بعض مشائخ حنفیہ کی تصریح کے مطابق ایسے شخص کا دوسرے کی طرف سے حجِ بدل کرنا مکروہِ تحریمی اور گناہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وسواء كان رجلا أو امرأة إلا أنه يكره إحجاج المرأة، لكنه يجوز أما الجواز فلحديث الخثعمية.

وأما الكراهة فلأنه يدخل في حجها ضرب نقصان؛ لأن المرأة لا تستوفي سنن الحج فإنها لا ترمل في الطواف وفي السعي بين الصفا والمروة ولا تحلق، وسواء كان حرا أو عبدا بإذن المولى لكنه يكره إحجاج العبد أما الجواز فلأنه يعمل بالنيابة، وما تجوز فيه النيابة يستوي فيه الحر والعبد كالزكاة ونحوها.

وأما الكراهة فلأنه ليس من أهل أداء الفرض عن نفسه فيكره أداؤه عن غيره والله الموفق (بدائع الصنائع، ج۲ص۲۱۳، كتاب الحج)

[1] الصرورة بصاد مهملة وبتخفيف الراء :من لم يحج والمراد به في اصطلاح الفقهاء : الشخص الذي لم يحج عن نفسه حجة الإسلام، كما نص عليه أكثر الفقهاء .قال ابن عابدين :فهو أعم من المعنى اللغوي؛ لأنه يشمل من لم يحج أصلا، ومن حج عن غيره، أو عن نفسه نفلا أو نذرا.

وقال بعض المالكية :هو من لم يحج قط، وهذا هو المعنى اللغوي.

قال النووي :سمي بذلك؛ لأنه صر بنفسه عن إخراجها في الحج وكره الشافعي وابن عقيل من الحنابلة تسمية من لم يحج صرورة؛ لما روى ابن عباس -رضي الله عنهما قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا صرورة في الإسلام قال النووي :أي لا يبقى أحد في الإسلام بلا حج، ولا يحل لمستطيع تركه، فكراهة تسمية من لم يحج صرورة، واستدلالهم بهذا الحديث فيه نظر؛ لأنه ليس في الحديث تعرض للنهي عن ذلك.

الحكم الإجمالي:

ذكر الفقهاء في بحث الحج :أن الحج من العبادات البدنية والمالية معا؛ فيقبل النيابة في الجملة. ثم فصلوا بين حج الفرض وحج النفل، وبينوا شروط الحج عن الغير، كما بينوا شروط الآمر والمأمور أي النائب، وهل يصح الحج عن الغير من قبل من لم يحج عن نفسه حجة الإسلام، وهو المسمى بصرورة أم لا؟ وهل يصح أخذ الأجرة في ذلك؟ وبيانه فيما يلي (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷،ص۵، مادة "صرورة")

ہے؛ اور اگر اس پر حج فرض نہیں ہے، تو پھر اُس سے حجِ بدل کرانا مکروہِ تنزیہی اور خلافِ اولیٰ ہے۔ ل

اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک حجِ بدل یا دوسرے کی حج میں نیابت کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنا حجۃ الاسلام یعنی فرض حج ادا کر چکا ہو، لہٰذا جس شخص نے اپنا حجۃ الاسلام یعنی اپنا فرض حج ادا نہیں کیا، وہ ان فقہائے کرام کے نزدیک دوسرے کی طرف سے حجِ بدل یا حج میں نیابت کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا؛ یہی وجہ ہے کہ اگر ایسا شخص دوسرے کی طرف سے حج کا احرام باندھے، تب بھی ان حضرات کے نزدیک وہ حج دوسرے کی طرف سے ادا نہیں ہوتا، بلکہ مباشر یعنی حج کے افعال انجام دینے والے ہی کی طرف سے حجۃ الاسلام یعنی فرض حج ادا ہوتا ہے۔ ٢

ل وقال في الفتح أيضا والأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام خروجا عن الخلاف، ثم قال :والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذى حج عن نفسه وذكر فى البدائع كراهة إحجاج الصرورة لأنه تارك فرض الحج .ثم قال فى الفتح بعد ما أطال فى الاستدلال :والذى يقتضيه النظر أن حج الصرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم لأنه يتضيق عليه فى أول سنى الإمكان فيأثم بتركه، وكذا لو تنفل لنفسه ومع ذلك يصح لأن النهى ليس لعين الحج المفعول بل لغيره وهو الفوات، إذ الموت فى سنة غير نادر .اهـ .قال فى البحر :والحق أنها تنزيهية على الآمر لقولهم والأفضل إلخ تحريمية على الصرورة المأمور الذى اجتمعت فيه شروط الحج ولم يحج عن نفسه لأنه أثم بالتأخير اهـ . قلت :وهذا لا ينافى كلام الفتح لأنه فى المأمور، ويحمل كلام الشارح على الآمر، فيوافق ما فى البحر من أن الكراهة فى حقه تنزيهية وإن كانت فى حق المأمور تحريمية (ردالمحتار، ج٢، ص٦٠٣، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

٢ أولا :نيابة الصرورة فى حجة الإسلام:
يرى الشافعية والحنابلة أن من شروط النائب فى حجة الإسلام أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام، فليس للصرورة أن يحج عن غيره، فإن فعل وقع إحرامه عن حجة الإسلام لنفسه لما روى ابن عباس -رضى الله عنهما -أن النبى صلى الله عليه وسلم سمع رجلا يقول :لبيك عن شبرمة، قال :من شبرمة؟ قال :أخ لى أو قريب لى .قال :حججت عن نفسك؟ قال :لا :قال :حج عن نفسك ثم حج عن شبرمة .
وعلى ذلك :فإن أحرم عن غيره وقع عن نفسه لا عن الغير، قال ابن قدامة :إذا ثبت هذا فإن عليه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے اختلاف سے بچنے کے لئے احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ حج بدل ایسے شخص سے کرایا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

رد ما أخذ من النفقة؛ لأنه لم يقع الحج عنه فأشبه ما لو لم يحج قال النووى :وبه قال ابن عباس - رضى الله عنهما والأوزاعى وإسحاق.

وفى المغنى :قال أبو بكر عبد العزيز :يقع الحج باطلا، ولا يصح ذلك عنه ولا عن غيره، وروى ذلك عن ابن عباس -رضى الله عنهما

وقال الحنفية :لا يشترط فى النائب أن يكون قد حج عن نفسه، فيصح حج الصرورة، لكن الأفضل أن يكون قد حج عن نفسه حجة الإسلام خروجا عن الخلاف، فيكره عندهم حج الصرورة.

وهل الكراهة تحريمية أم تنزيهية؟ اختلفت عباراتهم.

وذكر ابن عابدين نقلا عن الفتح :والذى يقتضيه النظر :أن حج الصرورة عن غيره إن كان بعد تحقق الوجوب عليه بملك الزاد والراحلة والصحة فهو مكروه كراهة تحريم؛ لأنه تضييق عليه فى أول سنى الإمكان فيأثم بتركه، وكذا لو تنفل لنفسه، ومع ذلك يصح؛ لأن النهى ليس لعين الحج المفعول، بل لغيره وهو الفوات إذ الموت فى سنة غير نادر .ثم نقل عن البحر قوله :والحق أنها تنزيهية على الآمر لقولهم :والأفضل . .إلخ، تحريمية على الصرورة، أى المأمور الذى اجتمعت فيه شروط الحج، ولم يحج عن نفسه؛ لأنه أثم بالتأخير .اهـ .ثم قال :وهذا لا ينافى كلام الفتح؛ لأنه فى المأمور.

واستدل الحنفية بصحة حج الصرورة بإطلاق قوله صلى الله عليه وسلم للخثعمية :حجى عن أبيك من غير استخبارها عن حجها لنفسها قبل ذلك .قال فى الفتح :وترك الاستفصال فى وقائع الأحوال ينزل منزلة عموم الخطاب؛ فيفيد جوازه عن الغير مطلقا .وحديث شبرمة يفيد استحباب تقديم حجة نفسه؛ وبذلك يحصل الجمع.

أما المالكية :فقد منعوا استنابة صحيح مستطيع فى فرض لحجة الإسلام أو حجة منذورة .قال الحطاب :لا خلاف فى ذلك، والظاهر أنها لا تصح، وتفسخ إذا عثر عليها،أما الصرورة :فيكره عندهم حجه عن الغير (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۷،ص ۵ تا ص۷، مادة صرورة)

الشرط السادس :أن يكون النائب قد حج عن نفسه أولا:

وهذا الشرط اختلف فيه الفقهاء :

فذهب الشافعية، والحنابلة، إلى أنه ليس لمن لم يحج حجة الإسلام أن يحج عن غيره، فإن فعل وقع إحرامه عن حجة الإسلام عن نفسه، وبهذا قال الأوزاعى وإسحاق .

وذهب الحنفية إلى أن النيابة تصح، سواء كان النائب قد حج عن نفسه أو لا، إلا أن الأفضل أن يكون قد حج عن نفسه ويسمى حج الصرورة.

وهذا القول الذى قال به الحنفية، هو قول الحسن، وإبراهيم، وأيوب السختيانى، وجعفر بن محمد، وحكى عن أحمد مثل ذلك .

وقال الثورى :إن كان يقدر على الحج عن نفسه حج عن نفسه، وإن لم يقدر على الحج عن نفسه

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جائے، جو اپنا حج کا فریضہ ادا کرچکا ہو، اور وہ حج کے احکام سے واقف وباعلم ہو۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۶...... جب دوسرے کی طرف سے حجِ بدل کیا جائے، اور حجِ بدل صحیح ہونے کی شرائط کا بھی لحاظ کیا جائے، تو یہ حج ابتداءً ہی اُس شخص کی طرف سے واقع ہوتا ہے، جس کی طرف سے حجِ بدل کیا گیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حج عن غيره؛ لأن الحج مما تدخله النيابة، فجاز أن يؤديه عن غيره من لم يسقط فرضه عن نفسه، كالزكاة.

وقال أبو بكر عبد العزيز :يقع الحج باطلا، ولا يصح عنه ولا عن غيره، وروى ذلك عن ابن عباس -رضى الله عنهما -لأنه لما كان من شرط طواف الزيارة تعيين النية، فمتى نواه لغيره، ولم ينو لنفسه، لم يقع عن نفسه، كذا الطواف حاملا لغيره لم يقع عن نفسه ، وانظر تفصيل ذلك في مصطلح (حج ف) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۳۴ وص ۳۵، شرائط جواز النيابة في الحج عن الحي، الشرط السادس)

[1] والأفضل إحجاج الحر العالم بالمناسك الذي حج عن نفسه (البحرالرائق، ج۳، ص ۷۴، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

والأفضل للإنسان إذا أراد أن يحج رجلاً عن نفسه أن يحج رجلاً قد حج عن نفسه؛ لأنه أهدى إلى إقامة الأعمال؛ ولأنه أبعد عن الخلاف، فإن الذي لم يحج عن حجة الإسلام عن نفسه لم تجز حجته عن غيره عند بعض الناس(المحيط البرهاني، ج ۲ ص ۴۷۸، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

[2] حنفیہ کے نزدیک الاصل کی روایت کے مطابق حج محجوج عنہ یعنی اصیل کی طرف سے ہی واقع ہوتا ہے، اور امام محمد رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق حاج کی طرف سے واقع ہوتا ہے، اور محجوج عنہ کو حج میں نفقہ اور خرچ کا ثواب حاصل ہوتا ہے؛ مگر دلیل کے لحاظ سے الاصل کی روایت کو ترجیح حاصل ہے، اور یہی دوسرے فقہاء کا بھی قول ہے۔

ملحوظ رہے کہ اگر حجِ بدل کرنے والے کا حجِ بدل فوت یا فاسد ہوجائے، تو اس سے دوسرے کا حجِ بدل ادا نہیں ہوتا، اور بہت سی صورتوں میں حجِ بدل کرنے والا دوسرے کے مال کا ضامن بھی ہوتا ہے۔

ثم في الحديث دليل على أن الحج يقع عن الآمر وهو مختار شمس الأئمة السرخسي -رحمه الله، وجمع من المحققين وهو ظاهر المذهب(مرقاة المفاتيح، ج۵ ص ۱۷۴۳، كتاب المناسك)

أولا :النيابة في الحج عن الحي:من يقع عنه حج النائب:

ذهب الفقهاء إلى أن الحج يقع عن المحجوج عنه .لحديث الخثعمية حيث قال لها النبي صلى الله عليه وسلم :حجي عن أبيك فقد أمرها النبي صلى الله عليه وسلم بالحج عن أبيها، ولولا أن حجها يقع عن أبيها لما أمرها بالحج عنه.

ولأن النبي صلى الله عليه وسلم قاس دين الله تعالى بدين العباد بقوله :أرأيت لو كان على أبيك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۷...... حنفیہ کے نزدیک دوسرے کی طرف سے حج بدل کرنے والے کو اُجرت اور معاوضہ طلب کر کے حج کرنا جائز نہیں ہے، اور اگر کوئی اُجرت کے معاملہ کے ساتھ دوسرے کی طرف سے حج کرے تو اُجرت کا معاملہ باطل ہے؛ البتہ اس کے نتیجہ میں جو حج کیا جائے وہ اس دوسرے کی طرف سے معتبر ہو جاتا ہے۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

دين .وذلك تجزء فيه النيابة، ويقوم فعل النائب مقام فعل المنوب عنه كذا هذا .لأن الحاج يحتاج إلى نية المحجوج عنه كذا الإحرام، ولو لم يقع نفس الحج عنه لكان لا يحتاج إلى نيته.

وروى عن محمد بن الحسن أن نفس الحج يقع عن الحاج، وإنما للمحجوج عنه ثواب النفقة؛ لأن الحج عبادة بدنية ومالية والبدن للحاج، والمال للمحجوج عنه، فما كان من البدن لصاحب البدن، وما كان بسبب المال يكون لصاحب المال .والدليل عليه أنه لو ارتكب شيئا من محظورات الإحرام فكفارته في ماله لا في مال المحجوج عنه، وكذا لو أفسد الحج يجب عليه القضاء ، فدل على أن نفس الحج يقع له إلا أن الشرع أقام ثواب نفقة الحج في حق العاجز عن الحج بنفسه، مقام الحج بنفسه نظرا له ومرحمة عليه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۳۱ وص ۳۲، النيابة في الحج عن الحي،مادة "نيابة")

وأما كيفية النيابة فيه، فذكر في الأصل أن الحج يقع عن المحجوج عنه، وروى عن محمد أن نفس الحج يقع عن الحاج، وإنما للمحجوج عنه ثواب النفقة.

وجه رواية محمد أنه عبادة بدنية ومالية والبدن للحاج، والمال للمحجوج عنه فما كان من البدن لصاحب البدن، وما كان بسبب المال يكون لصاحب المال، والدليل عليه أنه لو ارتكب شيئا من محظورات الإحرام فكفارته في ماله لا في مال المحجوج عنه.وكذا لو أفسد الحج يجب عليه القضاء فدل أن نفس الحج يقع له إلا أن الشرع أقام ثواب نفقة الحج في حق العاجز عن الحج بنفسه مقام الحج بنفسه نظرا له ومرحمة عليه.وجه رواية الأصل ما روينا من حديث الخثعمية حيث قال لها النبي - :صلى الله عليه وسلم -حجي عن أبيك أمرها بالحج عن أبيها.

ولولا أن حجها يقع عن أبيها لما أمرها بالحج عنه، ولأن النبي -صلى الله عليه وسلم -قاس دين الله تعالى بدين العباد بقوله :أرأيت لو كان على أبيك دين؟ وذلك تجزء فيه النيابة ويقوم فعل النائب مقام فعل المنوب عنه كذا هذا، والدليل عليه أن الحاج يحتاج إلى نية المحجوج عنه كذا الإحرام، ولو لم يقع نفس الحج عنه لكان لا يحتاج إلى نيته والله أعلم (بدائع الصنائع، ج ۲، ص ۲۱۲، كتاب الحج)

[1] اور یہ حکم حنفیہ کے نزدیک ہے، اور حنابلہ کی مشہور روایت بھی یہی ہے؛ جبکہ شافعیہ اور مالکیہ کے نزدیک اور حنابلہ کی ایک روایت کے مطابق اُجرت ومعاوضہ پر حج کرنا جائز ہے، اور مالکیہ کے نزدیک جواز اور کراہت دونوں قسم کی روایات ہیں۔

استیجار علی الحج یا اجرت ومعاوضہ پر حج کے جواز کی صورت میں حج بدل کرنے اور کرانے والے کے مابین جتنے مال کی مقدار پر

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مسئلہ نمبر ۱۸...... جب دوسرے کے مال سے اس کے حکم یا وصیت کے مطابق حج بدل

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

استیجار علی الحج کا معاملہ ہو جائے، اتنے مال کا وہ اس عقد کے نتیجہ میں مالک بن جاتا ہے، اور اسے اس مال میں حسب منشاء تصرف کا حق ہوتا ہے، اور حج کے اخراجات سے بچی ہوئی رقم کی واپسی اور سفرِ حج میں مخصوص اخراجات کی پابندی بھی ضروری نہیں ہوتی، برخلاف استیجار علی الحج کے عدم جواز کے، کہ اس صورت میں ان چیزوں کی رعایت ضروری ہوتی ہے، جیسا کہ آگے آنے والے چند مسائل سے ظاہر ہوگا۔

جب بغیر اُجرت کے حجِ بدل کے لئے کوئی میسر نہ ہو، اور حجِ بدل کرانا فرض ہو، تو ہمارے نزدیک دوسرے کے حج کے اہم فریضہ کی ادائیگی کے لیے شافعیہ کے قول پر عمل کی گنجائش دی جاسکتی ہے، جیسا کہ متأخرینِ احناف نے بعض دیگر عبادات میں شوافع کے قول پر ضرورت کی وجہ سے فتویٰ دیا ہے۔

اور بعض متقدمین نے جو اجرت پر حج کے عدمِ جواز پر زور دیا ہے، تو وہ عام حالات میں ہے، اور ہماری بحث خاص ضرورت و مجبوری کے تحت ہے۔ محمد رضوان۔

الاستئجار على الحج :مشروعيته:ذهب أبو حنيفة وإسحاق بن راهويه وهو الأشهر عن أحمد إلى أنه لا يجوز الاستئجار على الحج. وذهب الشافعي إلى الجواز، وبه أخذ المالكية، مراعاة لخلاف الشافعية في جواز النيابة في حج النفل.

فلو عقدت الإجارة للحج عن الغير فهي عند أبي حنيفة باطلة، لكن الحجة عن الأصيل صحيحة، على التحقيق في المذهب، ويسمون الأجير :مأمورا، ونائبا، وقالوا له نفقة المثل في مال الأصيل، لأنه حبس نفسه لمنفعة الأصيل فوجبت نفقته في ماله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ١ ، ص ٢٨، الاستئجار على الحج)

النيابة في الحج بأجرة:ذهب المالكية والشافعية والحنابلة في رواية إلى أنه يجوز الاستئجار على الحج عن الميت. أما عن الحي فلا يجوز إلا للعذر الميئوس عن زواله وذلك عند الشافعية والحنابلة. أما عند المالكية فلا يجوز الاستئجار على الحج عن الحي عندهم.

وذهب الحنفية وهو رواية عند الحنابلة إلى أنه لا يجوز الاستئجار على الحج عن الحي أو الميت، فإن وقعت الإجارة فهي باطلة لكن الحجة تقع عن الأصيل، ولمن حج نفقة مثله لأنه حبس نفسه لمنفعة الأصيل، فوجبت نفقته في ماله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۴۷، النيابة في الحج بأجرة)

ثانيا -حكم الأجرة في حج الصرورة:صرح الحنفية :بعدم جواز أخذ الأجرة لمن يحج عن غيره، فلو استأجر رجلا على أن يحج عنه بكذا لم يجز حجه، وإنما يقول :أمرتك أن تحج عني بلا ذكر إجارة، وله نفقة المثل .ونقل ابن عابدين عن الكفاية :أنه يقع الحج من المحجوج عنه في رواية الأصل عن أبي حنيفة.وعدم جواز الأجرة في الحج هو الرواية المشهورة عن أحمد -أيضا -قال ابن قدامة في الصرورة الذي يحج عن غيره :عليه رد ما أخذ من النفقة؛ لأنه لم يقع الحج عنه.

ومذهب المالكية :الجواز مع الكراهة .قال الدسوقي :لأنه أخذ العوض عن العبادة، وليس ذلك من شيم أهل الخير وينظر مصطلح :(حج ف)قال الشيخ زكريا الأنصاري :ولا أجرة له -يعني للصرورة -لأنه لم ينتفع بما فعله (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢٧، ص ٧، مادة "صرورة")

کیا جائے، تو حج کے افعال انجام دینے والا اس دوسرے کا اس کے مال اور حج کے افعال میں نائب اور وکیل ہوتا ہے، اس لیے اسے دوسرے کے حکم اور وصیت کے مطابق حج اور اس کے اخراجات کو ٹھیک ٹھیک طریقہ پر انجام دینا چاہیے، اور اس کی خلاف ورزی اور خیانت نہیں کرنی چاہئے۔ [۱]

مسئلہ نمبر ۱۹...... جس شخص کو کسی نے حجِ بدل کرنے کے لئے متعین و مامور کیا، تو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ دوسرے کی اجازت کے بغیر اُس کے مال سے اپنے بجائے کسی اور کو حجِ بدل کے لئے بھیجے۔ [۲]

مسئلہ نمبر ۲۰...... جب کوئی شخص دوسرے کو حجِ بدل کا حکم یا وصیت کرے، تو اس کے لئے مناسب یہ ہے کہ وہ حجِ بدل کرنے والے کو صراحتاً ہر طرح کا حج کرنے کی اجازت دے دے کہ خواہ وہ حجِ افراد کرے، یا حجِ تمتع کرے، یا حجِ قران کرے، اور خواہ وہ اس کی طرف سے

---

[۱] وما فضل فی ید الحاج عن المیت بعد النفقة فی ذهابه ورجوعه فإنه یرده علی الورثة لا یسعه أن یأخذ شیئا مما فضل؛ لأن النفقة لا تصیر ملکا للحاج بالإحجاج، وإنما ینفق قدر ما یحتاج إلیه فی ذهابه وإیابه علی حکم ملک المیت؛ لأنه لو ملک إنما یملک، بالاستئجار والاستئجار علی الطاعات لا یجوز عندنا فکان الفاضل ملک الورثة فیجب علیه رده إلیهم(بدائع الصنائع، ج۲ص۲۲۳، کتاب الحج،فصل بیان حکم فوات الحج عن العمرة)

[۲] هـ -أن یحج المأمور بنفسه :نص علیه الحنفیة والمالکیة والشافعیة .فلو مرض المأمور أو حبس فدفع المال إلی غیره بغیر إذن المحجوج عنه لا یقع الحج عن المیت، والحاج الأول والثانی ضامنان لنفقة الحج، إلا إذا قال الآمر بالحج :اصنع ما شئت فله، حینئذ أن یدفع المال إلی غیره، ویقع الحج عن الآمر.

و أن یحرم بالحج من میقات الشخص الذی یحج عنه من غیر مخالفة .ولو أمره بالإفراد فقرن عن الآمر فیقع ذلک عن الآمر فی مذهب الشافعی والصاحبین استحسانا، وأما عند أبی حنیفة فهو مخالف ضامن من النفقات ولا یقع عن الآمر .أما إذا أمره بالإفراد فتمتع عن الآمر لم یقع حجه عنه ولا یجوز ذلک عن حجة الإسلام، ویضمن اتفاقا عند أئمة الحنفیة، والشافعیة .وسوی المالکیة بین القران والتمتع إذا فعلا وکان الإفراد یجزء إن کان الشرط من الوصی لا الأصیل .وصحح الحنابلة الحج عن الأصیل فی کل الحالات ویرجع علی الأجیر بفرق أجرة المسافة، أو توفیر المیقات(الموسوعة الفقهیة الکویتیة، ج۱۷، ص ۷۶،وص۷۷، الحج عن الغیر، شروط صحة الحج الواجب عن الغیر)

خود حجِ بدل کرے یا کسی دوسرے مسلمان کو بھیج کر کرائے، تا کہ بعد میں حجِ بدل کرنے والے کو حسبِ موقع اس کے حجِ بدل کی ادائیگی میں سہولت رہے، اور اسے کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۱...... اگر دوسرے نے ہر طرح کا حج کرنے کی اجازت دی ہو، تو حجِ بدل کرنے والے کو حجِ افراد کے علاوہ حجِ تمتع اور حجِ قران کرنا بھی جائز ہے، اور اگر کسی خاص قسم کے حج کی تخصیص کی ہو، مثلاً یہ کہ حجِ تمتع کیا جائے، تو اس کے حکم کے مطابق حج کرنے میں تو کوئی شبہ نہیں، اور اگر حجِ افراد یا مطلق حج کا حکم کیا ہو، تو اس صورت میں حنفیہ (امام ابوحنیفہ اور صاحبین) کے نزدیک حجِ تمتع کرنا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حجِ تمتع اور حجِ قران دونوں ہی کرنا جائز نہیں۔

جبکہ شوافع اور صاحبین (یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد) رحمہما اللہ کے نزدیک اس صورت میں حجِ قران کرنا جائز ہے، اور حنابلہ کے نزدیک حجِ قران اور حجِ تمتع دونوں جائز ہیں۔

آج کل کیونکہ میقات سے آنے والوں کی طرف سے عام طور پر حجِ تمتع کا رواج ہے، اس لئے اگر دوسرے نے کسی خاص قسم کے حج کی صراحت نہ کی، بلکہ عام حج کا حکم یا وصیت کی ہو، تو عرف اور رواج کی وجہ سے دلالتاً اجازت ہونے کی بناء پر حجِ بدل کرنے والے کو حجِ تمتع کرنا جائز ہے۔ [2]

---

[1] وقال الشيخ الإمام أبو بكر محمد بن الفضل رحمه الله تعالى إذا أمر غيره بأن يحج عنه ينبغي أن يفوض الأمر إلى المأمور فيقول حج عني بهذا المال كيف شئت إن شئت حجة وإن شئت حجة وعمرة وإن شئت قراناً والباقي من المال مني لك وصية كيلا يضيق الأمر على الحاج ولا يجب عليه رد ما فضل إلى الورثة (فتاویٰ قاضيخان، ج ا ص ۲۰۴، كتاب الحج)

[2] جب کسی میقاتی پر ابتداءً حج فرض ہوتا ہے، تو اصلاً حج فرض ہوتا ہے، جس کے ساتھ عمرہ فرض نہیں ہوتا، اور حجِ افراد میں میقات سے حج کا احرام باندھا جاتا ہے، جس میں حج کی قربانی واجب نہیں ہوتی، اور حجِ تمتع میں میقات سے عمرہ کا احرام باندھا جاتا ہے، پس تمتع میں ابتداءً یہ سفر عمرہ کا بن جاتا ہے، اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک حجِ بدل کرنے والا اگر آمر کی اجازت کے بغیر حجِ افراد کے بجائے حجِ تمتع یا حجِ قران کرتا ہے، تو وہ اس سفر میں عمرہ کو ساتھ ملا کر آمر کی مخالفت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۲۲...... جب دوسرے کی طرف سے اُس کے مال اور اُس کی اجازت سے حجِ بدل کے طور پر حجِ تمتع کیا جائے، تو حجِ بدل کرنے والے پر ضروری ہے کہ وہ عمرہ اور حج دونوں کے احرام میں دوسرے کی طرف سے بطور نیابت عمل انجام دینے کی نیت کرے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

کرتا ہے، اور یہ گویا کہ ایسا ہے جیسا کہ عمرہ اپنی طرف سے کیا، اور حج آمر کی طرف سے؛ اور شوافع اور صاحبین کے نزدیک حج تمتع کرنے کی صورت میں تو مخالفت پائی جاتی ہے، کیونکہ متمتع کا میقات سے احرام عمرہ کا واقع ہوتا ہے، جبکہ حج بدل کرنے والے پر میقات سے حج کا احرام لازم تھا؛ البتہ حجِ قران کرنے کی صورت میں یہ مخالفت نہیں پائی جاتی، اور وہ اضافی ثواب کو حاصل کرنے والا شمار ہوتا ہے۔

ملحوظ رہے کہ بعض مشائخ حنفیہ کی تصریح کے مطابق آمر کی طرف سے اجازت کے ساتھ حجِ تمتع یا حجِ قران کرنے کی صورت میں بھی دمِ قران اور دمِ تمتع حاجی یعنی مامور کے ذمہ ہوتا ہے، جس کا وہ آمر یا اُس کے مال سے مطالبہ نہیں کرسکتا، البتہ اگر آمر بخوشی اس کا خرچہ خود ادا کردے، تو پھر مامور کے لئے یہ خرچہ لینے میں کوئی حرج نہیں۔

اور حنابلہ کے نزدیک اگر آمر کی اجازت سے تمتع یا قران کیا جائے، تو دمِ شکر کا خرچ آمر کے ذمہ ہے، اور عرف ورواج سے دلالتاً اجازت متحقق ہوجایا کرتی ہے، جیسا کہ گزرا۔

لہٰذا حنابلہ کے نزدیک عرف ورواج کی صورت میں آمر کی تصریح کے بغیر حجِ تمتع وقران کرنا اور آمر کے مال میں سے دمِ شکر ادا کرنا جائز ہے۔

موجودہ حالات میں یہ موقف عمل کے اعتبار سے زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اگر حجِ بدل کرنے والے کو حجِ بدل کے بعد کہا جائے کہ دمِ شکر آپ اپنے مال سے ادا کریں، تو ظاہر ہے کہ یہ تنازع کا باعث ہوگا، مگر یہ کہ پہلے ہی تمام معاملات طے اور صاف کر لئے گئے ہوں، لیکن موجودہ دور میں عوامی دنیا میں صفائی معاملات تقریباً عنقاء ہے۔

من الشروط عدم المخالفة فلو أمره بالإفراد أو العمرة فقرن أو تمتع، ولو للميت لم يقع حجه عن الآمر ويضمن النفقة (منحة الخالق على البحر الرائق، ج۳، ص۶۸، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

(ودم القران) والتمتع (والجناية على الحاج) إن أذن له الآمر بالقران والتمتع وإلا فيصير مخالفا فيضمن (الدر المختار)

(قوله على الحاج) أى المأمور .أما الأول فلأنه وجب شكرا على الجمع بين النسكين وحقيقة الفعل منه وإن كان الحج يقع عن الآمر لأنه وقوع شرعى لا حقيقى .وأما الثانى فباعتبار أنه تعلق بجنايته، أفاده فى البحر (قوله فيصير مخالفا) هذا قول أبى حنيفة .ووجهه أنه لم يأت بالمأمور به لأنه أمره بسفر يصرفه إلى الحج لا غير، فقد خالف أمر الآمر فضمن بدائع .زاد فى المحيط لأن العمرة لا تقع عن الآمر لأنه ما أمره بها فصار كأنه حج عنه واعتمر لنفسه فيصير مخالفا (ردالمحتار، ج۲، ص۶۱۱، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمرہ میں اپنی طرف سے نیت کرنا اور حج میں دوسرے کی طرف سے نیت کرنا جائز نہیں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأما بيان ما يصير به المأمور بالحج مخالفا، وبيان حكمه إذا خالف فنقول :إذا أمر بحجة مفردة أو بعمرة مفردة فقرن فهو مخالف ضامن في قول أبي حنيفة وقال أبو يوسف ومحمد :يجزي ذلك عن الآمر نستحسن وندع القياس فيه، ولا يضمن فيه دم القران على الحاج.وجه قولهما أنه فعل المأمور به وزاد خيرا فكان مأذونا في الزيادة دلالة، فلم يكن مخالفا كمن قال لرجل :اشتر لي هذا العبد بألف درهم فاشتراه بخمسمائة أو قال :بع هذا العبد بألف درهم، فباعه بألف وخمسمائة يجوز، وينفذ على الآمر لما قلنا كذا هذا، وعليه دم القران؛ لأن الحاج إذا قرن بإذن المحجوج عنه كان الدم على الحاج لما نذكر، ولأبي حنيفة أنه لم يأت بالمأمور به؛ لأنه أمر بسفر يصرفه إلى الحج لا غير، ولم يأت به فقد خالف أمر الآمر فضمن. ولو أمره أن يحج عنه فاعتمر ضمن؛ لأنه خالف ولو اعتمر ثم حج من مكة يضمن النفقة في قولهم؛ جميعا لأمره به بالحج، بسفر وقد أتى بالحج من غير سفر؛ لأنه صرف سفره الأول إلى العمرة، فكان مخالفا فيضمن النفقة (بدائع الصنائع، ج۲ص ۲۱۳، ۲۱۴، كتاب الحج)

اختلف الفقهاء فيمن يجب عليه دم القران والتمتع في الحج عن الغير:

قال الحنفية :دم القران والتمتع على الحاج -أي المأمور بالحج عن غيره -إن أذن له الآمر بالقران والتمتع، وإلا فيصير مخالفا، فيضمن النفقة. وللشافعية تفصيل وتفرقة بين ما إذا كانت الإجارة على الذمة أو العين، وكان قد أمره بالحج، فقرن أو تمتع. وقال الحنابلة :دم التمتع والقران على المستنيب، إن أذن له فيهما، وإن لم يؤذن فعليه.(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۸، ص ۳۰۰، دم القران والتمتع،مادة "ضمان")

إذا أمر النائب بالإفراد فقرن فقد ذهب الشافعية، والحنابلة، وأبو يوسف ومحمد من الحنفية، إلى أنه لا يكون مخالفا ولا يضمن، ووقع الحج والعمرة عن المحجوج عنه؛ لأنه فعل المأمور به وزاد خيرا، فكان مأذونا في الزيادة دلالة، فلم يكن مخالفا فصح ولم يضمن، كما لو أمره بشراء شاة بدينار فاشترى به شاتين تساوي إحداهما دينارا وذهب أبو حنيفة إلى أنه يكون مخالفا ويضمن النفقة؛ لأنه لم يأت بالمأمور به، إذ أمر بسفر يصرفه إلى الحج لا غير، ولم يأت به، فقد خالف أمر الآمر فضمن (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص ۳۶، وص۳۷، مادة "نيابة")

إذا أمر بالحج فتمتع أو قرن جاز ذلك ووقع عن الآمر والدم على النائب (شرح العمدة في الفقه لابن تيمية، ج۲، ص ۲۵۵،كتاب الحج)

[1] ولو أمره بالحج فاعتمر ثم حج من مكة فهو مخالف لأنه مأمور بحج ميقاتي (ردالمحتار، ج۲، ص ۶۱۱، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

ولو أمره بالحج فاعتمر، ثم حج من مكة، فهو مخالف في قولهم؛ لأنه أمره بأن يؤدي بالسفر الحجة، وقد أدى الحجة من غير سفر (المحيط البرهاني، ج۲، ص۴۷۸، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

2 **مسئلہ نمبر ۲۳**...... حجِ بدل جب دوسرے کے مال سے کیا جائے تو حجِ بدل کرنے والے کے پاس حجِ بدل کرانے والے کی رقم اور مال امانت ہوتا ہے۔ ۱؎

نیز اس مال اور رقم کا صحیح اور جائز استعمال اس پر واجب ہے، اور اس رقم کو فضول خرچی اور گناہ کے کام میں استعمال کرنا جائز نہیں، اور اسی وجہ سے حجِ بدل کرنے کے بعد جو رقم و مال بچ جائے، وہ مالک کو واپس کرنا ضروری ہے، البتہ مالک نے جن چیزوں میں خرچ کرنے کی اجازت دے دی، تو ان چیزوں میں خرچ کرنا جائز ہے اور اگر مالک بچی ہوئی رقم و مال کا حج کرنے والے کو بخوشی ہبہ یا صدقہ کے طور پر مالک بنادے تو پھر حرج نہیں۔ ۲؎

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ملحوظ رہے کہ آمر کی صراحتاً یا دلالتاً اجازت کے بغیر تو نائب کو حجِ تمتع جائز نہیں، کیونکہ اس میں آمر کی مخالفت پائی جاتی ہے، لیکن آمر کی صراحتاً یا دلالتاً اجازت سے آمر کی مخالفت ختم ہوجاتی ہے، جیسا کہ مندرجہ بالا عبارات میں "لانہ مامور" کے الفاظ سے ظاہر ہے۔

لہٰذا بعض حضرات کا یہ سمجھنا کہ حنفیہ کے نزدیک آمر کی اجازت سے بھی حجِ تمتع جائز نہیں، یہ بات مرجوح معلوم ہوتی ہے۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو، رسالہ "منح الخیر فی الحج عن الغیر" مشمولہ: جواہر الفقہ، ج۴ص۲۰۱، لمفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ۔

۱؎ اور اسی وجہ سے دوسرے کے مال سے جو احرام وغیرہ خریدا جائے، وہ فراغت کے بعد اصولی طور پر مال کے مالک یا وارثوں کو لوٹانا ضروری ہوتا ہے، اور یہ حکم اس صورت میں ہے، جبکہ استیجار علی الحج کو ناجائز قرار دیا جائے، جیسا کہ پہلے گزرا۔

(قال) : وإن أوصى أن يحج رجل حجة فأحجوه فلما قدم فضل معه كسوة ونفقة فإن ذلك لورثة الميت؛ لأن الحاج عن الغير لا يتملك المال المدفوع إليه فإن التمليك يكون بطريق الاستئجار، وقد بينا بطلان الاستئجار على الطاعة، وإنما ينفق المال على ملك الموصي بطريق الإباحة لاستحقاقه الكفاية حين فرغ نفسه ليعمل له فما فضل من ذلك يكون باقيا على ملك الميت فيرد على ورثته(المبسوط للسرخسي، ج۴ص ۱۶۲، كتاب المناسك، باب الحج عن الميت وغيره)

۲؎ المأمور بالحج له أن ينفق على نفسه بالمعروف ذاهبا وآيبا من غير تبذير ، ولا تقتير في طعامه وشرابه وثيابه وركوبه وما لا بد منه ، وما فضل يرده على ورثته أو وصيه إلا إذا تبرع به الوارث ، أو أوصى له به الميت ، وليس له أن يدعو أحدا إلى طعامه ، ولا يتصدق به ، ولا يقرض أحدا ، ولا يصرف الدراهم بالدنانير ، ولا يشتري بها ماء لوضوئه ، ولا يدخل بها الحمام ، ولا يشتري بها دهن السراج ، ولا يدهن به ، ولا يتداوى بشيء منه ، ولا يحتجم به ، ولا يعطي أجرة الحلاق منه إلا أن يوسع عليه الميت أو الوارث ، ولا ينفق على من يخدمه إلا إذا كان ممن لا يخدم نفسه ولو نوى

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اور مناسب یہ ہے کہ حجِ بدل کے لئے مال فراہم کرنے والا ساتھ ہی یہ بھی کہہ دے کہ میں نے آپ کو اس مال میں پورا اختیار دے دیا ہے، اور جو مال حج کے اخراجات سے زائد ہو، وہ آپ کے لئے میری طرف سے ہدیہ ہے، تا کہ حجِ بدل کرنے والے کو اخراجات میں تنگی کا سامنا نہ ہو۔ [1]

مسئلہ ۴۴...... حجِ بدل کرنے والے کے مکہ میں قیام وطعام کے عمومی اخراجات حجِ بدل کرانے والے کے مال میں سے ادا کیے جائیں گے، اور عمومی اخراجات سے ہٹ کر جو اضافی اخراجات کئے جائیں گے، خواہ وہ اخراجات کسی عبادت کی ادائیگی کے لیے ہی ہوں، وہ اخراجات حجِ بدل کرنے والا اپنے مال سے کرنے کا پابند ہوگا، حج بدل کرانے والے کے مال سے اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں ہوگا، چنانچہ اگر حجِ بدل کرنے والا حجِ بدل سے فارغ ہونے کے بعد واپس آنے سے پہلے قیام کے زمانہ میں اپنی طرف سے عمرہ کرے، اور اس عمرہ پر آنے والے اضافی اخراجات حجِ بدل کرنے والے کے مال میں سے نہ کرے، بلکہ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإقامة بمكة خمسة عشر يوما سقطت نفقته من مال الميت ثم إذا عاد تعود نفقته عند محمد وهو الظاهر وعند أبي يوسف لا تعود،ولو خرج من مكة مسيرة سفر لحاجة نفسه سقطت نفقته من مال الميت في رجوعه ، وإن توطن بمكة سقطت نفقته قل أو كثر ثم إذا عاد لا تعود بالاتفاق ، وإن كانت الإقامة بها قدر العادة حتى تخرج القافلة لا تسقط للضرورة ، وكذا إذا دخل في الطريق بلدة ، فإن أقام بها القدر المعتاد فنفقته لا تسقط ، وإلا سقطت حتى يخرج منها ولو تعجل إلى مكة في رمضان تكون نفقته من مال نفسه إلى عشر ذي الحجة ، وينبغي أن ينفق في الطريق من مال الميت لا غير فإن أنفق من ماله شيئا فإن كان الأكثر مال الميت جاز عنه وإلا فلا ويضمن مال الميت وقال السرخسي :وهذه المسألة تدل على أن الحج يقع للميت ؛ إذ لو كان له ثواب الإنفاق لا غير لحصل له بذلك ، ويؤيد هذا أنه يجب عليه أن ينويه عن الميت ، ولو سلك طريقا آخر أبعد من المعتاد وتكون النفقة فيه أكثر فإن كان مما يسلكه الناس فله ذلك وله أن يشتري حمارا يركبه(تبيين الحقائق، ج۲ ص۸۸، كتاب الحج، باب الحج عن الغير)

[1] قالوا وينبغي أن يكون الحاج رجلاً حج مرة .مريض أو شيخ دفع إلى رجل مالاً ليحج عنه حجة الإسلام أراد أن ما يفضل عن الحج من النفقة والثياب وغير ذلك يكون للمدفوع إليه قال ابن شجاع رحمه الله تعالى الحيلة في ذلك أن يقول دافع المال للمدفوع إليه وكلتك أن تهب الفضل من نفسك وتقبضه لنفسك فيهبه من نفسه(فتاوىٰ قاضيخان، ج ۱ ص۳۰۴، كتاب الحج)

اپنے مال میں سے کرے، تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

البتہ اگر حجِ بدل کرنے والا عام عرف ورواج سے زیادہ وہاں قیام کرے، تو اس زمانہ کے قیام وطعام کے اخراجات حجِ بدل کرانے والے کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں۔

حجِ بدل کے لیے مال فراہم کرنے والے نے اگر اضافی اخراجات مثلاً مدینہ منورہ کے سفر اور وہاں قیام وطعام کے اخراجات کی اجازت دی ہو تو اس مال میں سے یہ اخراجات کرنا جائز ہے، جبکہ فضول اخراجات نہ کیے جائیں، اور اگر اس نے اجازت نہ دی ہو تو پھر جائز نہیں، آجکل اکثر وبیشتر مدینہ منورہ کے سفر اور قیام کے اخراجات حج کی درخواست کے ساتھ جبری طور پر کاٹ لیے جاتے ہیں، اس لیے اگر کسی نے صراحتاً اس کی اجازت نہ دی ہو تو بھی عرف ورواج کی وجہ سے یہ اخرجات حجِ بدل کرنے والے کو دوسرے کے مال میں سے وصول کرنا دلالتاً اجازت کی وجہ سے جائز ہوگا۔ [1]

مسئلہ نمبر ۴۵...... دوسرے کی طرف سے حجِ بدل کے بجائے اپنے مال میں سے دوسرے کے لئے حجِ نفل کرنا بھی جائز ہے، خواہ وہ دوسرا زندہ ہو یا فوت ہو چکا ہو اور خواہ اس نے اس

---

[1] اور جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حجِ بدل کرنے والے پر مال کے استعمال کی یہ پابندیاں استیجار علی الحج کے عدم جواز کی صورت میں ہیں، اور جن فقہائے کرام کے نزدیک استیجار علی الحج جائز ہے، ان کے نزدیک جتنا مال نائب کے لئے اجرت میں مقرر کیا جائے، اس کا وہ مالک ہے، اور اس کو اس میں حسبِ منشاء تصرف کا حق ہے۔

ولو أحج رجلا يؤدي الحج ويقيم بمكة جاز والأفضل أن يحج ويرجع وإذا فرغ المأمور بالحج من الحج ونوى الإقامة خمسة عشر يوما فصاعدا أنفق من مال نفسه ولو أنفق من مال الآمر يضمن فإن أقام بها أياما من غير نية الإقامة قال أصحابنا :إنه إن أقام إقامة معتادة مقدار ما يقيم الناس بها عادة؛ فالنفقة في مال المحجوج عنه، وإن أقام أكثر من ذلك فالنفقة في ماله وهذا كان في زمانهم فأما في زماننا فلا يمكن الخروج للأفراد والآحاد ولا لجماعة قليلة من مكة إلا مع القافلة فما دام منتظرا خروج القافلة فنفقته في مال المحجوج عنه (الفتاوىٰ الهندية، ج ا، ص ۲۵۸، كتاب المناسك، الباب الرابع عشر في الحج عن الغير)

ابن سماعة عن محمد رحمه الله :المأمور بالحج إذا حج عن الآمر، ثم أحرم بعمرة ينفق من مال نفسه ما دام معتمراً؛ لأنه في العمرة عامل لنفسه، فإذا انصرف أنفق من مال الآمر؛ لأنه مأمور بالانصراف (المحيط البرهاني، ج ۲، ص ۴۷۸، كتاب المناسك، الفصل الخامس عشر)

کی اجازت دی ہو، یا نہ دی ہو، بلکہ دوسرے کو علم ہو یا نہ ہو، کیونکہ حجِ نفل کا مقصود دوسرے کو ایصالِ ثواب کرنا ہے، جو زندہ کے لئے بھی جائز ہے، اور فوت شدہ کے لئے بھی۔ [1]

[1] حج النفل عن الغير:
مشروعيته: اتفق الجمهور على مشروعية حج النفل عن الغير بإطلاق، وهو مذهب الحنفية وأحمد .
وأجازه المالكية أيضا مع الكراهة فيه وفي النيابة في الحج المنذور
أما الشافعية ففصلوا وقالوا :لا تجوز الاستنابة في حج النفل عن حي ليس بمعضوب، ولا عن ميت لم يوص به.
أما الميت الذي أوصى به والحي المعضوب إذا استأجر من يحج عنه، ففيه قولان مشهوران للشافعية: أصحهما الجواز، وأنه يستحق الأجرة.
والقول الآخر عدم الجواز، لأنه إنما جاز الاستنابة في الفرض للضرورة، ولا ضرورة، فلم تجز الاستنابة فيه، كالصحيح، ويقع عن الأجير، ولا يستحق الأجرة.
ويدل للجمهور على صحة حج النفل عن الغير المستطيع بنفسه أنها حجة لا تلزمه بنفسه، فجاز أن يستنيب فيها كالمعضوب.
ولأنه يتوسع في النفل ما لا يتوسع في الفرض، فإذا جازت النيابة في الفرض فلأن تجوز في النفل أولى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٧، ص ٧٧، حج النفل عن الغير، مادة "حج")
أما بالنسبة لحج التطوع فعند الحنفية تجوز فيه الاستنابة بعذر وبدون عذر، وعند الحنابلة إن كان لعذر جاز وإن كان لغير عذر ففيه روايتان:
إحداهما يجوز؛ لأنها حجة لا تلزمه بنفسه، فجاز أن يستنيب فيها كالمعضوب.
والرواية الثانية لا يجوز، لأنه قادر على الحج بنفسه، فلم يجز أن يستنيب فيه كالفرض، وللشافعية قولان فيما إذا كان بعذر :أحدهما لا يجوز؛ لأنه غير مضطر إلى الاستنابة فيه، فلم تجز الاستنابة فيه كالصحيح، والثاني يجوز، وهو الصحيح؛ لأن كل عبادة جازت النيابة في فرضها جازت النيابة في نفلها .وتكره الاستنابة في التطوع عن المالكية .
وما مر إنما هو بالنسبة للحي .أما الميت فعند الحنابلة والشافعية :من مات قبل أن يتمكن من أداء الحج سقط فرضه، ولا يجب القضاء عنه، وإن مات بعد التمكن من الأداء ولم يؤد لم يسقط الفرض، ويجب القضاء من تركته، لما روى بريدة قال :أتت النبي صلى الله عليه وسلم امرأة فقالت :يا رسول الله إن أمي ماتت، ولم تحج فقال لها النبي صلى الله عليه وسلم :حجي عن أمك ، ولأنه حق تدخله النيابة حال الحياة، فلم يسقط بالموت، كدين الآدمي، ومثل ذلك الحج المنذور؛ لما روى ابن عباس قال :أتى رجل النبي صلى الله عليه وسلم فقال له :إن أختي نذرت أن تحج، وإنها ماتت، فقال النبي صلى الله عليه وسلم :لو كان عليها دين أكنت قاضيه؟ قال :نعم. قال :فاقض الله فهو أحق بالقضاء .وعند الحنفية والمالكية :من مات ولم يحج فلا يجب الحج عنه، إلا أن يوصي بذلك، فإذا أوصى حج من تركته .وإذا لم يوص بالحج عنه، فتبرع الوارث بالحج بنفسه، أو بالإحجاج عنه رجلا جاز، ولكن مع الكراهة عند المالكية (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢، ص ٣٣٦، النيابة في أداء العبادات، مادة" نيابة")

مسئلہ نمبر ۲۶...... جو شخص اپنا فرض حج ادا کرچکا ہے، وہ اگر بعد میں کسی دوسرے کو ثواب پہنچانے کے لئے حج کرے، تو ایسا کرنا جائز ہے، لیکن اگر اس نے خود اپنا فرض حج ادا نہیں کیا، تو پھر اس کو ایسا کرنا جائز نہیں ہے، بلکہ اسے پہلے اپنے حج کا فریضہ ادا کرنا ضروری ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۲۷...... دوسرے کے لئے نفل حج کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہے کہ اُس میں اہلیت ہو، کہ وہ مسلمان ہو، اور عاقل ہو۔ [2]

مسئلہ نمبر ۲۸...... جس طرح دوسرے کی طرف سے حجِ بدل یا حجِ نفل کرنا جائز ہے، اسی طرح دوسرے کی طرف سے عمرہ کرنا بھی جائز ہے۔ [3]

---

[1] النيابة فى حالة القدرة على الحج بنفسه :الحج إما أن يكون فرضا، وإما أن يكون نذرا، وإما أن يكون تطوعا .فإن كان الحج فرضا، فقد اتفق الفقهاء على أنه لا يجوز للقادر أن يستنيب من يحج عنه، وكذا الحج المنذور عند الجمهور خلافا للمالكية الذين يرون كراهته.

وأما إن كان الحج حج تطوع، وكان المستنيب قد أدى حجة الإسلام، وهو قادر على الحج بنفسه، فقد اختلف الفقهاء فى جواز الاستنابة:

فذهب الحنفية، والحنابلة فى المذهب، إلى أنه تجوز الاستنابة.

ويرى المالكية كراهة الاستنابة.

وذهب الشافعية والحنابلة فى الرواية الثانية، إلى عدم جواز الاستنابة ، وينظر التفصيل فى مصطلح (حج ف) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۳۶، النيابة فى حالة القدرة على الحج بنفسه)

[2] شروطه:يشترط لصحة حج النفل عن الغير:

الإسلام، والعقل، والتمييز، وقيده الحنفية بالمراهق، وأن يكون النائب قد حج الفرض عن نفسه، وليس عليه حج آخر واجب، وذلك عند الشافعية والحنابلة كما يشترط نية الحاج النائب الحجة عن الأصيل (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۷، ص ۷۷ وص ۷۸، حج النفل عن الغير)

[3] النوع الثالث :العبادات المشتملة على البدن والمال:

العبادات المشتملة على البدن والمال هى الحج والعمرة .وقد ذهب الجمهور إلى مشروعية الحج عن الغير، وقابليته للنيابة للعذر الميؤس من زواله بالنسبة للحى، وذهب مالك على المعتمد فى مذهبه، إلى أن الحج لا يقبل النيابة لا عن الحى ولا عن الميت، معذورا أو غير معذور، والتفصيل فى مصطلح (حج ف ۱۱۴ وما بعدها، وأداء ف ۱۲، وعبادة ف ۷) . أما العمرة فتقبل النيابة فى الجملة، والتفصيل فى مصطلح (عمرة ف ۳۸) (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۲، ص ۳۱، العبادات المشتملة على البدن والمال)

ذهب الفقهاء فى الجملة إلى أنه يجوز أداء العمرة عن الغير؛ لأن العمرة كالحج تجوز النيابة فيها؛

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۴۹...... اگر کوئی شخص دوسرے کے تعاون کے طور پر اس دوسرے کو اپنے مال سے حج کرائے اور اس کا مقصود حج بدل کرانا نہ ہو، بلکہ دوسرے کے حج کی اعانت و مدد کر کے ثواب حاصل کرنا ہو تو ایسا کرنا بھی جائز ہے، اور اس صورت میں اگر حج کرنے والا اپنے حج کی نیت سے حج کرے تو اس سے اس کے حج کا فریضہ ادا ہو جائے گا، خواہ حج کرنے والا شخص اس وقت غریب ہی کیوں نہ ہو، اور بعد میں مالدار ہی کیوں نہ ہو جائے، کیونکہ یہ صورت حج بدل کی نہیں ہے، بلکہ دوسرے کے حج کی مالی اعانت و مدد کر کے ثواب حاصل کرنے کی ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ

وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لأن كلا من الحج والعمرة عبادة بدنية مالية ولهم في ذلك تفصيل:

ذهب الحنفية إلى أنه يجوز أداء العمرة عن الغير بأمره؛ لأن جوازها بطريق النيابة، والنيابة لا تثبت إلا بالأمر، فلو أمره أن يعتمر فأحرم بالعمرة واعتمر جاز؛ لأنه فعل ما أمر به.

وذهب المالكية إلى أنه تكره الاستنابة في العمرة وإن وقعت صحت.

وقال الشافعية :تجوز النيابة في أداء العمرة عن الغير إذا كان ميتا أو عاجزا عن أدائها بنفسه، فمن مات وفي ذمته عمرة واجبة مستقرة بأن تمكن بعد استطاعته من فعلها ولم يؤدها حتى مات .وجب أن تؤدى العمرة عنه من تركته، ولو أداها عنه أجنبي جاز ولو بلا إذن كما أن له أن يقضي دينه بلا إذن.وتجوز النيابة في أداء عمرة التطوع إذا كان عاجزا عن أدائها بنفسه، كما في النيابة عن الميت.وذهب الحنابلة إلى أنه لا تجوز العمرة عن الحي إلا بإذنه؛ لأنها عبادة تدخلها النيابة، فلم تجز إلا بإذنه، أما الميت فتجوز عنه بغير إذنه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٠ص ٣٢٨ و ٣٢٩،أداء العمرة عن الغير،مادة"عمرة")

احرام باندھ کر رکاوٹ پیدا یا محصَر ہو جانے کا حکم

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ:

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ وَلَا تَحْلِقُوْا رُءُ وْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ (سورة البقرة، آية ۱۹۶)

ترجمہ: اور تم حج کو اور عمرہ کو اللہ کے لئے پورا کرو، پھر اگر تم محصَر ہو جاؤ، تو جو ہدی میسر ہو، اور تم اپنے سَروں کو نہ منڈاؤ جب تک کہ ہدی اپنے محل پر نہ پہنچ جائے (سورہ بقرہ)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ مُعْتَمِرًا، فَحَالَ كُفَّارُ قُرَيْشٍ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْبَيْتِ، فَنَحَرَ هَدْيَهُ وَحَلَقَ رَأْسَهُ بِالْحُدَيْبِيَةِ، وَقَاضَاهُمْ عَلٰى أَنْ يَّعْتَمِرَ الْعَامَ الْمُقْبِلَ (بخاری، رقم الحديث ۴۲۵۲، باب عمرة القضاء)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عمرہ کرنے کے لئے نکلے، تو تو قریش کے کفار آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان حائل ہو گئے، تو آپ نے اپنی ہدی کو ذبح کیا، اور حدیبیہ میں اپنے سر کو منڈوایا، اور قریش کے کفار سے اس بات پر فیصلہ (ومعاہدہ) فرمایا کہ آپ آئندہ سال عمرہ کریں گے (بخاری)

مذکورہ آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ حج اور عمرہ کو شروع کرنے کے بعد پورا کرنا ضروری ہو جاتا ہے، خواہ وہ حج وعمرہ فرض ہو یا واجب یا نفل۔ [1]

---

[1] أما ما ندب إليه الشارع من السنن فإن كان حجا أو عمرة وشرع فيهما وجب عليه الإتمام باتفاق، لقوله تعالى: (وأتموا الحج والعمرة لله). وإن كان غيرهما فإتمامه بعد الشروع فيه محل خلاف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۶، ص۹۴، مادة شروع، ما يجب إتمامه بالشروع)

نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جب کوئی حج یا عمرہ کے احرام والا شخص دشمن وغیرہ کی وجہ سے حج یا عمرہ کے مناسک کی ادائیگی سے قاصر وعاجز ہوجائے، تو شریعت کی زبان میں ایسے شخص کو محصَر اور اس عمل کو احصار کہا جاتا ہے۔ [1]

جس پر شریعت نے احرام سے نکلنے کے لئے حلال ہونے کا مخصوص طریقہ مقرر کیا ہے۔ [2]

---

[1] إحصار. التعريف:

من معاني الإحصار في اللغة المنع من بلوغ المناسک بمرض أو نحوه، وهو المعنى الشرعي أيضا على خلاف عند الفقهاء فيما يتحقق به الإحصار.

واستعمل الفقهاء مادة (حصر) بالمعنى اللغوي في كتبهم استعمالا كثيرا .ومن أمثلة ذلک :قول صاحب تنوير الأبصار وشارحه في الدر المختار " :والمحصور فاقد الماء والتراب الطهورين، بأن حبس في مكان نجس، ولا يمكنه إخراج مطهر، وكذا العاجز عنهما لمرض يؤخر الصلاة عند أبي حنيفة، وقالا يتشبه بالمصلين وجوبا، فيركع ويسجد إن وجد مكانا يابسا، وإلا يومء قائما ثم يعيد." ومنه أيضا قول صاحب تنوير الأبصار "وكذا يجوز له أن يستخلف إذا حصر عن قراء ة قدر المفروض ."وقال أبو إسحاق الشيرازي " :ويجوز أن يصل بتيمم واحد ما شاء من النوافل؛ لأنها غير محصورة، فخف أمرها ."وتفصيله في مصطلح (صلاة).

إلا أنهم غلبوا استعمال هذه المادة (حصر) ومشتقاتها في باب الحج والعمرة للدلالة على منع المحرم من أركان النسک، وذلک اتباعا للقرآن الكريم، وتوافقت على ذلک عباراتهم حتى أصبح (الإحصار) اصطلاحا فقهيا معروفا ومشهورا.

ويعرف الحنفية الإحصار بأنه :هو المنع من الوقوف بعرفة والطواف جميعهما بعد الإحرام بالحج الفرض، والنفل، وفي العمرة عن الطواف، وهذا التعريف لم يعترض عليه. ويعرفه المالكية بأنه المنع من الوقوف والطواف معا أو المنع من أحدهما .وبمثل مذهب الشافعية هذا التعريف الذي أورده الرملي الشافعي في نهاية المحتاج ، ونصه " :هو المنع من إتمام أركان الحج أو العمرة ." وينطبق هذا التعريف للشافعية على مذهب الحنابلة في الإحصار؛ لأنهم يقولون بالإحصار عن أي من أركان الحج أو العمرة، على تفصيل يسير في كيفية التحلل لمن أحصر عن الوقوف دون الطواف(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢ ص ١٩٦ ،مادة"احصار")

[2] الأصل التشريعي في موجب الإحصار:

موجب الإحصار -إجمالا -التحلل بكيفية سيأتي تفصيلها .والأصل في هذا المبحث حادثة الحديبية المعروفة،وفي ذلک نزل قوله تبارک وتعالى :(وأتموا الحج والعمرة لله فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله) وقال ابن عمر رضي الله عنهما :خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فحال كفار قريش دون البيت، فنحر النبي صلى الله عليه وسلم هديه وحلق رأسه .أخرجه البخاري(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢ ص ١٩٦ ،و١٩٧ ،مادة"احصار")

اب حج یا عمرہ سے مُحصَر یا احصار ہوجانے کے بارے میں چند اہم مسائل ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

مسئلہ نمبر۱...... مُحرِم (یعنی حج یا عمرہ کے احرام باندھنے والے شخص) کے احصار کا بنیادی رُکن یہ ہے کہ وہ حج یا عمرہ کی ادائیگی سے قاصر وعاجز ہوجائے۔ [۱]

مسئلہ نمبر۲...... جس مُحرِم کو دشمن کی طرف سے رُکاوٹ پیدا ہونے کی وجہ سے بیت اللہ تک رسائی ممکن نہ رہے، تو ایسا شخص شرعی اعتبار سے مُحصَر کہلاتا ہے۔

اور حنفیہ کے نزدیک دشمن کی طرف سے رُکاوٹ پیدا ہونے کے ساتھ ساتھ بیماری کی وجہ سے سفر جاری رکھنے یا سفر کے اخراجات ضائع ہوجانے کی وجہ سے بھی شرعاً احصار متحقق ہوجاتا اور وجود میں آجاتا ہے۔ [۲]

---

[۱] ما يتحقق به الإحصار:

يتحقق الإحصار بوجود ركنه، وهو المنع من المضى فى النسك، حجا كان أو عمرة، إذا توافرت فيه شروط بعضها متفق عليه وبعضها مختلف فيه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ص۱۹۷،مادة"احصار")

[۲] نیز حنفیہ کے نزدیک عورت کے محرم یا شوہر کے راستے میں فوت ہوجانے کی وجہ سے بھی احصار متحقق ہوجاتا ہے؛ جبکہ اس سلسلہ میں دیگر فقہائے کرام کا مؤقف حج کے لئے محرم ہونے اور عدمِ عدت کی شرائط کے ذیل میں گزر چکا ہے۔

ركن الإحصار:

اختلف الفقهاء في المنع الذى يتحقق به الإحصار هل يشمل المنع بالعدو والمنع بالمرض ونحوه من العلل، أم يختص بالحصر بالعدو؟

فقال الحنفية " :الإحصار يتحقق بالعدو، وغيره، كالمرض، وهلاک النفقة، وموت محرم المرأة، أو زوجها، فى الطريق "

ويتحقق الإحصار بكل حابس يحبسه ، يعنى المحرم، عن المضى فى موجب الإحرام .وهو رواية عن الإمام أحمد .وهو قول ابن مسعود، وابن الزبير، وعلقمة، وسعيد بن المسيب، وعروة بن الزبير، ومجاهد، والنخعى، وعطاء ، ومقاتل بن حيان، وسفيان الثورى، وأبى ثور.

ومذهب المالكية :أن الحصر يتحقق بالعدو، والفتنة، والحبس ظلما .كذلک هو مذهب الشافعية والمشهور عند الحنابلة، مع أسباب أخرى من الحصر بما يقهر الإنسان، مما سيأتى ذكره، كمنع الزوج زوجته عن المتابعة.

واتفقت المذاهب الثلاثة على أن من يتعذر عليه الوصول إلى البيت بحاصر آخر غير العدو،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۳...... شرعی اعتبار سے احصار یا محصَر ہونے کے لئے یہ شرط اور ضروری ہے کہ حج یا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كالحصر بالمرض أو بالعرج أو بذهاب نفقة ونحوه، أنه لا يجوز له التحلل بذلك.
لكن من اشترط التحلل إذا حبسه حابس له حكم خاص عند الشافعية والحنابلة يأتي بيانه إن شاء الله تعالى.
وهذا القول ينفي تحقق الإحصار بالمرض ونحوه من علة وهو قول ابن عباس وابن عمر وطاوس والزهري وزيد بن أسلم ومروان بن الحكم.
استدل الحنفية ومن معهم بالأدلة من الكتاب والسنة والمعقول:
أما الكتاب فقوله تعالى: (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى) ووجه دلالة الآية قول أهل اللغة إن الإحصار ما كان بمرض أو علة، وقد عبرت الآية بأحصرتم، فدل على تحقق الإحصار شرعا بالنسبة للمرض وبالعدو. وقال الجصاص ": لما ثبت بما قدمته من قول أهل اللغة أن اسم الإحصار يختص بالمرض، وقال الله (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى) وجب أن يكون اللفظ مستعملا فيما هو حقيقة فيه، وهو المرض; ويكون العدو داخلا فيه بالمعنى."
وأما السنة: فقد أخرج أصحاب السنن الأربعة بأسانيد صحيحة، كما قال النووي، عن عكرمة، قال: سمعت الحجاج بن عمرو الأنصاري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من كسر أو عرج فقد حل، وعليه الحج من قابل. قال عكرمة: سألت ابن عباس وأبا هريرة عن ذلك فقالا: صدق. وفي رواية عند أبي داود وابن ماجه: من كسر أو عرج أو مرض. . . .
وأما العقل: فهو قياس المرض ونحوه على العدو بجامع الحبس عن أركان النسك في كل، وهو قياس جلي، حتى جعله بعض الحنفية أولويا.
واستدل الجمهور بالكتاب والآثار والعقل:
أما الكتاب فآية: (فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى) قال الشافعي ": فلم أسمع مخالفا ممن حفظت عنه ممن لقيت من أهل العلم بالتفسير في أنها نزلت بالحديبية. وذلك إحصار عدو، فكان في الحصر إذن الله تعالى لصاحبه فيه بما استيسر من الهدى. ثم بين رسول الله صلى الله عليه وسلم أن الذي يحل منه المحرم الإحصار بالعدو، فرأيت أن الآية بأمر الله تعالى بإتمام الحج والعمرة لله عامة على كل حاج ومعتمر، إلا من استثنى الله، ثم سن فيه رسول الله صلى الله عليه وسلم من الحصر بالعدو. وكان المريض عندي ممن عليه عموم الآية." يعني (وأتموا الحج والعمرة لله).
وأما الآثار: فقد ثبت من طرق عن ابن عباس أنه قال: لا حصر إلا حصر العدو، فأما من أصابه مرض، أو وجع، أو ضلال، فليس عليه شيء، إنما قال الله تعالى: (فإذا أمنتم) وروي عن ابن عمرو والزهري وطاوس وزيد بن أسلم نحو ذلك.
وروى الشافعي في الأم عن مالك -وهو عنده في الموطأ- عن يحيى بن سعيد عن سليمان بن يسار أن عبد الله بن عمر، ومروان بن الحكم، وابن الزبير أفتوا ابن حزابة المخزومي، وأنه صرع

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

عمرہ یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا احرام شروع ہونے کے بعد اس کی بنیادی ادائیگی میں رُکاوٹ پیدا ہوئی ہو۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ببعض طريق مكة وهو محرم، أن يتداوى بما لا بد له منه، ويفتدى، فإذا صح اعتمر فحل من إحرامه، وكان عليه أن يحج عاما قابلا ويهدى. وهذا إسناد صحيح.

وأما الدليل من المعقول :فقال فيه الشيرازى " :إن أحرم وأحصره المرض لم يجز له أن يتحلل؛ لأنه لا يتخلص بالتحلل من الأذى الذى هو فيه، فهو كمن ضل الطريق ."(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢ ص ١٩٧ تا ١٩٩، مادة"احصار" ، ركن الإحصار)

[1] اورحنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک اگر حج کا احرام باندھا ہو، تو احصار متحقق ہونے کے لئے وقوفِ عرفہ سے رُکاوٹ پیدا ہونا شرط ہے۔

اور اگر عمرہ کا احرام باندھا ہو، تو بالاجماع اکثرِ طواف سے رُکاوٹ پیدا ہونے سے احصار متحقق ہوتا ہے۔

شروط تحقق الإحصار:

لم ينص الفقهاء صراحة على شروط تحقق الإحصار أنها كذا وكذا، ولكن يمكن استخلاصها، وهى:

الشرط الأول :سبق الإحرام بالنسك، بحج أو عمرة، أو بهما معا؛ لأنه إذا عرض ما يمنع من أداء النسك، ولم يكن أحرم، لا يلزمه شيء .ويتحقق الإحصار عن الإحرام الفاسد كالصحيح، ويستتبع أحكامه أيضا.

الشرط الثانى :ألا يكون قد وقف بعرفة قبل حدوث المانع من المتابعة، إذا كان محرما بالحج. وهذا عند الحنفية والمالكية، أما عند الشافعية والحنابلة فيتحقق الإحصار عن الطواف بالبيت، كما سيتضح فى أنواع الإحصار.

أما فى العمرة فالإحصار يتحقق بمنعه عن أكثر الطواف بالإجماع.

الشرط الثالث :أن ييأس من زوال المانع، بأن يتيقن أو يغلب على ظنه عدم زوال المانع قبل فوات الحج، "بحيث لم يبق بينه وبين ليلة النحر زمان يمكنه فيه السير لو زال العذر ."

وهذا نص عليه المالكية والشافعية ، وقدر الرملى الشافعى المدة فى العمرة إلى ثلاثة أيام .فإذا وقع مانع يتوقع زواله عن قريب فليس بإحصار .ويشير إلى أصل هذا الشرط تعليل الحنفية إباحة التحلل بالإحصار بأنه معلل بمشقة امتداد الإحرام.

الشرط الرابع :نص عليه المالكية وتفردوا به، وهو ألا يعلم حين إحرامه بالمانع من إتمام الحج أو العمرة .فإن علم فليس له التحلل، ويبقى على إحرامه حتى يحج فى العام القابل، إلا أن يظن أنه لا يمنعه فمنعه، فله أن يتحلل حينئذ، كما وقع للنبى صلى الله عليه وسلم أنه أحرم بالعمرة عام الحديبية عالما بالعدو، ظانا أنه لا يمنعه، فمنعه العدو، فلما منعه تحلل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢ ص ١٩٩ ،مادة"احصار"، شروط تحقق الإحصار)

مسئلہ نمبر ۴...... اگر کوئی مرد یا عورت حج کے احرام میں داخل ہونے کے بعد وقوفِ عرفہ اور طوافِ زیارت دونوں کی ادائیگی سے عاجز وقاصر ہوگیا، تو اس کے شرعی مُحصَر اور اس عمل کے شرعی احصار ہونے اور اس پر شرعی احصار کے احکام جاری ہونے میں شبہ نہیں۔

اور اگر وقوفِ عرفہ کی ادائیگی سے تو عاجز وقاصر ہوگیا، لیکن طوافِ زیارت کی ادائیگی سے قاصر نہیں ہوا، تو بھی حنفیہ کے نزدیک ایسا شخص شرعی مُحصَر کہلاتا ہے، اور اس پر شرعی احصار کے احکام جاری ہوتے ہیں۔

اور اگر وقوفِ عرفہ ادا کر چکا ہے، اور اس کے بعد طوافِ زیارت وغیرہ کی ادائیگی میں رُکاوٹ پیدا ہوگئی، تو وہ شرعاً مُحصَر نہیں کہلاتا۔ [1]

---

[1] أنواع الإحصار: بحسب الركن المحصر عنه، يتنوع الإحصار بحسب الركن الذى أحصر عنه المحرم ثلاثة أنواع:

الأول :الإحصار عن الوقوف بعرفة وعن طواف الإفاضة:

هذا الإحصار يتحقق به الإحصار الشرعي، بما يترتب عليه من أحكام ستأتي وذلك باتفاق الأئمة، مع اختلافهم في بعض أسباب الإحصار.

الثاني :الإحصار عن الوقوف بعرفة دون الطواف:

من أحصر عن الوقوف بعرفة، دون الطواف بالبيت، فليس بمحصر عند الحنفية، وهو رواية عن أحمد. ووجه ذلك عندهم أنه يستطيع أن يتحلل بمناسك العمرة، فيجب عليه أن يؤدى مناسك العمرة بالإحرام السابق نفسه .ويتحلل بتلك العمرة .قال في المسلك المتقسط " :وإن منع عن الوقوف فقط يكون في معنى فائت الحج، فيتحلل بعد فوت الوقوف عن إحرامه بأفعال العمرة، ولا دم عليه، ولا عمرة في القضاء ."

وهذا يفيد بظاهره أنه ينتظر حتى يفوت الوقوف، فيتحلل بعمرة، أى بأعمال عمرة بإحرامه السابق، كما صرح بذلك في المبسوط بقوله " :إن لم يكن ممنوعا من الطواف يمكنه أن يصبر حتى يفوته الحج، فيتحلل بالطواف والسعي "ومذهب المالكية والشافعية أنه يعتبر من أحصر عن الوقوف فقط محصرا، ويتحلل بأعمال العمرة .لكنه وإن تشابهت الصورة عند هؤلاء الأئمة إلا أن النتيجة تختلف فيما بينهم .فالحنفية يعتبرونه تحلل فائت حج، فلا يوجبون عليه دما، ويعتبره المالكية والشافعية تحلل إحصار، فعليه دم أما الحنابلة فقالوا :له أن يفسخ نية الحج، ويجعله عمرة، ولا هدى عليه، لإباحة ذلك له من غير إحصار، ففيه أولى، فإن كان طاف وسعى للقدوم ثم أحصر أو مرض، حتى فاته الحج، تحلل بطواف وسعى آخر، لأن الأول لم يقصد به طواف العمرة ولا سعيها، وليس عليه أن يجدد إحراما.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۵...... جب کوئی مرد یا عورت احرام کے بعد مُحْصَر ہو جائے، تو اس کے احرام سے نکلنے کے لئے شریعت نے جو طریقہ مقرر کیا ہے، اُس کو "تحلُّل" یعنی احرام کی پابندیوں سے حلال ہونا اور چھٹکارا پانا کہا جاتا ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الثالث :الإحصار عن طواف الركن:

مـذهب الحنفية والمالكية أن من وقف بعرفة ثم أحصر لا يكون محصرا، لوقوع الأمن عن الفوات، كما قال الحنفية .ويـفعل ما سوى ذلك من أعمال الحج، ويظل محرما فى حق النساء حتى يطوف طواف الإفاضة .

وقال الشافعية :إن منـع المحرم من مكة دون عرفة وقف وتحلل، ولا قضاء عليه فى الأظهر .وأما الحنابلة ففرقوا بين أمرين فقالوا:

إن أحصر عن البيت بعد الوقوف بعرفة قبل رمى الجمرة فله التحلل .

وإن أحصر عن طواف الإفاضة بعد رمى الجمرة فليس له أن يتحلل.

واستـدلـوا عـلى التحلل فى الصورة الأولى فى الإحصار قبل الرمى بأن "الـحصر يفيده التحلل من جميعه، فأفاد التحلل من بعضه ."

وهو دليل لمذهب الشافعية أيضا.

واستدلوا لعدم التحلل بعد رمى جمرة العقبة إذا أحصر عن البيت :بأن إحرامه أى بعد الرمى عندهم إنما هو عن النساء ، والشرع إنما ورد بالتحلل الإحرام التام الذى يحرم جميع محظوراته، فلا يثبت -التحلل -بـمـا ليس مثله .ومتى زال الـحـصـر أتـى بالطواف، وقد تم حجه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ٢ ص ٢٠٠ ،وص ٢٠١ ،مادة"احصار"، أنواع الإحصار)

[1] اور اگر کوئی تحلُّل کو اختیار نہ کرے، اور اس احرام کو جاری رکھ کر احصار کے زائل ہونے کا انتظار کرے، تو اس کو "مصابرہ" کہا جاتا ہے۔

التحلل لغة :أن يفعل الإنسان ما يخرج به من الحرمة

واصطلاحا :هو فسخ الإحرام، والخروج منه بالطريق الموضوع له شرعا .

جواز التحلل للمحصر:

إذا تحقق للمحرم وصف الإحصار فإنه يجوز له التحلل.

وهـذا الـحـكـم متـفـق عـليـه بين العلماء ، كل حسب الأسباب التى يعتبرها موجبة لتحقق الإحصار الشرعى.والأصـل فى الإحرام وجوب المضى على المحرم فى النسك الذى أحرم به، وألا يخرج من إحرامه إلا بتمام موجب هذا الإحرام، لقوله تعالى (وأتموا الحج والعمرة لله)

لـكـن جـاز الـتـحـلل للمحصر قبل إتمام موجب إحرامه استثناء من هذا الأصل، لما دل عليه الدليل الشرعى.

والدليل على جواز التحلل قوله تعالى :(فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۶ ...... مُحصَر کے تحلُّل یا احرام سے حلال ہونے کا مقصد حاصل کرنے کے لئے ہدی کا ذبح کرنا ضروری ہے، اور ہدی اُس جانور کی جائز ہے، جس جانور کی قربانی جائز ہے، مثلاً اونٹ، گائے، بکری، دُنبہ وغیرہ۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجه الاستدلال بالآية :أن الكلام على تقدير مضمر، ومعناه والله أعلم، فإن أحصرتم عن إتمام الحج أو العمرة، وأردتم أن تحلوا فاذبحوا ما تيسر من الهدى.

والدليل على هذا التقدير أن الإحصار نفسه لا يوجب الهدى، ألا ترى أن له أن لا يتحلل ويبقى محرما كما كان، إلى أن يزول المانع، فيمضى فى موجب الإحرام.

ومن السنة :فعله صلى الله عليه وسلم فقد تحلل وأمر أصحابه بالتحلل عام الحديبية حين صدهم المشركون عن الاعتمار بالبيت العتيق، كما وردت الأحاديث الصحيحة السابقة.

المفاضلة بين التحلل ومصابرة الإحرام:

أطلق الحنفية الحكم على المحصر أنه "جاز له التحلل " وأنه رخصة فى حقه، حتى لا يمتد إحصاره، فيشق عليه، وأن له أن يبقى محرما . يرجع إلى أهله بغير تحلل ويعتبر محرما حتى يزول الخوف.

وقال المالكية إن منعه بعض ما ذكر من أسباب الإحصار الثلاثة المعتبرة عندهم، عند إتمام حج، بأن أحصر عن الوقوف والبيت معا، أو عن إكمال عمرة، بأن أحصر عن البيت أو السعى، فله التحلل بالنية، مما هو محرم به، فى أى محل كان، قارب مكة أو لا، دخلها أو لا .وله البقاء لقابل أيضا، إلا أن تحلله أفضل.

أما من منع عن إتمام نسكه بغير الأسباب الثلاثة (العدو والفتنة والحبس) كالمرض، فإن قارب مكة كره له إبقاء إحرامه بالحج لقابل، ويتحلل بفعل عمرة.

أما الشافعية ففرقوا بين حالى اتساع الوقت وضيقه :فإن كان الوقت واسعا فالأفضل أن لا يعجل التحلل، فربما زال المنع فأتم الحج، ومثله العمرة، وإن كان الوقت ضيقا فالأفضل تعجيل التحلل؛ لئلا يفوت الحج .وذلک ما لم يغلب على ظن المحرم المحصر إدراكه بعد الحصر، أو إدراک العمرة فى ثلاثة أيام فيجب الصبر ،كما سبق .وأطلق الحنابلة فقالوا "المستحب له الإقامة مع إحرامه رجاء زوال الحصر، فمتى زال قبل تحلله فعليه المضى لإتمام نسكه .

والحاصل أن جواز التحلل متفق عليه، إنما اختلفوا فى المفاضلة بينه وبين البقاء على الإحرام، فإن اختار المحصر التحلل تحلل متى شاء ، إذا صنع ما يلزمه للتحلل، مما سيأتى ذكره فى موضعه.

وهذا الحكم سواء فيه المحصر عن الحج، أو عن العمرة، أو عنهما معا، عند عامة العلماء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ص۲۰۵، وص۲۰۶،مادة"احصار"، أحكام الإحصار)

[۱] الهدى ما يهدى إلى الحرم من حيوان وغيره. لكن المراد هنا وفى أبحاث الحج خاصة :ما يهدى إلى الحرم من الإبل والبقر والغنم والماعز خاصة.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۷...... امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق جس جگہ حج یا عمرہ سے احصار واقع ہوا اور رُکاوٹ پیدا ہو، اُسی جگہ ہدی کا ذبح کرنا کافی ہے؛ لہٰذا اگر کوئی حرم کی حدود سے باہر محصَر بنے، تو اس کو ہدی کا وہیں ذبح کرنا کافی ہے (اگرچہ اُس کو اپنی ہدی کا حرم کی حدود میں ذبح کرانا ممکن ہو) اور اگر حرم کی حدود میں محصَر بنے، تو حرم کی حدود میں ہدی کا ذبح کرنا معتبر ہے۔

جبکہ حنفیہ کے نزدیک اور امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت کے مطابق محصَر کی ہدی کے ذبح ہونے کے لئے حرم کی حدود کا ہونا ضروری ہے، لہٰذا جب تک محصَر کی طرف سے حرم کی حدود میں ہدی ذبح نہیں کی جائے گی، اُس وقت تک محصَر کو احرام سے تحلُّل اختیار کرنا اور احرام کی پابندیوں سے آزاد ہونا جائز نہیں ہوگا۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حكم ذبح الهدى لتحلل المحصر:

ذهب جمهور العلماء إلى وجوب ذبح الهدى على المحصر، لكى يتحلل من إحرامه، وأنه لو بعث به واشتراه، لا يحل ما لم يذبح.

ما يجب من الهدى على المحصر:

اتفق الفقهاء على أن المحرم بالعمرة مفردة، أو الحج مفردا، إذا أحصر يلزمه ذبح هدى واحد للتحلل من إحرامه.

أما القارن فقد اختلفوا فيما يجب عليه من الهدى للتحلل بالإحصار :فذهب الشافعية والحنابلة إلى أنه يحل بدم واحد، حيث أطلقوا وجوب هدى على المحصر دون تفصيل، والمسألة مشهورة.

وذهب الحنفية إلى أنه لا يحل إلا بدمين يذبحهما فى الحرم .

ومنشأ الخلاف هو اختلاف الفريقين فى حقيقة إحرام القارن .(انظر مصطلح إحرام).

فالشافعية ومن معهم :القارن عندهم محرم بإحرام واحد يجزء عن الإحرامين :إحرام الحج وإحرام العمرة، لذلك قالوا :يكفيه طواف واحد وسعى واحد للحج والعمرة مقرونين، فألزموه إذا أحصر بهدى واحد.

وأما الحنفية فالقارن عندهم محرم بإحرامين :إحرام الحج وإحرام العمرة، لذلك ألزموه بطوافين وسعيين، فألزموه إذا أحصر بهديين .وقالوا :الأفضل أن يكونا معينين مبينين، هذا لإحصار الحج، وهذا لإحصار العمرة، كما ألزموه فى جنايات الإحرام على القران التى يلزم فيها المفرد دم ألزموا القارن بدمين، وكذا الصدقة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢ ص ٢٠٩ تا ٢١٠، مادة"احصار"، تعريف الهدى)

لہٰذا اگر کوئی شخص حرم کی حدود سے باہر محصر ہوا، اور اُس کو حرم کی حدود میں پہنچنا ممکن نہیں، تو اس کو کسی دوسرے کے واسطے سے حرم کی حدود میں اپنی ہدی ذبح کرانا ضروری ہے۔ [1]

مسئلہ نمبر ۸...... محصَر کی طرف سے ہدی ذبح کر کے حلال ہونے کے لئے ہدی کے ذبح کا کوئی زمانہ اور وقت مقرر نہیں، بلکہ جس وقت بھی اُس کی ہدی ذبح ہو جائے، جائز ہے۔ [2]

---

[1] مكان ذبح هدى الإحصار:

ذهب الشافعية والحنابلة في رواية إلى أن المحصر يذبح الهدى حيث أحصر، فإن كان في الحرم ذبحه في الحرم، وإن كان في غيره ذبحه في مكانه .حتى لو كان في غير الحرم وأمكنه الوصول إلى الحرم فذبحه في موضعه أجزأه على الأصح في المذهبين.

وذهب الحنفية -وهو رواية عن الإمام أحمد -إلى أن ذبح هدى الإحصار مؤقت بالمكان، وهو الحرم، فإذا أراد المحصر أن يتحلل يجب عليه أن يبعث الهدى إلى الحرم فيذبح بتوكيله نيابة عنه في الحرم، أو يبعث ثمن الهدى ليشترى به الهدى ويذبح عنه في الحرم .ثم لا يحل ببعث الهدى ولا بوصوله إلى الحرم، حتى يذبح في الحرم، ولو ذبح في غير الحرم لم يتحلل من الإحرام، بل هو محرم على حاله .ويتواعد مع من يبعث معه الهدى على وقت يذبح فيه ليتحلل بعده .وإذا تبين للمحصر أن الهدى ذبح في غير الحرم فلا يجزي ،وفي رواية أخرى عن أحمد أنه إن قدر على الذبح في أطراف الحرم ففيه وجهان .استدل الشافعية والحنابلة بفعل النبي صلى الله عليه وسلم فإنه نحر هديه في الحديبية حين أحصر، وهي من الحل .بدليل قوله تعالى :(والهدى معكوفا أن يبلغ محله) واستدلوا كذلك من جهة العقل بما يرجع إلى حكمة تشريع التحلل من التسهيل ورفع الحرج، كما قال في المغني " .لأن ذلك يفضي إلى تعذر الحل، لتعذر وصول الهدى إلى الحرم "أي وإذا كان كذلك دل على ضعف هذا الاشتراط.

واستدل الحنفية على توقيت ذبح الهدى بالحرم بقوله تعالى :(ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله)

وتوجيه الاستدلال بالآية عندهم من وجهين :الأول :التعبير ب "الهدى ."الثاني :الغاية في قوله (حتى يبلغ الهدى محله) وتفسير قوله "محله "بأنه الحرم.

واستدلوا بالقياس على دماء القربات، لأن الإحصار دم قربة، والإراقة لم تعرف قربة إلا في زمان، أو مكان، فلا يقع قربة دونه .أي دون توقيت بزمان ولا مكان، والزمان غير مطلوب، فتعين التوقيت بالمكان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ ص ۲۱۰ وص ۲۱۱، مادة"احصار"، مكان ذبح هدى الإحصار)

[2] البتہ حنفیہ میں سے صاحبین کے نزدیک محصَر عن الحج کی ہدی کے ذبح ہونے کے لئے ایامِ نحر خاص ہیں۔

زمان ذبح هدى الإحصار:

ذهب أبو حنيفة والشافعي وأحمد -على المعتمد في مذهبه -إلى أن زمان ذبح الهدى هو مطلق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر۹ ...... اگر کوئی محصَر ہدی کے ذبح کرنے پر قادر نہ ہو، تو فقہائے احناف کے نزدیک اس کے لئے حلال ہونے کا کوئی دوسرا طریقہ نہیں؛ لہٰذا جب تک وہ ہدی ذبح نہیں کرے گا، تو اُس پر احرام کی پابندیاں لازم رہیں گی۔

اور شوافع اور حنابلہ کے نزدیک جو محصَر ہدی کے ذبح کرنے سے عاجز وقاصر ہو، تو اُس کا بدل وہی ہے جو حجِ تمتع وقِران کی ہدی کا بدل ہے، یعنی دس روزے رکھنا۔

لہٰذا ایسا شخص جب احرام کی پابندیوں سے نکلنے کے لئے دس روزے رکھ لے گا، تو ایسا سمجھا جائے گا، جیسا کہ اس نے ہدی ذبح کردی ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوقت، لا يتوقت بيوم النحر، بل أى وقت شاء المحصر ذبح هديه، سواء كان الإحصار عن الحج أو عن العمرة.

وقال أبو يوسف ومحمد -وهو رواية عن الإمام أحمد -لا يجوز الذبح للمحصر بالحج إلا فى أيام النحر الثلاثة، ويجوز للمحصر بالعمرة متى شاء .

استدل الجمهور بقوله تعالى :(فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى) . فقد ذكر الهدى فى الآية مطلقا عن التوقيت بزمان، وتقييده بالزمان نسخ أو تخصيص لنص الكتاب القطعى فلا يجوز إلا بدليل قاطع ولا دليل.

واستدل أبو يوسف ومحمد بأن هذا دم يتحلل به من إحرام الحج، فيختص بيوم النحر فى الحج. وربما يعتبرانه بدم التمتع والقران فيقيسانه عليه، حيث إنه يجب أن يذبح فى أيام النحر (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ ص ۲۱۱، مادة"احصار"، زمان ذبح هدى الإحصار)

[۱] ويتفرع على هذا الخلاف أن المحصر يستطيع على مذهب الجمهور أن يتحلل متى تحقق إحصاره بذبح التمتع .

وقال أبو حنيفة ومحمد ، وهو قول عند الشافعية وهو المعتمد فى المذهب الحنفى لا بدل للهدى. فإن عجز المحصر عن الهدى بأن لم يجده، أو لم يجد ثمنه، أو لم يجد من يبعث معه الهدى إلى الحرم بقى محرما أبدا، لا يحل بالصوم، ولا بالصدقة، وليسا ببدل عن هدى المحصر.

وأما المالكية فلا يجب الهدى من أصله على المحصر عندهم، فلا بحث فى بدله عندهم.

استدل الشافعية والحنابلة القائلون بمشروعية البدل لمن عجز عن الهدى بالقياس، ووجهه "أنه دم يتعلق وجوبه بإحرام، فكان له بدل، كدم التمتع ."

وقاسوه أيضا على غيره من الدماء الواجبة ، فإن لها بدلا عند العجز عنها (ر :إحرام).

واستدل الحنفية بقوله تعالى :(ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله) .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۰...... محصَر کے حلال ہونے کے لئے ہدی ذبح کرنے کے بعد سَر کے بال مُنڈوانا یا کٹوانا شرط اور ضروری نہیں۔
البتہ شوافع کے نزدیک راجح یہ ہے کہ شرط ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وجه دلالة الآية كما قال في البدائع " :نهى الله عن حلق الرأس ممدودا إلى غاية ذبح الهدى، والحكم المدود إلى غاية لا ينتهي قبل وجود الغاية، فيقتضي أن لا يتحلل ما لم يذبح الهدى، سواء صام، أو أطعم، أو لا ."

وبتوجيه آخر :أنه تعالى "ذكر الهدى، ولم يذكر له بدلا، ولو كان له بدل لذكره، كما ذكره في جزاء الصيد ."واستدلوا بالعقل وذلك "لأن التحلل بالدم قبل إتمام موجب الإحرام عرف بالنص، بخلاف القياس، فلا يجوز إقامة غيره مقامه بالرأى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢ ص ٢١١ تا ٢١٣، مادة"احصار")

مسألة :قال :(فإن لم يكن معه هدى، ولا يقدر عليه، صام عشرة أيام، ثم حل) وجملة ذلك أن المحصر، إذا عجز عن الهدى، انتقل إلى صوم عشرة أيام، ثم حل .وبهذا قال الشافعي، في أحد قوليه.

وقال مالك، وأبو حنيفة :ليس له بدل؛ لأنه لم يذكر في القرآن .ولنا، أنه دم واجب للإحرام، فكان له بدل، كدم التمتع والطيب واللباس، وترك النص عليه لا يمنع قياسه على غيره في ذلك، ويتعين الانتقال إلى صيام عشرة أيام، كبدل هدى التمتع، وليس له أن يتحلل إلا بعد الصيام، كما لا يتحلل واجد الهدى إلا بنحره (المغنى لابن قدامة، ج٣، ص ٣٣٠، مسألة المحصر إذا عجز عن الهدى)

وبخلاف المحصر إذا لم يجد الهدى بل وجد ثمنه يصوم ولا يلزمه الصبر للضرر بالإحصار (: أسنى المطالب في شرح روض الطالب لزكريا بن محمد بن زكريا الأنصاري، ج٣، ص٣٦٨، كتاب الكفارات، فصل عدول الرشيد إلى الصوم عند تعسر الرقبة)

[1] ثالثا :الحلق أو التقصير:

مذهب أبي حنيفة وأبي يوسف في رواية عنه -ومحمد ومالك وهو قول عند الحنابلة الحلق ليس بشرط لتحلل المحصر من الإحرام .ويحل المحصر عند الحنفية بالذبح بدون الحلق، وإن حلق فحسن، وصرح المالكية أن الحلق سنة.

وقال أبو يوسف في رواية ثانية :إنه واجب، ولو تركه لا شيء عليه .أي أنه سنة، وفي رواية ثالثة عن أبي يوسف أنه قال في الحلق للمحصر " :هو واجب لا يسعه تركه "وهو قوله آخرا، وأخذ به الطحاوي .

والأظهر عند الشافعية وهو قول عند الحنابلة.

أن الحلق أو التقصير شرط للتحلل، وذلك بناء على القول بأن الحلق نسك من مناسك الحج

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مسئلہ نمبر ۱۱...... جب کوئی حج وعمرہ سے محصَر شخص ہدی ذبح کر کے (اوراس سے عاجز ہونے کی صورت میں بعض حضرات کے نزدیک دس روزے رکھ کر) احرام کی پابندیوں سے نکل جائے، تو حنفیہ کے نزدیک اگر اُس نے صرف حج کا احرام باندھا تھا، تو اُس پر آئندہ ایک حج اور ایک عمرہ کی اور اگر حجِ قران (یعنی ایک ساتھ عمرہ وحج) کا احرام باندھا تھا، تو ایک حج اور دو عمروں کی اور اگر صرف عمرہ کا احرام باندھا تھا، تو صرف عمرہ کی قضاء واجب ہوگی۔
جبکہ حنفیہ کے علاوہ دیگر فقہائے کرام کے نزدیک صرف اُسی چیز کی قضاء واجب ہوگی، جس کا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والعمرة، كما هو المشهور الراجح في المذهبين ، ولا بد من نية التحلل بالحلق أو التقصير لما ذكر في النية عند الذبح.
استدل أبو حنيفة ومن معه بالقران وهو قوله تعالى :(فإن أحصرتم فما استيسر من الهدى) ووجه دلالة الآية :أن المعنى " :إن أحصرتم وأردتم أن تحلوا فاذبحوا ما استيسر من الهدى .جعل ذبح الهدى في حق المحصر إذا أراد الحل كل موجب الإحصار، فمن أوجب الحلق فقد جعله بعض الموجب، وهذا خلاف النص .
واستدل الشافعية والحنابلة وأبو يوسف :بفعله صلى الله عليه وسلم عام الحديبية فإنه حلق، وأمر أصحابه أن يحلقوا ، ولما تباطئوا عظم عليه صلى الله عليه وسلم حتى بادر فحلق بنفسه، فأقبل الناس فحلقوا وقصروا، فدعا رسول الله صلى الله عليه وسلم اللهم اغفر للمحلقين قالوا: والمقصرين؟ ، فقال والمقصرين في الثالثة أو الرابعة .
ولولا أن الحلق نسک ما دعا لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم .وإذا كان نسكا وجب فعله كما يجب عند القضاء لغير المحصر .
واستدل لهم أيضا بالآية (ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله) .
ووجه الاستدلال بها أن التعبير بالغاية يقتضي "أن يكون حكم الغاية بضد ما قبلها، فيكون تقديره ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله فإذا بلغ فاحلقوا .وذلک يقتضي وجوب الحلق (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲ ص ۲۱۳،وص ۲۱۴،مادة"احصار")
وهل يلزمه الحلق أو التقصير مع ذبح الهدى أو الصيام؟ ظاهر كلام الخرقي، أنه لا يلزمه؛ لأنه لم يذكره .وهو إحدى الروايتين عن أحمد؛ لأن الله تعالى ذكر الهدى وحده، ولم يشرط سواه .
والثانية، عليه الحلق أو التقصير؛ لأن النبي -صلى الله عليه وسلم -حلق يوم الحديبية، وفعله في النسک دل على الوجوب .ولعل هذا ينبني على أن الحلاق نسک أو إطلاق من محظور، على ما يذكر في موضعه، إن شاء الله (المغني لابن قدامة، ج۳، ص ۳۳۰، مسألة المحصر إذا عجز عن الهدى)

احرام باندھ کر احصار پایا گیا تھا۔

چنانچہ اگر حج کا احرام باندھ کر احصار پایا گیا تھا تو صرف حج کی، اور اگر عمرہ کا احرام باندھ کر احصار پایا گیا تھا تو صرف عمرہ کی قضاء واجب ہوگی۔ [1]

مسئلہ نمبر ۱۲...... احصار کے نتیجہ میں جو ہدی ذبح کی جاتی ہے، ذبح کرنے کے بعد اُس کا گوشت زکاۃ کے مستحق فقیروں پر صدقہ کرنا واجب ہے، اور ہدی ذبح کرنے والے کو خود اُس کا گوشت کھانا جائز نہیں۔ [2]

---

[1] ذهب الحنفية إلى أن المحصر عن الحج إذا تحلل وقضى فيما يستقبل يجب عليه حج وعمرة، والقارن عليه حجة وعمرتان .أما المعتمر فيقضي العمرة فقط .وعليه نية القضاء في ذلك كله .وذهب الأئمة الثلاثة إلى أن النسك الذي وجب فيه القضاء للتحلل بالإحصار يلزم فيه قضاء ما فاته بالإحصار فحسب، إن حجة فحجة فقط، وإن عمرة فعمرة، وهكذا .وعليه نية القضاء عندهم أيضا استدل الحنفية بما روى عن بعض الصحابة كابن مسعود وابن عباس، فإنهما قالا في المحصر بالحج " :عليه عمرة وحجة وذلك لا يكون إلا عن توقيف.

وتابعهما في ذلك علقمة، والحسن، وإبراهيم، وسالم، والقاسم، ومحمد بن سيرين .

واستدل الجمهور بحديث :من كسر أو عرج فقد حل، وعليه الحج من قابل .وجه الاستدلال به أنه لم يذكر العمرة، ولو كانت واجبة مع الحج لذكرها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲، ص۲۱۸، مادة احصار، ما يلزم المحصر في القضاء)

ومنها أن المحصر إذا حل بالهدى فعليه قضاء حجة وعمرة من القابل أما الحجة فلأنه أوجبها بالشروع وإن كانت تطوعا وإن كانت حجة الإسلام وفاتت فعليه أداؤها وعليه قضاء عمرة لفوات الحج في عامة ذلك وفائت الحج يتحلل بأفعال العمرة هذا هو الأصل.

فإذا خرج بالهدى فعليه قضاء العمرة التي يتحلل بها فائت الحج وإن كان قارنا يقضي حجة وعمرة مكان ما فاته من الحج والعمرة وعمرة أخرى لكونه فائت الحج (تحفة الفقهاء للسمرقندي، ج۱، ص۴۱۸، كتاب المناسك، باب آخر جمع في الكتاب مسائل الإحصار)

[2] اختلف الفقهاء في الأكل من هدايا الكفارات والإحصار:

فذهب جمهور الفقهاء (الحنفية والشافعية والحنابلة) إلى أنه لا يجوز للمهدي أن يأكل من هدايا الكفارات والإحصار ويجب عليه التصدق بلحمها بعد الذبح، لأنه إذا لم يجز أكله للمهدي ولا يتصدق به فإنه يؤدي إلى إضاعة المال وهو منهي عنه شرعا ويرى المالكية أنه يجوز للمهدي الأكل من هذه الهدايا .وعن أحمد أنه يجوز الأكل من هدي الإحصار وهدايا الكفارات عدا جزاء الصيد . وهو قول ابن عمر وعطاء والحسن وإسحاق واستدلوا على استثناء جزاء الصيد من جواز الأكل منه بأنه بدل.وقال ابن أبي موسى بجواز الأكل من هدي الإحصار (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۲، ص۲۴۱، و۲۴۲، مادة هدي، دماء الكفارات وهدي الإحصار)

چند تحقیقی مسائل

آخر میں حج وعمرہ سے متعلق چند تحقیق طلب مسائل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

حجِ اکبر اور حجِ اصغر کی تحقیق

آج کل عوام میں یہ بات بہت مشہور ہے کہ جمعہ کے دن واقع ہونے والا حج دوسرے دنوں کے مقابلے میں ستّر درجے زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔

اس کے علاوہ یہ بھی مشہور ہے کہ جو حج جمعہ کے دن واقع ہو رہا ہو، وہ حجِ اکبر کہلاتا ہے، جس کا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر فرمایا ہے۔

اور اسی وجہ سے جس سال وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو رہا ہو، اس مرتبہ اس کو حجِ اکبر سمجھ کر اس کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے لوگوں کی بہت بڑی تعداد حج کی ادائیگی کے لئے جمع ہو جاتی ہے، اور دنیا کے مختلف اطراف سے بہت سے لوگ اس کو ستر مرتبہ حج کا درجہ دیتے ہوئے اس میں شرکت کا اہتمام کرتے ہیں، خواہ ان کا نفلی حج ہی کیوں نہ ہو، اور پھر حج کے زمانے میں اتنا ہجوم ہو جاتا ہے کہ جس کی وجہ سے لوگوں کو حج کے مناسک کی ادائیگی میں غیر معمولی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

تو اس بارے میں سمجھ لینا چاہئے کہ جمعہ کا دن بلاشبہ اپنی ذات میں دوسرے دنوں کے مقابلہ میں فضیلت والا دن ہے، اور اسی وجہ سے اس دن کا نیک عمل دوسرے دنوں کے مقابلہ میں زیادہ فضیلت کا باعث ہے، بشرطیکہ وہ عمل شریعت اور اخلاص کے مطابق ہو، اور اس میں کوئی خرابی شامل نہ ہو۔

اور جمعہ کے دن کی گوناگوں فضیلتوں کی وجہ سے ہی بہت سے اہلِ علم حضرات نے جمعہ کے دن حج کی فضیلت کو تسلیم کیا ہے۔

لیکن جہاں تک بہت سے لوگوں میں مشہور شدہ اس بات کا تعلق ہے کہ قرآن مجید میں حجِ اکبر کا جو ذکر آیا ہے، اس سے مراد وہ حج ہے جو جمعہ کے دن واقع ہو۔

تو یہ بات درست نہیں ہے۔

قرآن مجید کی جس آیت میں حجِ اکبر کا ذکر ہے، وہ یہ ہے کہ:

وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰـهِ وَرَسُوْلِهٖۤ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ بَرِیْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ. وَرَسُوْلُهٗ.(سورة التوبة، رقم الآية ۳)

ترجمہ: اور اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بڑے حج کے دن میں عام لوگوں کے سامنے اعلان کیا جاتا ہے، کہ اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری ہے(سورہ توبہ)

بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک ''حجِ اکبر'' سے مراد عام حج ہے، جو کہ ہر سال کیا جاتا ہے، اور اس کے مقابلہ میں حجِ اصغر ہے، جس سے مراد عمرہ ہے، اور حج کو عمرہ سے ممتاز کرنے کے لئے ''حجِ اکبر'' کہا گیا ہے۔

جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ ''حجِ اکبر'' صرف وہی حج تھا، جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس شرکت فرمائی تھی، اور اس کے بعد ہر سال کا حج حجِ اکبر نہیں ہوتا۔

حجِ اکبر کے مقابلہ میں عربی میں ایک لفظ ''یوم حجِ اکبر'' بولا جاتا ہے، جس کے معنیٰ ہیں حج کا بڑا دن۔

اس کے بارے میں بہت سے اہلِ علم حضرات کا فرمانا یہ ہے کہ اس سے مراد حج کا وہ دن ہے جس میں حج کے بڑے بڑے کئی کام انجام دیئے جاتے ہیں یعنی دس ذی الحجہ کا دن۔

اور بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد عرفہ کا دن ہے، کیونکہ اس دن حج کا سب سے بڑا رکن ادا کیا جاتا ہے، یعنی وقوفِ عرفات۔ [1]

---

[1] حضرت ابوبکر، حضرت ابنِ عباس اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کی روایات میں حج کو یا عرفہ کے دن کو ''حجِ اکبر'' یا ''یوم حجِ اکبر'' اور اس کے مقابلہ میں عمرہ کو ''حجِ اصغر'' قرار دیا گیا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جبکہ بعض حضرات نے فرمایا کہ اس سے مراد حج کے پانچوں دن ہیں، جن میں نویں اور دسویں

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عن مسروق قال :قال عبد الله " :أمرتم بإقامة أربع :إقامة الصلاة، وإيتاء الزكاة، وأقيموا الحج والعمرة إلى البيت، والحج الحج الأكبر، والعمرة الحج الأصغر " (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۲۹۸، واللفظ لهٗ، سنن البيهقي، رقم الحديث ۸۷۶۸)

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الكبير، ورجاله ثقات(مجمع الزوائد، ج۳ص ۲۰۵)

عن ابن عباس ,قال :الحج الأكبر يوم النحر والحج الأصغر العمرة(سنن الدارقطني، رقم الحديث ۲۷۲۲)

عن حميد بن عبد الرحمن، أن أبا هريرة، قال " :بعثني أبو بكر فيمن يؤذن يوم النحر بمنى أن لا يحج بعد العام مشرك، ولا يطوف بالبيت عريان، وإن يوم الحج الأكبر يوم النحر، والحج الأكبر الحج، والحج الأصغر العمرة (مسند الشاميين للطبراني، رقم الحديث ۳۰۶۷)

أنواع الحج:اعلم ان الحج على وجهين الحج الاكبر والحج الاصغر فأما الحج الاكبر فهو حجة الاسلام واما الاصغر فهو العمرة ولا اختلاف في وجوب الحج الاكبر على من استطاع اليه سبيلا واما العمرة فهي سنة وليست بواجبة الا ان يدخلها احد فحينئذ يلزمه اتمامها في قول ابي حنيفة واصحابه وفي قول أبي عبد الله لا تلزمه البتة الا ان يوجبها على نفسه بنذره(النتف في الفتاوىٰ، كتاب المناسك،ص ۲۰۰)

اختلف العلماء في يوم الحج الأكبر متى هو فقيل يوم عرفة والصحيح الذى قاله الشافعي وأصحابنا وجماهير العلماء وتظاهرت عليه الأحاديث الصحيحة أنه يوم النحر وإنما قيل الحج الأكبر للاحتراز من الحج الأصغر وهو العمرة.هكذا أثبت في الحديث الصحيح(المجموع شرح المهذب ج۸ ص ۲۲۳،باب صفة الحج)

قال الله تعالى (وأذان من الله ورسوله إلى الناس يوم الحج الأكبر)والمراد يوم النحر(المبسوط للسرخسي ج۴ص ۱۶۴،كتاب المناسك، باب الخروج من منىٰ)

قال العلامة نوح في رسالته المصنفة في تحقيق الحج الأكبر :قيل إنه الذى حج فيه رسول الله -صلى الله عليه وسلم -وهو المشهور .وقيل يوم عرفة جمعة أو غيرها، وإليه ذهب ابن عباس وابن عمر وابن الزبير وغيرهم، وقيل يوم النحر وإليه ذهب علي وابن أبي أوفى والمغيرة بن شعبة، وقيل إنه أيام منى كلها، وهو قول مجاهد وسفيان الثوري .وقال مجاهد :الحج الأكبر القران والأصغر الإفراد .وقال الزهري والشعبي وعطاء :الأكبر الحج والأصغر العمرة(ردالمحتار، ج۲ ص ۶۲۲، كتاب الحج، فروع في الحج)

(یعنی عرفہ اور یوم النحر) دونوں تاریخیں اور دونوں دن بھی داخل ہیں۔ ۱

معلوم ہوا کہ حجِ اکبر یا یومِ حجِ اکبر کے مفہوم و مصداق میں اہلِ علم حضرات کے مختلف اقوال پائے جاتے ہیں، اور عام لوگوں میں جو یہ مشہور ہے کہ جس سال وقوفِ عرفہ کے دن جمعہ ہو، صرف وہی حجِ اکبر ہے، قرآن وسنت کی اصطلاح میں اس کی کوئی اصل نہیں۔

یہ الگ بات ہے کہ حسنِ اتفاق سے جس سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حج فرمایا، اس میں وقوفِ عرفہ کا دن جمعہ کو واقع ہوا تھا، یہ اپنی جگہ ایک فضیلت ضرور ہے۔

مگر قرآن مجید کی سورہ توبہ میں ذکر شدہ "یوم الحج الاکبر" کے مفہوم سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

(کذافی معارف القرآن جلد۴ صفحہ ۳۱۴، و۳۱۵، ودرسِ ترمذی ج۳ ص۲۴۵ تا ۲۴۷)

جلیل القدر مفسّر علامہ آلوسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا تَسْمِيَةُ الْحَجِّ الْمُوَافِقِ يَوْمَ عَرَفَةَ فِيْهِ لِيَوْمِ الْجُمُعَةِ بِالْأَكْبَرِ فَلَمْ يَذْكُرُوْهَا وَإِنْ كَانَ ثَوَابُ ذٰلِكَ الْحَجِّ زِيَادَةً عَلٰى غَيْرِهٖ كَمَا نَقَلَهُ الْجَلَالُ السُّيُوْطِيُّ فِيْ بَعْضِ رَسَائِلِهٖ (تفسیر روح المعانی للالوسی، ج۵ ص ۲۴۲، تحت سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ ۳)

ترجمہ: وہ حج جس کے عرفہ کا دن جمعہ کے دن واقع ہو اس کا نام حجِ اکبر ہونا فقہاء ومحدثین نے ذکر نہیں کیا، اگرچہ اس حج کا ثواب دوسرے حج کے مقابلہ میں زیادہ ضرور ہے، جیسا کہ علامہ جلال الدین سیوطی نے اپنے بعض رسائل میں ذکر کیا ہے (روح المعانی)

---

۱ اس قول کے مطابق جہاں تک لفظ یوم کو مفرد لانے کا تعلق ہے سو وہ محاورہ کے مطابق ہے۔ اس لئے کہ بسا اوقات لفظ "یوم" بول کر مطلق زمانہ یا چند ایام مراد ہوتے ہیں، جیسے غزوۂ بدر کے چند ایام کو قرآن مجید نے "یوم الفرقان" کے مفرد نام سے تعبیر کیا ہے، اسی طرح عرب کی دوسری جنگوں کو بھی "یوم" ہی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اگرچہ ان میں کتنے ہی ایام صرف ہوئے ہوں، جیسے "یوم بعاث" "یوم احد" "یوم الجمل" "یوم صفین" وغیرہ (ماخوذ از درسِ ترمذی ج۳ ص۲۴۵ تا ۲۴۷)

لہٰذا جمعہ کے دن واقع ہونے والے حج کو قرآن مجید کی سورہ توبہ میں مذکور حجِ اکبر کا مصداق قرار دینا درست نہیں۔

اور جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ جس دن وقوفِ عرفہ جمعہ کے دن واقع ہو اس مرتبہ کے حج کی فضیلت ستر حجوں کے برابر ثابت ہے یا نہیں؟

تو اس بارے میں عرض ہے کہ اس دن کے حج کی ستر حجوں کے برابر فضیلت کا عقیدہ رکھنا درست نہیں، کیونکہ یہ بات کسی مستند اور صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔

البتہ اس بارے میں ایک روایت بعض کتابوں میں ذکر کی گئی ہے، جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

عَنْ طَلْحَةَ بْنِ عُبَيْدِاللهِ بْنِ كُرَيْزٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ :اَفْضَلُ الْاَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ وَافَقَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَهُوَ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً فِيْ غَيْرِ جُمُعَةٍ (رواہ رزین)

ترجمہ: حضرت طلحہ بن عبیداللہ بن کریز سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمام دنوں میں وہ دن افضل ہے جو کہ عرفہ کے ساتھ جمعہ کے دن ہو، اور وہ جمعہ کے علاوہ والے ستر حجوں سے افضل ہے (رزین)

مگر اس حدیث کے ثبوت پر محدثین نے کلام کیا ہے، چنانچہ امام مناوی رحمہ اللہ اس کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

فَفِيْ ثُبُوْتِهٖ وَقْفَةٌ (فیض القدیر، تحت رقم الحدیث ۱۰۰۳۰)

ترجمہ: اس حدیث کے ثابت ہونے میں توقف ہے (فیض القدیر)

اور امام مناوی رحمہ اللہ ہی ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فَلِهٰذِهِ الْوُجُوْهِ فُضِّلَتْ وَقْفَةُ الْجُمُعَةِ عَلٰى غَيْرِهٖ، لٰكِنْ مَا اسْتَفَاضَ اَنَّهَا تَعْدِلُ اِثْنَتَيْنِ وَسَبْعِيْنَ حَجَّةً بَاطِلٌ لَا اَصْلَ لَهٗ كَمَا بَيَّنَهٗ بَعْضُ الْحُفَّاظِ (فیض القدیر تحت رقم الحدیث ۱۲۴۲)

ترجمہ: ان چند وجوہات کی بنا پر جمعہ کے دن وقوفِ عرفہ واقع ہونے کو دوسرے دنوں پر فضیلت حاصل ہوگی لیکن لوگوں میں جو یہ بات انتہائی مشہور ہے کہ یہ حج بہتّر حجوں کی فضیلت کے برابر ہوتا ہے، یہ باطل ہے جس کی کوئی اصل نہیں، جیسا کہ بعض حفاظ نے بیان کیا ہے (فیض القدیر) [1]

اور علامہ ابنِ عابدین شامی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

رَوَاهُ رَزِيْـنُ بْـنُ مُعَاوِيَةَفِيْ تَجْرِيْدِ الصِّحَاحِ اهـ .لٰـكِنْ نَقَلَ الْمُنَاوِيُّ عَـنْ بَـعْضِ الْحُفَّاظِ أَنَّ هٰذَا حَدِيْثٌ بَاطِلٌ لَاأَصْلَ لَهٗ. نَعَمْ ذَكَرَ الْغِزَالِيُّ فِي الْاَحْيَآءِ (ردالمحتار، كتاب الحج، ج۲ ص ۶۲۱، مطلب فى فضل وقفة الجمعة)

ترجمہ: اس کو رزین بن معاویہ نے تجرید الصحاح میں روایت کیا ہے، لیکن امام مناوی نے بعض حفاظ حدیث سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث باطل ہے جس کی کوئی اصل نہیں، البتہ امام غزالی نے احیاء میں اس کو ذکر کیا ہے (ردالمحتار)

اور علامہ محمد امیر کبیر مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَفْـضَلُ الْأَيَّامِ يَوْمُ عَرَفَةَ اِنْ وَافَقَ الْجُمُعَةَ فَهُوَ أَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ حَجَّةً فِيْ غَيْـرِيَـوْمِ الْـجُـمُـعَةِ لَـمْ يُـوْجَـدْ لَـهٗ اَصْلٌ يُعْتَمَدُ عَلَيْـهِ مِنَ السُّنَّةِ

(النـخبةالبهية فـى الاحـاديـث الـمـكـذوبة عـلى خير البرية رقم الحديث ۲۸، الناشر: المكتب الإسلامى)

---

[1] ایک مقام پر امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

استدل بالحديث على مزية الوقوف بعرفة يوم الجمعة على غيره من الأيام ومن ثم كان وقوف المصطفى فى حجة الوداع والله إنما يختار لرسوله الأفضل ولأن الأعمال تشرف بشرف الأزمنة كالأمكنة ويوم الجمعة أفضل أيام الأسبوع قال ابن حجر: وأما ما ذكره رزين فى جامعه مرفوعا خير يوم طلعت فيه الشمس يوم عرفة وافق يوم جمعة وهو أفضل من سبعين حجة فى غيرها فحديث لاأعرف حاله لأنه لم يذكر صحابيه ولا من خرجه بن ادرجه فى حديث الموطأ وليس فى الموطآت فإن كان له أصل احتمل أن يراد بالسبعين التحديد أو المبالغة وعلى كل فتثبت المزية بذالك (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۴۰۹۶)

ترجمہ: تمام دِنوں میں افضل دن عرفے کا وہ دن ہے جو جمعہ کے دن واقع ہو، پس وہ غیر جمعہ کے ستّر حجوں کے برابر ہے؛ اس حدیث کی سنت میں کوئی ایسی بنیاد نہیں، جس پر اعتماد کیا جاسکے (النخبۃ البہیۃ)

اور بھی کئی حضرات نے اس حدیث کو باطل اور بے اصل قرار دیا ہے۔ [1]

بہر حال ایک ایسی روایت کی بنیاد پر جس کے ثبوت میں بھی توقف ہو اور اس سے بڑھ کر اسے باطل بھی قرار دیا گیا ہو، جمعہ کے دن کے حج میں ستر حجوں کے برابر فضیلت کا عقیدہ رکھنا اور اس فضیلت کو حاصل کرنے کی خاطر اس حج میں شمولیت کی غیر معمولی جدوجہد کرنا اور اوپر سے لوگوں میں اس کی تشہیر وتبلیغ کرنا اور اس حج میں جوق در جوق شرکت کر کے اور ہجوم پیدا کر کے اپنے آپ کو اور دوسروں کو مناسکِ حج کی ادائیگی کی غیر معمولی مشقت میں ڈالنا درست نہیں ہے۔

فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

---

[1] أفضل الأيام يوم عرفة إذا وافق يوم الجمعة، وهو أفضل من سبعين حجة في غير جمعة ." باطل لا أصل له .وأما قول الزيلعي -على ما في "حاشية ابن عابدين(۲/ ۳۴۸) "رواه رزين ابن معاوية في تجريد الصحاح.فاعلم أن كتاب رزين هذا جمع فيه بين الأصول الستة " :الصحيحين " و "موطأ مالک "و "سنن أبي داود "والنسائي والترمذي، على نمط كتاب ابن الأثير المسمى " جامع الأصول من أحاديث الرسول "إلا أن في كتاب "التجريد "أحاديث كثيرة لا أصل لها في شيء من هذه الأصول كما يعلم مما ينقله العلماء عنه مثل المنذري في "الترغيب والترهيب " وهذا الحديث من هذا القبيل فإنه لا أصل له في هذه الكتب ولا في غيرها من كتب الحديث المعروفة، بل صرح العلامة ابن القيم في "الزاد (۱/ ۱۷)"ببطلانه فإنه قال بعد أن أفاض في بيان مزية وقفة الجمعة من وجوه عشرة ذكرها :وأما ما استفاض على ألسنة العوام بأنها تعدل اثنتين وسبعين حجة، فباطل لا أصل له عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ولا عن أحد من الصحابة والتابعين .وأقره المناوي في "فيض القدير(۲/ ۲۸)"ثم ابن عابدين في "الحاشية ."(السلسلة الضعيفة للالباني ،تحت رقم الحديث ۲۰۷)

ایک سے زیادہ مرتبہ مروَّجہ نفلی حج وعمرے کا حکم

فی نفسہٖ کثرت سے حج اور عمرے کرنا کوئی گناہ کا کام نہیں، بلکہ عبادت ہے، کئی روایات میں کثرت سے حج وعمرے کرنے کی فضیلت آئی ہے۔

مگر یہ بات یادرکھنے کی ہے کہ ایک مرتبہ عمرہ کرنا واجب یا سنتِ مؤکدہ ہے، فرض عمل نہیں (اور یہ سنت حج کے ساتھ عمرہ کرنے سے بھی ادا ہوجاتی ہے) اور ایک مرتبہ عمرہ کرلینے کے بعد دوبارہ عمرہ کرنا اور اسی طرح ایک مرتبہ فرض حج ادا کرلینے کے بعد دوبارہ وسہ بارہ حج کرنا فرض وواجب نہیں، زیادہ سے زیادہ فی نفسہٖ مستحب اور نفلی درجہ کا عمل ہے۔ [1]

---

[1] (قوله :وهى سنة) أى العمرة سنة مؤكدة، وهو الصحيح فى المذهب، وقيل بوجوبها وصححه فى الجوهرة واختاره فى البدائع، وقال :إنه مذهب أصحابنا، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا لا ينافى الوجوب .اهـ.والظاهر من الرواية ما فى المختصر فإن محمدا نص فى كتاب الحجر أن العمرة تطوع، وليس بينهما كبير فرق كما قدمناه مرارا واستدل لها فى غاية البيان بما رواه الترمذى وصححه عن جابر أن النبى -صلى الله عليه وسلم -سئل عن العمرة أواجبة هى قال :لا، وأن تعتمروا هو أفضل ، وأما قوله تعالى :(وأتموا الحج والعمرة لله)فالإتمام بعد الشروع، ولا كلام لنا فيه؛ لأن الشروع ملزم، وكلامنا فيما قبل الشروع والمراد أنها سنة فى العمر مرة واحدة فمن أتى بها مرة فقد أقام السنة غير مقيد بوقت غير ما ثبت النهى عنها فيه إلا أنها فى رمضان أفضل هذا إذا أفردها فلا ينافيه أن القران أفضل؛ لأن ذلك أمر يرجع إلى الحج لا العمرة فالحاصل أن من أراد الإتيان بالعمرة على وجه أفضل فيها ففى رمضان أو الحج على وجه أفضل فبأن يقرن معه عمرة (البحرالرائق، ج۲ ص۶۳، كتاب الحج، باب الفوات فى الحج)

(والعمرة) فى العمر (مرة سنة مؤكدة) على المذهب وصحح فى الجوهرة وجوبها .قلنا المأمور به فى الآية الإتمام وذلك بعد الشروع وبه نقول (الدرالمختار)

مطلب أحكام العمرة (قوله والعمرة فى العمر مرة سنة مؤكدة) أى إذا أتى بها مرة فقد أقام السنة غير مقيد بوقت غير ما ثبت النهى عنها فيه إلا أنها فى رمضان أفضل هذا إذا أفردها فلا ينافيه أن القران أفضل لأن ذلك أمر يرجع إلى الحج لا العمرة .فالحاصل :أن من أراد الإتيان بالعمرة على وجه أفضل فيه فبأن يقرن معه عمرة فتح، فلا يكره الإكثار منها خلافا لمالك، بل يستحب على ما عليه الجمهور وقد قيل سبع أسابيع من الأطوفة كعمرة شرح اللباب (قوله وصحيح فى الجوهرة وجوبها) قال فى البحر واختاره فى البدائع وقال إنه مذهب أصحابنا، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا لا ينافى الوجوب .اهـ.والظاهر من الرواية السنية فإن محمدا نص على أن العمرة تطوع اهـ

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ایک تو یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ نفل ومستحب عمل شروع کرنے کے بعد صحیح طور پر ادا کرنا ضروری ہوجاتا ہے، جیسا کہ نفل نماز شروع کرنے کے بعد اس کو صحیح طور پر ادا کرنا واجب اور قرائت، رکوع اور سجود وغیرہ کی پابندیاں لازم ہوجاتی ہیں (یہ مسئلہ واضح ہے)

دوسرے یہ کہ نفل ومستحب عمل کو انجام دینے کی خاطر کسی مکروہ یا گناہ کا ارتکاب نہیں کرنا چاہئے، ورنہ اس عمل کا استحباب وثواب باقی نہیں رہتا اور کراہت یا گناہ سے بچنا اس عمل کو انجام دینے پر مقدم اور اس سے زیادہ اہم ہوتا ہے۔ [1]

تیسرے یہ کہ نفل ومستحب عمل سے کسی دوسرے مسلمان کو ایذاء وتکلیف نہیں پہنچنی چاہئے، نیز دوسرے مسلمان کو اپنے فرض وواجب عمل کی ادائیگی میں اس کی وجہ سے خلل بھی واقع نہیں ہونا چاہئے۔ [2]

اب اِن اصولی باتوں کے بعد عرض ہے کہ:

اولاً تو بہت سے علماء وفقہاء کے نزدیک نفلی حج اور نفلی عمرہ کے بجائے اس رقم کا غرباء

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ومال إلى ذلک فی الفتح وقال بعد سوق الأدلة تعارض مقتضيات الوجوب والنفل، فلا تثبت ويبقى مجرد فعله -عليه الصلاة والسلام -وأصحابه والتابعين، وذلک يوجب السنة فقلنا بها (قوله قلنا المأمور إلخ) جواب عن سؤال مقدر أورده في غاية البيان دليلا على الوجوب، ثم أجاب عنه بما ذكره الشارح، ثم هذا مبنى على أن المراد بالإتمام تتميم ذاتهما أى تتميم أفعالهما أما إذا أريد به إكمال الوصف وعليه ما نقله فی البحر من أن الصحابة فسرت الإتمام بأن يحرم بهما من دويرة أهله، ومن الأماكن القاصية فلا حاجة إلى الجواب للاتفاق على أن الإتمام بهذا المعنى غير واجب فالأمر فيه للندب إجماعا فلا يدل على وجوب العمرة فافهم (ردالمحتار، ج۲ ص ۴۷۲، كتاب الحج،مطلب فی أحكام العمرة)

[1] لان دفع المضرة خير من جلب المنفعة ، والا جتناب عن الحرام اولیٰ من ارتكاب السنة كما فی اصول الفقه .

[2] كما ان الاستلام سنة وترک الايذاء واجب فالاتيان بالواجب اولیٰ (كذا فی تبيين الحقائق، ج۲ ص ۱۵ ، باب الاحرام)

وفی البحر: لأن الاستلام سنة والكف عن الإيذاء واجب فالاتيان بالواجب متعين (البحر الرائق، ج۲ ص ۳۵۱،كتاب الحج، باب الاحرام، الاغتسال ودخول الحمام)

ومساکین اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنا زیادہ فضیلت کا باعث ہے۔ [1]

اور جن حضرات سے نفلی حج کی نفلی صدقہ پر فضیلت ثابت ہے، وہ بھی اس وقت ہے جبکہ غرباء ومساکین خصوصاً نیک صالح فقراء ومساکین اور ضرورت مند موجود نہ ہوں، نیز دوسری کوئی خرابی بھی شامل نہ ہو (جن کا ذکر بعد میں آتا ہے)

اور آج کل بے شمار غرباء ومساکین موجود ہیں، جن میں نیک صالح افراد بھی ہیں، نیز ایسے غرباء بھی ہیں، جن کو زکاۃ نہیں لگتی (مثلاً بنوہاشم) پھر اوپر سے مہنگائی کا دَور دورہ ہے، اور لوگوں میں بخل کا مرض بھی عام ہے؛ لہٰذا اِن حالات میں حج فرض ادا کرنے کے بعد نفل حج کے بجائے مذکورہ غرباء کی مدد کرنا زیادہ اہم ہے۔ [2]

---

[1] حج بدل اور عورت کے ساتھ محرم کی ضرورت سے نفل حج کا سفر کرنے والا اس سے مستثنیٰ ہے۔ محمد رضوان۔

[2] اذاحج الرجل مرة ثم ارادان يحج مرة اخرىٰ فالحج مرة اخرىٰ افضل له ام الصدقة ؟ فالمختاران الصدقة افضل لهٗ لان نفع الصدقة يعودالى الغيرونفع الحج يقتصرعليه (المحيط البرهانى جلد۳صفحه ۵۰۰، كتاب المناسک،الفصل العشرون،فى المتفرقات. مطبوعة :ادارة القرآن كراچى)

قال الرحمتي :والحق التفصيل، فما كانت الحاجة فيه أكثر والمنفعة فيه أشمل فهو الأفضل كما ورد حجة أفضل من عشر غزوات وورد عكسه فيحمل على ما كان أنفع، فإذا كان أشجع وأنفع فى الحرب فجهاده أفضل من حجه، أو بالعكس فحجه أفضل، وكذا بناء الرباط إن كان محتاجا إليه كان أفضل من الصدقة وحج النفل وإذا كان الفقير مضطرا أو من أهل الصلاح أو من آل بيت النبى -صلى الله عليه وسلم -فقد يكون إكرامه أفضل من حجات وعمر وبناء ربط .كما حكى فى المسامرات عن رجل أراد الحج فحمل ألف دينار يتأهب بها فجاء ته امرأة فى الطريق وقالت له إنى من آل بيت النبى -صلى الله عليه وسلم -وبى ضرورة فأفرغ لها ما معه، فلما رجع حجاج بلده صار كلما لقى رجلا منهم يقول له تقبل الله منک، فتعجب من قولهم، فرأى النبى -صلى الله عليه وسلم -فى نومه وقال له :تعجبت من قولهم تقبل الله منک؟ قال نعم يا رسول الله؛ قال :إن الله خلق ملكا على صورتک حج عنک؛ وهو يحج عنک إلى يوم القيامة بإكرامک لامرأة مضطرة من آل بيتى؛ فانظر إلى هذا الإكرام الذى ناله لم ينله بحجات ولا ببناء ربط (ردالمحتار، ج۲ ص ۶۲۱، كتاب الحج، فروع فى الحج، مطلب فى تفضيل الحج على الصدقة)

قلت قد يقال إن صدقة التطوع فى زماننا أفضل لما يلزم الحاج غالبا من ارتكاب المحظورات ومشاهدته لفواحش المنكرات وشح عامة الناس بالصدقات وتركهم الفقراء والأيتام فى حسرات ولا سيما فى أيام الغلاء وضيق الأوقات وبتعدى النفع تتضاعف الحسنات ثم رأيت فى متفرقات

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

نیز صحابۂ کرام میں سے حضرت ابنِ عباس، حضرت جابر وحضرت حسین رضی اللہ عنہم سے اور تابعین میں سے حضرت ابراہیم نخعی، حضرت حسن بصری، حضرت ضحاک، حضرت شعبی رحمہم اللہ وغیرہ سے نفلی صدقہ کی نفلی حج پر فضیلت منقول ہے۔

چنانچہ ابونعیم اصبہانی نے اپنی سند سے روایت کیا ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنْہُ قَالَ، لَاَنْ اَعُوْلَ اَھْلَ بَیْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ شَھْرًا اَوْ جُمُعَۃً اَوْمَاشَاءَ اللّٰہُ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ حَجَّۃٍ بَعْدَ حَجَّۃٍ

الخ (حلیۃ الاولیاء، ج ۱ ص ۳۲۸)

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بلاشبہ میں مسلمانوں کے کسی گھرانے کی مہینہ بھر یا ہفتہ بھر کے لیے کفالت کروں، یہ مجھے پے در پے (یعنی لگاتار اور کئی) حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے (حلیۃ الاولیاء)

اور حضرت جابر بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَأَنْ أَتَصَدَّقَ بِدِرْھَمٍ عَلٰی یَتِیْمٍ أَوْ مِسْکِیْنٍ أَحَبُّ إِلَیَّ مِنْ حَجَّۃٍ بَعْدَ حَجَّۃِ الْإِسْلَامِ (حلیۃ الاولیاء، للأصبھانی، ج ۳ ص ۸۹)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اللباب الجزم بأن الصدقة أفضل منه وقال شارحه القاری أی علی ما هو المختار كما فی التجنيس ومنية المفتی وغيرهما ولعل تلک الصدقة محمولة علی إعطاء الفقير الموصوف بغاية الفاقة أو فی حال المجاعة وإلا فالحج مشتمل علی النفقة بل وزاد إن الدرهم الذی ينفق فی الحج بسبعمائة إلخ قلت قد يقال ما ورد محمول علی الحج الفرض علی أنه لا مانع من كون الصدقة للمحتاج أعظم أجرا من سبعمائة (منحة الخالق علی البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۴، كتاب الحج)

ونقل عن الشيخ عزالدين بن عبدالسلام انهٗ قال يحدث للناس فی كل زمان من الاحكام ما يناسبهم ......فلا نقول ان الاحكام تتغير بتغير الزمان بل باختلاف الصورة الحادثة ......وقد اكثر الرويانی فی الحلية من اختيارات خلاف مذهب الشافعی ويقول فی هذاالزمان وقال العبادیُّ فی فتاويه الصدقة افضل من حج التطوع فی قول ابی حنيفة وهی تُحتمل فی هذاالزمان، وافتی الشيخ عزالدين بالقيام للناس، وقال لوقيل بوجوبه لماكان بعيداً، وكل ذالک فانماهو استنباط من قواعدالشرع لانهٗ خارج عن الاحكام المشروعة، فاعلم ذالک فانهٗ عجيب (البحر المحيط فی اصول الفقه، لبدرالدين الزركشی ج ۱ ص ۲۱۹ تا ۲۲۱ ملخصاً، مسئلة احكام الشرع ثابتة الیٰ يوم القيامة)

ترجمہ: میں کسی یتیم یا مسکین پر ایک درہم خرچ کروں، یہ مجھے زیادہ پسند ہے، اس کے مقابلہ میں کہ فرض حج کرنے کے بعد حج کروں (حلیۃ الاولیاء) [1]

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے جہاد میں ایک کوڑا خرچ کرنے کا، فرض حج کے بعد دوبارہ حج کرنے کے مقابلہ میں زیادہ پسندیدہ ہونا مروی ہے۔ [2]

حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَاَنْ اَقُوْتَ اَهْلَ بَيْتٍ بِالْمَدِيْنَةِ صَاعًا كُلَّ يَوْمٍ اَوْكُلَّ يَوْمٍ صَاعَيْنِ شَهْرًا اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ حَجَّةٍ فِيْ اَثْرِ حَجَّةٍ (مصنف ابن ابی شيبة) [3]

ترجمہ: میں شہر کے کسی گھرانہ کی یومیہ ایک صاع یا دو صاع (ساڑھے تین سیر، یا ساتھ سیر) سے مہینہ بھر کی کفالت کروں، یہ مجھے حج کے بعد حج کرنے سے زیادہ محبوب ہے (ابنِ ابی شیبہ)

شہر کی قید سے یہ نہ سمجھا جائے کہ کسی اور جگہ کے غریبوں کا یہ حکم نہیں ہے۔

اور جلیل القدر تابعی حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوْا يَرَوْنَ اَنِّيْ اَحُجُّ مِرَارًا، اَنَّ الصَّدَقَةَ اَفْضَلُ (مصنف ابنِ ابی شيبة) [4]

ترجمہ: صحابۂ کرام وتابعین یہ سمجھتے تھے کہ میں چندمرتبہ (نفلی) حج کروں، اس کے بجائے (نفل حج پر خرچ ہونے والی رقم کا) صدقہ کرنا زیادہ فضیلت کا باعث

---

[1] والحاصل أن قول الصحابی حجة يجب تقليده عندنا إذا لم ينفه شیء آخر من السنة .اهـ (ردالمحتار ج۲ ص۱۵۸ ،باب الجمعة ،وفتح القدير ج۲ ص۶۸ ،باب صلاة الجمعة)

[2] عن عبد الله، قال :لأن أمتع بسوط فی سبيل الله، أحب إلی من أن أحج حجة بعد حجة (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۸۵۷۵)

أخبرنی يحيی بن عمرو بن سلمة، عن أبيه، أنه سمع عبد الله، يقول :لأن أجهز سوطا فی سبيل الله أحب إلی من حجة بعد حجة الإسلام (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۹۱۵۸)

قال الهيثمی: رواه الطبرانی ورجاله ثقات (مجمع الزوائد، باب فيمن جهز غازيا أو خلفه فی أهله، تحت رقم الحديث ۹۴۶۶)

[3] رقم الرواية ۱۳۳۵۱ ، كتاب المناسک، باب فی الصدقة والعتق والحج.

[4] رقم الرواية ۱۳۳۴۷ ، كتاب المناسک، باب فی الصدقة والعتق والحج.

ہے (ابنِ ابی شیبہ) [۱]

امام عبدالرزاق رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ الثَّوْرِيِّ وَسَأَلَهُ رَجُلٌ فَقَالَ اَلْحَجُّ اَفْضَلُ بَعْدَالْفَرِيْضَةِ اَمِ الصَّدَقَةُ؟ فَقَالَ اَخْبَرَنِيْ اَبُوْمِسْكِيْنٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ اَنَّهُ قَالَ اِذَاحَجَّ حِجَجًا فَالصَّدَقَةُ وَكَانَ الْحَسَنُ يَقُوْلُ اِذَاحَجَّ حَجَّةً (مصنف عبدالرزاق) [۲]

ترجمہ: حضرت سفیان ثوری رحمہ اللہ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ فرض حج کر لینے کے بعد نفلی حج افضل ہے؟ یا (اس رقم کا) صدقہ افضل ہے؟ تو حضرت ثوری نے فرمایا کہ مجھے ابومسکین نے حضرت ابراہیم نخعی کے حوالہ سے خبر دی کہ حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا کہ جب چند مرتبہ حج کرلیا تو صدقہ کرنا افضل ہے، اور حضرت حسن (بصری) فرمایا کرتے تھے کہ ایک مرتبہ حج فرض ادا کر لینے کے بعد صدقہ کرنا افضل ہے (عبدالرزاق)

امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: جَاءَهُ بَعْضُ جِيْرَانِهٖ، فَقَالَ اِنِّيْ قَدْتَهَيَّأْتُ لِلْخُرُوْجِ، وَلِيْ جِيْرَانٌ مُحْتَاجُوْنَ مُتَعَفِّفُوْنَ، فَمَاتَرٰى لِيْ؟ اَجْعَلُ كِرَائِيْ وَجَهَازِيْ فِيْهِمْ، اَوْاَمْضِيْ لِوَجْهِيْ لِلْحَجِّ؟ فَقَالَ: وَاللهِ، اِنَّ الصَّدَقَةَ لَعَظِيْمٌ اَجْرُهَا، وَمَا يَعْدِلُ عِنْدِيْ مَوْقِفٌ مِنَ الْمَوَاقِفِ اَوْشَيْئًا مِّنَ الْاَشْيَاءِ (مصنف ابن ابی شیبة) [۳]

ترجمہ: حضرت شعبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میرا ایک پڑوسی میرے پاس آیا اور (مجھ سے) کہا کہ بے شک میں (نفلی حج کے لیے) تیار ہو کر نکلا ہوں، حالانکہ

---

[۱] اذا قال التابعی کانوا یفعلون کذا و کانوا یقولون کذا، ولایرون بذالک بأسا فالظاهر اضافتهٗ الی الصحابة الا ان یقوم دلیل علی غیر ذالک وهذا ظاهر بالتتبع (قواعد فی علوم الحدیث صفحه ۱۲۸)

[۲] رقم الروایة ۸۸۲۳، کتاب المناسک، باب فضل الحج.

[۳] رقم الروایة ۱۳۳۴۹، کتاب المناسک، باب فی الصدقة والعتق والحج.

میرے پڑوسی محتاج اور سفید پوش ہیں تو آپ کا کیا خیال ہے کہ آیا میں اپنا کرایہ اور زادِ راہ ان (محتاج اور سفید پوش پڑوسیوں) کو دے دوں یا میں حج کی ادائیگی کے لیے سفر جاری رکھوں؟

تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم بلاشبہ صدقہ کا اجر بڑا ہے اور میرے نزدیک نفلی حج کے ارکان میں سے کوئی رکن یا اور کوئی چیز اس کے برابر نہیں ہو سکتی (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کے علاوہ حضرت شعبی رحمہ اللہ بھی جلیل القدر تابعین میں سے ہیں، ان کے اقوال بھی فقہائے کرام کے نزدیک بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ [1]

نیز امام ابوبکر بن ابی شیبہ ہی روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ الضَّحَاکِ قَالَ مَاعَمِلَ النَّاسُ بَعْدَالْفَرِيْضَةِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اِطْعَامِ مِسْكِيْنٍ (مصنف ابن ابی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت ضحاک فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک فرض (حج) کی ادائیگی کے بعد مسکین (غریب) کی مدد سے زیادہ محبوب کوئی عمل نہیں (ابنِ ابی شیبہ)

حضرت ضحاک کا علمِ تفسیر میں اونچا مقام ہے۔ [3]

---

[1] الشعبی عامر بن شراحیل بن عبد بن ذی کبار وذو کبار ...... قلت :رأی علیا -رضی الله عنه- وصلی خلفه. وسمع من :عدة من کبراء الصحابة .... قال أحمد بن عبد الله العجلی :سمع الشعبی من ثمانیة وأربعین من أصحاب رسول الله -صلی الله علیه وسلم- .قال :ولا یکاد یرسل إلا صحیحا .... عن ابن سیرین، قال: قدمت الکوفة، وللشعبی حلقة عظیمة، والصحابة یومئذ کثیر (سیر أعلام النبلاء، ج۴، ص۲۹۴، ملخصاً)

قول ابراهیم النخعی حجة عندنا اذا لم یخالف قول الصحابی فمافوقهٗ (قواعدفی علوم الحدیث، مقدمه اعلاء السنن صفحه۱۳۲)

[2] رقم الروایة ۱۳۳۵۲، کتاب المناسک، باب فی الصدقة والعتق والحج.

[3] الضحاک بن مزاحم الهلالی أبو محمد، وقیل :أبو القاسم، صاحب (التفسیر) کان من أوعیة العلم، ولیس بالمجود لحدیثه، وهو صدوق فی نفسه........... وثقه :أحمد بن حنبل، ویحیی بن معین، وغیرهما...... قال سفیان الثوری :کان الضحاک یُعَلِّمُ ولا یأخذ أجرا (سیر أعلام النبلاء، ج۴، ص۵۹۸ وص۵۹۹، ملخصاً)

ان روایات وآثار سے معلوم ہوا کہ کئی صحابۂ کرام وتابعینِ عظام سے فرض حج کے بعد صدقہ کرنا نفلی حج میں خرچ کرنے سے افضل ہونا منقول ہے۔

دوسرے آج کل ہر سال دنیا بھر سے نفلی حج کرنے والوں کی بڑی تعداد کے حج کے موقعہ پر جمع ہوجانے کی وجہ سے بہت سے فرض حج ادا کرنے کے لیے جانے والوں کی قانونی تقاضوں کی وجہ سے باری ہی نہیں آتی، اوراس طرح وہ فرض حج کی ادائیگی سے محروم رہتے ہیں، جس کا ایک سبب نفلی حج کرنے والوں کی کثرت ہوتی ہے، کیونکہ آج کل حکومت کی طرف سے ہر سال مخصوص تعداد کو حج پر بھیجنے کا انتظام ہوتا ہے، اوراس تعداد سے زیادہ لوگوں کو حج کے سفر کی اجازت نہیں ہوتی۔

تیسرے نفل حج کے لئے جانے والوں کی غیر معمولی تعداد کی وجہ سے فرض حج ادا کرنے والوں کو قیام وطعام اوراس کے اخراجات میں مشکلات کے علاوہ اپنے مناسِکِ حج ادا کرنے میں بھی سخت مشکلات پیش آتی ہیں، طواف وسعی کا مرحلہ ہو یا منٰی وعرفات اور مزدلفہ میں قیام اور آمدورفت کا؛ تقریباً ہر مرحلہ پر مشکلات میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جارہا ہے، جس میں بڑا دخل رَش اور ہجوم کا ہے اوراسی وجہ سے اب حج کے کئی احکام کو سنت بلکہ واجب طریقہ پرادا کرنا مشکل سے مشکل تر ہوتا چلا جارہا ہے۔

چوتھے عام حجاجِ کرام کی بہت بڑی تعداد (جن میں نفل حج کرنے والے عام لوگ بھی شامل ہوتے ہیں) وہ ہوتی ہے جسے حج کے احکام ومناسک کا علم ہی نہیں ہوتا اور نہ ان کے سیکھنے کا اہتمام ہوتا، پھر صحیح حج کی توفیق کیسے ہوگی؟ اور نام ونمود اور ریا کاری کا مرض بھی عموماً حجاج کرام میں بہت زیادہ دیکھنے میں آرہا ہے اور بہت سی رسمیں اور گناہ آج عوامی دنیا میں حج کالازمی حصہ بن گئے ہیں۔

اِن وجوہات کا تقاضا بھی یہ ہے کہ ایک مرتبہ فرض حج ادا کر لینے کے بعد نفلی حج میں رقم خرچ کرنے کے بجائے اس رقم کو صدقہ کیا جائے، اور غرباء ومساکین کی ضروریات کا انتظام کیا

جائے۔ [1]

نیز بعض اوقات (حج کے موقع پر زیادہ ہجوم کے باعث انتظامی امور میں خلل واقع ہونے کی وجہ سے یا کسی اور وجہ سے) حکومت کی طرف سے یہ اعلان کر دیا جاتا ہے کہ اس مرتبہ صرف فرض حج یا حج بدل کرنے والوں کی درخواستیں قبول ومنظور کی جائیں گی۔

ایسے حالات میں بعض لوگ جو کہ اپنا فرض حج پہلے ادا کر چکے ہوتے ہیں؛ اور نفلی حج کرنا چاہتے ہیں، اپنی درخواست میں پہلا حج، یا فرض حج، یا حج بدل لکھ دیتے ہیں، حالانکہ یہ بات واقعہ کے مطابق نہیں ہوتی، بعض دفعہ اس سلسلہ میں حلفیہ بیان وغیرہ بھی دینا پڑتا ہے، اور اس طرح کی خلافِ واقعہ باتیں نہ جانے کتنے مقامات پر کرنی پڑتی ہیں، اور بعض اوقات اس غرض کو پورا کرنے کے لئے رشوت وغیرہ بھی دینی پڑ جاتی ہے۔ اور قانون کی خلاف ورزی

---

[1] علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

والحج على الوجه المشروع أفضل من الصدقة التي ليست واجبة. وأما إن كان له أقارب محاويج فالصدقة عليهم أفضل، وكذلك إن كان هناك قوم مضطرون إلى نفقته، فأما إذا كان كلاهما تطوعا فالحج أفضل لأنه عبادة بدنية مالية وكذلك الأضحية والعقيقة أفضل من الصدقة بقيمة ذلك، لكن هذا بشرط أن يقيم الواجب في الطريق ويترك المحرمات ويصلي الصلوات الخمس، ويصدق الحديث ويؤدي الأمانة ولا يتعدى على أحد (الفتاوىٰ الكبرىٰ لابن تيمية، ج۵ص ۳۸۲، كتاب الحج)

علامہ ابنِ تیمیہ رحمہ اللہ کی اس واضح صراحت سے معلوم ہوا کہ اگر کسی کے رشتہ دار ضرورت مند ہوں یا کسی علاقہ میں لوگ سخت محتاجی میں مبتلا ہوں تو ان پر صدقہ کرنا اس رقم کو نفلی حج میں خرچ کرنے سے افضل ہے؛ اور اگر حج کے سفر میں واجبات کی خلاف ورزی کی جائے یا حرام کاموں میں مبتلا ہوا جائے یا جھوٹ بولا جائے یا کسی کی امانت ادا نہ کی جائے یا کسی پر زیادتی کی جائے تو نفلی حج کے بجائے اس رقم کو نفلی صدقہ میں خرچ کرنے کی اہمیت زیادہ ہے۔

علامہ ابن امیر الحاج رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

وبعضهم يترك اهله ضياعا ويمضي الى الحج وقد قال عليه السلام "كفى بالمرء اثما ان يضيع من يعول" (المدخل لابن الحاج ج۴ص ۳۸۸، فصل في شروط وجوب الحج)

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اور اگر یہ حج نفل ہے اور کسی سبب سے اہتمام نماز کا نہ ہو سکے تو اس شخص کو اس حج کے لیے سفر کرنا ہی جائز نہیں، وہ اپنے گھر رہ کر کام میں لگے (اصلاحِ انقلابِ امت صفحہ ۱۰۷، در ضمن نماز کے متعلق کوتاہیاں؛ مطبوعہ: ادارۃ المعارف کراچی، تاریخ طباعت ۱۴۰۷ھ)

کرنے کے باعث ہر وقت عزت کا خطرہ الگ رہتا ہے، حالانکہ حج اور خاص طور پر نفلی حج کی خاطر اس قسم کی غلط بیانی اور جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں، جب ایک مرتبہ حج کا فریضہ ادا کر لیا تو نفلی عمل کی خاطر اتنے سارے گناہوں کا بوجھ لادنا اور اپنی عزت کو خطرہ میں ڈالنا کسی طرح مناسب نہیں، لہٰذا اس کے بجائے اس رقم کو دوسرے کارِ خیر خصوصاً نیک صالح غرباء ومساکین پر خرچ کرنا چاہیے۔

نفلی حج میں سنتوں اور واجبات کو ترک کرنا، گناہوں کا ارتکاب کرنا یا نفلی حج والوں کی وجہ سے فرض حج کرنے والوں کی مشکلات کا باعث بننا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی نفل نماز ایسے طریقہ پر پڑھے کہ اس میں سنن وواجبات کو چھوڑ دے، یا مثلاً نفل نماز میں مشغول افراد کے مسجد میں رَش اور ہجوم کے باعث وہاں باجماعت فرض نماز ادا کرنے والوں کو مشکلات کا سامنا ہو۔

اور جو حکم تفصیل کے ساتھ پیچھے ایک مرتبہ حجِ فرض ادا کر لینے کے بعد نفلی حج کا گزرا، وہی حکم ایک مرتبہ عمرہ کر لینے کے بعد دوبارہ عمرے کرنے کا بھی ہوگا، کیونکہ قادر ہونے کی صورت میں زندگی بھر میں ایک مرتبہ عمرہ کرنا فرض حج سے کم یعنی واجب یا سنتِ مؤکدہ کا درجہ رکھتا ہے، اور اس کے بعد مزید عمرے کرنا نفل ہے۔

لہٰذا نفلی عمل ہونے کے اعتبار سے اس سلسلہ میں عمرہ کا حکم نفلی حج کی طرح ہوگا۔ [1]

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں ان لوگوں یا اداروں کا مسئلہ بھی واضح ہوگیا جو اپنی طرف سے رقم کا

---

[1] (قوله :وهى سنة) أى العمرة سنة مؤكدة، وهو الصحيح فى المذهب، وقيل بوجوبها وصححه فى الجوهرة واختاره فى البدائع، وقال :إنه مذهب أصحابنا، ومنهم من أطلق اسم السنة، وهذا لا ينافى الوجوب .اهـ والظاهر من الرواية ما فى المختصر فإن محمدا نص فى كتاب الحجر أن العمرة تطوع، وليس بينهما كبير فرق كما قدمناه مرارا واستدل لها فى غاية البيان بما رواه الترمذى وصححه عن جابر أن النبى -صلى الله عليه وسلم -سئل عن العمرة أواجبة هى قال :لا، وأن تعتمروا هو أفضل ، وأما قوله تعالى :(وأتموا الحج والعمرة لله)فالإتمام بعد الشروع، ولا كلام لنا فيه؛ لأن الشروع ملزم، وكلامنا فيما قبل الشروع والمراد أنها سنة فى العمر مرة واحدة فمن أتى بها مرة فقد أقام السنة(البحر الرائق، ج۳ص ۶۳، كتاب الحج، باب الفوات فى الحج)

(قوله والعمرة فى العمر مرة سنة مؤكدة) أى إذا أتى بها مرة فقد أقام السنة (ردالمحتار، ج۲ص ۴۷۲، مطلب فى احكام العمرة)

انتظام کر کے لوگوں کو نفل حج وعمرے کے لئے بھیجتے ہیں کہ اس کے بجائے انہیں یہ رقم غریبوں، ناداروں اور ضرورت مندوں پر خرچ کرنی چاہئے۔

اب اگر یہاں یہ شبہ کیا جائے کہ شریعت نے تو دین کے راستہ میں مال خرچ کرنے کی ترغیب دی ہے، اور آپ لوگوں کو اس سے منع کر رہے ہیں؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً تو ہم نے حج وعمرہ سے منع نہیں کیا بلکہ بحالاتِ موجودہ نفلی حج وعمرے کے بجائے اس رقم کو دیگر کارِ خیر میں خرچ کرنے کے افضل ہونے کا حکم بیان کیا ہے، نہ یہ کہ نہ تو صدقہ کیا جائے اور نہ ہی نفل حج وعمرہ، دوسرے خود صدقہ کرنا بھی اللہ کا راستہ ہے، جس کے بے شمار فضائل وفوائد قرآن وسنت میں بیان کئے گئے ہیں۔

نیز اگر یہ شبہ کیا جائے کہ صدقہ کو حج وعمرہ کا بدل قرار دیا جا رہا ہے جبکہ صدقہ الگ عمل ہے اور حج وعمرہ الگ، تو صدقہ حج وعمرہ کا بدل کیسے بن سکتا ہے؟

جواب یہ ہے کہ درحقیقت یہاں صدقہ کو اولاً تو حج وعمرہ کا بدل قرار نہیں دیا جا رہا، کیونکہ صدقہ فرض حج اور سنت عمرہ کے مقابلہ میں تجویز نہیں کیا جا رہا ہے بلکہ نفلی حج ونفلی عمرہ کے مقابلہ میں تجویز کیا جا رہا ہے، دوسرے دونوں عملوں کے درجات اور ضرورت اور ثواب کے اعتبار سے گفتگو کی جا رہی ہے، نہ کہ ایک دوسرے کا بدل ہونے کے اعتبار سے۔

اس کے باوجود بھی اگر کوئی شخص نفلی حج میں تو لاکھوں روپیہ خرچ کرنے پر آمادہ ہو لیکن اسے نفلی صدقہ کی ترغیب دی جائے تو اس میں خرچ کرنے پر آمادہ نہ ہو تو یہ اس بات کی علامت ہوگی کہ اس کے دل میں مال کی محبت کا مرض موجود ہے۔ [1]

---

[1] جیسا کہ عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ نفلی حج میں لاکھوں روپیہ خرچ کرنے والے کسی صاحب کو اگر کسی عذر سے نفلی حج کے سفر پر جانے کا موقع نہ مل سکے تو وہ باوجود انتہائی درجہ کے غریب ونادار لوگوں کے موجود ہونے کے اس رقم کو صدقہ کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا۔

وشح عامة الناس بالصدقات وتركهم الفقراء والايتام فی حسرات ولاسیمافی أيام الغلاء وضيق الاوقات وبتعدی النفع تتضاعف الحسنات ثم رأيت فی متفرقات اللباب الجزم بان الصدقة أفضل منه الخ(منحة الخالق على البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۳۴، كتاب الحج)

یا پھر اخلاص کی کمی ہے، کہ جس عمل سے شہرت نہیں ہوتی اس کو کرنے پر آمادہ نہیں ہوتا اور اس کے مقابلہ میں شہرت اور نام ونمود حاصل ہونے والے عمل کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

جبکہ صدقہ میں اتنی محنت وجدوجہد بھی نہیں کرنی پڑتی جتنی کہ حج وعمرے میں کرنی پڑتی ہے، نیز وقت بھی صدقہ میں اتنا خرچ نہیں ہوتا جتنا کہ حج وعمرہ میں خرچ ہوتا ہے، یہ وقت بچا کر دوسرے کارِ خیر میں صَرف کیا جاسکتا ہے۔

امید ہے کہ اگر نیک نیتی سے اس مسئلہ کو سمجھا جائے اور اہلِ علم حضرات بھی عوام میں اس چیز کی تبلیغ وترغیب کا اہتمام کریں، تو ان شاءاللہ تعالیٰ نہ صرف کئی مسائلِ حج وعمرہ کی پیچیدگیوں کا حل نکل آئے گا، بلکہ اس کے ساتھ نفلی حج وعمرہ پر بے حد وحساب خرچ ہونے والی رقم کو غرباء ومساکین پر خرچ کرنے سے ملک میں جاری غربت میں کافی حد تک کمی اور بے شمار دینی ضروریات پوری ہونے میں مدد حاصل ہو سکے گی۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کی اصلاح فرمائیں اور اپنی رضا وآخرت کے کاموں کی ہم سب کو توفیق عطا فرمائیں اور ہر عمل کو اس کے درجہ پر رکھ کر ادا کرنے اور اعتدال پر ثابت قدم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔ فقط واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم

محمد رضوان

۱۱/ ربیع الآخر ۱۴۲۹ھ بمطابق 18 اپریل 2008ء بروز جمعۃ المبارک

اضافہ ونظرِ ثانی بموقع طباعتِ دوم

۲۵/ رمضان المبارک ۱۴۳۳ھ۔ بمطابق 14 / اگست 2012ء بروز منگل

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

ماہِ ذی قعدہ کے چند اہم تاریخی واقعات

(مرتب: مولانا طارق محمود: ادارہ غفران، راولپنڈی)

پہلی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۱)...... ماہِ ذی قعدہ ۱ھ: میں سریہ سعد بن ابی وقاص پیش آیا۔

غزوۂ بدر کے بعد حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی سربراہی میں بیس یا اکیس مہاجرین صحابہ کو ''خرار'' کی طرف بھیجا گیا، اس لشکر کے جھنڈے کا رنگ سفید تھا، جس کو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے تھاما ہوا تھا، انہیں قریش کے قافلے سے مقابلہ کرنا تھا لیکن وہ قافلہ بچ کر نکل گیا۔

(البدایة والنهایة ج۳ص۲۸۷، ۲۸۸، فصل عقده علیه السلام لسعد ابن ابی وقاص الی الخرار لواء ابیض، عہدِ نبوت کے ماہ وسال ص۸۷، غزوات النبی ﷺ ۴۴۰)

(۲)...... ماہِ ذی قعدہ ۵ھ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امّ المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد امہاتُ المؤمنین میں سے سب سے پہلے آپ رضی اللہ عنہا ہی کا انتقال ہوا، آپ کی رخصتی کے دن حجاب کا حکم نازل ہوا۔

(البدایة والنهایة، ج۴ص۱۶۶، تزویجه بزینب بنت جحش ونزول الحجاب صبیحة عرس زینب)

(۳)...... ماہِ ذی قعدہ ۵ھ: میں غزوۂ خندق کے بعد غزوۂ بنی قریظہ پیش آیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خندق سے فارغ ہو کر ابھی ہتھیار اتارے ہی تھے اور ظہر کی نماز پڑھی کہ جبریل علیہ السلام پہنچے اور عرض کیا کہ آپ نے اپنے ہتھیار اتار دیئے، اللہ کی قسم! ہم نے تو ابھی تک نہیں اتارے، ہمیں اور آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بنو قریظہ سے قتال کا حکم ہوا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم عصر کی نماز بنو قریظہ میں پڑھیں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۳۰۰۰ صحابۂ کرام کی معیت میں مدینہ سے چلے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ کا ۲۵ دن تک محاصرہ کئے رکھا، آخر کار انہوں نے تنگ آ کر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا فیصل مقرر کیا، انہوں نے ان کا یہ فیصلہ سنایا کہ ان کے لڑا کا مردوں کو قتل کر دیا جائے اور باقی سب کو قید کرلیا جائے۔

(البداية والنهاية، ج۴ص ۱۳۳ ،فصل فی غزوة بنی قريظة،سیرت ابنِ هشام ج۴غزوة بنی قريظة فی سنة خمس،العبر فی خبر من غبر، ج ا ص۷،المنتظم لابن الجوزی، ج۳ص ۲۳۸، عہدنبوت کے ماہ وسال ص۷۷)

(۴)...... ماہِ ذی قعدہ ۶ھ: میں عمرۂ حدیبیہ اور صلح حدیبیہ کا واقعہ پیش آیا۔

اس سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم محض عمرہ کی نیت سے مدینہ سے نکلے تھے، لیکن کفار جنگی تیاریوں کے ساتھ مکہ سے نکل آئے، کفار سے مذاکرات کے دوران حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جو کہ قاصد بن کر گئے تھے، اہلِ مکہ نے روک لیا، اس کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں سے درخت کے نیچے ''بیعتِ رضوان'' لی، کفار نے ڈر کی وجہ سے مسلمانوں سے صلح کی پیش کش کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی پیش کش کو قبول کیا، صلح کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے حق میں سخت معلوم ہوتی تھیں، لیکن یہی شرائط بعد میں فتح مکہ کا سبب ہوئی، آئندہ سال عمرہ کی قضاء کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذی قعدہ ہی میں سفر فرمایا۔

(سیرت ابنِ هشام، ج۲ص۳۰۷،امر الحديبية فی آخر سنة ست وذكر بيعة الرضوان الخ،البداية والنهاية، ج۴ص ۱۸۸ ،غزوة الحديبية،المنتظم لابن الجوزی، ج۳ص ۲۶۷، عہدنبوت کے ماہ وسال ص ۲۱۴)

(۵)...... ماہِ ذی قعدہ ۷ھ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے آخری نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہ سے ''سرف مقام'' میں فرمایا ''سرف'' کے مقام پر آپ کا نکاح ہوا، اور ایک طویل مدت بعد ۶۳ھ میں اسی جگہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال ہوا اور یہی جگہ آپ کا مدفن بنی۔

(البداية والنهاية، ج۴ ص ۲۶۵ ،قصة تزويجه عليه السلام بميمونة،سير اعلام النبلاء

ج ۲ ص ۲۳۹، عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۲۳۲)

(۶)......ماہِ ذی قعدہ ۸ ھ: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ''جعرانہ'' کے مقام سے عمرہ فرمایا۔

رات کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، طواف اور سعی کر کے عمرہ ادا کیا اور راتوں رات ''جعرانہ'' واپس تشریف لے آئے۔

(البدایة والنهایة، ج ۴ ص ۴۱۹، عمرة الجعرانه فی ذی القعدة، عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۲۸۴)

(۷)......ماہِ ذی قعدہ ۹ ھ: میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول ۲۰ دن بیمار رہ کر مرا۔

اس کے مرض کا آغاز شوال کے آخر ہی میں ہو گیا تھا، اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی:

''وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ'' (التوبة)

یعنی ان منافقوں میں سے کوئی مرے تو آپ کبھی اس کی نماز جنازہ نہ پڑھیں نہ اس کی قبر پر کھڑے ہوں''

یہ آیت ان پندرہ مواقع میں سے ہے جن میں وحی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کے موافق نازل ہوئی۔

(البدایة والنهایة، ج ۵ ص ۴۷، موت عبد الله بن ابی قبحه الله، عہد نبوت کے ماہ وسال ص ۲۹۶)

(۸)......ماہِ ذی قعدہ ۳۸ ھ: میں صحابیٔ رسول حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر اہلِ شام نے بیعت کی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فتح مکہ کے وقت اسلام قبول کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی دینی اور علمی قابلیت کی وجہ سے آپ کو وحی لکھنے کے نازک کام پر مامور فرمایا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے وحی لکھواتے تھے، ۱۸ھ میں آپ کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دمشق کا گورنر مقرر فرمایا، پھر اس کے بعد آپ

حمص اور جابیہ کے گورنر مقرر ہوئے، اس طرح پورا شام آپ کے سپرد ہوا، ۳۳ھ میں آپ نے قبرص پر لشکر کشی کر کے اسے فتح کر لیا، ۴۰ھ میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت سے دستبرداری کے بعد آپ باقاعدہ طور پر خلیفہ بنے اور اموی حکومت کی بنیاد رکھی، ۶۰ھ میں دمشق میں انتقال ہوا، اور ضحاک بن قیس رضی اللہ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(صحابۂ کرام انسائیکلو پیڈیا ص ۸۵۲ تا ۸۵۷، سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۱۳۷)

(۹)...... ماہِ ذی قعدہ ۴۲ھ: میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں حارث بن مرہ عبدی نے مسلمانوں کے لشکر کے ساتھ سابق سندھ (جو اس وقت پورا ایک ملک تھا) کے علاقے قیقان (قلات، بلوچستان) پر حملہ کیا، لیکن اپنے تمام ساتھیوں سمیت شہید ہو گئے، آئندہ سال مسلمانوں نے دوبارہ حملہ کیا اور اور قیقان والوں کو شکست دی، بہت سے کافروں کو قیدی بنایا اور کافی مالِ غنیمت حاصل کیا، مسلمان یہ سب کچھ لے کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں دے کر واپس آئے، تاکہ صحیح طریقہ سے اسلام نافذ کر سکیں، لیکن آتے ہی پھر مقابلہ ہوا، جس میں مسلمانوں کو شکست ہوئی (تقویم تاریخی ص ۱۰، تاریخ سندھ ص ۳۴)

(۱۰)...... ماہِ ذی قعدہ ۶۲ھ: میں حضرت ابومعن مسلمہ بن مخلد بن صامت انصاری خزرجی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

مصر میں آپ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے نائب تھے، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ، ابنِ سیرین اور ہشام بن ابی رقیہ رحمہم اللہ سے آپ نے حدیث کی سماعت کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت آپ کی عمر ۱۴ سال تھی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کو بنی فزارہ سے زکاۃ وصول کرنے کے لئے عامل بنا کر بھیجا، عقبہ بن عامر کے مصر کی امارت سے معزول ہونے کے بعد آپ مصر کے امیر بنے، اور یزید بن معاویہ کے دورِ حکومت تک مصر کے امیر رہے، آپ اتنی اچھی نماز پڑھاتے تھے کہ امامِ تفسیر حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مسلمہ کے پیچھے ایک مرتبہ نماز پڑھی تو انہوں نے تلاوت کی

دوران ایک الف یا واؤ تک نہیں چھوڑا، اسکندریہ میں آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۴۲۶)

دوسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۱۱)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۰۶ھ: میں حضرت ابوعمر سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بہت جلیل القدر تابعی ہیں، بڑے بڑے صحابۂ کرام سے اکتسابِ فیض کیا اور کئی جلیل القدر تابعینِ کرام آپ کے شاگرد ہیں، عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن محمد بن ابی بکر الصدیق، قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق، ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہم اور نافع بن خدیج، زید بن خطاب، سعید بن مسیب رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابراہیم بن ابوحنیفہ یمامی، ابراہیم بن عقبہ، بکیر بن عتیق، بکیر بن موسیٰ، جابر جعفی، جہم بن جارود اور حارث بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ مشابہت رکھتے تھے اور سالم، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مشابہت رکھتے تھے۔

علی بن حسن عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

> مدینہ کے فقہاء جن کی رائے معتبر سمجھی جاتی تھی سات تھے، سعید بن مسیب، سلیمان بن یسار، سالم بن عبداللہ بن عمر، قاسم بن محمد، عروہ بن زبیر، عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ اور خارجہ بن زید بن ثابت رحمہم اللہ اور جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو ان سب کے پاس پیش ہوتا اور یہ اس میں غور و فکر کرتے، اور قاضی بھی اس وقت تک کسی معاملے میں فیصلہ نہیں کرتا تھا جب تک کہ وہ کام ان حضرات کے

سامنے پیش کر کے ان کی رائے نہ لے لے۔

(تھذیب الکمال ج۱۰ ص ۱۵۳)

(۱۲)......ماہِ ذی قعدہ ۱۲۵ھ: میں حضرت ابو محمد عبداللہ بن وہب بن مسلم فہری رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

ابراہیم بن سعد زہری، ابراہیم بن نشیط وعلانی، اسامہ بن زید بن اسلم، اسامہ بن زید لیثی، اور فلیح بن حمید رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابراہیم بن منذر حزامی، احمد بن سعید ہمدانی، احمد بن صالح مصری، ابوالطاہر احمد بن عمرو بن سرح اور احمد بن عیسیٰ مصری رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ہارون بن عبداللہ زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لوگوں کا جب امام مالک رحمہ اللہ کے کسی مسئلہ میں اختلاف ہوجاتا تو عبداللہ بن وہب کا انتظار کرتے تھے کہ وہ تشریف لے آئیں تو ان سے اصل مسئلہ پوچھیں۔

ایک مرتبہ آپ کو قاضی کا عہدہ پیش کیا گیا تو آپ چھپ گئے اور اپنے گھر میں مستقل رہنے لگ گئے، تاکہ کسی کو پتہ نہ چلے کہ کہاں ہیں، رشدین بن سعد رحمہ اللہ کو جب پتہ چلا تو وہ آپ کے پاس تشریف لائے تو آپ اس وقت اپنے گھر کے صحن میں وضو کر رہے تھے، تو رشدین رحمہ اللہ نے آپ سے پوچھا کہ اے ابومحمد تم کیوں باہر نہیں نکلتے تاکہ لوگوں کے مابین کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ سے فیصلہ کرو، تو آپ نے اپنا سر اٹھا کر فرمایا! کیا تم نہیں جانتے کہ علماء قیامت کے دن انبیاء کے ساتھ اٹھائے جائیں گے اور قاضی بادشاہوں کے ساتھ اٹھائے جائیں گے (تھذیب الکمال ج۱۶ ص ۲۸۶)

(۱۳)......ماہِ ذی قعدہ ۱۲۵ھ: میں محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس کی وفات ہوئی۔

آپ اپنے والد سے صرف ۱۴ سال چھوٹے تھے، اپنے والد سے شکل اتنی ملتی تھی کہ لوگ باپ بیٹے میں فرق نہیں کر سکتے تھے، یہاں تک آپ کے والد کے بال سفید ہو گئے، سب سے پہلے آپ ہی نے خلافتِ عباسیہ کا نعرہ بلند کیا، ۶۰ یا ۶۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(المنتظم لابنِ جوزی ج۷ ص ۲۴۵)

(۱۴)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۳۲ھ: میں عراق کے امیر ابوخالد یزید بن عمر بن ھبیرۃ فرازی کو قتل کیا گیا۔
قتل کے وقت عمر ۴۵ سال تھی، عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور نے اس کا واسط شہر میں محاصرہ کیا، اوراس کو امان دی، لیکن بعد میں وعدہ خلافی کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا۔
(العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۳۶، و ۱۳۷)

(۱۵)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۳۲ھ: میں حضرت ابواسحاق ابراہیم بن علی بن سلمہ بن عامر فہری مدنی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔
ابراہیم بن ہرمہ کے نام سے مشہور تھے، اپنے زمانہ کے مشہور شاعر تھے، ایک مرتبہ آپ نے عباسی خلیفہ منصور کے دربار میں اپنا کلام پیش کیا، تو منصور نے خوش ہو کر آپ کو ۲۰ ہزار درہم انعام میں دیئے، آپ کی ولادت ۸۷ھ میں ہوئی، اور ۴۵ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۶ ص ۲۰۸)

(۱۶)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۴۳ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابوالمعتمر سلیمان بن طرخان تیمی بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔
آپ بنوتیم قبیلہ میں رہتے تھے اس نسبت سے آپ کو ''تیمی'' کہا جاتا تھا، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابوعثمان نہدی، یزید بن عبداللہ بن شخیر، طاؤس، ابومجلز، یحیٰی بن یعمر اور بکر بن عبداللہ مزنی رحمہم اللہ، جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث شریف بیان کرتے تو آپ کے چہرے کا رنگ حدیثِ نبوی کے مقام کی وجہ سے بدل جاتا تھا، ابنِ سعد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ بہت زیادہ عبادت کرنے والے اور کثرت سے حدیث روایت کرنے والے اور حدیث کے معاملے میں ثقہ شمار ہوتے تھے، عشاء کے وضو سے رات کے نوافل پڑھا کرتے تھے، آپ اور آپ کے بیٹے رات کو مختلف مساجد میں تشریف لے جاتے اور کبھی ایک مسجد میں نماز پڑھتے اور کبھی دوسری مسجد نماز پڑھتے، یہاں تک کہ صبح ہو جاتی، ایک مرتبہ آپ نے ایک شخص سے پوستین عاریۃً مانگی، اور

کچھ عرصہ پہن کر ان کو واپس کر دی وہ شخص بتلاتے ہیں کہ اس دن کے بعد برابر اس سے مجھ کو مشک کی خوشبو آ رہی ہے، حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سلیمان تیمی ۴۰ سال تک برابر عشاء اور فجر ایک وضو سے ادا کرتے رہے، ۹۷ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج۶ ص ۲۰۶، تهذیب الکمال ج۳ ص ۳۲، العبر فی خبر من غبر ج ۱ ص ۱۹۴)

(۱۷)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۶۸ھ: میں حضرت عبیداللہ بن حسن بن حصین بن ابوالحر رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

خالد حذاء، داؤد بن ابی ہند، سعید جریری اور ہارون بن رئاب رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، اسماعیل بن سوید، خالد بن حارث، رافع بن دحیۃ مسلی، عبدالرحمٰن بن مہدی اور ابوحفص عمر بن عامر تمار سعدی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ کی ولادت ۱۰۶ھ میں ہوئی، ۱۵۷ھ میں آپ سوار بن عبداللہ رحمہ اللہ کے بعد بصرہ کے قاضی مقرر ہوئے (تهذیب الکمال ج۱۹ ص ۲۶)

(۱۸)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۷۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ شریک بن عبداللہ نخعی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا زمانہ پایا، سلمہ بن کہیل، منصور بن معتمر اور ابواسحاق رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابان بن تغلب، محمد بن اسحاق، شعبہ، سفیان، لیث بن سعد، ابن المبارک، یحییٰ بن آدم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۹۵ھ میں ہوئی، آپ کوفہ کے مشہور قاضی تھے (سیر اعلام النبلاء ج۸ ص ۲۱۱)

(۱۹)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۹۱ھ: میں حضرت ابویزید خالد بن حیان رقی کندی خزار رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

سالم بن ابی المہاجر، سلیمان بن عبداللہ بن زبرقان، علی بن عروہ دمشقی، جعفر بن برقان اور ہمام بن یحییٰ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، احمد بن حنبل، ایوب، یحییٰ، ابوکریب، علی بن میمون عطار، زکریا بن عدی، عبداللہ بن محمد نفیلی، حسن بن عرفہ رحمہم اللہ آپ

کے مایہ ناز شاگرد ہیں، رقّہ کے مقام پر آپ کی وفات ہوئی۔

(تھذیب التھذیب ج۳ص ۷۴، تھذیب الکمال ج۸ص ۴۴، المنتظم لابنِ جوزی ج۹ص ۱۹)

(۴۰)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۹۳ھ: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن جعفر ہذلی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ''غندر'' کے نام سے مشہور تھے، آپ کی اکثر مرویات حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے ہیں اوران کی صحبت میں آپ ۲۰ سال تک رہے، ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن سعید بن ابی ہند، عوف اعرابی، معمر بن راشد، سعید بن ابی عروبہ، حسین معلم اور ہشام بن حسان رحمہم اللہ آپ کا اساتذہ ہیں، احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، یحیٰ بن معین، علی بن مدینی، ابوبکر، عثمان بن ابی شیبہ، قتیبہ اور ابراہیم بن محمد بن عرعرہ رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۵۰ سال تک آپ ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار کرتے رہے، ایک مرتبہ آپ نے بازار سے مچھلی خریدی اور گھر لے کر آئے اور گھر والوں کو اس کے پکانے کا کہہ کر سوگئے، آپ کے گھر والوں نے بطورِ مزاح کے وہ مچھلی پکا کر خود کھالی، اور تھوڑی سی آپ کے ہاتھوں پر مَل دی تا کہ آپ کے ہاتھوں سے بو محسوس ہو، پھر جب آپ جاگے تو آپ نے مچھلی طلب کی، تو گھر والوں نے آپ سے کہا کہ مچھلی تو آپ نے کھالی، آپ نے فرمایا میں نے تو نہیں کھائی، گھر والوں نے کہا اپنے ہاتھوں کی بو سونگھیں، آپ نے جب ہاتھوں کو سونگھا تو کہا واقعی تم سچ کہتے ہو میں نے کھائی تو ہے لیکن میرا پیٹ نہیں بھرا (گویا کہ مزاح کا جواب مزاح سے دیا)

(تھذیب التھذیب ج۹ص ۸۵، سیر اعلام النبلاء ج۹ص ۱۰۱، تھذیب الکمال ج۲۵ص ۹، المنتظم لابنِ جوزی ج۹ص ۲۲۸)

(۴۱)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۹۳ھ: میں حضرت ابوبشر اسماعیل بن ابراہیم بن مقسم رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابنِ علیہ کے نام سے مشہور تھے (علیّہ آپ کی والدہ کا نام تھا) ۱۱۰ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، اسی سال حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی، گویا کا علم کا ایک

سورج غروب ہوا تو دوسرا طلوع ہوا، ابوبکر محمد بن منکدر تیمی، ابوبکر ایوب بن ابوتمیمہ، یونس بن عبید، اسحاق بن سوید، علی بن زید رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابنِ جریج، شعبہ، حماد بن زید، عبدالرحمٰن بن مہدی، علی بن مدینی اور احمد بن حنبل رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ اپنے زمانے کے مفتی، عالم، فقیہ اور امام الحدیث تھے، آپ کی ۸۳ سال کی عمر میں وفات ہوئی، دمشق کے قاضی ابوبکر محمد بن اسماعیل بن علیہ رحمہ اللہ آپ کے بیٹے ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۱۱۲، تہذیب الکمال ج ۳ ص ۳۲، المنتظم لابنِ جوزی ج ۹ ص ۲۲۷)

(۴۴)...... ماہِ ذی قعدہ ۱۹۹ھ: میں حضرت ابوعمر حفص بن عبدالرحمٰن بلخی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ خراسان کے مفتی تھے، عاصم الاحول، داؤد بن ابی ہند، ابنِ عون، ابوحنیفہ، اور عیسیٰ بن طہمان رحمہم اللہ سے آپ حدیث روایت کرتے ہیں، حسین بن منصور، محمد بن رافع، سلمہ بن شبیب، محمد بن عقیل خزاعی، محمد بن محمش اور اسحاق بن عبداللہ بن رزین رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: آپ کے والد عبدالرحمٰن بن عمر بن فروخ بن فضالہ بلخی، قتیبہ بن مسلم کے دورِ امارت میں نیشاپور کے قاضی رہے، اور حفص خراسان میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے بہت زیادہ فقہ جاننے والے ساتھیوں میں سے تھے، آپ کچھ عرصہ قاضی رہے، لیکن بعد میں اس منصب کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہو گئے، ابن المبارک رحمہ اللہ آپ کی زیارت کے لئے حاضر ہوتے تھے، آپ کے شہر میں آپ کے نام سے موسوم ایک محلہ آپ ہی کی طرف منسوب ہے، جب صحیح بخاری کے مصنف امام بخاری رحمہ اللہ نیشاپور آتے تھے، تو آپ کی مسجد میں درسِ حدیث دیتے تھے، ۸۰ سال کی عمر میں آپ کا انتقال ہوا۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۳۱۱، تہذیب الکمال ج ۷ ص ۲۴)

تیسری صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۴۳)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۰۱ھ: میں حضرت ابو اسامہ حماد بن اسامہ بن زید کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۲۰ھ کے لگ بھگ ہوئی، ہشام بن عروہ، اعمش، ابنِ ابی خالد، ادریس بن یزید اودی اور احوص بن حکیم شامی رحمہم اللہ وغیرہ سے حدیث کی سماعت کی، عبدالرحمٰن بن مہدی، شافعی، قتیبہ، حمیدی، احمد، اسحاق اور ابو خیثمہ رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ایک مرتبہ اپنی دو انگلیوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ میں نے ان دو انگلیوں سے ایک لاکھ حدیثیں لکھیں، ۸۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۹ ص ۲۷۹، تہذیب الکمال ج۷ ص ۲۲۳)

(۴۴)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۰۳ھ: میں حضرت حسین بن علی جعفی کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام اعمش اور بہت سے محدثین کے شاگرد ہیں، امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حسین بن علی اور سعد بن عامر ضبعی سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، امام یحییٰ بن یحییٰ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ابدال میں سے کوئی شخص باقی ہو تو وہ حسین جعفی ہیں، باوجود بہت بڑے عالم ہونے کے آپ کو زہد و عبادت میں بھی بڑا مقام حاصل تھا۔

(العبر فی خبر من خبر ج ا ص ۳۳۹، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۶ ص ۵۹۶، سیر اعلام النبلاء ج۹ ص ۴۰۰)

(۴۵)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۰۵ھ: میں حضرت محمد بن عبید بن امیہ رحمہ اللہ کا انتقال ہوا، آپ کی ولادت ۱۲۴ھ میں ہوئی۔

ابان بن اسحاق، اسماعیل بن ابی خالد، حسن بن حکم نخعی، سفیان عصری اور سلیمان اعمش رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، احمد بن حنبل، احمد بن سلیمان رہاوی، احمد بن سنان قطان، ابو مسعود احمد بن فرات رازی، احمد بن منیع بغوی اور احمد بن یحییٰ صوفی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں،

آپ پہلے کوفہ میں رہتے تھے اس کے بعد کوفہ سے منتقل ہو کر بغداد میں رہائش اختیار کر لی، اور ایک طویل زمانہ تک بغداد میں قیام کرنے کے بعد دوبارہ کوفہ لوٹ آئے، عباسی خلیفہ مامون الرشید کے دورِ خلافت میں وفات ہوئی (تهذیب الکمال ج ۲۶ ص ۵۹)

(۴۶)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۱۳ھ: میں حضرت عبید اللہ بن موسیٰ بن ابوالمختار کوفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے مسند کی ترتیب پر ایسی کتاب مرتب کی جس میں کوفہ کے صحابہ کی روایات کو جمع کیا گیا تھا، آپ کی ولادت تقریباً ۱۲۰ھ میں ہوئی، ہشام بن عروہ، سلیمان اعمش، اسماعیل بن ابو خالد، زکریا بن ابی زائدہ اور سعد بن اوس عبسی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، امام احمد بن حنبل، اسحاق، ابنِ معین، محمد بن عبد اللہ بن نمیر، عبد بن حمید اور علی بن محمد طنافسی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی "وقیل مات فی شوالها"

(سیر اعلام النبلاء ج ۹ ص ۵۵۶، تهذیب الکمال ج ۱۹ ص ۱۶۹)

(۴۷)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۲۷ھ: میں عباسی خلیفہ الواثق باللہ کی والدہ قراطیس کی وفات ہوئی۔

یہ حج کے لئے نکلیں اور حیرہ کے مقام پر وفات ہوئی، اور کوفہ میں تدفین ہوئی (المنتظم ج ۱۱ ص ۱۲۶)

(۴۸)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۲۹ھ: میں حضرت ابو جعفر محمد بن سلام جعفی مسندی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کے اساتذ درجِ ذیل ہیں: سفیان بن عیینہ، مروان بن معاویہ، اسحاق ارزق، فضیل بن عیاض، عبد اللہ بن نمیر اور عبد الرزاق رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: بخاری، ذہلی، ابو الزرعہ رازی، عبید اللہ بن واصل اور محمد بن نصر رحمہم اللہ، آپ کو ماوراء النہر (وسطی ایشیا) کا شیخ کہا جاتا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے آپ کو علمِ حدیث میں وسطی ایشیاء کا امام قرار دیا ہے، ۹۰ سال کی عمر میں وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۰ ص ۶۵۹)

(۴۹)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۳۲ھ: میں حضرت عبد الرحمٰن بن اسحاق بن ابراہیم بن سلمہ

بن ضبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مذھباً حنفی تھے، رقہ شہر اور اس کے بعد بغداد کا قاضی بھی آپ کو بنایا گیا تھا، ۲۲۸ھ میں قضا کے منصب سے معزول ہوئے، اور مکہ کی طرف جار ہے تھے کہ راستے میں فید کے مقام پر انتقال ہوا، اور وہیں پر دفن ہوئے (المنتظم ج ۱۱ ص ۱۸۳)

(۳۰)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۳۳ھ: میں حضرت یحییٰ بن معین بن عون بن زیاد بن بسطام بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کا شمار مدینہ منورہ کے بڑے علماء میں ہوتا تھا، ابن المبارک، ہشیم، عیسیٰ بن یونس، یحییٰ بن ابی زائدہ اور سفیان بن عیینہ رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں، احمد بن حنبل، ابوخیثمہ، محمد بن سعد اور بخاری رحمہم اللہ آپ کے شاگردوں میں شامل ہیں، امام علی بن مدینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن معین علمِ جرح وتعدیل میں کمال رکھتے تھے اس علم کی امامت آپ پر ختم ہے، امام احمد رحمہ اللہ آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ہر وہ حدیث جو یحییٰ بن معین تک نہ پہنچے وہ حدیث ہی نہیں، آپ سے روایت شدہ حدیثیں صحاحِ ستہ میں بھی موجود ہیں، حج کے سفر میں مدینہ منورہ میں انتقال ہوا، اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، وفات کے وقت ۷۵ یا ۷۶ سال عمر تھی۔

(المنتظم ج ۱۱ ص ۲۰۴، شذرات الذهب ج ۱ ص ۷۹، العبر فی خبر من خبر ج ۱ ص ۴۱۵، سیر اعلام النبلاء ج ۱۱ ص ۹۱، تهذیب الکمال ج ۳۱ ص ۵۶۵)

(۳۱)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۳۵ھ: میں حضرت ابونصر منصور بن ابومزاحم بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ترک قیدیوں میں سے تھے، آپ کا ایک دیوان بھی لوگوں میں متداول اور رائج تھا، ۸۰ سال کی عمر میں بغداد میں وفات ہوئی، ابراہیم بن سعد، ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان، اسماعیل بن جعفر اور اسماعیل بن علیہ رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، مسلم، ابوداؤد، ابراہیم بن اسحاق حربی، احمد بن بشیر طیالسی، احمد بن حسن بن عبدالجبار اور احمد بن حسین بن منصور بغدادی

رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۸۰ سال کے قریب عمر پائی، اور بغداد میں آپ کی وفات ہوئی (تھذیب الکمال ج۲۸ ص ۵۴۵، الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد ج۷ ص ۳۴۷)

(۴۲)......ماہِ ذی قعدہ ۲۴۱ھ: میں حضرت ابو جعفر مخلد بن مالک بن جابر رازی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ نیشاپور میں رہتے تھے، حجاج بن محمد مصیصی، حکام بن سلیم، ابو اسامہ حماد بن اسامہ، حماد بن خالد خیاط، سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن نمیر رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، بخاری، احمد بن نضر بن عبدالوہاب، ایوب بن حسن زاہد، حسن بن سفیان نسوی اور عبداللہ بن عبدالرحمٰن دارمی رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی اور آپ کے بیٹے نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (تھذیب الکمال ج۲۷ ص ۳۴۱)

(۴۳)......ماہِ ذی قعدہ ۲۴۵ھ: میں حضرت ابو عبداللہ احمد بن نصر بن زیاد قرشی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابراہیم بن اشعث بخاری، ابراہیم بن حمزہ زبیری، ابراہیم بن معبد بن شداد مصری، اور ابراہیم بن منذر حزامی رحمہم اللہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، ترمذی، نسائی، احمد بن علی ابار، ابو عمرو احمد بن مبارک مستملی، ابو العباس احمد بن محمد بن از ہراز ہری اور جعفر بن احمد بن نصر الحافظ رحمہم اللہ آپ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ احمد بن نصر ایک فقیہ آدمی تھے اور اپنے زمانے میں احادیث کے امام شمار ہوتے تھے، اور آپ نے کثرت سے شام، مصر اور عراق کی طرف سفر کئے (تھذیب الکمال ج۱ ص ۵۰۳)

(۴۴)......ماہِ ذی قعدہ ۲۵۰ھ: میں حضرت ابو عبداللہ محمد بن وزیر بن حکم سلمی دمشقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ احمد بن ابی الحواری رحمہ اللہ کے داماد تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: خالد بن عبدالرحمٰن خراسانی، رواد بن جراح عسقلانی، صبیح بن بزیع خراسانی، ضمرہ بن ربیعہ رملی اور محمد

بن شعیب بن شابور رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوداؤد، ابراہیم بن دحیم، ابوالجہم احمد بن حسین بن طلاب، احمد بن سعید دمشقی اور ابوالحسن احمد بن عمیر بن جوصار رحمہم اللہ، اتوار کی رات آپ کی وفات ہوئی (تهذيب الكمال ج ٢٦ ص ٥٨٣)

(۳۵)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۵۱ھ: میں حضرت ابوالحسن عبدالوھاب بن عبدالحکم بن نافع وراق بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے ساتھی تھے، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابوضمرۃ انس بن عیاض لیثی، حجاج بن محمد مصیصی، عبدالحمید بن عبدالعزیز بن ابی رواد، معاذ بن معاذ عنبری اور یحییٰ بن سعید اموی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابوداؤد، ترمذی، نسائی، احمد بن علی بن علاء جوزجانی، ابوعلی احمد بن ہیثم بن اسماعیل خطاب شوکی، حسین بن اسماعیل محاملی اور خطاب بن بشر رحمہم اللہ۔

(تهذيب الكمال ج١٨ ص ٥٠٠، سير اعلام النبلاء ج١٢ ص ٣٢٣، تذكرة الحفاظ ج٢ ص ٥٢٦)

(۳۶)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۵۶ھ: میں حضرت ابوعبداللہ زبیر بن بکار بن عبداللہ بن مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر بن عوام قرشی اسدی زبیری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابوعبداللہ بن ابوبکر مدنی کے نام سے مشہور تھے، اور مکہ کے قاضی تھے، ابراہیم بن حمزہ زبیری، ابراہیم بن منذر حزامی، اسحاق بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب، اسماعیل بن ابی اویس اور ابوضمرۃ انس بن عیاض لیثی رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابن ماجہ، احمد بن سعید دمشقی، احمد بن سلیمان طوسی، ابوبکر احمد بن محمد بن ابی شیبہ بغدادی بزاز، احمد بن یحییٰ ثعلب نحوی، اسماعیل بن عباس، حسن بن علی بن نصر طوسی رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، ۸۴ سال کی عمر میں مکہ میں وفات ہوئی آپ کے بیٹے مصعب نے نمازِ جنازہ پڑھائی، آپ کی وفات کا سبب یہ ہوا کہ آپ ایک اونچی جگہ سے گرے اور اس کے بعد دو دن تک زندہ رہے، لیکن کسی سے کوئی بات نہیں کی اور وفات پاگئے۔

(تهذيب الكمال ج٩ ص ٢٩٩، سير اعلام النبلاء ج١٢ ص ٣١٤، العبر في خبر من غبر

ج ا ص ۸۹، طبقات الحفاظ ج ا ص ۴۴، تہذیب التہذیب ج ۳ ص ۲۶۹، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۵۲۸)

(۴۷)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۶۸ھ: میں حضرت شیخ الاسلام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم بن ایمن بن لیث مصری رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۱۸۲ھ میں ہوئی، آپ نے حدیث کی سماعت عبداللہ بن وہب، ابوضمرۃ لیثی، ابن ابی فدیک، ایوب بن سوید، بشر بن بکر، اشہب بن عبدالعزیز اور ابوعبدالرحمٰن مقریٔ رحمہم اللہ سے کی، نسائی، ابنِ خزیمہ، ابنِ صاعد، عمرو بن عثمان مکی، ابوبکر بن زیاد، ابوجعفر طحاوی، علی بن احمد علان، اسماعیل بن داؤد بن وردان اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، فقہ کی تعلیم آپ نے امام مالک رحمہ اللہ حاصل کی، اور ایک طویل مدت تک ان کی صحبت اختیار کی، قاضی بکار بن قتیبہ رحمہ اللہ نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۲ ص ۵۰۱، طبقات الحفاظ ج ا ص ۴۷)

(۴۸)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۷۰ھ: میں مصر کے امیر احمد بن طولون کی وفات ہوئی۔

آپ مصر میں دولتِ طولونیہ کے بانی تھے، آپ کے والد ایک ترکی غلام تھے، ۲۰۰ھ میں بخارا کے عامل نوح بن اسد سامانی نے اسے مامون الرشید کی خدمت میں ہدیتاً بھیجا، مامون نے طولون کو خدمت گزاری کی وجہ سے امراء کے پہلو میں جگہ دی، اس لئے احمد بن طولون کی پرورش بھی شہزادوں کے ساتھ ہوئی، علمِ حدیث سے ان کو بڑا شغف تھا، اور طرسوس کے محدثین سے علمِ حدیث میں استفادہ کے لئے آپ نے کئی سفر کئے، عباسی خلیفہ مستعین باللہ کی نوازشات آپ پر بہت زیادہ تھیں، کچھ عرصہ بعد آپ کو مصر کے امیر کے نائب کی حیثیت سے مستعین باللہ نے مصر بھیج دیا، احمد بن طولون میں عدل، فیاضی، شجاعت و بہادری، حسنِ سیرت، فراست سمیت تمام اوصاف جمع تھے، اور اپنے فرائض کو خود تندہی سے سرانجام دیتے تھے، رعایا کی خبر گیری، اہلِ علم سے مشورہ کا خوب اہتمام کرتے تھے، آپ کا دسترخوان عوام وخواص ہر شخص کے لئے وسیع تھا، اس کے علاوہ ایک ہزار دینار یومیہ خیرات کرتے تھے، اہل

مصر آپ کے گرویدہ ہو گئے، عباسی خلیفہ مہتدی باللہ نے یہ دیکھ کر آپ کو اسکندریہ کی حکومت دے دی، احمد بن طولون نے برسرِ اقتدار آ کر بہت سے کارنامے سرانجام دیئے مثلاً نئے شہر قطائع کی تعمیر، بیمارستان (ہسپتال کا قیام) مدارس کی تعمیر، فوجی نظام کی مضبوطی، بحری نظام وغیرہ، ۲۰ ذی قعدہ اتوار کی رات آپ کی وفات ہوئی۔

(العبرفی خبرمن غبر ج ۱ ص ۹۵، تاریخ ملت ج ۲ ص ۷۶۹ تا ۷۷۵)

(۳۹)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۸۲ھ: میں حضرت ابوزکریا یحییٰ بن عثمان بن صالح بن صفوان قرشی سہمی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: ابان بن صباح حضرمی، احمد بن رفاعہ بن راشد لخمی، احمد بن سکین بن عطاء صرفی، احمد بن سواد مرادی، احمد بن شعیب بن سعید مرادی اور ابوطاہر احمد بن عمرو بن سرح رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درج ذیل ہیں: ابنِ ماجہ، احمد بن ابراہیم بن محمد بن جامع سکری، ابوجعفر احمد بن اسماعیل، اسحاق بن ابراہیم بن صالح عذری، بکر بن عبدالرحمٰن بن محمد بن عبداللہ خلال، حسین بن علی فرائضی اور ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی رحمہم اللہ، حضرت ابوسعید آپ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "آپ عالمی حالات وواقعات، تاریخ اوراہلِ علم کی سوانح اوران کے زمانے کے بہت باخبر اور معلومات رکھنے والے تھے، بعض روایتیں ان کی ایسی ہیں جن میں یہ ممتاز اور منفرد ہیں"

(تهذیب الکمال ج ۳۱ ص ۴۶۴، سیر اعلام النبلاء ج ۱۳ ص ۳۵۵)

(۴۰)...... ماہِ ذی قعدہ ۲۹۹ھ: میں حضرت ابوالحسن علی بن سعید بن بشیر بن مہران رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مصر میں رہتے تھے، عبدالاعلیٰ بن حماد نرسی، جبارہ بن مغلس، بشر بن معاذ عقدی، نوح بن عمرو سکسکی اور محمد بن ہاشم بعلی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، احمد بن حسن بن عتبہ رازی، عبداللہ بن جعفر بن ورد، محمد بن احمد بن خروف، ابوالقاسم طبرانی، حسن بن رشیق اور ابومنصور محمد بن سعید لابیوردی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۴۶)

چوتھی صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۴۱)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۰۱ھ: میں حضرت امام محدث ابوعبداللہ، محمد بن عبدالرحمٰن ہروی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

کوفہ میں احمد بن یونس یربوعی، مدینہ میں اسماعیل بن ابی اویس، بغداد میں احمد بن حنبل، مکہ میں ابراہیم بن محمد شافعی، نیشاپور میں محمد بن معاویہ نیشاپوری اور محمد بن مقاتل مروزی رحمہم اللہ سے آپ نے استفادہ کیا، ابوحاتم بن حبان اپنی کتاب ''صحیح'' میں اور عباس بن فضل نضروی، بشر بن محمد مزنی اور بہت سے علماء آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، سو سال کے قریب عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۱۱۵)

(۴۲)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۰۶ھ: میں حضرت موسیٰ ابوالاسود بن عبدالرحمٰن بن حبیب رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ لقطان کے لقب سے مشہور تھے، اور بنوامیہ کے آزاد کردہ غلام تھے، محمد بن سحنون، محمد بن عامر اندلسی اور علی بن عبدالعزیز رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، تمیم بن ابوالعرب اور ابوالقاسم سوری رحمہما اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، آپ کی ولادت ۲۳۲ھ میں ہوئی، آپ فقہ مالکی کے ماہر فقیہ تھے، جب آپ طرابلس کے قاضی مقرر ہوئے، تو آپ نے انصاف کا بول بالا کیا، اور کمزوروں کا حق طاقت وروں سے حاصل کیا، اس کی پاداش میں آپ کو مختلف ایذائیں اور تکالیف بھی پہنچائی گئیں، یہاں تک کہ آپ کو قید بھی کیا گیا، آپ نے احکام القرآن پر ایک کتاب لکھی، جو بارہ جلدوں پر مشتمل تھی۔

(الدیباج المذهب فی معرفة أعیان علماء المذهب لابن فرحون ج ۱ ص ۱۷۱)

(۴۳)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۱۰ھ: میں حضرت امام حافظ البارع ابوبشر محمد بن احمد بن حماد بن سعید بن مسلم انصاری دولابی رازی وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۲۲۴ھ میں ہوئی، محمد بن بشار، محمد بن مثنیٰ، احمد بن ابوسریج رازی، زیاد بن

ایوب، محمد بن منصور جواز، ہارون بن سعید ایلی، موسیٰ بن عامر مری، ابو غسان زنیج، محمد بن اسماعیل بن علیہ، ابو اسحاق جوزجانی، وابو بکر محمد بن عبدالرحمٰن جعفی، یزید بن عبدالصمد اور محمد بن عوف حمصی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذ ہیں، عبدالرحمٰن بن ابی حاتم، ابو احمد بن عدی، ابوالقاسم طبرانی، ابوالحسن بن حیویہ، ابوبکر بن مقریٔ، ابوبکر احمد بن محمد مہندس، ابو حاتم بن حبان اور ہشام بن محمد بن قرۃ رعینی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، مکہ اور مدینہ کے درمیان ''عرج'' مقام میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۴ ص ۳۱۰، طبقات الحفاظ ج ا ص ۶۳، تذکرۃ الحفاظ ج۲ ص ۷۶۰)

(۴۴)...... ماہ ذی قعدہ ۳۱۱ھ: میں شیخ الاسلام حضرت ابوبکر محمد بن اسحاق بن خزیمہ بن مغیرہ بن صالح بن بکر سلمی نیشاپوری شافعی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ بہت بڑے فقیہ ہونے کے ساتھ ساتھ ایک بڑے محدث بھی تھے، اور کئی کتابوں کے مصنف تھے، آپ کی ولادت ۲۲۳ھ میں ہوئی، آپ کے علم کے وسیع ہونے کی مثال دی جاتی تھی، آپ کے اساتذہ درج ذیل ہیں: اسحاق بن راہویہ، محمد بن حمید، محمود بن غیلان، عتبہ بن عبداللہ مروزی، علی بن حجر، احمد بن منیع، بشر بن معاذ، ابو کریب، عبدالجبار بن علاء، احمد بن ابراہیم دورقی، اسحاق بن شاہین، عمرو بن علی، زیاد بن ایوب، محمد بن مہران جمال، ابو سعید اشج، یوسف بن واضح ہاشمی، محمد بن بشار، محمد بن مثنیٰ، حسین بن حریث، محمد بن عبدالاعلی صنعانی، محمد بن یحییٰ، احمد بن عبدہ ضبی اور نصر بن علی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، بخاری، مسلم، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم، احمد بن مبارک مستملی، ابراہیم بن ابوطالب، ابو حامد بن شرقی، ابوالعباس دغولی، ابوعلی حسین بن محمد نیسابوری، ابو حاتم بستی، ابو احمد بن عدی، ابو عمرو بن حمدان، اسحاق بن سعد نسوی، ابو حامد احمد بن محمد بن بالویہ، ابوبکر احمد بن مہران مقریٔ، محمد بن فضل بن محمد بن خزیمہ، محمد بن احمد بن علی بن نصیر معدل، ابوبکر بن اسحاق صبغی، ابو سہل صعلوکی، حسین بن علی تمیمی، بشر بن محمد بن محمد بن یاسین، ابو محمد عبداللہ بن احمد بن جعفر شیبانی، ابوالحسین احمد بن محمد بحیری، خلیل بن احمد سجزی قاضی، ابو سعید محمد بن بشر کرابیسی، ابو احمد محمد بن

محمد کرابیسی، ابونصر احمد بن حسین مروانی، ابوالعباس احمد بن محمد صندوقی اور ابوالحسن محمد بن حسین آبری رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث سماعت کی، امام حاکم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میرے نزدیک امام ابنِ خزیمہ کے فضائل ایک بڑی کتاب میں سما سکتے ہیں، اور ان کی تصنیفات ۱۴۰ سے زیادہ ہیں، اور اس میں مسائل کی کتابیں شامل نہیں، اور مسائل کی تصنیفات ان کی سو اجزاء سے زیادہ ہیں، ابواسحاق ابراہیم بن محمد بن المضارب فرماتے ہیں کہ: میں نے ابنِ خزیمہ کو خواب میں دیکھا تو ان سے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اہلِ اسلام کی طرف سے اچھی جزاء عطا فرمائیں، تو ابنِ خزیمہ نے جواب میں فرمایا کہ یہی دعا مجھے آسمانوں میں جبریل نے بھی دی، آپ کی عمر ۸۹ سال تھی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۳۸۲، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۱)

(۴۵)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۱۸ھ: میں حضرت ابومحمد یحییٰ بن محمد بن صاعد بن کاتب ہاشمی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ عراق کے محدث کے لقب سے مشہور تھے، عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے آزاد کردہ غلام تھے، اور ابنِ صاعد کے نام سے مشہور تھے، آپ فرماتے ہیں کہ میری ولادت ۲۲۸ھ میں ہوئی اور ابنِ ماسرجس رحمہ اللہ سے میں نے حدیث کا علم ۲۳۹ھ میں حاصل کرنا شروع کیا، یحییٰ بن سلیمان بن نضلہ، عبداللہ بن عمران عابدی، محمد بن سلیمان لوینا، احمد بن منیع، سوار بن عبداللہ قاضی، حسن بن عیسیٰ بن ماسرجس، یعقوب دورقی، محمد بن بشار، عبدالجبار بن علاء عطار اور عمرو بن علی صیرفی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوالقاسم بغوی (یہ آپ سے عمر میں بڑے ہیں) جعابی، شافعی، طبرانی، ابنِ عدی، اسماعیلی، ابوسلیمان بن زبر، ابوعمر بن حیویہ، ابوطاہر مخلص، عیسیٰ بن وزیر اور ابومسلم کاتب رحمہم اللہ اور بہت سے حضرات آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ابویعلیٰ خلیل فرماتے ہیں کہ: ایک زمانے میں تین ائمہ جمع ہوگئے ہیں ابنِ ابی داؤد، ابنِ خزیمہ اور عبدالرحمٰن بن ابی حاتم رحمہم اللہ۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۴ ص ۵۰۵، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۶۴، تذکرۃ الحفاظ ج ۲ ص ۷۷۷)

(۴۶)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۲۱ھ: میں حضرت ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ بن سلمہ ازدی

حجری مصری طحاوی حنفی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

''طحا'' مصر کا ایک گاؤں ہے، آپ فقہ حنفی کے بہت بڑے امام اور کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ہارون بن سعید ایلی، عبدالغنی بن رفاعہ، یونس بن عبدالاعلی، عیسیٰ بن مثرود، محمد بن عبداللہ بن عبدالحکم اور بحر بن نصر رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، احمد بن قاسم خشاب، ابوالحسن محمد بن احمد اخمیمی، یوسف میانجی، ابوبکر بن مقرئ، طبرانی اور احمد بن عبدالوارث زجاج رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ پہلے شافعی مسلک سے تعلق رکھتے تھے اور شافعی مسلک کی مشہور شخصیت امام مزنی رحمہ اللہ کے شاگرد تھے، ایک دن امام مزنی رحمہ اللہ (جو کہ آپ کے حقیقی ماموں بھی تھے) نے کسی بات پر آپ سے ناراض ہو کر فرمایا کہ خدا کی قسم تجھ سے کچھ بھی نہ ہوگا، آپ کو اس بات سے غصہ آ گیا اور آپ نے ابن ابی عمران (آپ قاضی بکار کے بعد مصر کے قاضی تھے) کی شاگردی اختیار کر لی، جب آپ نے اپنی پہلی کتاب لکھی تو آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ رحم کرے ابوابراہیم (امام مزنی) پر اگر وہ زندہ ہوتے تو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرتے (تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۸۱۰)

(۴۷)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۳۳ھ: میں علامہ مفتی حضرت ابوالعرب محمد بن احمد بن تمیم بن تمام مغربی افریقی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے دادا افریقہ کے امراء میں شمار ہوتے تھے، عیسیٰ بن مسکین، ابوعثمان بن حداد آپ کے استاد ہیں، قاضی عیاض کے بقول آپ اپنے مذہب کے حافظ اور مفتی تھے، اور علمِ حدیث وعلمِ اسماء الرجال کا آپ پر غلبہ تھا، آپ کی مندرجہ ذیل تصنیفات مشہور ہیں:

"طبقات اهل افريقية، كتاب المحن، كتاب فضائل مالک، كتاب مناقب سحنون، كتاب التاريخ (جو کہ ۱۱ جلدوں پر مشتمل ہے)

آپ کے بیٹے نے آپ کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۳۹۵، تذکرۃ الحفاظ ج۳ص ۸۹۰)

(۴۸)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۴۰ھ: میں حضرت ابوسعید احمد بن محمد بن زیاد بن بشر بن

درہم بن اعرابی بصری صوفی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کے مکہ مکرمہ میں رہتے تھے اور شیخ الحرم کے لقب سے معروف، اور ابن الاعرابی کے نام سے مشہور تھے، حسن بن محمد بن صباح زعفرانی، عبداللہ بن ایوب مخرمی، سعدان بن نصر، محمد بن عبدالملک دقیقی، ابوجعفر محمد بن عبیداللہ منادی، عباس ترقفی، عباس بن محمد دوری، ابراہیم بن عبداللہ عبسی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوعبداللہ بن خفیف، ابوبکر بن مقریٔ، ابوعبد اللہ بن مندہ، قاضی ابوعبداللہ بن مفرج، عبداللہ بن یوسف اصبہانی، محمد بن احمد بن جمیع صیداوی، عبداللہ بن محمد دمشقی قطان، صدقہ بن دلم، عبدالرحمٰن بن عمر بن نحاس اور عبدالوہاب بن منیر مصریان رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، ابن الاعرابی فرماتے ہیں کہ: پوری ''معرفت'' اپنے جہل کا اعتراف کرنا ہے، اور ''تصوف'' کا حاصل فضولیات ولایعنی امور کا ترک کرنا ہے، اور پورا ''زہد'' یہ ہے کہ جن چیزوں کے بغیر چارہ کار نہیں ان پر اکتفاء کرے (باقی چھوڑ دے) اور پوراپورا ''معاملہ'' یہ ہے کہ الاہم فالاہم کے تحت چیزوں کو عمل میں لائے، اور ''رضا'' اعتراض وناگواری کو ترک کرنے کا نام ہے، اور ''عافیت'' یہ ہے کہ بغیر کسی تکلف کے تکلف ساقط ہوجائے، آپ جنید بغدادی اور ابواحمد قلانسی رحمہما اللہ کی صحبت میں بھی رہے (سیر اعلام النبلاء ج۱۵ ص ۴۱۰، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص ۸۵۳)

(۴۹)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۵۵ھ: میں حضرت ابومنصور احمد بن شعیب بن صالح بن حسین وراق رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

صالح بن محمد جزرہ، حامد بن سہل، سہل بن شاذویہ، محمد بن حریث، ابوخلیفہ فضل بن حباب جمحی، زکریا بن یحییٰ ساجی، محمد بن ابراہیم بن ابان سراج، محمد بن جریر طبری، احمد بن حسن بن عبدالجبار صوفی، عمر بن ابی غیلان ثقفی اور حامد بن شعیب بلخی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابوالحسن بن رزقویہ، محمد بن طلحہ نعالی اور عبدالغفار بن محمد بن جعفر مؤدب رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، آپ کی ولادت ۲۸۰ھ میں ہوئی، خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ

آپ شیخ، صالح اور ثقہ ہیں، ہفتہ کے دن آپ کی وفات ہوئی (تاریخِ بغداد ج۴ ص ۱۹۳)

(۵۰)......ماہِ ذی قعدہ ۳۵۹ھ: میں حضرت ابوعبداللہ احمد بن بندار بن اسحاق اصبہانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

ابراہیم بن سعدان، عبید بن حسن غزال، محمد بن زکریا، عمیر بن مرداس اور ابوبکر بن ابی عاصم رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر بن مردویہ، علی بن عبدکویہ، ابوبکر بن ابی علی، ابوسعید نقاش، ابونعیم حافظ اور ابوسعد عبدالرحمٰن بن احمد صفار رحمہم اللہ آپ سے روایت کرتے ہیں، آپ فقہ ظاہری سے تعلق رکھتے تھے، ۹۰ سال سے زیادہ عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص ۶۲)

(۵۱)......ماہِ ذی قعدہ ۳۶۰ھ: میں حضرت ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب بن مطیر لخمی شامی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ عظیم محدث ہیں، اور حدیث کی کئی کتابوں کے مصنف ہیں، آپ کی ولادت ''بعک'' مقام میں صفر ۲۶۰ھ میں ہوئی، اور مدائن، شام، حرمین، یمن، مصر، بغداد، کوفہ، بصرہ، اصبہان اور جزیرہ وغیرہ ممالک کے لئے تحصیل علم کے لئے اسفار کئے، اور ہزار سے اوپر حضرات سے استفادہ کیا، آپ کی ''معجم کبیر'' اور ''معجم اوسط'' اور ''معجم صغیر'' اور ''مسند الشامیین'' مشہور کتب اور احادیث کا بڑا ذخیرہ ہیں، ان کے علاوہ بھی آپ کی کئی کتب ہیں، جن میں سے چند کے نام درجِ ذیل ہیں:

کتاب الدعاء، کتاب المناسک، کتاب عشرة النساء، کتاب السنة، کتاب الطوالات، کتاب النوادر، کتاب دلائل النبوة، کتاب مسند شعبة، کتاب مسند سفيان، عمل اسانيد جماعة من الكبار، كتاب الاوائل، كتاب الرمي.

۲۸ ذوالقعدہ آپ کی وفات ہوئی (تذکرة الحفاظ ج۳ ص ۲۱۷)

(۵۲)......ماہِ ذی قعدہ ۳۶۷ھ: میں حضرت قاضی القضاۃ ابوطاہر محمد بن احمد بن عبداللہ بن نصر بن بجیر ذہلی بغدادی مالکی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ مصر کے قاضی تھے، آپ کی ولادت ۲۷۹ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل

ہیں: بشر بن موسیٰ اسدی، ابو مسلم کجی، ابوشعیب حرانی، یوسف بن یعقوب قاضی، عمر بن حفص سدوسی، ابوخلیفہ فضل بن حباب جمحی، خلف بن عمرو عکبری، محمد بن عثمان بن ابی شیبہ، موسیٰ بن ہارون حمال، محمد بن یحییٰ مروزی، محمد بن عبدوس بن کامل اور جعفر بن محمد فریابی رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: تمام رازی، عبدالغنی بن سعید ازدی، ابوالعباس بن حاج اشبیلی، محمد بن فضل بن نظیف، ابوالحسن قابسی، محمد بن حسین طفال اور علی بن منیر خلال رحمہم اللہ۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۶ ص ۲۰۹)

(۵۳)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۷۰ھ: میں حضرت ابوالحسین محمد بن علی بن محمد بن عبیداللہ بن عبدالصمد بن محمد بن مہتدی باللہ محمد بن واثق ہارون رحمہ اللہ کی ولادت ہوئی۔

آپ ابن الغریق کے نام سے مشہور تھے، امام دارقطنی، عمر بن شاہین، علی بن عمر سکری، محمد بن یوسف بن دوست، ابوالفتح یوسف قواس، ابوالقاسم بن حبابہ، ابوالطیب عثمان بن منتاب، ابوحفص کتانی، عیسیٰ بن وزیر، ادریس بن علی اور علی بن عمر مالکی قصار رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، خطیب بغدادی، حمیدی، شجاع ہذلی، محمد بن طرخان ترکی، مفتی یوسف بن علی زنجانی، یحییٰ بن عبدالرحمٰن فارقی، ابوبکر محمد بن عبدالباقی فرضی، یوسف بن ایوب ہمذانی، قاضی ابوالفضل محمد بن عمر ارموی اور ابومنصور قزاز رحمہم اللہ آپ کے شاگرد ہیں، بقول خطیب بغدادی آپ بغداد کے قاضی تھے، اور آپ نیکی اور عبادت میں مشہور ومعروف تھے، ابوالفضل بن خیرون فرماتے ہیں کہ آپ کثرت سے روزے رکھتے تھے، اور دنیا سے کنارہ کش تھے، اور امام دارقطنی اور ابنِ دوست سے آخری عمر میں روایت کرنے والے ہیں، آپ کی وفات ذوالحجہ ۴۶۵ھ میں ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۲۴۱)

(۵۴)...... ماہِ ذی قعدہ ۳۸۵ھ: میں عظیم محدث، شیخ الاسلام حضرت ابوالحسن علی بن عمر بن احمد بن مہدی بن مسعود بن نعمان بن دینار بن عبداللہ بغدادی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۰۱ھ میں ہوئی، آپ احادیث کی کئی کتابوں کے مصنف ہیں، سب سے زیادہ شہرت ''سنن دارقطنی'' کو حاصل ہوئی، ابوالقاسم بغوی، یحییٰ بن محمد بن صاعد، ابوبکر بن

ابی داؤد، محمد بن نیروز انماطی، ابو حامد محمد بن ہارون حضرمی، علی بن عبداللہ بن مبشر واسطی، ابوعلی محمد بن سلیمان مالکی، محمد بن قاسم بن زکریا محاربی، ابو عمر محمد بن یوسف بن یعقوب قاضی، ابوبکر بن زیاد نیشاپوری اور حسن بن علی عدوی بصری رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، آپ نے ابوبکر شافعی اور ابن المظفر رحمہما اللہ سے بھی استفادہ کیا، اور بڑھاپے کی عمر میں شام اور مصر کا سفر کیا، اور ابنِ حیویہ نیشاپوری، ابوطاہر ذہلی اور ابواحمد بن ناصح رحمہم اللہ سے استفادہ کیا، امام حاکم، حافظ عبدالغنی، تمام بن محمد رازی، ابوحامد اسفرائینی، ابونصر بن جندی، احمد بن حسن طیان، ابوعبدالرحمٰن سلمی، ابومسعد اور ابونعیم اصبہانی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، حافظ عبدالغنی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام تین افراد سب سے اچھا پڑھتے تھے، ایک ابن المدینی، دوسرے موسیٰ بن ہارون اور تیسرے دارقطنی، ابوالطیب طبری فرماتے ہیں کہ دارقطنی امیر المومنین فی الحدیث ہیں۔

(سیر اعلام النبلاء ج۱۶ ص۴۵۷، طبقات الحفاظ ج۱ ص۷۹، تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۹۹۵)

(۵۵)...... **ماہِ ذی قعدہ ۳۹۱ھ**: میں عباسی خلیفہ امیر المومنین عبداللہ قائم بامر اللہ بن احمد قادر باللہ بن اسحاق بن جعفر مقتدر باللہ بن احمد معتضد باللہ کی ولادت ہوئی۔

قادر باللہ کی وصیت کے مطابق ذی الحجہ ۴۲۲ھ میں قائم بامر اللہ کے ہاتھ پر ارا کینِ سلطنت نے بیعت کی، تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۳۱ سال تھی، بقول ابنِ کثیر قائم بامر اللہ خوبصورت، عابد، زاہد عالم، اللہ پر بھروسہ رکھنے والا، صدقہ دینے والا، صابر، ادیب، خوشخط، عادل، احسان کرنے والا تھا، ۱۳ شعبان ۴۶۰ھ میں اس کا انتقال ہوا، اپنے پوتے عبداللہ بن محمد کو ولی عہد اور جانشین بنایا، قائم بامر اللہ نے ۴۵ سال خلاف کی۔

(تاریخِ بغداد ج۹ ص۳۹۹، تاریخ ملت، جلد دوم، ص۵۳۶ تا ۵۳۹ ملخصاً)

(۵۶)...... **ماہِ ذی قعدہ ۳۹۵ھ**: میں حضرت ابوعبداللہ محمد بن ابو یعقوب اسحاق بن حافظ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مندۃ رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابنِ مندہ کے نام سے مشہور تھے، آپ کی ولادت ۳۱۰ یا ۳۱۱ھ میں ہوئی، عبدالرحمٰن بن

یحییٰ بن مندہ، محمد بن قاسم کوفی کرانی، محمد بن عمر بن حفص، عبداللہ بن یعقوب بن اسحاق کرمانی، ابوعلی حسن بن محمد بن نصر، عبداللہ بن ابراہیم مقری، محمد بن حمزہ بن عمارہ، ابوعمرو بن حکیم، احمد بن محمد لنبانی اور ابوسعید بن اعرابی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوبکر بن مقری، ابوعبداللہ حاکم، ابوعبداللہ غنجار، ابوسعد ادریسی، تمام بن محمد رازی، حمزہ بن یوسف سہمی، ابونعیم اصبہانی، احمد بن فضل باطرقانی، احمد بن محمود ثقفی، ابوالفضل عبدالرحمٰن بن احمد بن بندار رازی، ابوالمظفر عبداللہ بن شبیب اور ابوطاہر عمر بن محمد مؤدب رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، آپ احادیث کی کئی کتابوں کے مصنف ہیں، جن میں چند مشہور کتب کے نام مندرجہ ذیل ہیں: 24

كتاب الايمان، كتاب التوحيد، كتاب الصفات، كتاب التاريخ، معرفة الصحابة، كتاب الكنى.

(سير اعلام النبلاء ج۱۷ ص۳۸، تذكرة الحفاظ ج۳ ص۱۰۳۵، طبقات الحفاظ ج۱ ص۸۲)

پانچویں صدی ہجری کے اجمالی واقعات

(۵۷)...... ماہِ ذی قعدہ ۴۰۱ھ: میں حضرت ابوعمر احمد بن محمد بن احمد بن سعید بن حباب اموی قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ ابن الجسور کے نام سے مشہور تھے، قاسم بن اصبغ، وہب بن مسرہ، محمد بن عبداللہ بن ابی دلیم، محمد بن معاویہ اور احمد بن مطرف رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، ابوعمر بن عبدالبر، ابوعبداللہ خولانی اور ابومحمد بن حزم رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۷۶ سال کی عمر میں اچانک آپ کی وفات ہوئی (سیر اعلام النبلاء ج۱۷ ص۱۴۸)

(۵۸)...... ماہِ ذی قعدہ ۴۰۳ھ: میں حضرت قاضی ابوبکر محمد بن طیب بن محمد بن جعفر بن قاسم بصری بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن الباقلانی کے نام سے مشہور تھے، ابوبکر احمد بن جعفر قطیعی اور ابومحمد بن ماسی رحمہما اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوذر ہروی، ابوجعفر محمد بن احمد سمنانی اور حسین بن حاتم اصولی رحمہم

اللہ آپ کے شاگرد ہیں، آپ کے بیٹے حسن نے آپ کی جنازہ پڑھائی۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۱۹۳ ، تاریخ بغداد ج ۵ ص ۳۸۲)

(۵۹)...... ماہِ ذی قعدہ ۴۱۲ ھ: میں حضرت ابوالفتح محمد بن احمد بن محمد بن فارس بن ابی الفوارس بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ ابن ابی الفوارس کے نام سے مشہور تھے، ۳۳۸ھ میں آپ کی ولادت ہوئی، احمد بن فضل بن خزیمہ، جعفر بن محمد خلدی، دعلج بن احمد، ابوعیسیٰ بکار بن احمد، ابوبکر شافعی، ابوبکر نقاش، ابوعلی صواف اور محمد بن حسن بن مقسم رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، طلبِ حدیث کے لئے بصرہ، فارس، خراسان وغیرہ کے اسفار کئے، ابوسعد مالینی، ابوبکر برقانی، ابوبکر خطیب، ابوعلی بناء، ابوالحسین بن مہتدی باللہ، محمد بن علی بن سکینہ اور مالک بن احمد بانیاسی رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی، بدھ کے دن آپ کی وفات ہوئی، اور جمعرات کے دن بابِ حرب کے مقبرہ میں امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کی قبر کے قریب دفن ہوئے۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۲۲۴ ، طبقات الحفاظ ج ۱ ص ۸۳، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۰۵۳ ، تاریخ بغداد ج ۱ ص ۵۳)

(۶۰)...... ماہِ ذی قعدہ ۴۲۲ ھ: میں حضرت ابوالقاسم طلحہ بن علی بن صقر بن عبدالمجیب کتانی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۳۶ھ میں ہوئی، احمد عثمان ادمی، ابوبکر نجاد، دعلج، شافعی، ابوعلی بن صواف، ابوسلیمان حرانی اور احمد بن ثابت واسطی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، خطیب بغدادی، ابوبکر بیہقی، عبدالعزیز کتانی، ابوالقاسم مصیقی، ابوالقاسم بن بیان رزاز اور ابوالفضل بن خیرون رحمہم اللہ آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ۸۶ سال کی عمر میں جمعہ کے دن آپ کی وفات ہوئی، ہفتہ کے دن شونیزی کے مقبرہ میں تدفین ہوئی۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۴۸۰ ، تاریخ بغداد ج ۹ ص ۳۵۲)

(۶۱)...... ماہِ ذی قعدہ ۴۳۴ ھ: میں حضرت ابوذر عبد بن احمد بن محمد بن عبداللہ بن غفیر بن محمد انصاری ہروی مالکی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۳۳۵ یا ۳۳۶ھ میں ہوئی، آپ کے اساتذہ درجِ ذیل ہیں: محمد بن عبداللہ بن خمیرویہ، بشر بن محمد مزنی، ابوبکر ہلال بن محمد بن محمد، شیبان بن محمد ضبعی، عبیداللہ بن عبدالرحمٰن زہری، ابوعمر بن حیویہ، علی بن عمر سکری، ابوالحسن دارقطنی، عبدالوہاب کلابی اور ابومسلم کاتب رحمہم اللہ، آپ کے شاگرد درجِ ذیل ہیں: ابومکتوم موسیٰ، موسیٰ بن علی صقلی، علی بن محمد بن ابی الہول، قاضی ابوالولید باجی، ابوعمران موسیٰ بن ابی حاج فارسی، ابوالعباس بن دلہاث، محمد بن شریح، ابوعبداللہ بن منظور، عبداللہ بن حسن تنیسی، ابوصالح احمد بن عبدالملک مؤذن اور علی بن بکاری صوری رحمہم اللہ، مکہ مکرمہ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۷ ص ۵۵۷، تذکرۃ الحفاظ ج ۳ ص ۱۱۰۴، تاریخ بغداد ج ۱۱ ص ۱۴۱)

(۶۲)...... ماہِ ذی قعدہ ۴۴۷ھ: میں حضرت ابوعبداللہ حسین بن احمد بن محمد بن حبیب قادسی بغدادی رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

ابوبکر قطیعی، ابوبکر وراق اور ابوبکر بن شاذان رحمہم اللہ آپ کے اساتذہ ہیں، ابوالغنائم نرسی رحمہ اللہ آپ کے شاگرد ہیں (سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۱۲، تاریخ بغداد ج ۸ ص ۱۶)

(۶۳)...... ماہِ ذی قعدہ ۴۵۴ھ: میں حضرت ابومحمد حسن بن علی بن محمد بن حسن شیرازی بغدادی جوہری رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت شعبان ۳۳۶ھ میں ہوئی، ابوبکر قطیعی، ابوعبداللہ عسکری، علی بن لؤلؤ وراق، علی بن محمد بن کیسان، محمد بن ابراہیم عاقولی، ابوعلی محمد بن احمد عطشی، علی بن ابراہیم بن ابی عزہ، علی بن محمد بن ابی العصب، ابوحفص زیات، حسین بن محمد بن عبید دقاق، عبدالعزیز بن حسن صیرفی رحمہم اللہ سے حدیث کی سماعت کی، ابونصر بن ماکولا، ابوعلی بردانی، ابوالنرسی، احمد بن بدران حلوانی، حسن بن احمس سقلاطونی، ابونصر محمد بن ہبۃ اللہ مامون، محمد بن عبدالباقی دوری، محمد بن علی بن طالب خرقی، مبارک بن عبار وتار رحمہم اللہ نے آپ سے حدیث کی سماعت کی۔

(سیر اعلام النبلاء ج ۱۸ ص ۶۸)

(۶۴)...... ماہِ ذی قعدہ ۴۶۹ھ: میں حضرت ابوالقاسم حاتم بن محمد بن عبدالرحمٰن بن

حاتم تیمی اندلسی قرطبی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت شعبان ۳۷۸ھ میں ہوئی، عمر بن حسین بن نابل، ابوالمطرف بن فطیس قاضی، محمد بن عمر بن فخار، حماد بن زاہدی، ابومحمد بن شقاق، ابوالحسن قابسی، احمد بن فراس عبقسی اور مسلم بن ابی سعید سجزی رحمہم اللہ سے حدیث روایت کرتے ہیں، ابوعلی اور ابومحمد بن عتاب رحمہما اللہ جیسے بہت سے حضرات آپ سے حدیث روایت کرتے ہیں، تقریباً ۹۰ سال کی عمر پائی (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۳۳۷)

(۶۵)...... ماہ ذی قعدہ ۴۸۶ھ: میں حضرت ابومسعود سلیمان بن ابراہیم بن محمد بن سلیمان اصبہانی ملنجی رحمہ اللہ کی وفات ہوئی۔

آپ کی ولادت ۳۹۷ھ میں ہوئی، ابوعبدالرحمٰن جرجانی، ابوسعد احمد بن محمد مالینی، ابوبکر بن مردویہ، عبداللہ بن احمد بن جولہ ابہری، ابونعیم حافظ اور ابوبکر ہارون منقی رحمہم اللہ آپ کے جلیل القدر اساتذہ ہیں، اسماعیل بن محمد تیمی، ابوسعد بغدادی، ابونصر غازی، ہبۃ اللہ بن طاؤس مقری، شرف بن عبدالمطلب حسینی، ابوجعفر محمد بن حسن صیدلانی، محمد بن عبدالواحد مغازلی، رجاء بن حامد معدانی اور مسعود ثقفی رحمہم اللہ آپ کے مایہ ناز شاگرد ہیں، ۹۰ سال کی عمر میں آپ کی وفات ہوئی (تذکرۃ الحفاظ ج۳ ص۳۵۸، طبقات الحفاظ ج۱ ص۴۴۲)

(۶۶)...... ماہ ذی قعدہ ۴۸۸ھ: میں حضرت ابویوسف عبدالسلام بن محمد بن یوسف بن بندار قزوینی مفسر رحمہ اللہ کا انتقال ہوا۔

آپ کی ولادت ۳۹۳ھ میں ہوئی، آپ بغداد میں رہتے تھے، اس کے علاوہ طرابلس اور مصر میں بھی آپ قیام پذیر رہے، ابوعمر بن مہدی، قاضی عبدالجبار بن احمد رحمہما اللہ سے علم حاصل کیا، سمعانی فرماتے ہیں کہ آپ کا شمار فضلاء میں ہوتا تھا، اور قرآن مجید کی ایک بڑی تفسیر مرتب کی، اور اس سے بڑی میں نے کوئی تفسیر نہیں دیکھی، بعض حضرات نے آپ کی مرتب تفسیر کی جلدوں کی تعداد تین سو تک بتلائی ہے (سیر اعلام النبلاء ج۱۸ ص۶۲۰)

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

باسمہٖ تعالیٰ

مناسکِ حج

کے

فضائل واحکام

قرآن وسنت کی روشنی میں حج کے مناسک اور اعمال کے فضائل واحکام
حج کرنے کا طریقہ، حج کی قسمیں، حج کے مناسک واحکام کی مدلل ومفصل ابحاث
فقہائے کرام کی آراء کی روشنی میں جدید اور مشکل احکام کی سہل صورتیں
قرآن وسنت اور فقہ کے دلائل اور مستند مآخذ ومراجع اور حوالہ جات کے ساتھ

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران، چاہ سلطان، راولپنڈی، پاکستان

باسمہٖ تعالیٰ

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر (۱۵)

حج میں قصر واتمام کی تحقیق

حج میں نماز کے قصر کا سبب سفر ہے، یا نسک؟ اور مسافتِ سفر کی مقدار کیا ہے؟
موجودہ دور میں منیٰ ومزدلفہ، سفر وحضر اور قصر واتمام کے اعتبار سے مکہ شہر کے تابع ہو چکے اور مکہ شہر کا حصہ بن چکے ہیں یا نہیں؟ حجاجِ کرام کا حج کے موقعہ پر، منیٰ اور مزدلفہ میں قیام کرنا مکہ میں قیام کرنا کہلائے گا؛ یا الگ الگ مواضع میں قیام کرنا قرار دیا جائے گا، اور حجاجِ کرام ان مقامات پر حج کے قیام کے زمانے میں قصر کریں گے یا اتمام؟
اس سلسلہ میں موجودہ علماء وفقہاء کی کیا آراء اور دلائل ہیں؟
رسالہ ھٰذا میں ان پہلوؤں پر کلام کیا گیا ہے۔
اور آخر میں اہلِ علم واکابر حضرات کی آراء بھی شامل ہیں

مؤلف
مفتی محمد رضوان
مدیر
ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

علمی وتحقیقی سلسلہ نمبر (۴۰)

تشریحُ قطعِ المُحرِمِ للخُفَّین
ولبسهِ النعلین اسفل من الکعبین

بحالتِ احرام جوتے وموزے پہننے کا حکم

قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں مرد وعورت کو احرام کی حالت میں
مختلف اقسام وانواع کے نعلین وخفین پہننے کا تفصیلی جائزہ اور
کعبین وٹخنوں کی تشریح وتفصیل

مؤلف

مفتی محمد رضوان

ناشر

ادارہ غفران چاہ سلطان راولپنڈی پاکستان

ادارہ غفران کے ماہنامہ "التبلیغ" کے علمی و تحقیقی سلسلے

(سلسلہ نمبر 1)..........تحقیق طلاق بالکتابة والاکراہ (یعنی تحریری اور زبردستی طلاق کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 2)..........صلاۃُ المریض علی الکرسی (یعنی کرسی پر اور مریض کی نماز کے احکام)

(سلسلہ نمبر 3,4)..........رَفْعُ التَّشْکِیْکِ عَنْ حِیْلَةِ التَّمْلِیْکِ (یعنی حیلہ تملیک سے متعلق تحقیق)

(سلسلہ نمبر 5)..........النظر والفکر فی مبدءِ السفر والقصر (یعنی سفر اور قصر کی ابتداء و انتہاء کیا ہوگی؟)

(سلسلہ نمبر 6)..........بِدَایَةُ السَّفَرِ وَالْقَصْرِ فِیْ حَالَةِ التَّحَضُّرِ وَالتَّمَصُّرِ (شہر کی حدود اور مقیم ہونے کی حالت میں سفر اور قصر شروع ہو جانے کا حکم)

(ضمیمہ: سلسلہ نمبر 5،6)..........منع مبدءِ السفر قبل مبدءِ القصر

(سلسلہ نمبر 7)..........اجتماعی ذکر کی مجلسوں کا شرعی حکم

(سلسلہ نمبر 8)..........تحقیق کیفیت مسحِ رقبة (گردن کے مسح کی کیفیت اور طریقے کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 9)..........مصنوعی تولید اور ٹیسٹ ٹیوب بے بی کا شرعی حکم

(سلسلہ نمبر 10)..........پاکستان کی موجودہ رویت ہلال کمیٹی کی شرعی حیثیت

(سلسلہ نمبر 11)..........المشاکلُ الحاضرة فی حُرمة المصاهرة

(سلسلہ نمبر 12)..........غیر حنفی کی اقتداء میں نماز پڑھنے کا حکم

(سلسلہ نمبر 13)..........ضرورت و حاجت اور استقراض بالربح کی تحقیق

(سلسلہ نمبر 14)..........مالِ تجارت اور کرنسی کی زکوٰۃ کا معیار

(سلسلہ نمبر 15)..........حج میں قصر و اتمام کی تحقیق

(سلسلہ نمبر 16)..........صبح صادق و کاذب اور وقتِ عشاء کی تحقیق

(ضمیمہ: سلسلہ نمبر 16)..........کشفُ الغطاء عن وقتِ الفجر والعشاء

(سلسلہ نمبر 17)..........حصولُ الغیر بالتضحیة عن الغیر (یعنی غیر کی طرف سے قربانی کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 18)..........وَصْلُ الشُّعُوْرِ بِصُوْرَةِ الزُّوْرِ (یعنی بالوں میں وصل کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 19)..........مجنون، غضبان اور سکران کی طلاق

(سلسلہ نمبر 20)..........بحالتِ احرام جوتے و موزے پہننے کا حکم

(سلسلہ نمبر 21)..........شرائطُ التضحیة فی اوقاتِ الاضحیة (قربانی کے سبب وجوب، شرط وجوب اور شرط اداء کی تحقیق)

(سلسلہ نمبر 22)..........لے پالک اور منہ بولی اولاد کی شرعی حیثیت